تجلیاتِ صفدر

ہفتم

مناظرِ اسلام ترجمانِ اہلسُنّت وکیلِ احناف

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب تسہیل وتصحیح

مولانا نعیم احمد

مدرس: جامعہ خیر المدارس مُلتان شہر

مکتبہ امدادیہ

مُلتان - پاکستان - فون: ۵۴۴۹۶۵

تجلیات صفدر

جلد ہفتم

تالیف

مناظرِ اسلام، وکیل اہل السنّت والجماعت
حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

عنوانات وترتیب وتصحیح

مولانا نعیم احمد
اُستاذ جامعہ خیر المدارس ملتان

ناشر

مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان

نام کتاب : تجلّیاتِ صفدر (جلد ہفتم)

تالیف : مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

ترتیب و تصحیح : مولانا نعیم احمد صاحب مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

کمپوزر : حافظ محمد نعمان حامد (Mobile No. 0300-7334677)

ناشر : مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
(Phone No. 061-4544965)



- کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
- قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی

ضروری گزارش: اس کتاب کی تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ اگر اس کے باوجود کہیں کتابتی اغلاط نظر آئیں تو نشاندہی فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اُن کی تصحیح کی جاسکے۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدارین ....(ادارہ)

فہرست "تجلیاتِ صفدر" (جلد ہفتم)

اہل السنّت والجماعت (حنفی)

ہمارا نام اہل السنّت والجماعت آنحضرت ﷺ کا رکھا ہوا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے قرآن کی آیت یوم تبیض وجوہ کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ اہل السنّت والجماعت ہیں (الدر المنثور ص ۶۳ ج ۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اہل السنّت والجماعت ہیں (الدر المنثور ص ۶۳ ج ۲) حضرت امام حسینؓ نے میدانِ کربلا میں آخری خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حسنؓ حسینؓ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور اہل السنّت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں (تاریخ کامل ابن اثیر ص ۶۲ ج ۲) آنحضرت ﷺ نے نجات پانے والوں کا پتہ یہ بتایا ما انا علیه و اصحابی (ترمذی) اور اس کی تشریح خود فرمائی ھی الجماعة (احمد۔ ابوداؤد) یعنی نجات پانے والی جماعت میری سنت اور میرے صحابہ کی جماعت کے طریقہ پر چلنے والی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے آخری دور میں خاص وصیت فرمائی علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ الحدیث (ابوداؤد ص ۲۷۹ ج ۲، ترمذی ص ۳۸۳، ابن ماجہ ص ۵، مسند احمد ص ۲۷ ج ۴، دارمی ص ۲۶، حاکم ص ۹۵ ج ۱) آنحضرت ﷺ نے اپنی سنت کو لازم پکڑنے کی تاکید فرمائی اور خلفائے راشدین اور ان کی ہدایت پر چلنے والی جماعت کے طریقے کو دانتوں سے مضبوط پکڑنے کا حکم دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے مجھ سے محبت رکھی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا (ترمذی ص ۳۸۳) اور آپ ﷺ نے فرمایا فمن رغب عن سنتی فلیس منی (متفق علیہ) یعنی جس نے میری سنت سے منہ موڑا

وہ میری امت سے نہیں اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا من تمسک بسنتی عند فسادِ امتی فله اجر مائة شهيد (رواه البيهقی فی کتاب الزهد له) یعنی جس نے میری سنت کو مظبوطی سے پکڑا جب میری امت میں فساد ظاہر ہو جائے گا اس سنی کو اللہ تعالیٰ سو شہید کا ثواب عطا فرمائیں گے اور آپؐ نے اپنی سنت کو زندہ رکھنے پر بے حساب اجر کا وعدہ فرمایا (ترمذی ص ۳۸۳) اور آنحضرت ﷺ نے تارک سنت کو لعنتی فرمایا (رواه البيهقی فی المدخل) اور تارک سنت کو شفاعت سے محروم قرار دیا (ابن عدی)۔

آنحضرت ﷺ نے بڑی تاکید کے ساتھ فرمایا علیکم بالجماعة جماعت کو لازم پکڑنا اور جماعت سے نکلنے والے کو شیطان کا لقمہ بتایا اور اس بکری سے تشبیہ دی جو ریوڑ سے نکل کر بھیڑیے کا نوالہ بن جائے (مسند احمد) پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص ایک بالشت بھی جماعت سے باہر نکلا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی (احمد۔ ابوداؤد) اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو جماعت سے نکلا وہ جاہلیت کی موت مرا (متفق علیہ) اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو تمہاری جماعت کو توڑنا چاہے اس کو قتل کر دو (مسلم ص ۱۲۸ ج ۲) اور آپؐ نے فرمایا خدا کا ہاتھ جماعت پر ہے جو جماعت سے علیحدہ ہوا اسے الگ کر کے آگ میں جھونک دیا جائے گا (ترمذی) ان سب روایات سے ثابت ہوا کہ اہل سنت والجماعت نام آنحضرت ﷺ نے رکھا ہوا ہے آنحضرت ﷺ نے سنت و جماعت پر قائم رہنے کی سخت تاکیدیں فرمائیں ان سے باہر نکلنے والوں کو لعنتی، واجب القتل اور دوزخ کا ایندھن فرمایا۔ یہ نام ہی باعتبار بیان مذہب صحابہ اور اہل بیت میں شائع و ذائع تھا۔ کسی نجات پانے والے مذہبی فرقہ کا نام اہلِ حدیث نہ قرآن میں آیا ہے اور نہ ہی آنحضرت ﷺ نے قرآن کی کسی ایسی آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے جس میں جنتیوں کا ذکر ہو کبھی یہ فرمایا ہے کہ اس سے فرقہ اہل حدیث مراد ہے نہ کبھی آنحضرت ﷺ نے علیکم بحدیثی کے ساتھ کوئی تاکید بیان فرمائی جب تک یہ لوگ قرآن پاک یا حدیث صحیح سے اپنا نام اہل حدیث باعتبار نجات پانے والے فرقۂ مذہبی کے ثابت نہ کر دیں ان کو اہل حدیث لکھنے یا پکارنے کا کوئی حق نہیں۔

اہل سنت والجماعت چار دلائل شرعیہ کے قائل ہیں (۱) کتاب اللہ۔ (۲) سنتِ

رسول اللہ ﷺ ان دونوں کونص کہا جاتا ہے کیونکہ کتاب اللہ صحیفۂ علم ہے اور سنت اس کا نمونۂ عمل (۳)۔اجماع امت (۴)۔قیاس شرعی کیونکہ فقہی مسائل میں بعض مسائل میں صحابہ کا اجماع رہا اور بعض مسائل میں صحابہ میں اختلاف ہوا۔مسلکِ اہل سنت والجماعت کو چار ائمہ مجتہدین نے مدون اور مرتب فرمایا۔جس میں کتاب وسنت اور صحابہ کے اجماعی مسائل کو تو سب ائمہ نے مرتب فرمالیا۔لیکن جہاں صحابہ میں اختلاف تھا وہاں ائمہ نے صحابہ کے مسلک کے ایک ایک پہلو کو محفوظ کرلیا۔تا کہ نہ تو علمی طور پر صحابہ کے مسلک کا کوئی پہلو ضائع ہو نہ عملی انتشار پیدا ہو۔علامہ ابن تیمیہ اہل السنّت والجماعت کا معنی بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں فان اهل السنة تتضمن النص و الجماعة تتضمن الاجماع فاهل السنة والجماعة هم المتبعون للنص والاجماع منهاج السنة ص ۲۷۲ ج ۳ یعنی نام اہل سنت میں سنت سے مراد نص ہے یعنی کتاب وسنت اور جماعت سے مراد اجماع ہے۔ ائمہ اربعہ کا اتفاق صحابہ کے اتفاق پر مبنی ہے اور ائمہ اربعہ کا اختلاف صحابہ کے اختلاف پر مبنی ہے جن مسائل میں صحابہ اور ائمہ کا اجماع ہے ان سے اختلاف کرنا بھی اجماع سے نکلنا ہے اور جن مسائل میں ائمہ اربعہ میں اختلاف ہے ان میں کوئی نیا اختلاف پیدا کرنا بھی اجماع کے خلاف ہے اس لئے حنفی ، مالکی ،شافعی ،حنبلی اہل السنّت والجماعت ہیں جو ان سے خارج ہے وہ اہل سنت والجماعت نہیں (عقد الجید۔طحطاوی،مظہری) یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسے بعض احادیث صحاح ستہ کی سب کتابوں میں ہے ان کو رواه الجماعة کہا جاتا ہے بعض کو صرف رواہ بخاری، رواہ مسلم، رواہ ترمذی، رواہ نسائی، رواہ ابوداؤد، رواہ ابن ماجہ کہا جاتا ہے، یا لا مذہبوں میں کوئی غرباء اہلحدیث کوئی تنظیم اہل حدیث ،کوئی جمعیت اہل حدیث، کوئی شبان اہل حدیث، کوئی سلفی اہلحدیث کوئی اثری اہلحدیث کوئی محمدی اہل حدیث لکھتا ہے ان میں اصل نام اہل حدیث ہے باقی امتیازی القاب ہیں، تو ان کا نام نہ قرآن حدیث میں ہے نہ لقب، نہ ان کا نام کامل ہے۔دعویٰ یہ ہے کہ ہم قرآن حدیث کو مانتے ہیں لیکن نام اہل القرآن والحدیث نہیں صرف اہل حدیث ہے ہمارا نام اہل سنت والجماعت ثابت بھی ہے احادیث سے حنفی شافعی کہلانا اجماع سے اور کامل بھی ہے اہل سنت میں کتاب وسنت والجماعت میں اجماع حنفی میں اجتہاد چاروں دلائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

فقہ حنفی کی امتیازی شان

فقہ حنفی کے اصول وفروع کا دارومدار حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اصول وفتاویٰ ہیں اوران کے اصول وفتاویٰ کا مدار حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اصول وفتاویٰ ہیں حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں وکان ابو حنیفة الزمهم بمذهب ابراهيم و اقرانه لا يجاوزه الا ما شاء الله وكان عظيم الشان فى التخريج على مذهبه دقيق النظر فى وجوه التخريجاتِ مقبلاً على الفروع اتم اقبال (حجة الله البالغه ص۱۱۶ ج۱، الانصاف ص) یعنی فقہاءِ کوفہ میں مذہب ابراہیم وان کے اقران کے سب سے زیادہ پابند امام ابوحنیفہؒ تھے اورامام صاحب نے شاذ ونادر ہی کسی مسئلہ میں ابراہیم سے خلاف کیا یہ قوانین کلیہ سے جزئیات کے حکم دریافت کرنے میں بڑے بلند خیال تھے خصوصاً ابراہیم کے مذہب پرجزئیات کے حکم معلوم کرنے میں ان کو بڑا ملکہ تھا جب کسی جزئی کا حکم دریافت کرتے تو ان کی اس پر نہایت گہری نظر اور پوری توجہ ہوتی۔(امام نخعیؒ تذکرۃ الحفاظ ص۷۳ ج۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ کے اصول وفتاویٰ کا مدار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے فتاویٰ وقضایا ہیں و اصل مذهبه فتاوىٰ عبدالله بن مسعودؓ و قضايا عليؓ وفتاواه وقضايا شريح وغيره من قضاة الكوفة فجمع ما يسره الله ثم صنع فى آثارهم (حجۃ اللہ البالغہ ص۱۱۵ ج۱، الانصاف ص) یعنی ابراہیم نخعیؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ اور قاضی شریح وغیرہ قضاۃ کوفہ کے فتووں اور فیصلوں پر قائم کی اور انہیں سے ہر باب میں جدا جدا مسائل کو جمع کیا اور ترتیب دیا۔الغرض سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی درسگاہ دارالعلوم کوفہ محترمہ تھا جس کے سرپرست اعلیٰ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ

وجہہ تھے اور اس کے صدر مدرس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رہے تھے ان ہی دونوں حضرات کے علوم حدیث وفقہ پر امام صاحبؒ کے مذہب کی بنیاد ہے۔ ان دونوں کے بارہ میں امام مسروق (تذکرۃ الحفاظ ص ۴۹ ج ۱،) فرماتے ہیں، **شاممت اصحاب محمد ﷺ فوجدت علمهم ينتهى الى ستة الى على و عبدالله و عمر و زيد بن ثابت وابى الدرداء وابىّ بن كعب ثم شاممت الستة فوجدت علمهم انتهى الى على و عبدالله** (اعلام الموقعین ص ۱۶ ج ۱، مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۴۸ معرفۃ الصحابہ)

یعنی حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام کے علم کو دیکھا (جو آنحضرت ﷺ سے حاصل کیا ہوا تھا) تو سارا علم چھ صحابہ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ، حضرت عمرؓ، زید بن ثابتؓ، ابوالدرداءؓ اور ابی بن کعبؓ میں موجود پایا پھر ان چھ کو جانچا تو ان کا علم حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ میں موجود پایا'' ان میں حضرت علیؓ تو بابِ مدینۃ العلم ہی ہیں ان کا تو کہنا ہی کیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علم وفضل پر آنحضرت ﷺ کو وہ اعتماد تھا کہ آپ نے ان کو چار سندوں سے نوازا تھا۔

(۱) سندِ قرآن معلمین قرآن میں سب سے پہلا نمبر ان کا بیان فرمایا بخاری ص ۵۳۱ ج ۱، وص ۷۴۸ ج ۲، مسلم ص ۲۹۳ ج ۱، مستدرک ص ۳۱۸، ج ۳۔

(۲) سند حدیث ترمذی، ص ۲۲۰، ج ۲۔

(۳) سندِ فقہ

(۴) سند سیاست الاستیعاب ص ۳۵۹ ج ۱۔

آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں سے ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام نے کوفہ میں قیام فرمایا فتح القدیر ص ۴۲ ج ۱، شرح نقایہ ص ۲۰ ج ۱۔ ان میں سے ستر بدری اور تین سو بیعتِ رضوان والے صحابہ تھے (طبقات ابن سعد ص ۸۹ ج ۶) اور آخری خلیفہ راشد حضرت علیؓ نے تو اس شہر کو دارالحکومت بنا دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فیض کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت علیؓ کوفہ

تشریف لائے تو مسجد کوفہ میں چار سو کے قریب دواتیں رکھی ہوئی تھیں جن سے طلباء کرام کتابتِ علم میں مشغول تھے حضرت علیؓ دیکھ کر بہت خوش ہوئے سُرَّ من کثرۃِ فقھائھا اور فرمایا رحم اللہ ابن ام عبد قد ملأ ھذہِ القریۃ علماً یعنی خدا عبداللہ بن مسعودؓ پر رحم فرمائیں انہوں نے اس شہر کو علم سے بھر دیا ہے اور فرمایا اصحاب ابن مسعودؓ سُرج اھل الکوفۃ یعنی یہ اصحاب ابن مسعودؓ کوفہ کے روشن چراغ ہیں (موفق ص ۱۴۰ ج ۲) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ حذیفہ صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عمار، سلمان ابوموسیٰ اشعریؓ جیسے اصفیاء صحابہ بھی کوفہ میں آباد تھے۔ (یہ رائے باب مدینۃ العلم اور خلیفہ راشد کی ہے، مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فیض عام تھا۔ علمِ ابن عباس کے امین حضرت سعید بن جبیرؒ بھی کوفہ میں ہی مقیم ہوئے حضرت ابن عباسؓ سے اگر کوئی اہل کوفہ میں سے فتویٰ پوچھتا تو فرماتے کیا تم میں سعید بن جبیر نہیں ہیں یعنی سعید بن جبیر نے اہل کوفہ کو علم ابن عباسؓ سے بے نیاز فرما دیا تھا۔ یمن تک حضرت ابن مسعودؓ کے درس کا غلغلہ تھا حضرت معاذ بن جبلؓ نے آخری وقت اپنے شاگرد خاص عمرو بن میمون الاودی کو وصیت فرمائی کہ کوفہ میں جا کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تکمیل کرو)۔ حضرت انس بن سیرین انصاری بصری جو طبقہ ثالثہ میں سے ہیں ۱۸/۱۱۰/۱۲۰ھ میں وصال فرمایا (تقریب ص ۳۹) فرماتے ہیں اتیت الکوفۃ فرأیت فیھا اربعۃ آلاف یطلبون الحدیث واربعمائۃ قد فقھوا (المحدث الفاضل للرامھرمزی تقدمہ، ص ۳۵) یعنی اس دور تابعین میں کوفہ میں چار ہزار محدثین اور چار سو فقہاء موجود تھے۔ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ دیرِ جماجم میں حجاج سے جنگ کرنے کے لئے تنہا عبدالرحمٰن بن الاشعث کے ساتھ چار ہزار قراء تابعین تھے۔ اس دور میں بھی کوفہ کی علمی منزلت کا یہ حال تھا کہ امام حماد بن ابی سلیمان فرماتے ہیں کہ میں قتادہ، طاؤس اور مجاہد سے ملا ہوں تمہارے بچے بلکہ بچوں کے بچے بھی ان سے زیادہ عالم ہیں (کامل ابن عدی بحوالہ تقدمہ ص ۳۵) یاد رہے قتادہ بصرہ کے، طاؤس یمن کے اور مجاہد مکہ کے سب سے بڑے مفتی

صاحبان تھے۔

الحاصل مسلک حنفی تواتر اصحابہ تابعین کے دور سے تھا امام صاحبؒ نے اسی کو مرتب فرمالیا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں عرفنی رسول اللہ ﷺ ان فی المذہب الحنفی طریقة انیقة ھی اوفق الطرق بالسنة المعروفة التی جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابه (فیوض الحرمین ص ۴۸) یعنی شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خود حضرت رسول پاک ﷺ نے معلوم کرایا کہ مذہب حنفی نہایت عمدہ طریقہ ہے اور وہ سنت کے سب سے زیادہ موافق ہے وہ مشہور سنت جو امام بخاریؒ اور ان کے ساتھیوں نے جمع کی اور خوب صاف کی۔

آنحضرت ﷺ اگرچہ ملک عرب میں پیدا ہوئے مگر آپ کی نبوت تمام دنیا کے لئے عام ہے وما ارسلناک الا کافة للناس (السبا ۲۸) یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (الاعراف ۱۵۸) اسی لئے آپ کے صحابہ میں اہل عرب کے علاوہ حضرت بلال حبشی، صہیب رومی اور سلمان فارسی بھی تھے۔ آپ نے ملوک عجم کو دین اسلام قبول کرنے کے دعوت نامے بھی ارسال فرمائے جو عموم دعوت کی ایک بڑی بھاری عملی دلیل ہیں۔ وآخرین منھم اور حدیث ثریا میں اہل عجم کے لئے پیش گوئی فرمائی۔ ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ وھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ او کما قال ﷺ کا اعلان فرمایا۔ غزوہ خندق کے موقع پر پتھر سے شعلوں کا بلند ہونا اور قیصر وکسریٰ کے محلات کا نظر آنا اور ان ممالک کے فتح کی پیش گوئیاں فرمانا بھی اسی عموم بعثت کی دلیل ہیں۔ پھر خاص ہند اور سندھ کے مفتوح ہونے کی پیش گوئی فرمائی عصابتان من امتی احرزھما اللہ من النار عصابة تغزو الھند و عصابة تکون مع عیسیٰ ابن مریم (مسند احمد ص ۲۷۸ ج ۵، نسائی کتاب الجہاد وغزوۃ الہند۔ ضیا مقدسی فی المختارۃ۔ مجمع الزوائد۔ حضرت ابو ہریرۃؓ نے فرمایا وعدنا رسول اللہ ﷺ فی غزوۃ الھند فان استشھدت کنت من خیر الشھداء وان رجعت فانا ابو ھریرۃ المحرر (مسند احمد ص ۲۲۹ ج ۲ ونسائی کتاب

الجہاد) اور مسند احمد ص ۳۶۹ ج ۲ میں یکون فی ھٰذہ الامۃ بعث الی السند والھند الحدیث اس پیش گوئی کے مطابق خلیفہ عبد الملک کے عہد میں ۹۲ھ میں محمد بن قاسم ثقفی کی سرکردگی میں اسلامی فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی اور ۹۵ھ تک سندھ مفتوح ہوگیا پھر ۳۹۲ھ میں سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملے شروع کئے اور لاہور تک وسیع اسلامی سلطنت پھیل گئی اسی غزنوی عہد میں پاکستان کے مشہور بزرگ اور ولی اللہ حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ المتوفی ۴۶۵ھ عین اس دن لاہور پہنچے جس دن حضرت حسین زنجانیؒ کا جنازہ لاہور سے نکل رہا تھا۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے اس سرزمین کے بارہ میں اپنا جو رویائے صادقہ بیان فرمایا ہے وہ پڑھنے کے لائق ہے فرماتے ہیں "میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق خیر دے، شام کے شہر دمشق میں حضور علیہ السلام کے مؤذن حضرت بلالؓ کے قبر کے سرہانے سو رہا تھا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں اور پیغمبر خدا علیہ السلام باب بنی شیبہ سے ایک پیر مرد کو اپنی گود میں لئے اس حال میں اندر تشریف لا رہے ہیں کہ جس طرح بچوں کو پیار سے گود میں اٹھاتے ہیں میں دوڑ کر حاضر خدمت ہوا اور آپ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے لگا اور تعجب میں تھا کہ یہ کون صاحب ہیں اور یہ کیا حالت ہے۔ آنحضرت علیہ السلام پر میرا اندرونی اندیشہ منکشف ہوگیا اور مجھ سے فرمایا یہ ابو حنیفہ ہیں جو تمہارے بھی امام ہیں اور تمہارے اہل ملک کے بھی امام ہیں۔ مجھے اس خواب سے اپنے بارے میں بھی بڑی امید ہے اور اپنے اہل ملک کے بارے میں بھی (چنانچہ یہ امید پوری ہوئی اور سارا ملک حنفیت کا گہوارہ بن گیا) اور مجھے اس خواب سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ امام اعظمؒ ان حضرات میں سے ہیں جو کہ اپنے اوصافِ طبع کے لحاظ سے فانی اور احکامِ شرع کے لحاظ سے باقی ہیں اور ان ہی کے ذریعہ قائم ہیں چنانچہ ان کو لے کر چلنے والے حضرت پیغمبر علیہ السلام ہیں اور اگر وہ اپنے آپ چلتے تو وہ باقی الصفت ہوتے اور باقی الصفت غلط فیصلہ بھی کر سکتا ہے اور صحیح بھی اور اب جب ان کو اٹھا کر چلنے والے حضرت پیغمبر علیہ السلام ہوئے تو وہ پیغمبر علیہ السلام کی بقائے صفت کی وجہ سے فانی الصفت ٹھہرے اور چونکہ حضرت پیغمبر علیہ السلام پر خطا کی کوئی صورت نہیں اس لئے جس کا قیام

پیغمبر علیہ السلام کی ذات عالی سے وابستہ ہو اس پر بھی خطا کی صورت نہیں بن سکتی۔ یاد رہے یہ ایک لطیف رمز ہے (کشف المحجوب ص ۸۶) پھر ۵۸۹ھ میں سلطان معز الدین سام غوریؒ آئے اور دہلی تک سلطنت پر قابض ہو گئے۔ اس وقت سے لے کر ۱۲۷۳ھ تک آپ اس ملک کے حالات پڑھ جایئے محمود غزنوی سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر بلکہ سید احمد شہید بریلویؒ تک آپ کو کوئی غیر حنفی، غازی، مجاہد اور فاتح نہیں ملے گا۔ یہ اسلامی عساکر جو بمطابق پیشگوئی آنحضرت علیہ السلام ہند پر حملہ آور ہوئے یہ سب مجاہد بھی حنفی تھے۔ ان کے ساتھ آنے والے علمائے کرام اور صوفیاء عظام بھی سب حنفی تھے۔ کشمیر کے بارہ میں مؤرخ محمد قاسم فرشتہ کے الفاظ یہ ہیں رعایای آں ملک کلہم اجمعین حنفی مذہب اند (تاریخ فرشتہ ص ۳۳۷) اور اس سے قبل تاریخ رشیدی کے حوالے سے لکھتے ہیں مرزا حیدر در تاریخ رشیدی نوشتہ کہ مردم کشمیر تمام حنفی مذہب بودہ اند حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں **واھل الروم وماوراء النھر والھند حنفیون** (تحصیل التعرف فی الفقہ والتصوف ص ۴۶) حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں سواد اعظم از اہل اسلام متابعانِ ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان (مکتوبات دفتر دوم نمبر ۵۵، ص ۱۴) حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں "جمیع بلدان وجمیع اقالیم بادشاہاں حنفی اندو قضاۃ واکثر مدرساں واکثر عوام حنفی (کلمات طیبات ص ۱۷۷) اور فرماتے ہیں **وجمھور الملوک و عامۃ البلدان متمذھبین بمذھب ابی حنیفۃ** (تفہیماتِ الہیہ ص ۲۱۲ ج ۱) نیز فرماتے ہیں **عرفنی رسول اللہ ان فی المذھب الحنفی طریقۃ انیقۃ ھی اوفق الطرق بالسنۃ المعروفۃ التی جمعت و نقحت فی زمان البخاری و اصحابہ** (فیوض الحرمین ص ۴۸) اسلامی دنیا کے غالب حصہ میں علم جہاد ان ہی کے ہاتھ رہا قسطنطنیہ کے فاتح یہی ہیں ہندوستان کے فاتح بھی یہی ہیں اور اسی مذہب کے ذریعہ کم وبیش ایک ہزار سال تک دنیا میں اسلامی نظام جاری رہا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مذہب حق کی ایک شناخت یہ بتائی ہے **بان یکون حفظۃ المذھب ھم القائمون بالذب عن الملۃ او یکون شعارھم فی قطر من الاقطار ھو الفارق بین الحق والباطل**

(فیوض الحرمین ص ۱۰۳) آپ تاریخ پڑھیے آپ کو اسلامی اقتدار کا نشان حنفی ہی ملیں گے۔

پاک و ہند:

پاک و ہند میں اسلام پر دو سخت وقت آئے ایک اکبر کا الحادی دور اس نے امام صاحبؒ کی تقلید سے برگشتہ کر کے اپنے الحاد کی دعوت دی مگر حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی کاوشوں سے وہ الحاد مٹ گیا۔ دوسرا وقت وہ تھا جب انگریز نے مسلمانوں سے حکومت چھینی اور ہمارا مرکزی مدرسہ اپنے نمک خوار نذیر حسین کے سپرد کر دیا تو حضرات نے دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی جو آج پوری دنیا میں دین کی حفاظت کا عظیم قلعہ ہے۔ مولانا نانوتویؒ نے دیکھا کہ میں کعبہ کی چھت پر کسی اونچی شے پر بیٹھا ہوں اور کوفہ کی طرف میرا منہ ہے اور ادھر سے ایک نہر آتی ہے جو میرے پاؤں کو ٹکرا جاتی ہے۔ مذہب حنفی کی تقویت ہوگی۔

اختلاف فی التقلید

مسئلہ تقلید میں جو اختلاف ہے یہ درحقیقت ایک نزاع لفظی ہے۔ تقلید کا معنی پیروی اور تابعداری کے ہیں۔ اچھے کاموں میں کسی کی پیروی کرنا شرعاً اور عقلاً محمود ہے اور برے کاموں میں کسی کی پیروی کرنا عقلاً اور شرعاً مذموم ہے تو تقلید کی دو قسمیں ہوئیں:

تقلید محمود اور تقلید مذموم۔

تقلید محمود کو دونوں فریق جائز قرار دیتے ہیں اور تقلید مذموم کو دونوں فریق ناجائز قرار دیتے ہیں چنانچہ مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی فرماتے ہیں "کیا ہمارے حنفی بھائی ہم اہلحدیثوں کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو تعلیم کرتے ہیں کہ باوجود رسول اللہ ﷺ کی حدیث یا اقوال صحابہ نہ ملنے کے اور خود بھی کتب متداولہ مشہورہ میں علمی قابلیت نہ رکھنے کے اقوال ائمہ کو معاذ اللہ ٹھکرا دیا کریں اور مادر پدر آزاد ہو کر جو چاہیں سو کیا کریں اگر ان کا یہی خیال ہے تو ہم صاف الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارا مسلک سمجھنے میں تحقیق سے کام نہیں لیا" تاریخ اہل حدیث ص ۱۲۴ نیز مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں "اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ وہ تفسیر، حدیث اور فقہ سے بے بہرہ ہونے کے باوجود ائمہ کرام کے اقوال کو ٹھکرا دیا کریں اور بے زمام اور بے مہار ہو کر جو چاہیں کریں تو وہ صریحاً غلط فہمی میں مبتلا ہے" (داؤد غزنوی ص ۳۷۳) دیکھئے مولانا محمد ابراہیم اور مولانا داؤد غزنوی صاحبان مقلد تقلید کے تارک کو بے لگام شتر بے مہار اور مادر پدر آزاد فرماتے ہیں۔

اقسامِ تقلید:

مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کتاب معیار

الحق ص ۷۵،۷۶ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں ''باقی رہی تقلید بوقت لاعلمی کے سو یہ چار قسم ہے''۔

قسم اول:

قسم اول واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے کسی مجتہد کی مجتہدین اہل سنت میں سے لا علی التعیین جس کو مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے عقد الجید میں کہا ہے کہ یہ تقلید واجب ہے اور صحیح ہے باتفاق امت۔

قسم دوم:

قسم دوم مباح ہے اور وہ تقلید مذہب معین کی ہے بشرطیکہ مقلد اس تعیین کو امر شرعی نہ سمجھے۔

قسم ثالث:

قسم ثالث حرام اور بدعت ہے اور وہ تقلید ہے بطور تعیین بزعم وجوب (شرعی) کے برخلاف قسم ثانی کے۔

قسم رابع:

قسم رابع شرک ہے اور وہ ایسی تقلید ہے کہ وقت لاعلمی کے مقلد نے ایک مجتہد کی اتباع کی پھر اس کو حدیث صحیح غیر منسوخ غیر معارض مخالف مذہب اس مجتہد کے معلوم ہوگئی تو اب وہ مقلد بدستاویز ان عذرات کے جن سے سابقاً بخوبی جواب دیا گیا ہے یا تو حدیث کو قبول ہی نہیں کرتا یا اس میں بدوں سبب کے تاویل وتحریف کر کے اس حدیث کو طرف قول امام کے لے جاتا ہے غرضیکہ وہ مقلد مذہب اپنے امام کو نہیں چھوڑتا۔ تاریخ اہل حدیث ص ۱۴۷، اور مولانا داؤد غزنوی فرمایا کرتے تھے۔'' (۱) ائمہ اہل سنت میں سے کسی ایک امام کی تقلید جو بغیر کسی تعین کے ہو واجب ہے (۲) اور ایک امام معین کی تقلید بشرطیکہ اس تعیین کو امر شرعی نہ سمجھے مباح ہے (۳) اور کسی ایک امام معین کی تقلید کو امر شرعی سمجھنا اور اس کی تقلید ترک کرنے کو شریعت سے خارج ہونے کے مترادف سمجھنا ناجائز ہے (۴) جب تفسیر حدیث اور فقہ پر دسترس رکھنے والے کسی عالم کو حدیث صحیح غیر منسوخ اپنے امام کے مذہب کے خلاف مل جائے تو اسے اپنے امام کا قول اس حدیث رسول اللہ ﷺ کے

لئے ترک کر دینا چاہیے داؤد غزنوی ص ۳۷۵۔

نوٹ ضروری:

سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے اگرچہ تقلید شخصی کی ایک قسم کو یہاں شرک قرار دیا تھا مگر جب وہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو علمائے حرمین شریفین کے سامنے اس نے توبہ نامہ لکھ دیا تھا۔ غیر مقلدین کے مشہور مناظر محی الدین اپنی کتاب الظفر المبین فی ردمغالطات المقلدین میں عقد الجید کے حوالہ سے لکھتے ہیں ''سمجھ لے کہ مجتہد کی تقلید دو قسم ہے واجب اور حرام پس ایک تو یہ ہے کہ باعتبار دلالت کے روایت (قرآن، حدیث، اجماع) کا اتباع ہو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص کتاب اور سنت کو نہیں جانتا اور وہ بذاتِ خود تتبع اور استنباط کی استطاعت نہیں رکھتا پس اس کا کام یہ ہے کہ فقیہ سے پوچھ لے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں مسئلے میں کیا حکم دیا ہے جب فقیہ بتادے تو اس کا اتباع کرے چاہے فقیہ نے وہ حکم صریح نص سے لیا ہو یا اسے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو یہ سب صورتیں حضرت ﷺ کی طرف رجوع کرنے کی ہیں اگرچہ دلالۃً ہوں اس کی صحت پر تو تمام امت کا اتفاق ہے ہر طبقہ کا بلکہ اور تمام امتیں بھی اپنی شریعتوں میں متفق ہیں (ص ۲۶)

نوٹ:

دیکھئے مطلق تقلید کے واجب ہونے پر نہ صرف امت محمدیہؐ کے ہر طبقے کا اجماع ہے بلکہ سب امتوں کا اجماع ہے کہ عامی فقیہ کی تقلید کرے اور اس پر بھی سب کا اجماع ہے کہ عامی کے حق میں فقیہ کی طرف رجوع کرنا درحقیقت آنحضرت ﷺ کی طرف ہی رجوع کرنا ہے اگرچہ فقیہ کا وہ فتویٰ استنباط اور قیاس پر ہی مبنی ہو۔ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں تقلید مطلق یہ ہے کہ بغیر تعیین کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل کیا جائے جو اہل حدیث کا مذہب ہے اور تقلید شخصی یہ ہے کہ خاص ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی بات مانی جائے جو مقلدین کا مذہب ہے (فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۵۶ ج ۱)

شمس العلماء مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی المعروف میاں صاحب تقلید

شخصی کی ایک قسم کو مباح فرماتے ہیں یعنی اس پر کوئی گناہ مرتب نہیں ہو سکتا وہ یہ ہے کہ مقلد کسی ایک امام کو محقق سمجھ کر ہمیشہ اسی کی بات مانتا رہے مگر اس تعیین کو شرعی حکم نہ سمجھے۔
(فتاوی ثنائیہ ص ۲۵۲ ج ۱)

نوٹ:

مولانا ثناء اللہ صاحب نے جو فرق بتایا عملی طور پر یہ مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے جس طرح حنفی عوام صرف اپنے علماء سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرتے ہیں ایسے ہی غیر مقلد بھی صرف اپنے مولوی سے مسئلہ پوچھتے ہیں وہ کسی بریلوی عالم سے مسئلہ پوچھ کر عمل نہیں کرتے۔

دوسری بات جو بار بار یہ اپنے امتیاز کی ذکر ہو رہی ہے ہم نے بارہا غیر مقلدین کو احادیث نبویہ سنائیں لیکن وہ اپنے مولوی کی بات پر ڈٹے رہے۔ تیسری بات تعیین شرعی کے لفظ کی رٹ ہے اس کو مبہم کیوں رکھا گیا ہے اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ مقلدین ائمہ اربعہ کو شیعہ کی طرح منصوص من اللہ سمجھتے ہیں تو یہ محض جھوٹ اور بہتان ہے ہماری کسی معتبر کتاب سے اس کا ایک حوالہ پیش کریں۔ ہم اس کو واجب بالغیر سمجھتے ہیں۔

ایک یہ بات بھی قابلِ حل ہے کہ مطلق تقلید کو آپ واجب بھی مانیں اس پر عامل بھی ہوں اور غیر مقلد بھی کہلائیں یہ اجتماع بین ضدین جو محال ہے آپ کے مذہب میں کیسا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی اسلام کا قائل اور عامل بھی ہو اور غیر مسلم بھی کہلائے اب ان حضرات کو اپنے دعویٰ کے ہر حصہ پر دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہے ورنہ دعویٰ بے دلیل ہوگا۔ پہلے دلیل کا مطلب مولوی ثناء اللہ صاحب سے ہی سن لیں ''معرفتِ دلیل اس کو کہتے ہیں کہ دلیل کو پورے طور پر جاننا بالفاظِ دیگر یہ جاننا کہ اس کا معارض کوئی نہیں اور یہ منسوخ بھی نہیں وغیرہ اور ایسا جاننا مجتہد کا خاصہ ہے (فتاوی ثنائیہ ص ۲۶۳ ج ۱)

نوٹ:

اس سے معلوم ہوا کہ جو معرفتِ دلیل کا مدعی ہے وہ مدعی اجتہاد ہے وہ پہلے شرائط اجتہاد اپنے میں ثابت کرے۔ اب غیر مقلدین کو لازم ہے کہ اپنے دعویٰ کے چاروں حصوں

پر دلائل بیان کریں۔

(۱) ایک آیت یا حدیث صحیح صریح جو ساری زندگی کے اجتہاد کی جان ہو مطلق تقلید کے وجوب پر پیش فرمائیں۔

(۲) ایک آیت یا حدیث صحیح صریح جس سے تقلید شخصی کا مباح ہونا ثابت ہو دلیل میں عدم تعیین شرعی کی شرط بھی ہو۔

(۳) ایک حوالہ احناف کی معتبر کتابوں سے پیش کریں کہ وہ اپنے امام کو منصوص من اللہ سمجھتے ہیں اور پھر ایک آیت یا حدیث صحیح صریح تقلید شخصی کی حرمت کی بیان فرمائیں اور خیال رکھیں کہ مجتہد کی تقلید شخصی کی حرمت ثابت ہو۔

(۴) ایک حوالہ ہماری مسلمہ اور معتبر کتاب سے ثابت کریں جس میں احناف کا یہ دعویٰ مذکور ہو کہ حدیث صحیح غیر منسوخ غیر معارض کے مقابلہ میں تقلید امام واجب ہے اور حدیث صحیح غیر منسوخ غیر معارض میں تحریف کرنا چاہیے اور پھر مجتہد کی تقلید شخصی کا شرک ہونا آیتِ قرآنی یا حدیث صحیح صریح سے ثابت کریں۔

نوٹ:

غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ حنفی زبان سے تو یہ نہیں کہتے مگر ان کا عمل ایسا ہی ہے لیکن وہ پہلے تقلید کا مسئلہ طے کر کے پھر اس پر بات کریں پہلے ہم ثابت کریں گے غیر مقلد حدیثیں سن کر ان پر عمل نہیں کرتے۔ ہم زجاجہ سے چند صفحات پڑھا کر ترجمہ کروائیں گے اور اس کے بعد ان کے مناظر کو حلفاً بیان کرنا ہوگا کہ ہماری ساری جماعت ان احادیث پر عامل ہے۔

(۵) جب تقلید لازمۂ جہالت ہے تو جب غیر مقلدین ایک قسم کو واجب کہتے ہیں تو معلوم ہوا مطلق جہالت ان کے ہاں واجب ہے اور مطلق جہالت کے ارتفاع کے لیے علم حاصل کرنا حرام ہے۔

حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ اور غیر مقلدین

حضرت پیرانِ پیر سید عبدالقادر جیلانی ؒ اہل سنت والجماعت کے بزرگ تھے، فرماتے ہیں:

(۱) ہر ایک مومن کو سنت و جماعت کی پیروی کرنی واجب ہے پس سنت اس طریقہ کو کہتے ہیں جس پر رسول خدا ﷺ چلے اور جماعت وہ بات ہے جس پر چاروں اصحاب نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اتفاق کیا ہے (غنیۃ الطالبین ص ۱۲۱)۔

(۲) آنحضرت ﷺ نے فرمایا اخیر زمانہ میں ایسا گروہ پیدا ہوگا کہ وہ صحابہ کے رتبوں کو کم کرے گا خبردار تم نے ان کے ساتھ ہرگز کھانا پینا نہیں ہرگز ان کے ساتھ نکاح کرنا کرانا نہیں اور ان کے ساتھ نماز بھی نہیں پڑھنی اور ان پر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھنی اور ان پر لعنت کرنی حلال ہے (غنیۃ الطالبین ص ۱۲۰)

(۳) سب اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ نبیوں کے معجزے اور ولیوں کی کرامتیں حق ہیں (غنیۃ الطالبین ص ۱۲۱)۔

(۴) اہل سنت والجماعت میں آپ ائمہ اربعہ میں سے امام احمد بن حنبل ؒ کے مقلد تھے خود فرماتے ہیں **قال الامام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی اماتنا اللہ علیٰ مذھبہ اصلاً وفرعاً و حشرنا فی زمرتہ** (غنیۃ الطالبین ص ۴۳۱)

نوٹ: اصول وفروع میں کسی کی تقلید کرنا اور مذہب کی نسبت اپنے امام کی طرف کرنا یہی تقلید شخصی ہے۔

(۵) فرماتے ہیں ''جن مسائل میں علماء اور فقیہ لوگوں کا اختلاف ہے ان میں رد و انکار کرنا جائز نہیں مثلاً کوئی آدمی امام ابوحنیفہ ؒ کی پیروی میں ایک عورت سے نکاح کرتا ہے جس کا کوئی ولی نہیں ہے یا نبیذ انگور اور خرما پیتا ہے تو اس صورت میں جو شخص امام شافعی ؒ کے مذہب میں

ہے اس پر واجب نہیں کہ اس پر رد و انکار کرے امام احمدؒ سے روایت ہے آپ نے فرمایا فقیہ آدمی کو یہ جائز نہیں کہ جو مسلمان دوسرے امام کے پیرو ہوں ان کو اپنے مذہب میں لانے کے واسطے ان پر سختی کرے اور جو امر اجماع کے خلاف کیا جاتا ہو اس سے منع کرنا واجب ہے۔

(غنیۃ الطالبین ص ۹۴)

اصل الفاظ یہ ہیں: **اما اذا کان الشیء مما اختلف الفقهاء وفیه وساغ فیه الاجتهاد کشرب عامی النبیذ مقلداً لابی حنیفة و تزوج امرأة بلا ولی علی ما عرف من مذهبه لم یکن لاحد ممن هو علی مذهب الامام احمد والشافعی الانکار علیه''**۔ حضرت نے فرمایا جن مسائل میں اجماع ہے ان کا خلاف کرنے والے پر انکار واجب ہے اور جن مسائل میں ائمہ کا اختلاف ہے ان میں انکار جائز نہیں خصوصاً حنفی مقلد پر انکار جائز نہیں حضرت نے مذاہب کی نسبت بھی ائمہ کی طرف فرمائی ہے اور تقلید کرنے والے پر رد و انکار کو ناجائز فرمایا ہے۔

نوٹ:

جو غیر مقلدین غنیۃ الطالبین سے حنبلی فقہ کے مسائل احناف کو سنا کر ان پر رد و انکار کرتے ہیں وہ حضرت کے بھی منکر ہیں اور اصول سے بھی منحرف ہیں حنفی کو صرف فقہ حنفی کے مفتیٰ بہ قول سے قائل کرنا چاہیے۔

(۶) حضرت پیران پیرؒ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضر ہو تو یہ کہے ''خداوند تحقیق تو نے اپنی کتاب میں اپنے پیغمبر کو فرمایا ہے کہ اگر لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور پھر وہ تیرے پاس آجائیں اور اللہ سے بخشش اور رسول کے واسطے سے بخشش کی درخواست کریں تو خدا تعالیٰ کو بخشنے والا اور مہربان پائیں گے اور اس میں شک نہیں کہ میں تیرے پیغمبر کے پاس اپنے گناہوں سے لوٹ کر واپس آیا ہوں اور تیری بخشش کا طلبگار ہوں پس میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو میرے لئے ایسی ہی بخشش واجب کر جیسی تو نے اس شخص کے لئے کی تھی جو آنحضرت ﷺ کی حیات میں آپ کے پاس آیا تھا اور اپنے گناہ لئے

ہوئے اس کے پاس کھڑا ہوا اور پیغمبرؐ نے اس کے لئے دعا کی اور تو نے اس کو بخش دیا۔ اے اللہ میں تیرے پیغمبر کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوں اس پر تیرا سلام ہو کیونکہ وہ نبی الرحمت ہیں اور اے خدا کے پیغمبر اس میں کوئی شک نہیں کہ میں تیرے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ وہ میرے گناہوں کو بخش دے۔ اے اللہ میں تیرے پیغمبر کے طفیل تجھ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحمت کر ص ۳۳۔

اللهم انی توجه الیک بنبیک علیه سلامک نبی الرحمة یارسول الله انی اتوجه بک الی ربی لیغفرلی ذنوبی.

(۷) اور حضرت ابوبکر صدیقؓ وعمر فاروقؓ کے مزار پر کھڑا ہو کر کہے **السلام علیکما یا صاحبی رسول الله و رحمة الله وبرکاته السلام علیک یا ابابکر الصدیق السلام علیک یا عمر الفاروق** (مدینہ میں داخل ہونے کا بیان، ص ۳۴)

(۸) نیز حضرت فرماتے ہیں **بک تنکشف الکروب وبک تسقی الغیوث وبک تنبت الزروع وبک یدفع البلاء والمحن عن الخاص و العام** (فتوح الغیب) تیرے وسیلہ سے سختیاں دور ہوں گی، تیرے طفیل مینہ برسیں گے، زراعتیں ہوں گی اور تیرے وسیلہ سے خاص وعام کی بلائیں دور ہوں گی۔

عذاب کا بیان:

(۹) نیز فرماتے ہیں کہ ''اور ہمارا ایمان ہے کہ اگر کوئی میت کی زیارت کے واسطے جاوے تو وہ اس کو پہچانتی ہے اور یہ پہچان جمعہ کے دن سورج نکلنے کے بعد اور اس کے ڈوبنے تک زیادہ رہتی ہے (غنیۃ الطالبین ص ۱۰۳)

عذاب کا بیان

(۱۰) منکر نکیر کے سوال کے وقت مردے میں جان ڈال دی جاتی ہے اور اسے اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے (غنیۃ الطالبین ص ۱۰۳)۔

تحفہ کا بیان

(۱۱) گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ شریف پڑھ کر میت کو ایصال ثواب کرے اور یہ تحفہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۷۳)

(۱۲) وضو: آپ فرماتے ہیں کہ وضو میں دس فرائض ہیں اور دس سنتیں ہیں اور وضو کی نیت زبان سے کرنا افضل ہے ص ۱۹۔ وضو میں گردن کا مسح بھی سنت ہے ص ۲۰، ص ۵۵ اور مستحب ہے کہ وضو کے ہر عضو پر دعائیں پڑھے ص ۵۵۔

(۱۳) آپ فرماتے ہیں کہ نماز میں شرائط چھ، ارکان پندرہ، واجبات نو، سنتیں چودہ اور ہیئتیں اور شکلیں پچیس ہیں ص ۲۰، ۲۱۔

(۱۴) نماز: امام نیت دل میں کرے اور اس کو زبان سے بھی ادا کرے تو یہ طریق بہتر ہے ص ۴۲۸ اور مقتدی کو پیروی کرنے کے واسطے نیت کرنی واجب ہے ص ۴۳۰ قضا پڑھنے والا قضا کی نیت کرے ص ۴۲۳ پھر سبحانک اللھم پڑھے ص ۴۲۳ اور جب امام قراءت پڑھنے لگے تو مقتدی خاموش رہے اور جب امام ولا الضالین کہے تو مقتدی آمین کہے (ص ۴۳۱)، آمین بالجہر اور رفع یدین رکوع کی نہ تو شرائط نماز میں ہے نہ فرائض میں نہ واجبات میں نہ سنتوں میں بلکہ ہیئات میں سے ہے جن کے چھوڑنے سے نہ نماز باطل ہوتی ہے اور نہ سجدہ سہو لازم آتا ہے ص ۲۲۔

اور اگر امام کے پیچھے نماز پڑھنا ہو تو خاموشی سے اس کی قراءت کو سنے اور سمجھے ص ۴۲۳ رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھے رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ و ربنا لک الحمد۔ سجدہ میں سبحان ربی العظیم ص ۴۲۳، ۴۲۴ فالرابح من یرفع یدیہ بالدعاء الی اللہ اذا فرغ من الصلوٰۃ المکتوبۃ والخاسر ھوالذی ...... خرج من المسجد بلا دعاء ص ۹۵۴۔

مسئلہ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد آج اہل سنت والجماعت اور غیر مقلدین کے اختلاف نے ہر گھر اور ہر مسجد کو میدان جنگ بنا رکھا ہے دیکھنا یہ ہے کہ اس لڑائی اور فتنہ کی ابتداء کب ہوئی اور کن کی طرف سے ہوئی۔ ناظرین کرام یہ مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ اس برصغیر پاک وہند میں اسلام لانے والے اسلام پھیلانے والے اور اسلام کو قبول کرنے والے سب اہل سنت والجماعت حنفی مسلمان تھے نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں ''خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں۔ اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالمگیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبدالرحیم دہلویؒ والد بزرگوار شاہ ولی اللہ مرحوم کے بھی شریک تھے۔

(ترجمان وہابیہ ص ۱۰)

نواب صاحب کی اس شہادت سے صاف معلوم ہوا کہ شروع سے لے کر سب بادشاہ، عوام، عالم، فاضل، قاضی، مفتی، حاکم یہاں کے حنفی رہے۔ تاریخ فرشتہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ اس علاقہ کشمیر کے تمام لوگ حنفی ہیں (ص ۲۳۷) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں اس ملک (پاک وہند) کے تمام مسلمان حنفی ہیں (تحصیل التعرف ص ۴۶) حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ سب لوگ حنفی ہیں (مکتوبات دفتر دوم

ص ۵۵،ص ۱۴۱) یہی بات شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں (کلمات طیبات ص ۱۷۷، وتفہیمات الٰہیہ ص ۲۱۲، ج ۱) الغرض اپنوں اور بیگانوں کی متواتر شہادتوں سے یہ حقیقت مسلم ہے کہ انگریز کے اس ملک میں آنے سے پہلے سب مسلمان اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔ اور یہ ملک اختلافات سے بالکل پاک تھا فتنہ وفساد کا نام ونشان تک نہ تھا۔ حضرت حسین زنجانی ؒ۔ حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش ؒ، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری ؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء ؒ، حضرت خواجہ علاء الدین بکری ؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ؒ، حضرت باوا فرید الدین مسعود گنج شکر ؒ، حضرت شیخ علی متقی صاحب کنز العمال حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ، حضرت مجدد الف ثانی ؒ۔ تمام اولیاء عظام محدثین کرام حنفی طریقہ کے موافق نماز پڑھتے۔ آہستہ آمین کہتے نہ کوئی اختلاف تھا نہ جھگڑا۔ اس اتفاق واتحاد کی فضا میں تقریباً گیارہ سو سال گزر گئے جن میں نہ آہستہ آمین کہنے والوں کو بے نماز کہا گیا نہ انہیں یہودی کہا گیا۔

جب اسلامی حکومت کا یہاں خاتمہ ہوا اور انگریز کے منحوس قدم اس ملک میں آئے جو مادر پدر آزادی اور ذہنی آوارگی کی لعنت ساتھ لائے اس انگریز نے اپنی پالیسی لڑاؤ اور حکومت کرو کے تحت مسلمانوں میں پھوٹ، نفاق، فتنہ پیدا کیا۔

آمین بالجہر کی ابتداء:

تقریباً گیارہ سو سال سے اس ملک کے تمام اولیاء اللہ، محدثین، قاضی ومفتی صاحبان اور عوام آہستہ آواز سے آمین کہہ کر نماز پڑھتے رہے۔ سب سے پہلے آمین بالجہر فاخر الہ آبادی نے دہلی کی جامع مسجد میں کہی مشہور غیر مقلد مؤرخ امام خاں نوشہروی مولانا ثناء اللہ امرتسری کی سوانح عمری میں لکھتے ہیں "مولانا شاہ فاخر الہ آبادی نے پہلی دفعہ جامع مسجد دہلی میں آمین بالجہر کہہ کر تقلید کی بکارت زائل کی (نقوش ابوالوفاص ۳۴) یہ عبارت جس طرح اس بات کی دلیل ہے کہ پہلی آمین بالجہر انگریز کے دور میں ہوئی۔ اس میں غیر مقلدین احباب کی

ذہنیت اور اہل حق سے بغض کی بھی پوری عکاسی ہے۔

فاخر الہ آبادی:

یہ فاخر صاحب کس پایہ کے بزرگ ہیں اس بارہ میں مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کی شہادت پڑھیں۔ فرماتے ہیں ”مولانا فاخر میرے ذاتی دوست ہیں اس لئے میں آپ سے ذاتی محبت رکھتا ہوں۔ مگر ان کی علمی واقفیت محدودہ کی وجہ سے ان کی نسبت اگر یہ رائے ظاہر کروں کہ شرعیات اور عقائد میں ان کی رائے بصورت فتویٰ پیش ہونے کے لائق نہیں تو کچھ بے جا نہیں ہاں میں نے سنا ہے کہ وہ شاعر ہیں۔ قوالی میں اچھا دسترس رکھتے ہیں۔ بہت سی مکشوفات ان کی شاگرد ہیں گزشتہ تحریک خلافت میں جہاں اور بہت سے لوگ مولانا بنے تھے۔ آپ بھی اسی زمانہ کے سند یافتہ ہیں جن کی نسبت یہ کہا گیا ہے۔

نہ مذہب سے ہوئے واقف نہ دین حق کو پہچانا پہن کر جبہ وشملہ لگے کہلانے مولانا

باوجود اس کے مجھے ان سے ذاتی طور پر جو مراسم دوستانہ ہیں یہ الگ بات ہے کہ مذہبی عقائد و مسائل میں ان کی رائے کسی علمی اصول پر مبنی نہیں جانا کرتا (فتاویٰ ثنائیہ ص ۱۰۳ ج ۱) یہ بزرگ ہیں جو پاک و ہند میں آمین بالجہر کے بانی ہیں۔

ازاں بعد آمین بالجہر حافظ محمد یوسف پنشنر نے ۱۸۶۰ء میں امرتسر میں کہی اور وہاں شورش برپا ہوئی۔ پھر اس نے آمین کہنے کے لئے مظفر گڑھ تک کا سفر کیا اور راستہ میں ہر مسجد میں آمین بالجہر کہہ کر شورش برپا کی۔ پھر نواب قطب الدین خاں صاحب مؤلف مظاہر حق شرح مشکوٰۃ کی مسجد میں دہلی جا کر اس نے آمین بالجہر کی اور شورش برپا کی (نقوش ابوالوفا ص ۴۲)

ناظرین کرام ۱۸۵۷ء سے مسلمانوں کے قتل عام کا دور شروع تھا۔ ۱۸۶۰ء وہ دور ہے جب پھانسیاں گڑی ہوئی تھیں مجاہدین کو عبور دریائے شور اور پھانسی کی سزائیں سنائی جارہی تھیں مدارس کی جائیدادیں ضبط کی جارہی تھیں۔ مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد کی سخت ضرورت تھی اس وقت فاخر صاحب اور یوسف صاحب آمین اور رفع یدین پر ہر گاؤں اور ہر

مسجد میں لڑائی کرا کے فتنہ فساد کی آگ بھڑکا رہے تھے۔

یہ حافظ محمد یوسف صاحب کس پایہ کے شخص تھے۔ یہ انگریز کے ملازم اور پنشنر تھے نہ محدث، نہ فقیہ، نہ عالم ہاں جب تمام اولیاء اللہ کی نماز کو غلط کہنا شروع کیا تو غیرتِ حق جوش میں آئی اور یہ شخص دولتِ ایمان سے ہی محروم ہوگیا۔ چنانچہ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی لکھتے ہیں ''امرتسر میں سب سے پہلے عمل بالحدیث شروع کرنے والے حافظ محمد یوسف صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر مرزا غلام احمد قادیانی کے حامی و مؤید بن گئے (اشاعۃ السنہ ص ۱۱۴، ج ۲۱) فاعتبروا یا اولی الابصار.

مولانا محبوب احمد صاحب امرتسری بھی فرماتے ہیں ''جہاں تک مجھے علم ہے وہ یہ ہے کہ امرتسر کے گردونواح میں جس قدر مرتد عیسائی ہیں وہ پہلے غیر مقلد ہی تھے (الکتاب المجید ص ۸)

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی:

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کو چاہیے تھا کہ وہ حافظ محمد یوسف کے ارتداد سے عبرت حاصل کرتے اور ان مسائل پر فتنہ و فساد کو ختم کرنے کی کوشش فرماتے مگر افسوس کہ انہوں نے ایک اشتہار دیا جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور یہ سوال مشتہر کیا ''کہ میں تمام حنفیانِ پنجاب و ہندوستان کو بطور اشتہار وعدہ دیتا ہوں کہ اگر کوئی حنفی آیتِ قرآن یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور آنحضرت ﷺ کے خفیہ آمین کہنے پر نص صریح قطعی الدلالت ہو پیش کرے تو فی آیت اور فی حدیث کے بدلے دس روپیہ بطور انعام دوں گا۔ اس اشتہار کو انگریز پادریوں اور غیر مقلدین نے مل کر پورے ملک میں تقسیم کیا اور ہر مسجد کو میدان جنگ بنا دیا۔ یہ بزرگ مولانا محمد حسین صاحب عجیب بزرگ تھے۔ یہ بزرگ مرزا غلام احمد قادیانی کی بہت امداد کیا کرتے تھے اور ان سے دعا کرایا کرتے تھے (اہل حدیث امرتسر ص ۹ کالم نمبر ۱، ۳۱ جنوری ۱۹۰۸ء) یہی وہ صاحب ہیں جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی کتاب براہین احمدیہ کی تعریفیں کر کر کے انہیں پورے ملک میں روشناس کرایا (اشاعۃ السنہ

ص ۱۴۹ ج ۷) اور مرزا صاحب کے مقابلہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کو معتزلی، نیچری، چکڑالوی اور مرزائی کہا کرتے تھے (اشاعۃ السنہ ص ۲۵۸ ج ۲۱) یہی وہ صاحب ہیں جنہوں نے انگریز کے خلاف جہاد کو حرام قرار دینے کے لئے رسالہ ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' لکھا اور پشاور سے کلکتہ تک اس کی اشاعت کی اور انگریز سے جاگیر حاصل کی (پہلی اسلامی تحریک ص ۲۹ مؤلفہ مولانا مسعود عالم ندوی غیر مقلد) مگر مسلمانوں میں فساد برپا کرنے کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور رسالوں اشتہاروں کے ذریعہ ہر شہر اور گاؤں کے مسلمانوں کو لڑایا۔ مساجد کو تالے لگوائے۔

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کا یہ سوال نہ کسی آیت قرآنی کا ترجمہ ہے نہ حدیث نبوی کا نہ کسی محدث نے یہ سوال کسی حدیث کی کتاب یا شرح میں تحریر فرمایا نہ گیارہ سو سال میں کسی ولی اللہ کو یہ سوال سوجھا بلکہ اس سوال کی بنیاد مرزا قادیانی کا فنِ مناظرہ ہے کہ خود اپنی طرف سے کچھ شرائط لگا کر سوال کرو اور اپنی شرائط کو پورا کرنے کا مطالبہ کرو اس کا یہ سوال صحیح صریح حدیث متفق علیہ کے خلاف تھا کیونکہ متواتر حدیث میں ہے **البینة علی المدعی** کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے مسئلہ آمین بالجہر میں مدعی خود مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی تھے لیکن انہوں نے اشتہار میں اپنا دعویٰ لکھا نہ دعوی کی دلیل بیان کی۔ چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ نے بمطابق حدیث **البینة علی المدعی** ان سے مطالبہ کیا کہ ہم آپ سے نصِ صریح دوام جہر کا مطالبہ کرتے ہیں اگر ہو تو لایئے اور دس کی جگہ بیس لے جایئے ورنہ پھر منہ نہ دکھلایئے اور اگر زیادہ وسعت کی طلب ہے تو آخری وقتِ نبوی ﷺ ہی میں آپ نصِ صریح سے جہر کا ثبوت دیجئے اور دس کے بدلے بیس لیجئے اگر ان دونوں باتوں سے کچھ بھی ثابت نہ کر سکو تو آپ کا اتباع حدیث کا دعویٰ غلط ہوا۔ احادیثِ جہر اگر بالفرض ان سے کوئی صحیح بھی ہوتی تو نفس ثبوتِ جہر پر دلالت کرے گی اس پر عمل جاری رہا یا ختم ہوگیا ان دونوں باتوں سے وہ حدیث خاموش ہے ہاں آپ لوگ کسی نص سے نہیں بلکہ قیاس سے کہتے ہیں کہ جب ثبوت ہے تو عمل جاری رہا ہوگا لیکن احادیث اخفاء وتعامل خلفائے راشدین اس بات کی دلیل ہے

کہ جہر باقی نہیں رہا تو ہم تو متبع حدیث ہوئے اور تم متبع اپنے قیاس ناروا کے ہوئے۔ حضرت شیخ الہند کا یہ مطالبہ آج تک غیر مقلدین پر قرض ہے۔ اس پر مولانا محمد حسین تو ایسے لاجواب ہوئے کہ پھر کبھی یہ سوال نہ دہرایا۔

لیکن غیر مقلدین کا طریقہ ہے کہ ایک لاجواب ہو جائے تو دوسرا سامنے آجاتا ہے چنانچہ دو اور حضرات میدان میں اترے مولوی عبدالستار امام جماعت غرباء اہلِ حدیث لکھتے ہیں "پس آج کل بھی جو نا عاقبت اندیش اور فتنہ انگیز اونچی آمین سے چڑے اور کہنے والوں سے حسد رکھے یقیناً یہودی ہے" (فتویٰ آمین بالجہر ص ۳۴)

اور مولوی محمد جونا گڑھی لکھتے ہیں "خیر میرا مقصد یہ تھا کہ یہ نری یہودیت ہے کہ اپنے امام کی رائے قیاس پر بھروسہ کر بیٹھنا اور دینی امور میں شخصی تقلید کو کوئی چیز سمجھنا اور آمین کی آواز سے چڑنا (دلائل محمد ص ۷۳ ج ۲)

یہ دونوں بزرگ دنیا بھر کے احناف کو یہودی بنانے میں متفق ہیں اگرچہ آپس میں ایک دوسرے کو بے دین سمجھتے ہیں چنانچہ مولوی محمد جونا گڑھی مولوی عبدالستار صاحب کو ڈبل کافر کہتے ہیں (اخبار محمدی ۱۵ اگست ۱۹۳۸ء) اور مولوی عبدالستار کے مرید محمد عرف بڑکو مولوی محمد اور سیٹھ حمید اللہ کو فرعون اور قارون کہا کرتے تھے (فتاویٰ ستاریہ ص ۱۴۴ ج ۴) ان تبرائی غیر مقلدین کے ساتھ دو اور بہادر شامل ہو گئے ایک حافظ عبداللہ صاحب روپڑی ہیں آپ اپنی کتاب اہلحدیث کے امتیازی مسائل ص ۶۷ پر لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پیچھے صحابہ آمین کہتے تو مسجد میں ہر جلہ ہو جاتا اس کو ابن ماجہ کے حوالہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں نیل الاوطار میں ہے کہ اس حدیث کو دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد اچھی ہے اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو حسن صحیح کہا ہے" حالانکہ یہ سفید نہیں سیاہ جھوٹ ہے" شوکانی۔ حافظ عبداللہ روپڑی، مفتی عبدالستار رسالہ آمین بالجہر ص ۱۴ اور ماسٹر احمد علی سب ہی جھوٹ لکھتے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد مستری نور حسین گھرجاکھی کی باری آئی انہوں نے تمام

احناف کو یہودی بنانے کے لئے کنز العمال ص ۱۰۴ ج ۳ سے حدیث نقل کی ہے **ما حسدنا اليهود بشئ ما حسدنا بثلاث التسليم والتامين واللهم ربنا لک الحمد** فرمایا ہم سے یہودی آمین اور سلام کا بہت حسد کرتے ہیں (اثبات آمین بالجہر ص ۱۸) انہوں نے پہلی خیانت تو یہ کی کہ تیسری چیز **اللهم ربنا لک الحمد** ترجمہ میں ذکر نہیں کی۔ اور منفرد کی نماز میں بھی آمین اونچی نہیں کہتے۔

نوٹ:

غیر مقلدین **ربنا لک الحمد** نماز میں بلند آواز سے نہیں کہتے تاکہ یہود ناراض نہ ہو جائیں (ب) غیر مقلدین مقتدی السلام علیکم ورحمۃ بھی بلند آواز سے نہیں کہتے تاکہ یہود ناراض نہ ہو جائیں۔

لطیفہ:

ایک دن دو تین کالج کے سٹوڈنٹس غیر مقلدین کی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھنے گئے۔ انہوں نے آمین بھی خوب بلند آواز سے کہی اور **ربنا لک الحمد** بھی بہت بلند آواز سے کہی اور **السلام عليكم ورحمة الله** بھی بلند آواز سے کہا۔ نماز سے فراغت پر کچھ غیر مقلد تو گھور گھور کر دیکھنے لگے بعض نے ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دی ان لڑکوں نے رسالہ اثبات آمین بالجہر نکال کر سامنے رکھ دیا کہ آپ سب کیوں چڑ رہے ہیں ہم تو یہود کی تلاش میں نکلے تھے۔

الغرض مسئلہ آمین بالجہر کے اثبات کے لئے غیر مقلدین دوستوں نے پہلے امت کو یہودی بنایا تاکہ **اذا خاصم فجر** پر عمل ہو جائے پھر جھوٹے حوالے دیئے تاکہ **اذا حدث كذب** پر عمل ہو جائے پھر خیانت کی تاکہ **اذا اؤتمن خان** پر عمل ہو جائے۔

سوال: کیا آنحضرتؐ خلفائے راشدین، اور دیگر صحابہ تابعین اور سفیان وغیرہ راویان احادیث اور محدثین ....

اور ان کے امام اور مقتدی فرائض کی گیارہ رکعتوں میں بھی آمین بلند آواز سے نہیں

کہتے تا کہ یہود ناراض نہ ہو جائیں۔

ظہر، عصر دن کی نمازیں ہیں جس وقت یہود اپنے کاروباری سلسلہ میں بازار میں ہوتے ہیں مگر ان نمازوں میں غیر مقلدین بھول کر بھی اونچی آمین نہیں کہتے تا کہ یہود سن کر ناراض نہ ہو جائیں اور عجیب بات ہے کہ غیر مقلد عورتیں سب نمازیں گھر پڑھتی ہیں اور کبھی آمین بلند آواز سے نہیں کہتیں خدا جانے وہ یہود کو ناراض کیوں نہیں کرنا چاہتیں۔

نماز عیدین

(۱) عیدین کی نماز شعائر اسلام میں سے ہے جو آپ نے سینکڑوں کے مجمع میں ادا فرمائی۔
(۲) کیا وجہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ تو ثابت ہے آنحضرت ﷺ نے عید کے دن بچیوں سے گانا سنا۔ آنحضرتؐ اور حضرت عائشہؓ نے فوجی کرتبوں کا مشاہدہ فرمایا مگر نہ نماز عیدین کا حکم موجود ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت اور نہ ہی نماز عید پڑھنے کا طریقہ درج ہے نہ خطبے مذکور ہیں۔ ....

دونوں کے حق ہونے کا وہی معنی ہے جو مذاہب اربعہ کے حق ہونے کا آپ لیا کرتے ہیں کہ ہر مذہب میں ایک چوتھائی حق اور تین چوتھائی باطل ہے تو کیا بارہ تکبیروں نماز عید پڑھنے والے کے پاس بھی آدھا حق اور آدھا باطل ہے۔ کیا کسی صحیح صریح حدیث میں ہے کہ دونوں طریقے حق ہیں؟
(۳) کیا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں ہے کہ ان دونوں طریقوں میں سے فلاں طریق صحیح اور فلاں غلط ہے یا فلاں راجح ہے اور فلاں مرجوح ہے یا یہ فیصلہ اب امتی مجتہدین پر چھوڑا گیا ہے۔
(۴) جو فیصلہ صراحۃً کتاب وسنت میں موجود نہ ہو اس میں اجماع اور قیاس شرعی کی طرف رجوع کا حکم ہے تو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں سب صحابہ کا اجماع اس پر ہوا کہ نماز جنازہ بھی چار تکبیروں سے ہوا کرے گا اور نماز عیدین (الفطر، الاضحیٰ) دونوں کی ہر رکعت میں بھی چار چار تکبیریں ہوں گی (طحاوی شرح معانی الآثار ص ۳۳۳ ج ۱) یہ بالکل ایسا ہی ہے جس طرح عہد فاروقی میں شراب کی حد کے بارہ میں ۸۰ کوڑوں پر اجماع ہوگیا ام الولد کی بیع کے ترک پر

اجماع ہو گیا۔ اگر کوئی شخص صحبت کرے تو محض دخول سے غسل فرض ہو جاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو اس پر اجماع ہو گیا۔ اور یہ اجماع اس کے مخالف احادیث کے نسخ کی دلیل ہے تو بارہ تکبیروں والی روایات جس میں سے ایک بھی صحیح نہیں اگر کوئی صحیح بھی ہوتی تو یہ اجماع اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔

(۵) جب ان دونوں طریقوں میں ترجیح امتیوں نے دینی ہے تو صحابہ اور خیر القرون کے تابعی مجتہد امام اعظمؒ نے چھ زائد تکبیروں سے عیدین کی نماز کو راجح قرار دیا ہے ان کے مقابلہ میں بعد والے اُمتیوں کی ترجیح کا کیا اعتبار۔

(۶) عیدین کی نماز میں ثناء، **سبحانک اللھم یا اللھم باعد بینی** پڑھنے کیلئے صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰ پر ابن خزیمہ کا حوالہ دیا ہے حالانکہ ابن خزیمہ میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے۔

(۷) ہر ہر تکبیر پر رفع الیدین کریں اور ہر تکبیر پر ہاتھ باندھ لیا کریں (بیہقی) (صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰) حالانکہ اس بارہ میں کوئی صحیح صریح حدیث موجود نہیں ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۷۹ ج ۴ ثنائیہ ص ۵۲۵ ج ۱)

(۸) حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں "پھر امام اونچی آواز سے اور مقتدی آہستہ الحمد شریف پھر امام اونچی آواز سے قراءت پڑھے اور مقتدی چپ چاپ سنیں (صحیح مسلم)

(صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰)

یہ تفصیل خاص نماز عیدین کے بارہ میں صحیح مسلم میں ہرگز نہیں ہے۔

(۹) حکیم صادق نے لکھا ہے عیدین میں **ق والقرآن المجید** اور **اقتربت الساعۃ وانشق القمر** اور **سبح اسم** اور **ھل اتاک** کا پڑھنا آیا ہے (صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰) کیا دونوں طرح پڑھنا حق ہے اور حق کا وہی معنی ہے جو محمد جوناگڑھی نے سراج محمدی اور طریق محمدی اور حکیم صادق نے سبیل الرسول میں لیا ہے۔

(۱۰) ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کریں کہ اگر عیدین میں مندرجہ بالا چاروں سورتوں کے علاوہ کوئی اور سورتیں پڑھ لے تو اس کی نماز عید باطل ہوگی یا مکروہ۔

(۱۱) نماز کے لئے عورتیں دورِ نبوت میں باہر میدان میں جاتی تھیں مگر ان کے لئے علیحدہ قناتیں لگا کر پردہ کرنے کا کوئی ثبوت حدیث میں نہیں۔ آج کل جو لوگ پردہ کے لئے قناتیں لگاتے ہیں کیا وہ صحابیات اور امہات المؤمنین سے اپنی عورتوں کے پردہ کی زیادہ اہمیت سمجھتے ہیں۔

(۱۲) کیا بعض صحابہ نے عورتوں کو نماز کے لئے مساجد میں جانے سے روکا؟ وہ کون کون تھے؟ اہل قرآن کہتے ہیں کہ وہ ہماری جماعت کے تھے یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

(۱۳) ان روکنے والوں کے پاس کوئی آیت قرآنی تھی یا حدیثِ نبویؐ یا قیاس تو حدیث کے خلاف قیاس کرنے والا کون ہوتا ہے؟ ان کا شرعی حکم کیا ہے؟

(۱۴) حکیم صادق صاحب نے لکھا ہے ''عیدگاہ کو جاتے اور واپس آتے ہوئے اونچی آواز سے یہ تکبیر پڑھتے رہیں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد (دارقطنی صلوٰۃ الرسول ص ۴۰۹) حالانکہ کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں خاص اس تکبیر کا بلند آواز سے عیدگاہ کو جاتے اور واپس آتے پڑھنا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں۔

(۱۵) ایام تشریق میں نمازوں کے بعد مندرجہ بالا تکبیر کہنے کے بارہ میں حکیم صادق صاحب نے لکھا ہے کہ تکبیریں بلند آواز سے بکثرت پڑھتے رہیں (نمازوں کے بعد) (دارقطنی) دارقطنی کی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ پرلے درجہ کی ضعیف اور جھوٹی ہے کیونکہ سند کے راوی عمرو بن شمر اور جابر جعفی دونوں کذاب ہیں افسوس ہے کہ یہ مذہب کتنا یتیم ہے جس کا مدار ایسی جھوٹی روایات پر ہے۔

(۱۶) اس جھوٹی روایت میں بھی نہ بلند آواز کا لفظ نہ بکثرت کا صرف حکیم صاحب کی ہاتھ کی صفائی ہے۔

(۱۷) حکیم صاحب نے صلوٰۃ الرسول کے حاشیہ ص ۴۱۰ پر اکیلے اکیلے نماز عید کو بھی جائز قرار دیا ہے کیا کسی ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود اکیلے نماز عید پڑھی ہو یا دوسروں کو اکیلے نماز عید پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

(۱۸) حکیم صاحب نے صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۱ پر بارہ تکبیروں کی حدیث نقل کی ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس کے راوی کثیر بن عبداللہ کو امام شافعیؒ نے ”رکن من ارکان الکذب“ فرمایا ہے۔ امام احمد، ابن معین، نسائی، دارقطنی، ابوزرعہ اور ابن حبان نے اس کو ضعیف کہا ہے (نصب الرایہ ص ۲۱۷ ج ۱) کیا یہ کتمان حق نہیں۔

(۱۹) حکیم صادق صاحب نے مشکوٰۃ کے حوالہ سے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمرؓ کا بھی بارہ تکبیروں سے عید پڑھنا لکھا ہے مگر سند کا راوی ابراہیم بن ابی یحیٰ ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں وہ نہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں۔ امام الجرح والتعدیل یحیٰ بن سعید القطان اسے کذاب کہتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں ترکوا حدیثہ. ابن معین اسے کذاب رافضی کہتے ہیں، وہ تقدیر کا منکر بھی تھا اور معتزلی بھی، امام علی بن المدینی اسے کذاب کہتے ہیں امام نسائی اور دارقطنی اسے متروک کہتے ہیں (میزان الاعتدال ص ۵۷/۵۸ ج ۱)۔

دیکھئے حکیم صادق کس طرح کذابوں پر ایمان لے آیا ہے اپنے نام کی لاج بھی نہیں رکھی۔

(۲۰) پھر سند بھی متصل نہیں امام جعفرؒ نے آنحضرت ﷺ کو عید پڑھتے دیکھا نہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا زمانہ پایا نہ حضرت علی کا نہ حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہم کا۔

(۲۱) عیدین کی زائد تکبیروں میں رفع یدین کرنا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے ثابت نہیں۔

(۲۲) عیدین میں دو خطبوں کا پڑھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں چنانچہ لکھا ہے ”دو خطبہ کی روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں مگر جمعہ پر قیاس سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ عیدین کے جمعہ کی طرح دو خطبے پڑھے جائیں (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۹۷ ج ۴) قیاس کو کارِ ابلیس بھی کہا جاتا ہے اور اس پر ایمان بھی رکھا جاتا ہے۔

(۲۳) نماز عید سے پہلے ”نعت یا تلاوتِ قرآن مجید یا پھر وعظ یہ سب خطبہ میں شامل ہیں (فتاویٰ اہلحدیث ص ۳۹۵ ج ۲، فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۹۸ ج ۴) اس کی دلیل میں حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں۔

(۲۴) حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں ''عیدین کا خطبہ منبر پر نہ پڑھیں (صحیح مسلم صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۱) مگر عون المعبود ص ۵۶ ج ۳ اور فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۹۹ ج ۴ پر حضرت جابرؓ سے حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عید الاضحیٰ کا خطبہ منبر پر پڑھا۔ صادق صاحب امتی کے قول کی آڑ لے کر نبی پاک ﷺ کے فعل سے کیوں منکر ہو رہے ہیں۔

(۲۵) فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۰۰ ج ۴ پر لکھا ہے ''کہ مرد یا عورت کو عید گاہ یا جامع مسجد سے روکنے والا بہت بڑا کافر اور بڑا سرکش ہے'' کیا واقعی آپ حضرت عائشہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور تمام مہاجرین انصار جنہوں نے ان کے کہنے سے اپنی عورتوں کو مسجد اور عید گاہ میں جانے سے روک لیا سب کو بڑے کافر اور بڑے سرکش سمجھتے ہیں۔

(۲۶) مولوی عبداللہ روپڑی فتاویٰ اہل حدیث ص ۴۰۲ ج ۲ اور مولوی علی محمد سعیدی فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۹۶ ج ۴ پر لکھتے ہیں کہ زائد تکبیروں کے درمیان اللہ کا ذکر کرنا چاہیے مگر جو حدیث پیش کی ہے عن جابرؓ قال مضت السنة ان یکبروا الصلوٰۃ فی العیدین سبعاً و خمساً یذکر اللہ ما بین کل تکبیرتین (بیہقی ص ۲۹۲ ج ۳) لیکن اس کی سند میں بعض راویوں کے حالات معلوم نہیں۔ ایک راوی علی بن عاصم ہے اس کے بارہ میں امام یزید بن ہارون کہتے ہیں، ہم ہمیشہ سے اسے جھوٹا جانتے ہیں امام احمد بن معین اور امام نسائی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں (حاشیہ نصب الرایہ ص ۲۱۹ ج ۳)۔

(۲۷) پاک و ہند میں شروع سے سب مسلمان اہل سنت والجماعت حنفی تھے انگریز کے منحوس قدم اس ملک میں آنے سے پہلے سب مسلمان عیدین چھ زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھتے تھے۔ کسی نے اس نماز کو فاسد نہ کہا تھا۔ انگریز کے دور میں مولوی عبدالوہاب غیر مقلد نے جماعت غرباء اہلحدیث کی بنیاد رکھی۔ جس کا مقصد تحریک جہاد کو فیل کر کے انگریز کو خوش کرنا تھا۔ اس کو مسلمانوں کا اتفاق ہرگز پسند نہ تھا چنانچہ اس نے دہلی میں بارہ تکبیروں والی عید شروع کر کے مسلمانوں میں نئے افتراق کا اضافہ کیا۔ اس کا یہ حربہ انگریز کو خوش کرنے کے لئے تھا۔

(۲۸) اس دن سے عید جو مسلمانوں کے اجتماع اور خوشی کا دن تھا۔ لڑائی فساد اور بغض و

عناد کا دن بن گیا۔

(۲۹) عوام جہال کو براہِ راست احادیث کی کتابیں دیکھنے کی دعوت دی انہوں نے جب ہر باب میں مختلف احادیث دیکھیں ان میں تطبیق یا ترجیح کی اہلیت نہ تھی اس لئے وہ منکرِ حدیث بن گئے۔

(۳۰) پھر اس فرقہ کے نزدیک جھوٹ بھی کوئی عیب نہیں بلکہ کمال ہے صرف عیدین کے بارہ میں جھوٹ ملاحظہ ہوں ان کی مشہور کتاب حقیقۃ الفقہ میں لکھا ہے ''نماز عید میں بارہ تکبیروں کی حدیث صحیح ہے ہدایہ ص ۶۶۶ ج ا شرح وقایہ ص ۱۵۱، حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲ ج ۲، نمبر ۴۰۵ حالانکہ یہ ہدایہ اور شرح وقایہ دونوں پر سفید نہیں سیاہ جھوٹ ہے۔

(۳۱) عیدین میں تکبیر جہر سے کہے یہی سنت ہے درمختار ص ۳۸۵ ج ا، ہدایہ ص ۶۶۲ ج ا، شرح وقایہ ص ۱۵۰، حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲ ج ۲، یہ فقہ کی ان تینوں مشہور کتابوں پر بالکل جھوٹ ہے لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔

(۳۲) عیدین میں چھ تکبیروں کی بابت ابن مسعود کا قول ہے (ہدایہ ص ۶۶۵ ج ا، شرح وقایہ ص ۱۵۲، حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲) یہ بھی جھوٹ ہے ہدایہ اور شرح وقایہ میں چھ تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھنے کو ہی مذہب قرار دیا ہے۔

(۳۳) دونوں رکعتوں میں قبل قراءت تکبیرات کہے۔ قدوری ص ۴۰، حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ ج ۲ نمبر ۴۰۷۔

یہ بھی بالکل جھوٹ ہے قدوری میں نماز پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جس طرح احناف کا عمل ہے۔

(۳۴) تکبیر بلند آواز سے کہے راستہ میں اور عید گاہ میں (درمختار ص ۳۸۹ ج ا) حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲ ج ۲ نمبر ۴۰۴۔

اس حوالہ میں بھی فریب کیا یہ صرف عید الاضحیٰ کے بارہ میں تھا مگر ناقل نے عید الاضحیٰ کا ذکر حذف کر دیا۔

(۳۵) عیدین میں سورۃ اعلیٰ اور غاشیہ پڑھنا مسنون ہے درمختار ص ۳۸۷ ج ۱، حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ ج ۲، نمبر ۴۰۸۔

(۳۶) عید الفطر کے دن خطیب صدقۃ الفطر کے مسائل بیان کرے درمختار ص ۳۸۵ ج ۱، حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ ج ۲، نمبر ۴۰۹۔

(۳۷) مصافحہ بعد عید کے مکروہ ہے یہ طریقہ رافضیوں کا ہے درمختار ص ۳۸۵ ج ۱، حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ ج ۲ نمبر ۴۱۰

(۳۸) معانقہ بھی بعد عید کے بے اصل اور مکروہ ہے۔ درمختار ص ۳۸۵ ج ۱، حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ ج ۲ نمبر ۴۱۱۔

ان نمبر ۳۵ تا نمبر ۳۸ چاروں مسائل کی نسبت درمختار کی طرف محض جھوٹ ہے اگر کوئی لا مذہب محمد یوسف جے پوری اور داؤد راز سے جھوٹ کی یہ سیاہی اتارنا چاہے تو ہدایہ، شرح وقایہ، قدوری درمختار کی اصل عربی عبارات پیش کرے جن کا یہ ترجمہ ہے۔

(۳۹) ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کریں کہ تکبیرات زوائد امام جہراً کہے اور مقتدی آہستہ۔

(۴۰) نماز عید میں زائد تکبیرات فرض ہیں یا واجب یا سنت وغیرہ، حکم صریح حدیث سے دکھائیں۔

مسئلہ خمر

(۱) اللہ تعالیٰ نے خمر کو کتاب اللہ سے حرام فرمایا اور مسکر ہم پر سنت سے حرام کیا گیا، سو جیسا فرق ظہر وعصر کی فرضیت اور وتر اور سنتِ فجر کی تاکید میں ہے ایسا ہی فرق خمر کی حرمت اور مسکر کی حرمت میں ہے۔

(۲) جس طرح اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا اور اس کے عوض تجارت کو حلال فرما دیا، زنا کو حرام فرمایا اور نکاح کو حلال فرمایا خالص ریشم کو مرد کے لئے حرام فرمایا اور اس کے تانے کو حلال فرمایا اسی طرح خمر کو حرام فرمایا اور نبیذ غیر مسکر کو حلال فرمایا۔

(۳) خمر تو قلیل وکثیر حرام ہے اور نبیذ میں مسکر حرام ہے۔ **حرمت الخمر لعینها والسكر من كل شراب** یہ حدیث حضرت علیؓ سے مرفوعاً حجۃ الوداع کے واقع میں مروی ہے۔ نصب الرایہ ص ۳۰۶ ج ۴۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے موقوفاً مروی ہے، نسائی ص ۳۳۱، نصب الرایہ ص ۳۰۶/۳۰۷ ج ۴، طحاوی ۳۶۱ ج ۲۔

(۴) الخمر:

الخمر کا حقیقی اطلاق انگور کی شراب پر ہوتا ہے **انی ارانی اعصر خمراً** (یوسف) اور خمر کی کنیت ہی **نبت العنب** اور **نبت العنقود** ہے اور اجماع اہل لغت کا ہے کہ یہ خمر ہے اور اس سے خمر کے لفظ کی نفی نہیں کی جاسکتی جیسے شیر حقیقی سے شیر کی نفی نہیں ہوتی اور باقی مشروبات نبیذ وغیرہ پر خمر کا اطلاق مجازی ہے جیسے آنکھ سے دیکھنے، پاؤں سے چلنے، زبان سے بات کرنے، ہاتھ سے چھونے، کان سے غیر محرم کا گانا سننے پر زنا کا اطلاق حدیث صحیح میں موجود ہے لیکن یہ مجاز ہے اس لئے اس پر حد جو حقیقی زنا کی ہے جاری نہیں ہوتی **لعلک قبلت** الحدیث وغیرہ میں اس سے حقیقی زنا کی نفی کر دی گئی ہے جیسے بعض افعال پر تشدید کفر،

شرک، نفاق کا اطلاق آتا ہے لیکن فقہاء وضاحت کر دیتے ہیں کہ ان احادیث میں زنا، کفر، شرک، نفاق کا اطلاق حقیقی نہیں نہ حقیقی کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

۱۔ عن ابن عمرؓ حرمت الخمر وما بالمدينة منها شئ (بخاری ص۸۳٦ ج ۲) یعنی انگور کی شراب نہیں تھی بخاری ص٦٦۴ ج ۲ حضرت انسؓ وما نجد یعنی بالمدينة خمر الاعناب الا قليلاً (بخاری ص۸۳٦ ج ۲) یعنی جس کو حقیقۃً اہل عرب خمر کہتے تھے وہ بہت قلیل تھی تو باقی سے خمر حقیقی کی نفی کر دی گئی ہے۔

نبیذ:

نبیذ کے بارہ میں دو قسم کی احادیث ہیں حرمت کی، حلت غیر مسکر کی۔ جس طرح اہل عرب قبروں کی پوجا کیا کرتے تھے جب اس کو حرام قرار دیا گیا تو پہلے زیارت قبور تک سے منع فرما دیا گیا بعد میں ذکر آخرت کے لئے اس کی اجازت دے دی گئی۔

عن ابن عمرؓ قال رسول الله ﷺ ان من العنب خمراً وانهاكم عن كل مسكرٍ طحاوی ص۳۵٦ ج ۲۔

عیسیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد صاحب نے حضرت انسؓ کے پاس بھیجا میں نے دیکھا کہ حضرت انسؓ کے پاس طلائے شدید تھا اور طلاء وہ مشروب ہے جو زیادہ پیا جائے تو نشہ لاتا ہے (طحاوی ص۳۵٦ ج ۲) یعنی حضرت انسؓ اسے خمر نہیں سمجھتے تھے۔ یہ روایت بھی ان کے فتویٰ حرمت الخمر لعينها والسكر من كل شراب کی مؤید ہے۔

الخمر من هاتين الشجرتين میں مراد صرف عنب ہے جیسے يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان۔ يا معشر الجن والانس الم ياتكم رسل منكم حضرت عبادہ بن صامتؓ کی بیعت والی حدیث ان لا تشركوا وتسرقوا ولا نزنوا اتم قال من اصاب من ذلك شيئاً فعوقب به فهو كفارة له میں شرک کا بھی ذکر ہے حالانکہ دنیوی مصائب بالاتفاق شرک کا کفارہ نہیں بنتے (طحاوی ص۳۵۵ ج ۲) عنب وتمر سے نقیع

تمر مراد ہو نہ کہ مطبوخ۔

کل مسکر خمر. ما اسکر کثیرہ فقلیلہٗ حرامٌ۔ اس حدیث کے ایک راوی حضرت عمرؓ ہیں اور حضرت عمرؓ کا شدید نبیذ پینا اپنی خلافت میں ثابت ہے اور بعض اوقات پانی ڈال کر پیتے تھے۔ (طحاوی ص ۳۵۹ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اس حدیث کے راوی ہیں مگر وہ خود آنحضرت ﷺ سے شدید نبیذ پینا روایت کرتے ہیں، طحاوی، ص ۳۶۰، ج ۲۔ حضرت ابو مسعود بدریؓ بھی راوی ہیں مگر خود آنحضرت ﷺ کا شدید نبیذ میں پانی ڈال کر پینا روایت کرتے ہیں، طحاوی، ص ۳۶۰۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذؓ جب (آخری سال نبوی میں) یمن تشریف لے گئے آپؐ سے پوچھا کہ یمن کے لوگ گندم اور جو اور شہد کا نبیذ بناتے ہیں آپؐ نے فرمایا اشربا ولا تسکرا (طحاوی ص ۳۶۰ ج ۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نبیذ شدید پیا اور فرمایا ان القوم لیجلسون علی الشراب وهو یحل لهم فما یزالون حتی یحرم علیهم (طحاوی ص ۳۶۱ ج ۲) اور آنحضرت ﷺ کے ارشاد مسکر کا معنی حضرت ابن مسعودؓ نے الشربة له الاخیرة فرمایا ہے (طحاوی ص ۳۶۱ ج ۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی اس کے راوی ہیں اور خود روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے وفد عبدالقیس کو نبیذ شدید میں پانی ڈال کر پینے کی اجازت دی (طحاوی ص ۳۶۱ ج ۲) اور خود فتویٰ دیا حرمت الخمر لعینها والسکر من کل شراب (طحاوی ص ۳۶۱ ج ۲) عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا دخل احدکم علی اخیه المسلم فاطعمه طعاماً فلیأکل من طعامه ولا یسأل عنه فان اسقاه شراباً فلیشرب منه ولا یسأل عنه فان خشی منه فلیکسره بشیٔ (طحاوی ص ۳۶۲ ج ۲)

عن عبداللہ بن المغفلؓ قال شهدت رسول اللہ ﷺ حین نهی عن نبیذ الجر و شهدته حین امر بشربه وقال اجتنبوا السکر (طحاوی ص ۳۶۶ ج ۲) عن حماد بن ابی سلیمان قال دخلت علی انسؓ بن مالک بواسط

لقصب فرأیت نبیذه فی جرة خضراء ینبذ له فیها و کذلک قال ربیع (طحاوی ص۳۶۶ ج۲) اخرج الامام محمد فی کتاب الآثار اخبرنا ابوحنیفة عن سلیمان الشیبانی عن ابن زیاد انه افطر عند عبداللّٰه بن عمر فسقاه شرابا فکانه اخذ منه فلما اصبح غدا الیه فقال له ما هذا الشراب؟ ما کنت اهتدی الی منزلی فقال ابن عمر ما زدناک علی عجوة و زبیب (زیلعی ص۳۰۰ ج۲) حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کنت نهیتکم عن الانتباذ فی الدباء والمزفت فانتبذوا و کل مسکر حرام.

(موطا مالک ص، محمد ص)

ایک شخص کو ایک نے سر پر پتھر مارا دوسرے نے ٹانگ پر لاٹھی ماری تیسرے نے کمر پر چوٹ لگائی چوتھے نے قتل کیا تو قاتل چوتھے کو ہی کہا جائے گا۔ قال الشعبی لو ان اهلی اکلوا الضفادع لاطعمتهم ولم یری الحسن بالسلحفاة باس بخاری ص۸۲۷ ج۲۔ قال ابوالدرداء فی المری ذبح الخمر النینان والشمس، بخاری ص۸۲۶ ج۲، باب الخمر من العسل هو البتع وقال معن سألت مالک بن انسؒ عن الفقاع فقال اذا لم یسکر فلا بأس وقال ابن الدراوردی سألنا عنه فقالوا لا یسکره لا باس به بخاری ص۸۳۷ ج۲، ورأی عمر و ابوعبیدة و معاذؓ شرب الطلاء علی الثلث وشرب البراء وابوجحیفة علی النصف، بخاری ص۸۳۸ ج۲۔

موضوع قدامتِ اہل حدیث

مدعی غیر مقلدین:

دعویٰ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک چھوٹا سا فرقہ ہوگا جس فرقے کا ہر عالم جاہل، فاسق فاجر، بچہ بوڑھا، مرد عورت سب اہلحدیث کہلایا کریں گے"۔

مدعیٰ علیہ اہل سنت والجماعت:

آنحضرت ﷺ کے مبارک دور سے لے کر پورے ساڑھے بارہ سو سال تک کوئی ایسا فرقہ نہیں گزرا جس کا ہر عالم جاہل، فاسق فاجر، بچہ بوڑھا، مرد عورت اہل حدیث کہلاتا ہو۔

(۱) پورے قرآن پاک میں اہل حدیث کا لفظ ہی موجود نہیں چہ جائیکہ خاص مندرجہ بالا مفہوم میں استعمال ہوا ہو۔

(۲) پورے ذخیرۂ حدیث میں ایک بھی صحیح حدیث ایسی موجود نہیں جس میں اہل حدیث کا لفظ ہو اور کسی فرقہ کا عنوان ہو۔

نوٹ: پہلے اہلِ حدیث کا مفہوم بحیثیت فرقہ متعین کرنا ضروری ہے۔

(۳) فقہاء اور محدثین نے لفظ اہل حدیث کا استعمال طبقہ علماء کے لئے کیا ہے جیسے اہل قرآن، اہل صرف، اہلِ نحو، اہلِ فقہ، اہل تفسیر، اہل منطق یہ کسی مذہبی فرقے کا عنوان نہیں ہیں کہ ہر جاہل، عالم، بچے، بوڑھے، مرد، عورت کو اہلِ منطق کہا جائے تو یہ ان الفاظ کا غلط استعمال ہے ہر شخص اس پر ہنسے گا اسی طرح ہر شخص کو اہلحدیث کہنا غلط ہے۔

(۴) جس طرح قرآن پاک میں لفظ مسلم ہے مگر اس سے مراد مسعودی فرقہ نہیں۔ لفظ

شیعہ ہے مگر مراد روافض نہیں۔ لفظ ربوہ ہے مگر مراد قادیانیوں کا شہر نہیں۔ یا حدیثوں میں لفظ اہل قرآن ہے مگر مراد منکرین حدیث نہیں۔ اسی طرح لفظ اہل حدیث سے مراد محدث ہے کیا غیر مقلدوں کا ہر بچہ اور ہر بوڑھا محدث ہے ہر مرد اور ہر عورت محدث ہے ہر گز نہیں تو پھر اس لفظ کا استعمال غلط کیوں کیا جا رہا ہے۔

(۵) محدثین اور فقہاء کے اقوال پیش کرنے کا بھی انہیں کوئی حق نہیں کیونکہ قرآن و حدیث کے سوا وہ کسی کو حجت نہیں مانتے۔

(۶) آنحضرت ﷺ اور صحابہ کو بھی اصطلاحی معنوں میں محدث (اہل حدیث) نہیں کہا جاسکتا کیونکہ محدث نقادِ حدیث ہے جو صحیح کو غیر صحیح اور موضوع کو غیر موضوع سے ممتاز کرتا ہے آنحضرتؐ اور صحابہ سے یہ کام ثابت نہیں۔

دلیل نمبر ۱: **یایها الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول** دین صرف قرآن و حدیث میں بند ہے۔

افسوس کہ شیطان جو پہلا غیر مقلد ہے وہ تو ملأ اعلیٰ کی باتوں میں قطع و برید کرتا ہے مگر جناب نے قرآن کی آیت کو بھی غتربود کر ڈالا۔ اس سے آگے **اولی الامر منکم** بھی ہے جس کا معنیٰ **الذین یستنبطونہ منھم** ہے اس میں اہل حدیث کا ذکر کہاں؟

دلیل نمبر ۲: **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون.** اس آیت کو قدامت اہلحدیث سے کیا تعلق تفسیر بالرائے کا گناہ مزید سر پر لیا۔ پھر غلبہ سے مراد غلبہ بالدلیل والبرہان ہے یا بالسیف والسنان اگر اول مراد ہے تو آپ کے دلائل کیا ہیں ابن حجر اور نووی مقلدین شافعیہ کی کتب سے سرقہ۔ اس چوری پر شرم کرنا تھا نہ کہ غرور اور بالسیف والسنان کہاں؟ پیدائش ہی انگریز کی غلامی میں ہوئی ہے سبایا الامم۔ اس کے برعکس احناف نے الحمد للہ دلیل و برہان سے بھی اور سیف و سنان سے بھی ہمیشہ دین اسلام کو غالب رکھا۔ اور لا مذہب تو اپنا مسلک بھی آج تک مرتب نہیں کر سکے تبلیغی جماعت نے فضائل، علماء نے مسائل و دلائل کو اب بھی عام کر رکھا ہے۔

(٣) لو بدا موسیٰ الحدیث اخبرنا محمد بن العلاء نا ابن نمیر عن مجالد عن عامر عن جابر (دارمی ص ١١٥ ج ١، باب مایتقی من تفسیر حدیث النبیؐ وقول غیرہ عند قولہ ﷺ) نہ دلیل ثابت نہ دلالت اس حدیث کو قدامتِ اہل حدیث سے کیا تعلق؟

(٤) حدیث ابن مسعودؓ خط لنا خطوطاً الحدیث اخبرنا عفان ثنا حماد بن زید ثنا عاصم بن بھدلہ عن ابی وائل عن عبداللہ بن مسعودؓ دارمی ص ٦٧ ج ١ یہاں سب اہلِ سنت والجماعت حنفی تھے جونہی اسلامی حکومت ختم ہوئی انگریز کی شہ پر منکرین فقہ، منکرین حدیث، منکرین معجزات، منکرین ختم نبوت، منکرین شریعت (ملنگ) ثنائی، روپڑی، غزنوی، ستاری، محمدی کتنے خطوط ابھر آئے۔ اس حدیث میں کہاں ہے کہ درمیانی لکیر کو آنحضرت ﷺ نے اہل حدیث فرمایا بلکہ وہ اہل حدیث ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ وہ خط تو حضورؐ سے شروع ہوا اور غیر مقلدین یکون فی آخر الزمان یأ تونکم من الاحادیث دورِ برطانیہ کی پیداوار ہیں۔

(٥) ترکت فیکم امرین اس میں فرقہ اہلحدیث کا ذکر کہاں جن کا انگریز کے دور سے پہلے نہ قرآن کا ترجمہ، نہ حدیث کا ترجمہ، نہ تفسیر، نہ شرح۔

(٦) لا تزال طائفۃ۔ جو فرقہ انگریز کے دور کی پیداوار ہو وہ لا تزال کا مصداق کیسے بن گیا۔ پھر نہ فقہ، نہ جہاد، نہ غلبہ بلکہ غلامی۔

(٧) الیوم اکملت لکم پہلے اہل قرآن اس کے مستحق ہیں۔ اس میں دین کے کامل ہونے کا ذکر ہے نہ کہ فرقۂ اہلحدیث کا۔

(٨) احسن الحدیث حدیثاً یاتونکم من الاحادیث کہالفظِ فقہ سے مراد ہدایہ لینا جائز جانتے ہو۔

(٩) العامی لا مذھب لہ۔ تو جلد ہی تقلید کر کے التزام مذہب کر لو تا کہ لامذہبیت سے نکل سکو۔

(۱۰) امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اس کو موضوع سے کیا تعلق آپ کا فرقہ تو دورِ برطانیہ میں پیدا ہوا۔

(۱۱) اسلام قرآن وحدیث میں بند ہے۔ تحصیصاً یا تعلیلاً آیئے تمام مسائل کتاب و سنت سے نصاً ثابت کرو۔ یہ جملہ آیت قرآنی ہے یا حدیث نبویؐ، کیا اجماع واجتہاد کا ذکر بھی قرآن وحدیث میں ہے یا نہیں؟

(۱۲) **واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا** (پ۴) یہاں سب حنفی تھے تفریق بین المسلمین ان لا مذہبوں کا شعار ہے بلکہ یہ فرقہ پیدا ہی انگریز نے اس لئے کیا۔ سلف کو گالیاں، مساجد میں فساد، مسلمانوں میں انتشار۔

(۱۳) قرآن وحدیث کے ماننے کی آیات واحادیث سے کیا حاصل یہاں کون منکر ہے۔ اجماع اور اجتہاد کے انکار اس کی حرمت و بدعت ہونے پر کوئی آیت قرآنی یا حدیث صحیح پیش کرو۔

(۱۴) حنفیت دین فطرت ہے آنحضرت ﷺ کو حکم ہوا **واتبع ملة ابراهيم حنيفاً** اور آنحضرت ﷺ کو اہلحدیث اصطلاحی کہنا جائز نہیں۔ نمبر ۶۔ سب انبیاء علیہم السلام، تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین فطرۃً حنفی تھے کیونکہ سب دین فطرت پر تھے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **انی خلقت عبادی حنفاء کلهم وانهم اتتهم الشیطان فاحتالهم عن دینهم الحدیث** صحیح مسلم ص۔ امام اعظمؒ کو بھی ابوحنیفہ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ مظہر اتم ہیں۔

ایک اہلِ حدیث کی فریاد

حضراتِ علمائے اہلحدیث اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں برکت دے۔ میں نے اس ورق کی پشت پر تحریر کردہ اعلان پڑھا تو میں بڑے حوصلے سے ایک حنفی عالم کے پاس پہنچا۔ میں نے بھری ہوئی مسجد میں اعلان کر دیا کہ تمہارا مذہب بے سند ہے میں نماز کے مکمل مسائل جو تم ترتیب وار پوچھتے جاؤ گے باسندِ صحیح صریح مرفوع غیر مجروح پیش کرتا جاؤں گا۔ مولوی صاحب نے مجھے نماز کی شرائط، ارکان، واجبات، سنن مؤکدہ، مستحبات، مباحات، مکروہات، مفسدات کی تعداد پوچھی میں نے جھٹ صلوٰۃ الرسول۔ دستور المتقی، ہدایۃ النبی، کتابیں نکالیں مگر ان سب کتابوں میں مندجہ بالا اشیاء کی تعداد کا نشان بھی نہ ملا۔ اب مولوی صاحب نے فرمایا تم نماز سناؤ۔ نماز بدنی اور زبانی عبادت کا مجموعہ ہے۔

(۱) اس میں جو کچھ پڑھو اس کی صحیح حدیث باسند، اس کا حکم کہ اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہوگی یا مکروہ یا سجدہ سہو سے گزارہ ہو جائے گا۔ اور اگر آہستہ پڑھتے ہو تو آہستہ پڑھنے کی باسند حدیث سناؤ۔

(۲) اسی طرح ہر ہر فعل اور اس کے حکم کی سند صحیح بیان کرو۔

(۳) اس سند کے ہر ہر راوی کا ثقہ ہونا صحیح سند کے ساتھ بیان کرو۔ تقریب التہذیب، خلاصہ، میزان الاعتدال، تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب آپ کے اصول پر بے سند کتابیں ہیں کیونکہ ہر راوی کی توثیق وتضعیف کی سند بیان نہیں کی گئی۔

(۴) پھر ہر حدیث کا ترجمہ اس طرح پیش کرو کہ لغت کی کتاب سے ہر لفظ کی پہلے مکمل سند اور اس کے راویوں کی توثیق بیان کرو موجودہ لغت کی کتابیں آپ کے اصول پر بے سند ہیں۔

(۵) پھر اس میں اگر صرف یا نحو کا کوئی قاعدہ آپ استعمال کریں تو اس قاعدے کی صحیح

سند آنحضرت ﷺ یا خلفائے راشدین تک بیان کریں۔

(۶) اس بحث میں اصول حدیث کا کوئی قاعدہ استعمال فرمائیں تو اس کی سند صحیح آنحضرت ﷺ تک بیان فرمائیں۔

(۷) اگر جرح وتعدیل کا کوئی اصول استعمال فرمائیں تو اس کی بھی صحیح سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک بیان فرمائیں۔

(۸) صحیح حدیث اور حسن حدیث کی تعریف بھی باسند آنحضرتؐ تک بیان کریں۔

(۹) یہ بھی باسند صحیح بتائیں کہ آنحضرت ﷺ نے فلاں فلاں کتابوں کے نام لے کر ان کو صحاح ستہ فرمایا ہے۔

(۱۰) جو آیات تم اس نماز میں پڑھو ان میں سے ہر ہر آیت کی سند صحیح توثیق رجال آنحضرت ﷺ تک پیش کریں۔ حضرات علمائے اہل حدیث میں اس اپنے اصول پر وہاں اپنی نماز ثابت کرنے سے بالکل عاجز رہا ہوں۔ میں کئی علماء کے پاس پھرا ہوں مگر ہر طرف سے مایوسی ہوئی ہے۔ خدا کے لئے مجھے ایسے عالم کا پتہ دیں جو اس ورق کی پشت پر اور اس صفحہ پر درج شرائط کے موافق ہماری نماز کے ہر ہر مسئلے کو ثابت کر سکے۔ نماز دین کا ستون ہے۔ اس میں کوتاہی نہ فرمائیں یا کسی ایسی کتاب کا پتہ دیں جس میں ان شرائط کے موافق نماز کے ہر ہر مسئلہ کو ثابت کیا گیا ہو۔ **الحمد للہ** غیر ملکی سرمایہ کروڑوں روپے کی مالیت میں ہماری جماعت کو مل رہا ہے۔ اس سے ایسی کتاب کی عام اشاعت فرمائیں۔ ہزاروں حنفیوں، شافعیوں، مالکیوں، حنبلیوں کو بھی ہماری طرح اس کتاب کا شدت سے انتظار ہے اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں برکت دے۔

متفرقات

بریلوی اور غیر مقلد:

بدعتی بھی نصوص کی مخالفت کرتا ہے مگر ایسی تاویل سے کہ سجدہ سجدہ نہ رہے، نذر نذر نہ رہے مگر غیر مقلد نصوص کا انکار صاف صاف ضد اور عناد سے کرتا ہے منکرِ مصر ہے اس لئے اس کی تردید مقدم ہے۔ اربعین کے شروع میں کچی اور پکی روٹی کی مثال والا صفحہ پڑھ لیں۔

غیر مقلدین:

غیر مقلدین اپنی جماعت کے ہر فرد کو صحابہ اور مجتہدین سے افضل سمجھتا ہے اور ان کی شان میں گستاخی کرنا اپنا حق سمجھتا ہے۔

نئے اجتہادات:

کسی نے شرائط نماز ساقط کر دیں۔ مردار، خون، قے، منی، خمر، خنزیر، رطوبتِ فرج کو طاہر بنا دیا۔ اوقاف قرآن بدعت ہو گئے۔ ہندو بت پرست کا ذبیحہ حلال ہو گیا۔ رام چندر وغیرہ نبی بن گئے۔ نبی پاک کے روضہ کی زیارت کا سفر شرک، رسوم جاہلیت قرار پایا۔ آنحضرت ﷺ کے روضۂ پاک کا گرانا اور فقہ کی مخالفت کرنا بڑا واجب اور جہاد اکبر ہو گیا۔

چیلنج منظور:

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ۲۹ جولائی ۱۹۲۷ء کو یہ چیلنج دیا تھا کہ تمام محدثین اور مفسرین غیر مقلد تھے ایک بھی مقلد نہ تھا۔ 2 اگست ۱۹۲۷ء کے العدل میں اس چیلنج کو منظور کر کے ان سے مطالبہ کیا تھا کہ محدث، مجتہد اور مفسر کے شرائط جو دلیل شرعی سے ثابت ہوں تحریر فرمائیں اور ان مسلمہ فریقین کتابوں کی فہرست لکھیں جن سے ان کا غیر مقلد ہونا اقرار یا بینہ

عادلہ سے آپ ثابت کریں گے۔ مگر اس کے بعد مولانا پر مہر سکوت لگ گئی اور وہ اسی حال میں دنیا سے تشریف لے گئے اور العدل والے یہی گنگناتے رہے

زباں سے کچھ تو کہہ دے میرے اظہار تمنا پر
تری خاموشیوں سے بڑھ گئیں بے تابیاں میری

ثناء اللہ نے یہ بات ایک شیعہ سے چوری کی ہے۔ ثناء اللہ سے پہلے یہ بات کسی اہل سنت والجماعت نے نہیں لکھی۔

غیر مقلدین:

غیر مقلدین جتنے بھی اعتراضات مذہب حنفی پر کرتے ہیں وہ سب مذہب حنفی سے ناواقفیت پر مبنی ہوتے ہیں اگر انہیں کتب احناف سمجھنے کی استعداد ہوتی تو کبھی اعتراض کی جرأت نہ کرتے جیسے سوامی دیانند اپنی غلط فہمی یا بدفہمی سے قرآن پر اعتراض کرتا تھا۔

مذاہب اربعہ، ابن خلدون، تائید کشف سے میزان شعرانی، الخیرات الحسان۔

متضاد فتوے:

غیر مقلدین کے متضاد فتاویٰ کتابوں میں بھرے پڑے ہیں ان پر عمل کی عوام غیر مقلدین میں کیا صورت ہے وہ کبھی ایک پر کبھی دوسرے پر عمل کرتے ہیں یا ان میں سے ایک مفتی کا فتاویٰ خیر یہ اس ایک فتووں پر عمل کرتے ہیں تو یہ صورت تقلید شخصی کی ہے یا سب پر نوبت بنوبت عمل کرتے ہیں تو یہ صورت تلعب فی الدین کی ہے۔ جو حرام ہے۔

شیطان:

شیطان کے بارہ میں تو صادق و مصدوق ﷺ کا فرمان ہے قد یصدق الکذوب لیکن غیر مقلدین کی زبان قلم پر تو غلطی سے بھی حق نہیں آتا۔

غیر مقلدین اور اجتہاد:

بت کریں آرزو خدائی کی شان ہے تیری کبریائی کی
ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعاء کی ایسا آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

مستری نور حسین صاحب:

مستری نور حسین صاحب لکھتے ہیں، میں مستری ہوں حضرت آدم، ابراہیم، حضرت نوح اور داؤد اور زکریا سب کاریگر ہی تھے۔اہل حدیث ۲۲ جون ۲۸ء۔

ان دنوں اہل اسلام کی غفلت یا شامتِ اعمال سے فرقہ غیر مقلدین پیدا ہوا ہے جو زبان سے تو صحابہ اور ائمہ مجتہدین سے بھی دو قدم آگے ہیں لیکن عملی استعداد وہی ہے جو نواب صدیق حسن نے الحطہ میں لکھی ہے۔

اقوال جیلانیؒ:

حضرت جیلانیؒ کے اقوال نقل کرنا اور ان سے استدلال کرنا تقلید میں داخل ہوا یا نہ۔اگر ہوا تو کس کے حکم سے آپ نے تقلید کی۔کیا حضرت جیلانیؒ نے حکم دیا کہ میری تقلید کرنا، اگر دیا ہے تو کسی کتاب میں یہ حکم ہے، اگر نہیں دیا تو بے حکم آپ نے کیوں تقلید کی۔نیز میاں نذیر حسین صاحب نے جو ائمہ کی تقلید کو واجب اور مباح قرار دیا ہے یہ کس امام کے حکم سے اور وہ حکم کس کتاب میں مذکور ہے۔اور عامی کے لئے آپ بھی تقلید کو جائز فرماتے ہیں یہ کس امام کے حکم سے ہے جیسے والدین کی اطاعت کا حکم خدا نے دیا اب اگر والدین ہر ہر بات میں یہ جملہ نہ بھی کہیں کہ میری اطاعت کرو تو بھی اطاعت ضروری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ضروری ہے بلکہ باپ بیٹے کو، شوہر بیوی کو، مالک غلام کو صراحۃً کہہ دے کہ میرا حکم نہ مانو پھر بھی اطاعت ناجائز نہیں بلکہ مقتدی پر امام کی، رعایا پر اولی الامر کی اطاعت واجب شرعی ہے، ایسے ہی عامی پر اہل ذکر کی اطاعت واجب ہے۔

محدث اور مجتہد:

محدث نے حدیث سنی مکھی والی اب اس کی محنت شروع ہوگئی وہ شہروں میں گھومے گا، ملکوں میں جائے گا میری سند عالی ہو جائے اسے خوشی ہوگی کہ اس حدیث کی ۱۰۰ صحیح سندیں مجھے مل گئیں، ۱۰ مرسل مل گئیں۔۱۰ ضعیف مل گئیں۔وہ اس کو ۱۲۰ احادیث کہے گا مگر مسئلہ صرف ایک مکھی کا۔وہ مکہ جائے گا، مدینہ، واسط، مصر، کوفہ، بصرہ مگر مسئلہ صرف مکھی کا، مجتہد

اس حدیث سے ان سینکڑوں جانوروں کا حکم معلوم کرے گا جن میں بہتا ہوا خون نہیں۔ اس کا یہ مسئلہ ہر شہر میں جائے گا اور زندگی میں رہنمائی کرے گا۔ وہ محدث ہر سند کو حدیث کا نام دے گا یہ مجتہد حدیث سے استنباط شدہ مسائل کے بارہ میں اعلان کرے گا کہ یہ تمام احادیث ہیں بالمعنیٰ۔ وہ طریقہ حضرت ابوھریرہؓ کا ہے یہ طریقہ خلفائے راشدین کا ہے چونکہ احادیث احکام سے اصل مقصود احکام ہی ہیں آپ کو حدیث کی سند کے حالات یاد نہ ہوں مگر حدیث سے زندگی کے مسائل کا حل معلوم ہو تو آپ کے عمل میں کوئی نقص نہیں۔ یہ دونوں جماعتیں نبی کی وارث ہیں ایک الفاظ میں ایک احکام میں۔ ایک جماعت الفاظ شناسِ رسول ﷺ ہے دوسری مزاج شناسِ رسول ﷺ۔

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ کسی گھر، ملک، قوم کے لئے جس قدر باہمی افتراق وتشتت مہلک اور نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ کوئی دوسری چیز اتنی مہلک نہیں اسی لئے انگریز نے لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کو اپنایا۔ ہندوؤں میں آریہ، سماج مسلمانوں میں غیر مقلد اور سکھوں میں رکابی اسی دور کی پیداوار ہیں۔ یہی غیر مقلد ترقی کر کے نیچری، منکرین حدیث، قادیانی روپ میں سامنے آئے۔ جو زبان پنڈت شردھانند، سوامی دیانند نے آنحضرت ﷺ کے خلاف استعمال کی وہی مرزا قادیانی نے صحابہ اہل بیت کے متعلق استعمال کی، وہی زبان منکرینِ حدیث نے محدثین کے بارہ میں استعمال کی اور وہی زبان غیر مقلدین نے فقہ اور فقہاء کے خلاف استعمال کی۔ سوامی دیانند، مرزا قادیانی، پادری فانڈر اور محمد جونا گڑھی غیر مقلد کی کتابوں کا مطالعہ کرو تو سب کا ایک ہی لب ولہجہ ہے۔ ذرہ بھر فرق نہیں۔

افتراق:

منکرینِ حدیث کا پروپیگنڈہ یہ ہے کہ اسلام کا زوال محدثین صحاح ستہ کی وجہ سے ہوا۔ حالانکہ یہ تیسری صدی کے بزرگ ہیں اور زوال مسلمان چودھویں صدی میں ہوا۔ منکرین فقہ کہتے ہیں کہ فساد کا باعث ائمہ اربعہ ہیں جنہوں نے دین کے چار ٹکڑے کر دیئے۔ حالانکہ ائمہ دوسری صدی کے ہیں اور یہاں تو صرف حنفی مسلک تھا۔

محل تحقیق ،ضرورت تحقیق اور اہلِ تحقیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد۔ یہ بات حق بلاشک ہے کہ دین اسلام حق اور کامل ہے نبی معصوم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کی تکمیل کا اعلان فرمایا۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور حضور ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہیں اللہ اس پر استقامت اور اس کی اشاعت کی توفیق دیں۔

دوسری بات:

یہ بات بھی یقینی ہے کہ یہ دین برحق نبی ﷺ سے ہم تک بواسطۂ امت پہنچا۔

(۳) یہ بات بھی مسلم ہے کہ امت کا کوئی فرد بھی معصوم نہیں ہے۔ البتہ فرمان رسولِ معصوم ﷺ کے مطابق آپ کی امت کا اجماع معصوم عن الخطاء ہے۔ اس سے صاف نتیجہ نکلا کہ نبی معصوم ﷺ سے دین کا جو حصہ اجماعِ معصوم کے واسطہ سے ہم تک پہنچا وہ نہایت یقینی اور حجت قاطعہ ہے۔ اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں لاریب فیہ۔ ایسے مسائل کو متواترات کہا جاتا ہے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) تواترِ طبقہ:

وہ دین جو عوام خواص کے تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا جیسے قرآن پاک کا تواتر کہ ساری دنیا میں مسلمان عوام وخواص اس کی تلاوت کرتے آرہے ہیں۔ یہ سینہ اور سفینہ میں متواتر ہے اسی طرح حضور ﷺ کا دعویٰ نبوت۔ آپؐ کا آخری نبی ہونا۔ ایسے عقائد کو ضروریاتِ دین کہتے ہیں ان سب کو اسی مفہوم کے مطابق ماننا جس طرح پوری امت مانتی

آرہی ہے ایمان ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار یا تاویل باطل کفر ہے۔ نماز، رمضان کے روزے، حج کی فرضیت، زکوٰۃ کی فرضیت وغیرہ۔ جو کہے میں پانچوں نمازوں میں سے کسی ایک کو فرض نہیں مانتا وہ بھی کافر ہے اور جو کہے کہ میں نماز کو فرض مانتا ہوں لیکن نماز وہ نہیں جو مسلمان تواتر سے پڑھتے آرہے ہیں بلکہ صرف دل میں اللہ اللہ کرنے کا نام ہے وہ بھی بلاشبہ کافر ہے۔

(۲) تواتر تعامل:

وہ روزمرہ کے عملی مسائل جو آپؐ سے لے کر آج تک امت میں عملاً متواتر چلے آرہے ہیں۔ وضو، نماز کا طریقہ وغیرہ، عوام خاص ان کو ادا کرتے آرہے ہیں اس کو تواتر فقہاء بھی کہتے ہیں۔

(۳) تواتر اسنادی:

وہ حدیث جس کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل سلیم محال جانے۔ اس کو تواترِ محدثین بھی کہتے ہیں جیسے آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ جس نے مجھ پر جھوٹ بولا اس نے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالیا۔

فائدہ:

تواتر تعامل کی مثال رکعاتِ نماز، مقادیرِ زکوٰۃ، السلام علیکم یا اہل القبور، توسل، دوا، علاج، تعویذات، میت کا غسل، کفن، دفن، تقلید وغیرہ۔

(۴) تواتر معنوی یا تواتر قدر مشترک

جیسے پہلی تکبیر کی رفع یدین، حیاتِ مسیح، معجزات، معراج، کرامات، اعادہ روح فی القبر سوال و جواب قبر، عذاب و ثواب قبر، زیارتِ قبور، حیات انبیاء فی القبور وغیرہ۔ ان مسائل کی مثال سورج کی سی ہے جس کے لئے کسی گواہی کی ضرورت نہیں۔ اس لئے

متواترات سند واسماء الرجال کی بحثوں سے بالاتر ہیں ان مسائل کی آسان پہچان یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا ان پر اتفاق ہو۔

فائدہ:

قرآن پاک کی اگرچہ سات قرائتیں متواتر ہیں مگر ہمارے ہاں تلاوۃ متواتر صرف قاری عاصم کوفی کی قرأت اور قاری حفص کوفی کی روایت ہے اس لئے اسی معروف کی تلاوت کی جائے گی القرآن ۳:۱۰۴، ۱۱۰، ۱۱۴+۷: ۱۵۷+۹: ۶۷، ۷۱+۳۱: ۱۷+۶۵: ۶+۱۱۲: ۹+۵: ۷۹۔

دین کا دوسرا حصہ:

دین کا دوسرا حصہ وہ ہے جو شہرت کے ساتھ ہمیں ملا یعنی روزمرہ کے وہ مسائل جو قرن اول (صحابہ) میں متواتر نہ تھے لیکن قرن ثانی وثالث (تابعین اور تبع تابعین) میں خوب مشہور ہو گئے ان کی مثال چودھویں رات کے چاندکی ہے اس کے لئے بھی کسی اسنادی بحث کی ضرورت نہیں۔ اس میں صورۃ شبہ تھا جو ختم ہو گیا۔ ان مسائل پر اطمینان نصیب ہو گیا القرآن ۹: ۱۰۰ قبولیتِ عامہ ۱۹: ۹۶ بخاری ۲- ۸۹۲ مسلم ۲: ۳۳۱ ترمذی ۲: ۱۴۹ ثلة من الاولین و ثلة من الآخرین ۵۶: ۳۹-۴۰۔ اسی مبارک دور میں فقہ حنفی مرتب اور مشہور ہوئی امام صاحبؒ محمد ۴۷: ۳۸، الجمعہ ۶۲: ۳-۴ راجع تفسیر عثمانی، بخاری ۲: ۷۲۷ مسلم ۲: ۳۱۲ ترمذی ۲: ۱۶۲: ۲۳۱، مقدمہ کتاب التعلیم ۹۱-۱۰۳، امام سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸- ولد ۱۰۷) فرماتے ہیں فقہ حنفی کوفہ سے نکل کر آفاق تک پہنچ چکی ہے (مناقب ذہبی ص ۲۰) امام الجرح والتعدیل امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں "میں نے لوگوں کو فقہ حنفی پر عمل کرتے پایا (ص ۳۱) امام عبداللہ بن المبارک (ولد ۱۱۸ھ- م ۱۸۱ھ) کے اشعار در مختار میں دیکھیں۔ ابن الندیم ۳۷۷ھ لکھتے ہیں والعلم برا وبحرا شرقاً و غرباً بُعداً و قرباً تدوینه رضی اللّٰه عنه الفہرست ص ۲۹۹ مؤرخ ابن خلدون لکھتے ہیں "امام ابوحنیفہ کے مقلدین ہندوستان،

چین، ماوراء النہر و بلاد العجم کلھا میں پھیلے ہوئے ہیں ص ۶۸ علامہ شکیب ارسلان ۱۳۶۶ھ مسلمانوں کی اکثریت امام ابو حنیفہؒ کی مقلد ہے سارے ترک اور بلقان کے مسلمان، روس اور افغانستان کے مسلمان، چین اور ہندوستان کے مسلمان عرب شام اور عراق کے اکثر مسلمان فقہ میں حنفی مسلک رکھتے ہیں حاشیہ حسن المساعی ص ۶۹۔ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری: اثنا عشری ایک کروڑ ۳۷ لاکھ، زیدی ۳۰ لاکھ، حنبلی ۳۰ لاکھ، مالکی ایک کروڑ، شافعی دس کروڑ، حنفی ۳۷ کروڑ سے زائد (ایضا) جس طرح ہمارے ملک میں سات قراءتوں میں سے صرف قاری عاصم کوفی کی قراءت ہی تلاوۃً متواتر ہے۔ اسی طرح مذاہب اربعہ میں سے یہاں صرف اور صرف مذہب حنفی ہی درساً، افتاءً اور عملاً متواتر ہے۔ اس لئے یہاں صرف امام صاحبؒ کی ہی تقلید واجب ہے اور ان کی تقلید سے نکلنا حرام بلکہ شریعت کی رسی کو گلے سے اتار پھینکنا ہے (الانصاف ص)

حدودِ خیر القرون:

عہدِ صحابہ ۱۲۰/۱۱۰ھ تک عہدِ تابعین ۱۷۰ھ تبع تابعین ۲۲۰ھ۔

مسائل کا تیسرا حصہ:

بنیادی عقائد اور روزمرہ کے اہم مسائل تو امت میں تواتر اور شہرت سے پھیلے۔ ہاں کبھی کبھار پیش آنے والے مسائل اخبار آحاد کے ذریعے ہم تک پہنچے۔ ان کا ثبوت پہلی رات کے چاند کی طرح ہے کہ گرد و غبار میں سب کو نظر نہ آئے تو اپنے ثبوت میں گواہوں کا محتاج ہوتا ہے پھر ان گواہوں کی توثیق و تعدیل دیکھنا پڑتی ہے۔ اور ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ ایک ملک میں چاند سب کو نظر آیا وہاں اس کی رویت متواتر ہے دوسرے ملک میں چند قابل اعتماد آدمیوں کو نظر آیا وہاں اس کا ثبوت ظن غالب سے ہے تیسرے ملک میں ایک بھی قابل اعتماد شخص کو نظر نہیں آیا وہاں چاند کا ثبوت ہی نہیں۔ اب ایک ملک میں تواتر کے ساتھ عید کا ثبوت ہو گیا۔ دوسرے میں ظن غالب کے ساتھ۔ تیسرے میں روزہ ہی رکھا گیا۔ حالانکہ رمضان میں عید پڑھنا حرام ہے اور عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے مگر ایک ملک کے مسلمانوں کا روزہ

ہے اور دوسرے ملک میں عید بالکل یہی حالت اخبار آحاد کی ہے عین ممکن ہے کہ ایک ملک میں اس خبر واحد کو عملی تواتر اور دوسرے علاقے میں سرے سے اس کا صحیح یا حسن ہونا ہی ثابت نہ ہو۔ اب جس ملک میں اس خبر واحد کو عملی تواتر نصیب ہوگا وہاں تو اس کے اسنادی بحث کی ضرورت نہیں ہوگی۔ دوسرے ملک میں صرف سند ہے تعامل نہیں سند کی بحث کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے ایسی احادیث عمل کے لئے تحقیق کی محتاج ہوتی ہیں۔

تحقیق کا حکم:

تحقیق کا حکم ۴۹: ۶ تحقیق کا حق ۴: ۸۳ محقق راستہ ۱: ۵-۷ + ۴: ۶۹-۷۰ نا اہل کا دخل اذا وسد الامر الی غیر اھلہ بخاری ص ۱۴، ص ۹۶۱ ڈاکٹری کی تحقیق کمہار کرے، سونے کی موچی، قانون کی تیلی، سائنس کی حجام، کیا ان علوم پر قیامت نہ آجائے گی۔ ان لا ننازع الامر اھلہ بخاری ۱۰۴۵-۱۰۶۹ نسخہ کی منازعت مریض، جج سے ملزم وغیرہ غیر مقلد ضال مضل بخاری ص ۲۰ ص ۱۰۸۶ مجتہد خطاء اجر بخاری ص ۱۰۹۲ ج ۲ مسلم ص ۷۶ ج ۲ مع نووی۔

تحقیق کے مدارج:

تین باتوں کی تحقیق عمل بالحدیث کے لئے ضروری ہے (۱) یہ معلوم ہو کہ اس کا حضور علیہ السلام سے ثبوت ہے (۲) اس حدیث کا جو مطلب میں نے سمجھا ہے کیا واقعۃً مرادِ رسول بھی ہے (۳) میں اس کا مکلف بھی ہوں کیا اس کے معارض تو کوئی دلیل نہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ تینوں باتیں بیک وقت پورے یقین کے ساتھ نصیب تھیں جب بچشم خود حضرت علیہ السلام کو کام کرتے دیکھ لیا یا بگوش خود سن لیا تو اس کے قول وفعل رسول ہونے کا یقین ہوگیا۔ اور آپ کے موقع ومحل کو دیکھ کر مطلب بھی سمجھ میں آگیا کیونکہ آپؐ ہر شخص کی استعداد کے موافق اس سے خطاب فرماتے اگر بالفرض سمجھ نہ آیا تو وہ پوچھ کر سمجھ لیتے اور متعارض روایات میں سے بھی ان کو ایک وقت میں ایک ہی قول یا فعل ملتا جس پر وہ سب عمل کرتے اور انہیں یقین ہوتا کہ ہم اس کے مخاطب اور مکلف ہیں۔ جب تک ثبوت، صحت مراد

اور رفع تعارض نہ ہو تقریب تام نہیں ہوتی۔

امام صاحبؒ اور تحقیق:

امام حسن بن صالح ۱۹۹ھ فرماتے ہیں کان ابو حنیفة شدید الفحص عن الناسخ من الحدیث والمنسوخ فیعمل بالحدیث اذا ثبت عندہٗ عن النبی ﷺ واصحابه. وکان عارفاً بحدیث اهل الکوفة وفقه اهل الکوفة شدید الاتباع لما کان علیه الناس ببلده وقال کان یقول ان لکتاب اللّٰه ناسخاً و منسوخاً وان للحدیث ناسخاً و منسوخاً وکان حافظا لفعل رسول اللّٰه ﷺ الاخیر الذی قبض علیه مما وصل الیٰ اهل بلدہٖ (اخبار ابی حنیفه للصیمری ص ۱۱) امام صاحب فرماتے ہیں انی آخذ بکتاب اللّٰه اذا وجدتہٗ فما لم اجده فیه اخذت بسنة رسول اللّٰه والآثار الصحاح عنه التی فشت فی ایدی الثقاتِ عن الثقاتِ فاذا لم اجد فی کتاب اللّٰه ولا سنة رسول اللّٰه اخذت بقول اصحابه من شئت و ادع قول من شئت ثم لا اخرج عن قولهم الی قول غیرهم فاذا انتهی الامر الیٰ ابراهیم والشعبی والحسن وابن سیرین وسعید بن المسیب وعدد رجالاً قد اجتهدوا فلی ان اجتهد کما اجتهدوا (ص ۱۰)۔

امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کان ابو حنیفة یرکب فی العلم احد من سنان الرمح کان واللّٰه شدید الاخذ للعلم ذابًا عن المحارم متبعاً لاهل بلدہٖ لا یستحل ان یأخذ الا بما یصح عندہٗ من الآثار عن النبی ﷺ شدید المعرفة بناسخ الحدیث و منسوخه وکان یطلب احادیث الثقاتِ والآخر من فعل النبی ﷺ وما ادرک علیه عامة العلماء من اهل الکوفة فی اتباع الحق اخذ به و جعلهٗ دینه (ص ۶۶، ۶۷) ان عبارات میں امامؒ کی تحقیق کا انداز معلوم ہو گیا (۱) آپ کے اور رسول پاک ﷺ کے درمیان جو راوی تھے وہ صحابہ اور کبار تابعین

تھے جن کی خیریت کتاب وسنت میں منصوص ہے۔اس میں بھی آپ تمام علمائے اہل کوفہ (محدثین) کی اجماعی تحقیق کی بنا پر حدیث کی صحت مانتے تھے نہ کہ امام بخاریؒ اور دیگر محدثین کی طرح صرف اپنی شخصی رائے سے حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ فرمادیتے تھے۔ پھران کی سندوں کے اکثر راوی بھی مابعد خیر القرون کے ہیں۔

(۲) مرادِ رسولؐ:

جس طرح ثبوتِ حدیث کے بارہ میں امام صاحبؒ کا خاص امتیاز ہے کہ صرف شخصی رائے پر مدار نہیں رکھا بلکہ محدثین اہل کوفہ کے اجماع پر مدار رکھا اور تعامل صحابہ وخیر القرون کا ساتھ بھی معلوم کیا۔عوام خواص سب کے تعامل کا احترام کیا اسی طرح مرادِ رسول کے سمجھنے میں بھی آپ نے خاص امتیاز پیدا کیا۔امام صاحبؒ نے شوریٰ قائم فرمائی قال ابن ابی العوام حدثنی الطحاوی کتب الی ابن ابی ثور قال اخبرنی نوح ابوسفیان قال لی المغیرة بن حمزة کان اصحاب ابی حنیفة الذین دونوا معه الکتب اربعین رجلا کبراء الکبراء اھ قال ایضاً حدثنی الطحاوی کتب الی محمد بن عبدالله بن ابی ثور الرعینی حدثنی سلیمان بن عمران حدثنی اسد بن الفرات قال کان اصحاب ابی حنیفة الذین دونوا الکتب اربعین رجلاً فکان فی العشرة المتقدمین ابویوسف و زفر بن الهذیل و داؤد الطائی واسد بن عمرو و یوسف بن خالد السمتی ویحییٰ بن زکریا ابن ابی زائدة وهوالذی کان یکتب لهم ثلاثین سنة اھ وقال اسد بن الفرات ایضاً بهذا السند قال لی اسد بن عمرو کانوا یختلفون عند ابی حنیفة فی جواب المسئلة فیأتی هذا بجواب وهذا بجواب ثم یرفعونها الیه ویسألونه عنها فیاتی الجواب من کثب ای من قرب وکانوا یقیمون فی المسئلة ثلاثة ایام ثم یکتبونها فی الدیوان وقد اسند الصیمری الیٰ اسحاق بن ابراهیم انه قال کان اصحاب ابی حنیفة یخوضون معه فی المسئلة فاذا لم یحضر العافیة من

یزید قال ابوحنیفة لا ترفعوا المسئلة حتی یحضر عافیة فاذا حضر عافیة ووافقهم قال ابوحنیفة اثبتوها وان لم یوافقهم قال ابو حنیفة لا تثبتوها (حسن التقاضی ص ۱۲) حدثنا عبدالله ابن محمد البزاز قال ثنا مکرم قال ثنا احمد قال ثنا الحسین بن حماد قال کان اصحاب ابی حنیفة الذین کانوا یلزمون الحلقة عشرة وکان الحفاظ للفقه کما یحفظ القرآن اربعة وهم زفر بن الهذیل ویعقوب بن ابراهیم واسد بن عمرو وعلی بن مسهر (اخبار ابی حنیفہ الصیمری ص ٦٦) امام عبداللہ بن داوٗد فرماتے ہیں کہ اصحابِ ابی حنیفہ میں ابو یوسف زفر، عافیۃ الاودی، اسد بن عمرو علی بن مسہر، یحییٰ بن ابی زائدہ، القاسم بن معن اور داوٗد طائی بھی تھے۔ اگر داوٗد طائی کا وزن تمام اہل زمین (خیر القرون) والوں سے کیا جائے تو فضل وصلاح میں سب سے بڑھ کر ہیں (صیمری ص ۱۰۹) امام اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ فرماتے ہیں ایک دن امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا یہ میرے ۳۶ ساتھی ہیں ان میں سے ۲۸ قاضی بننے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں اور چھ مفتی بننے کی کامل صلاحیت رکھتے ہیں (مشیر قانون) اور دو قاضیوں اور مفتیوں کی تادیب کر سکتے ہیں اور ابو یوسف اور زفر کی طرف اشارہ فرمایا ص ۱۵۲، امام ابن کرامہ فرماتے ہیں کہ ہم وکیع کے پاس تھے ایک آدمی نے کہا اخطأ ابو حنیفة قال وکیع یقدر ابوحنیفة یخطئ ومعه مثل ابی یوسف و زفر فی قیاسهما و مثل یحییٰ بن ابی زائدة وحفص بن غیاث و حبان و مندل فی حفظهم للحدیث والقاسم بن معن فی معرفة اللغة والعربیة وفضیل بن عیاض و داؤد الطائی فی زهدهما وورعهما من کان هؤلاءِ جلساؤه لم یکن یخطئ لانه ان اخطأ ردوه (صیمری ص ۱۵۲) اس سے معلوم ہوا کہ مرادِ رسول کے سمجھنے میں بھی امام صاحبؒ نے صرف اپنی سوچ اور شخصی فہم پر مدار نہیں رکھا بلکہ تقریباً چالیس فقہاء اور پورے اہل کوفہ کے تعامل کو سامنے رکھا۔

آخری عمل:

یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امام صاحبؒ نے متعارضات میں آپ ﷺ کے آخری عمل کی

پوری جستجو فرمائی اس میں بھی تقریباً چالیس فقہاء اور تمام اہل کوفہ کے تعامل کو نظر انداز نہ فرمایا۔ پھر آپ کا مسلک پورے تواتر کے ساتھ دنیا میں پھیلا۔ جب امام صاحبؒ کا کوئی قول متعارضات کے بارہ میں مل جائے گا تو ہم یہ جان لیں گے کہ اس مضمون کی حدیث یا جماع محدثین کوفہ صحیح ہے اور اس کا مطلب با جماع اہل کوفہ فقہاء یہی ہے اور یہ آنحضرت ﷺ کا آخری فعل ہے۔

نامکمل تحقیق:

تحقیق کا حق اللہ ورسول نے مجتہد کو دیا ہے۔ اس لئے مجتہدین نے تینوں باتوں کی مکمل تحقیق کی ہے محدثین میں سے جن لوگوں نے صحت کا التزام کیا ہے انہوں نے بھی صرف پہلی بات کی تحقیق کی ہے یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف وغیرہ وہ بھی صرف اپنی اپنی شخصی رائے سے۔ دوسرے تیسرے امر کی تحقیق انہوں نے نہیں کی۔ امام بخاریؒ نے بھی فرمایا فعلیک بالفقه. وهو ثمرة الحديث الحطه ص۱۵۰۔ امام ترمذی نے فرمایا الفقهاء اعلم بمعاني الحديث (ترمذی، ص۱۹۳) امام اعمشؒ نے فرمادیا نحن صياد له وانتم الاطباء خود نبیؐ نے بھی رب حامل فقه غير فقيه فرمادیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان محدثین کا کوئی اصول فقہ نہیں ہے نہ ہی کوئی فقہ کی کتاب ہے۔ جو لوگ فقہاء کو چھوڑ کر محدثین کا نام لیتے ہیں کہ ہم ان کی تحقیق پر عمل کرنے کا بہانہ بناتے ہیں۔ انہیں نہ دین سے محبت ہے نہ محدثین سے انہوں نے چونکہ تحقیق کے تین کاموں میں سے ایک کام کیا دو خانے فقہاء کے لئے چھوڑ دیے ان دو خالی خانوں میں یہ لوگ ٹانگ اڑا کر غلط مسائل بیان کر سکتے ہیں کہیں مراد رسول کو بگاڑ دیا کہیں ناسخ کو منسوخ اور منسوخ کو ناسخ بنا ڈالا۔ لیکن فقہاء نے تینوں باتیں پوری تحقیق سے مکمل کر دیں اس لئے وہاں ان حدیث نفس پر چلنے والوں کو اپنی نفس پرستی کے لئے کوئی خانہ نہیں ملتا۔ صرف اس لئے یہ فقہاء سے ناراض ہیں۔

خلاصہ کلام:

یہ ہے کہ ہمیں دین کے مسائل تین طریق سے بذریعہ امت پہنچے ہیں: (۱) تواتر

سے (۲) شہرت سے (۳) خبر واحد سے۔ پہلی دو قسموں میں کسی تحقیق کی گنجائش نہیں ہے تیسری قسم میں تین باتوں کی تحقیق کی ضرورت ہے اور وہ مکمل تحقیق ائمہ مجتہدین نے فرمائی ان کے علاوہ کسی نے مکمل تحقیق نہیں فرمائی۔ اس لئے ہم اس بارہ میں صرف مجتہدین کے ہی محتاج ہیں جن کا مجتہد ہونا اجماع امت سے ثابت ہو۔

فقہاء اور محدثین:

جس طرح قرآن پاک کے الفاظ کی حفاظت حفاظ نے کی اور اس کے معانی و مراد کی حفاظت مفسرین نے کی۔ حافظ صاحب سے آپ یہ پوچھیں کہ آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء کہاں ہے وہ فوراً بتائے گا۔ اس سے یہ پوچھیں کہ یہ آیت کس مسئلہ میں نص ہے کس میں ظاہر۔ کونسا مسئلہ اس کی عبارت النص سے ثابت ہوتا ہے کونسا اشارۃ النص سے تو حافظ کوئی جواب نہیں دے سکیں گے وہ اگرچہ استاد الحفاظ ہوں۔ یہاں مفسر کی ضرورت ہے۔ اسی طرح حدیث کی خادم دو جماعتیں ہیں۔ محدثین حدیث کی سند کی خدمت کرتے ہیں راویوں کے حالات ارسال وانقطاع کی تحقیق، شاذ ومنکر کی پہچان وغیرہ اس سند کو وہ حدیث کہتے ہیں۔ سند کی تحقیق کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اہل حدیث اصحاب الحدیث یا محدث کہتے ہیں یہ کام حضور ﷺ اور صحابہ کے زمانہ میں نہیں، ابن سیرین فرماتے ہیں لم یکونوا یسألون عن الاسناد (مقدمہ مسلم، ص ۱۱) بعد میں ضرورت کے لئے بطور بدعتِ حسنہ یہ تحقیقات شروع ہوئیں۔ فقہاء متن کی خدمت کرتے ہیں۔ اس سے مسائل استنباط کرتے۔ اس کی مراد سمجھاتے ہیں۔ رفع تعارض ورفع احتمال کر کے عمل کی راہ متعین کرتے ہیں۔ اللہ و رسول نے ان ہی کی بات ماننے کا ہمیں حکم دیا ہے۔ اس لئے فقہاء کے خلاف محدثین کی بات ہم تسلیم نہیں کریں گے چوکیدار کو اندرون خانہ سے کیا تعلق؟ اب کچھ اصول حدیث کا حال سنیے۔

اصولِ حدیث

ا۔ تعریف وغایت:

علمِ اصولِ حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعہ حدیث کے احوال معلوم کر کے مقبول پر عمل کیا جائے اور غیر مقبول سے بچا جائے (خیر الاصول، ص ۳)

۲۔ تعریف حدیث:

حضرت رسولِ خدا ﷺ وصحابہ کرام وتابعین کے قول وفعل وتقریر کو حدیث کہتے ہیں (خیر الاصول ص ۳، الحطہ ص ۵۶)

نوٹ: اس تعریف کے موافق فقہ حنفی تو ساری حدیث قرار پائی کیونکہ امام اعظمؒ تابعی ہیں۔ **والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ** میں داخل ہیں۔

نوٹ:

اہل قرآن کی طرح ایک گمراہ فرقہ اہل حدیث کا بھی انگریز کی تخلیق ہے۔ حنفی اجتہادی مسائل میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتے ہیں اور وہ اجتہاد سے کورے اپنی حدیث نفس کو حدیث رسول سمجھ کر عمل کرتے اور لوگوں کو عمل کی دعوت دیتے ہیں۔ صحابہ وتابعین کے قول، فعل، تقریر کو حدیث نہیں مانتے۔

جرح وتعدیل:

یہ علم سب سے خطرناک علم ہے۔ مسلمان میں عدالت اصل ہے اور جرح عارض۔ جرح کے بنیادی اسباب صرف دو ہیں۔ طعن فی الضبط۔ اور طعن فی العدالت۔ طعن فی

الضبط میں فحش غلط، سوء الحفظ، الغفلۃ، کثرت اوہام، اور مخالفۃ الثقات آتے ہیں اور طعن فی العدالت میں الکذب، اتہام بالکذب، فسق (ارتکاب کبیر یا اصرار علی الصغیرہ) البدعۃ۔ الجہالۃ آتے ہیں۔ طعن فی الضبط کو ضعف قریب کہتے ہیں کیونکہ یہ متابعات اور شواہد سے ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے اگر ایک بھول جائے دوسری یاد دلا دیتی ہے۔ اس لئے خلط حفظ۔ تدلیس، ارسال، جہالت وغیرہ کی جرحیں (جبکہ متابعات اور شواہد موجود ہوں) محض فضول ہیں سوائے حدیث پاک کی عظمت کے کم کرنے کے اور منکرین حدیث کے ہاتھ مضبوط کرنے کے اس کا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔

احکام:

احکام میں چار قسم کی احادیث حجت ہوتی ہیں۔ صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ۔ خبر واحد کے قبول کرنے کی آٹھ شرائط ہیں، چار راوی میں۔ اسلام، عقل، عدالت، ضبط۔ چار روایت میں: ا۔ خلاف کتاب اللہ نہ ہو ۲۔ خلاف سنتِ مشہورہ نہ ہو ۳۔ عموم بلویٰ سے متعلق نہ ہو ۴۔ متروک الاحتجاج عند ظہور الاختلاف فی خیر القرون نہ ہو۔

جرح مبہم والطعن المبھم من ائمۃ الحدیث لایجرح الراوی عندنا بان یقول ھذا الحدیث مجروح او منکر ونحوھما الا اذا وقع مفسراً بما ھو جرح متفق علیہ عند الکل لا مختلف فیہ بحیث یکون جرحاً عند بعض دون بعض و مع ذلک صادراً فمن اشتھر بالنصیحۃ دون التعصب حتی لایقبل الطعن بالتدلیس والارسال و رکض الدابۃ والمزاح وحداثۃ السن وعدم الاعتبار بالروایۃ واستکثار مسائل الفقہ (المنار، ص۱۹۲)

جرح مبہم بالکل مقبول نہیں اور تعدیل مبہم مقبول ہے یہی مذہب امام بخاری، امام مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کا ہے اور جمہور محدثین اور فقہاءِ حنفیہ کا ہے۔ جرح مفسر اور تعدیل مفسر میں مشترکہ شروط یہ ہیں کہ جرح کنندہ اور تعدیل کنندہ میں مندرجہ امور پائے

جانے ضروری ہیں۔ علم، تقویٰ، ورع، صدق، عدم تعصب، معرفت اسباب جرح وتعدیل اور خاص جرح مفسر کے مقبول ہونے کے واسطے زائد شرط یہ ہے کہ جرح کنندہ غیر متعصب ہونے کے علاوہ متعنت اور متشدد بھی نہ ہو۔ متعصبین، دار قطنی، خطیب بغدادی، متعنتین، ابن جوزی، عمر بن بدر موصلی رضی صنعائی، بغوی، جوزقانی، مؤلف کتاب الاباطیل، شیخ ابن تیمیہ حرانی، مجد الدین لغوی مؤلف قاموس۔ متشددین، ابو حاتم، نسائی، ابن معین، ابن قطان، ابن حبان (خیر الاصول ص ۱۰، ۱۱) جرح مفسر وہ ہے جس میں جرح کا سبب بیان کیا گیا ہو (خیر الاصول ص ۱۰)

جرح:

جس طرح پانی دو قسم ہے قلیل اور کثیر۔ قلیل پانی مثلاً ایک بالٹی میں ایک قطرہ پیشاب پڑ جائے تو ناپاک ہو جاتا ہے اگرچہ اس کا رنگ، بو، مزہ تبدیل نہ ہو مگر سمندر میں ایک قطرہ نہیں سو بالٹیاں بھی پیشاب کی ڈال دیں تو ناپاک نہیں ہوتا اسی طرح راوی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک عامی آدمی یہ جرح مفسر سے مجروح ہو جاتا ہے ایک وہ جس کی امامت فی الدین تواتر سے ثابت ہو وہ جرح مفسر سے بھی مجروح نہیں ہوتے جیسا کہ حضرت مالک بن الدخیشنؓ (بدری) پر آپ ﷺ کے سامنے جرح مفسر کی گئی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی۔ بخاری ص ۱۵۸ ج ۱، ص ۸۱۳ ج ۲۔ (۲) جرح وتعدیل میں اس شخص کی جان پہچان والوں کی بات قابل اعتماد ہوتی ہے بخاری ص ۱۸۳ ج ۱، ص ۳۶۰ ج ۱، ص ۷۔ ایک کی تعدیل بھی مقبول ہے بخاری ص ۳۵۹ ج ۱، ص ۳۶۶ ج ۱۔ تعدیل مثلاً ان الفاظ میں ہو **ما علمت فيه الّا خيراً** بخاری ص ۳۶۰ ج ۱۔ یا جیسا کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے متعلق فرمایا ہو **جائز الشهادة له وعليه** (بیہقی ص ۱۲۴ ج ۱۰) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اقدس ﷺ سے پوچھا میں کیسے جانوں کہ میں اچھا ہوں یا برا ہوں فرمایا جب تیرے ہمسائے تجھے اچھا کہیں تو تُو اچھا ہے اور جب وہ کہیں کہ تو نے برا کیا ہے تو تو برا ہے یہ بات حضور ﷺ سے حضرت کلثوم الخزاعی نے بھی روایت کی ہے (بیہقی ص ۱۲۵ ج ۱۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں جناب رسول اقدس ﷺ کے

ساتھ تھا۔ ہمارے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ آپ ﷺ نے پوچھا عبداللہ تو اس آدمی کو جانتا ہے میں نے عرض کیا نعم آپؐ نے پوچھا اس کا کیا نام ہے میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا پھر پوچھا اس کی رہائش کہاں ہے میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا فرمایا **فلیس هذهِ بمعرفة** یہ جاننا نہیں ہے۔ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے سامنے گواہی دی آپ نے فرمایا میں تجھے نہیں جانتا۔ کوئی ایسا آدمی لاؤ جو تجھے جانتا ہو۔ ایک آدمی نے کہا کہ میں اسے جانتا ہو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیسے جانتے ہو اس نے کہا **بالعدالة و الفضل** فرمایا کیا وہ تیرا قریبی ہمسایہ ہے کہ تو اس کے دن اور رات، آنے اور جانے کو جانتا ہے (کہ کہاں سے آیا کہاں گیا) اس نے کہا نہیں پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا کبھی اس سے رقم کا لین دین ہوا کہ اس کے ورع پر استدلال ہو سکے اس نے کہا نہیں پھر پوچھا کیا وہ کبھی تیرے سفر کا ساتھی رہا کہ اس کے مکارم اخلاق پر تو استدلال کر سکے اس نے کہا نہیں فرمایا تو اسے نہیں پہچانتا (بیہقی ص ۱۲۵، ج ۱۰)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جرح و تعدیل صرف ان لوگوں کی معتبر ہے جو اچھی طرح جان پہچان رکھتے ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ اپنے علاقے والے جتنا کسی شخص کو جانتے ہیں دوسرے نہیں جانتے اور اسی طرح اپنے مذہب والے جتنا اپنے عالم کو جانتے ہیں دوسرے مذہب والے نہیں جانتے۔ اپنے ہم عصر جتنا جانتے ہیں غیر ہم عصر اتنا نہیں جانتے۔ اس لئے جرح کے وقت ان باتوں کا لحاظ نہایت ضروری ہے کہ کیا جارح اور مجروح کا زمانہ، علاقہ اور مذہب ایک ہیں یا مختلف۔ صورت ثانی میں جرح کا کیا اعتبار؟ پھر جارح نے جرح کا کوئی سبب بیان کیا ہے یا مبہم جرح کی ہے؟ وہ سبب متفق علیہ سبب جرح ہے یا مختلف فیہ۔ اس سبب کا ثبوت پیش کیا ہے یا صرف الزام لگایا ہے پھر جرح کے ناقل کا زمانہ، علاقہ اور مذہب کیا ہے؟ اس نے محض بے سند نقل کیا ہے یا سند اور صحت کو ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ جارح متعصب یا متعنت یا متشدد نہ ہو۔

<u>تنبیہ:</u>

آجکل عثمانی، اسدی، چتروڑی وغیرہ فرقے ہر اس حدیث کو جھوٹا کہہ دیتے ہیں جو

اصطلاحاً صحیح حدیث کی تعریف سے خارج ہو حالانکہ صحیح اور موضوع ابتداء اور انتہاء کے دونوں کناروں پر واقع ہیں سب سے اعلیٰ (۱) خبر واحد صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور درمیان میں احادیث کی بہت سی قسمیں ہیں (۲) صحیح لغیرہ، (۳) حسن لذاتہ، (۴) حسن لغیرہ یہ چاروں قسمیں احکام میں حجت ہیں۔ (۵) پھر ضعیف بضعف قریب جیسے اختلاط راوی، سوئے حفظ، تدلیس، ارسال، جہالت، ستارت وغیرہ یہ متابعات اور شواہد میں کام آتی ہیں اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ بعض اوقات صحیح لغیرہ بن جاتی ہیں پھر تو احکام میں بھی حجت ہیں۔ ورنہ بغیر جابر کے فضائل اور ترغیب وترہیب میں آپ ہی مقبول اور تنہا کافی ہیں۔ (۶) اس کے بعد ضعف شدید ہے جیسے راوی کا فسق وغیرہ قوادح کہ ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو یہ احکام میں متروک اور فضائل وترغیب وترہیب میں عند البعض مطلقاً اور عند البعض بعد انجبار بتعدد طرق مقبول پھر (۷) ضعف اشد ہے اتہام کذب کا ثابت ہوجائے یہ ضعف کی اشد قسم ہے مگر موضوع میں یہ بھی شامل نہیں۔ ابن الجوزی جیسے متشدد نے بھی اس فرق کو ملحوظ رکھا ہے اور دو الگ الگ کتابیں مرتب کی ہیں۔ ایک کا نام ہے **العلل المتناهيه فی الاحاديث الواهيه** دوسری کا نام ہے تذکرۃ الموضوعات۔ آخری مرتبہ (۸) موضوع کا ہے کہ معاذ اللہ رسول پاک ﷺ پر جھوٹ بولنا ثابت ہوجائے۔ یہ بدترین قسم ہے اس کو بلا ذکر وضع بیان کرنا بھی جائز نہیں۔ امام نوویؒ کلبی جیسے راویوں کا ذکر کر کے لکھتے ہیں **انهم قد يروون عنهم احاديث الترغيب و الترهيب وفضائل الاعمال والقصص واحاديث الزهد و مكارم الاخلاق ونحو ذلک مما لا يتعلق بالحلال والحرام و سائر الاحكام وهذا الضرب من الحديث يجوز عند اهل الحديث وغيرهم التساهل فيه ورواية ما سوى الموضوع منه والعمل به حدثوا عن بنی اسرائیل** بخاری (شرح مسلم ص ۲۱ ج ۱) علامہ زرکشی فرماتے ہیں "**بين قولنا موضوع وبين قولنا لايصح بون كثير فان الاول اثبات الكذب والاختلاق والثانی اخبار عن عدم الثبوت ولايلزم منه اثبات العدم وهذا**

یجیٔ فی کل حدیث قال فیه ابن الجوزی لایصح ونحوه اھ وقال ایضاً لایلزم منه ان یکون موضوعاً فان الثابت یشمل الصحیح والضعیف دونه اللالی المصنوعه ص ۷ ج ۱، تنزیہ الشریعہ ص ۱۴۰ ج ۱، یہی بات سیوطی، ملا علی قاری، لکھنوی اور ظفر احمد صاحب تھانوی نے فرمائی ہے حاشیہ قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۷۲۔

الفاظ جرح وتعدیل:

جرح کے بارہ میں جتنے بھی الفاظ محدثین ذکر کرتے ہیں وہ سب اپنی مراد میں مبہم ہیں فان هذهِ الالفاظ کلها للجرح المبهم قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۵۴، یہاں یہ بات یاد رکھنا بہت ضروری ہے کہ صرف الفاظ کو نہیں بلکہ شخصیت کو بھی دیکھا جائے گا۔ دیکھئے قرآن پاک میں عاصی، مذنب، ظالم، ضال کا لفظ کفار، فساق سے لے کر انبیاء علیہم السلام تک کے لئے استعمال ہوا ہے لیکن ان الفاظ کے معانی ہر جگہ ایک نہیں ہوتے بلکہ شخصیت کو دیکھ کر معنی متعین کئے جاتے ہیں الفاظ جرح میں لفظ کذب بہت سخت لفظ ہے مگر یہ لفظ حضرت ابراہیمؑ پر بولا گیا (بخاری ص ۴۷۳، ۴۷۴) وہاں معنی توریہ لیا گیا۔ اس لئے بعض محدثین نے یہ لفظ فقہاء پر بول دیا کہ وہ حیلے کرتے ہیں حالانکہ ہر حیلہ ناجائز نہیں۔ اسی طرح یہ لفظ خطا اجتہادی پر بھی بولا جاتا ہے حضرت عبادہ بن صامتؓ نے وجوبِ وتر کے مسئلہ میں ایک بدری صحابی کے بارہ میں فرمایا کہ کذب ابو محمد موطا مالک ص۔ احمد ۵-۳۱۹۔ ابو داوٗد، نسائی اس لئے بعض محدثین نے فقہاء وغیرہم کی خطا اجتہادی پر بھی کذاب کا لفظ بول دیا۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ امام ابن معین فرماتے ہیں من لا یخطی فی الحدیث فهو کذاب (الکامل ص ۱۰۲ ج ۱) اور دوسری جگہ فرماتے ہیں من لم یکن سمحاً فی الحدیث کان کذاباً فقیل له کیف یکون سمحاً؟ قال اذا شک فی الحدیث ترکهٗ الکامل ص ۱۲۳ ج ۱ اور فرماتے ہیں ما رأیت الکذب انفق منه ببغداد (ص ۱۲۳ ج ۱) حضرت ابو درداءؓ نے خطبہ دیا اور فرمایا من ادرکه الصبح فلا وتر لهٗ

فذکر ذلک لعائشۃؓ فقالت کذب ابودرداء کان النبی ﷺ یصبح ویوتر الکامل (ص۴۹ ج۱) حضرت سعید بن المسیب نے ایک مسئلہ کے ذکر پر فرمایا کذب ابن عباس (الکامل ص۵۱ ج۱) حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کذب عکرمۃ ص۵۱ ج۱۔ اور حضرت سعید بن جبیرؒ نے ہی فرمایا کذب نافع اوقال اخطأ نافع (الکامل ص۵۱ ج۱) امام عطاء بن ابی رباح نے فرمایا کذب عکرمہ الکامل ص۵۲ ج۱، امام محمد بن سیرین نے فرمایا عکرمۃ کذاب (الکامل ص۵۳ ج۱) الغرض لفظ کذب کئی معنوں میں مستعمل ہے جب تک یہ وضاحت نہ ہو کہ اس نے کیا کذب بولا ہے اس وقت تک یہ جرح مبہم ہے کذب بمعنی توریہ، کذب بمعنی خطاء سرے سے جرح ہی نہیں ہے۔

وضاع:

وضاع میں بھی ابہام ہے کیونکہ حدیث کا لفظ محدثین کے نزدیک سند پر بولا جاتا ہے۔ اب کسی صحیح بلکہ متواتر حدیث کی کوئی نئی سند گھڑے تو اس کو محدثین یضع الحدیث کہتے ہیں حالانکہ یہ کذب علی الرسول نہیں بلکہ کذب علی الرواۃ ہے اس لئے یہ ساتویں قسم میں ہوگا۔ بعض اوقات ایک حدیث واقعۃً جھوٹی ہوتی ہے لیکن واضع دوسرا راوی ہوتا ہے محدث کسی اور کو غلطی سے کہہ دیتے ہیں۔ موضوع حدیث کے مضمون کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا حرام ہے مگر حدیث کا مضمون اور مسئلہ قواعد شرعیہ پر پیش کیا جائے گا مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ رسول پاک ﷺ ناشتہ میں ایک پیالی چائے اور دو کیک استعمال فرماتے تھے تو اس مضمون کی حضور ﷺ کی طرف نسبت بالکل حرام ہے مگر چائے اور کیک حرام نہیں ان کا حکم قواعد شرعیہ سے لیا جائے الغرض یہ ضروری ہے کہ بتایا جائے کہ کونسی حدیث موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے کا ثبوت کیا ہے۔

شیعہ:

شیعہ، غالی، رافضی جو حضرت علیؓ کو عثمانؓ سے افضل سمجھے غالی جو شیخین سے افضل

سمجھے رافضی جو صحابہ پر تبرا کرے۔

نوٹ ضروری:

اہل سنت والجماعت بالترتیب چار دلائل شرعیہ کو مانتے ہیں جو مسئلہ ان چار دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل سے بھی ثابت ہو جائے اس کو ثابت مانتے ہیں مگر غیر مقلدین ان میں سے صرف دو دلیلوں کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ نہ اجماع کو مانتے ہیں نہ قیاس کو نہ قرآن کو۔ احادیث میں صرف ان احادیث کو تلاش کرتے ہیں جو کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ سے مخالف ہوں ان پر عمل کرتے ہیں کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف دلیل سے کہا جائے گا یا بے دلیل۔ ان کے ہاں دلیل صرف خدا یا رسول کا قول ہے اس لئے وہ یا اللہ تعالیٰ کا قول پیش کریں گے یا رسول اللہ ﷺ کا کہ فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں ضعیف ہے فلاں ناسخ ہے فلاں منسوخ ہے ہم جس حدیث پر بالاتفاق چاروں ائمہ مجتہدین نے عمل کر لیا اس کو دلیل اجماع سے صحیح کہیں گے اور جس میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہو گیا ان میں سے جس کے موافق ہمارے امام صاحبؒ نے عمل فرمایا اس کے متعلق یہ خیال کریں گے کہ یہ ائمہ محدثین وفقہاء اہل کوفہ کے ہاں صحیح ہے اور یہ آپ ﷺ کا آخری عمل ہے۔

تنبیہ:

ہمارے اس سوال سے تنگ آ کر اب غیر مقلدین بھی کہنے لگے ہیں کہ بوقت ضرورت قیاس کو مانتے ہیں۔ ہم فقہ کو مانتے ہیں ان سے فوراً چار سوال کرو (۱) فقہ اور قیاس کے ماننے کے دلائل کتاب وسنت سے بیان کریں۔ فقہ اور قیاس کی تعریف کریں (۲) آپ قادیانیوں، نیچریوں، پرویزیوں کی طرح بغیر اصول کے قیاس کرتے ہیں یا اصول سے تو اپنی اصول فقہ کی مسلمہ کتاب لائیں (۳) اگر آپ فقہ کو مانتے ہیں تو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی فقہ کی طرح آپ بھی اپنی فقہ کی کتاب پیش کریں (۴) جب حنفی شافعی، مالکی، حنبلی قیاس کو مانتے ہیں تو تم ان کو اہل حدیث نہیں اہل الرائے کہتے ہو۔ اس لئے اپنا نام اہل الرائے رکھو اور توبہ

نامہ شائع کرو کہ ہم آج تک جھوٹ بولتے رہے کہ ہم اہل حدیث تھے۔ ان چار سوالوں کے جواب کے بغیر یہ دعویٰ کرنا کہ ہم قیاس کو مانتے ہیں بالکل باطل ہے۔ کبھی کہتے ہیں ہم محدثین کی فقہ مانتے ہیں ہر محدث کو فقیہ ماننا ایسی ہی جہالت ہے جیسے ہر حافظ قرآن کو مفسر قرآن ماننا اور ہر پنساری کو طبیب ماننا جب چار دلیلیں مان لیں تو جن کے محدث ہونے پر اجماع ہو ان کو محدث، جن کے مجتہد ہونے پر اجماع ہو ان کو مجتہد مانا جائے گا۔

فاتحہ قراءۃ ہے

غیر مقلدین کے علماء نے اپنے عوام کو یہ بتا رکھا ہے کہ سورۃ فاتحہ قراءت نہیں۔ حالانکہ یہ صراحۃ احادیث نبویہ کا انکار ہے۔ ہم نے چند احادیث لکھ دی ہیں۔ شاید کسی غیر مقلد کو حدیث رسول ماننے کی توفیق ہو جائے۔ اگرچہ ان سے امید نہیں کہ وہ حدیث کو مانیں۔ عن عائشة قالت کان رسول اللہ ﷺ یستفتح الصلوة بالتکبیر والقراءة بالحمد للہ رب العلمین مسلم ص۱۹۴ ج۱۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع فرماتے تکبیر سے اور قراءۃ شروع فرماتے تھے الحمد للہ رب العلمین کے ساتھ مسلم ص۱۹۴ ج۱۔

عن انسؓ قال کان رسول اللہ ﷺ وابوبکر و عمر و عثمان یفتتحون القراءة بالحمد للہ رب العلمین ترمذی ص ۵۷ ج۱۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ قراءۃ الحمد للہ رب العلمین سے شروع کرتے تھے۔ ترمذی ص ۵۷ ج۱۔

عن عائشة قالت کان رسول اللہ ﷺ یفتتح الصلوة بالتکبیر والقراءة بالحمد للہ رب العلمین ابوداؤد ص۱۲۱ ج۱۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے تھے تکبیر کے ساتھ اور قراءۃ شروع کرتے تھے الحمد للہ رب العلمین کے ساتھ ابوداؤد ص۱۲۱ ج۱۔

عن انسؓ قال کان النبی ﷺ و ابوبکر و عمر یستفتحون القراءة بالحمد للہ رب العالمین۔ نسائی ص۱۴۳ ج۱۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ، ابوبکر صدیقؓ، وعمر فاروقؓ، قراءت الحمد للہ رب العلمین کے ساتھ

شروع فرماتے تھے۔نسائی ص ۱۴۳ ج ا۔

عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ يفتتح القراءة بالحمد لله رب العلمين ابن ماجہ ص ۵۸،۵۹۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قراءة الحمد لله رب العلمين سے شروع فرماتے تھے ابن ماجہ۔

عن انس بن مالك قال كان رسول الله ﷺ و ابوبكر و عمر يفتتحون القراءة بالحمد لله رب العلمين ابن ماجہ ص ۵۹۔

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ قراءةالحمد لله رب العلمين سے شروع فرماتے تھے۔

عن ابی هريرة ان النبی ﷺ كان يفتتح القراءة بالحمد لله رب العلمين ابن ماجہ ص ۵۹۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ قراءةالحمد لله رب العلمين سے شروع فرماتے،ابن ماجہ۔

آپ ﷺ تکبیر اور قراءۃ (الحمد) کے درمیان ثناء پڑھتے تھے بخاری ص ۱۰۳ ج ا۔

مولوی شمشاد سلفی کی ایک تقریر پر تبصرہ

برادرانِ اسلام! جماعت اہل حدیث کے جلسۂ عام میں مولانا شمشاد احمد سلفی نے اس دعویٰ پر تقریر شروع فرمائی کہ ہم صرف قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں لیکن پوری تقریر میں اپنا نام اہل حدیث اور اپنی نماز کا مکمل طریقہ بھی صرف قرآن حدیث سے ثابت نہ کر سکے پہلے قرآن اور حدیث کو بجلی کے مثبت اور منفی تاروں سے تشبیہ دے کر یہ ثابت کر دکھایا کہ قرآن اور حدیث دو متضاد چیزیں ہیں کیونکہ مثبت اور منفی دو متضاد مفہوم ہیں پھر قرآن کو باپ اور حدیث کو ماں اور اہل حدیث کو اس ماں باپ کی اولاد قرار دیا اور بتایا کہ جب تیسرا آتا ہے تو نسب خراب ہو جاتا ہے جب کہ صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین کے ہزار ہا فقہی فتاویٰ کتب حدیث میں موجود ہیں ائمہ اربعہ اور ان کے سب مقلدین اہل سنت کتاب، سنت، اجماع اور قیاس کو مانتے ہیں تو تمام صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور تمام اہل سنت کو خراب نسب والا کہہ کر قرآن کی کس آیت کی ترجمانی کی۔ پھر یہ کہا کہ خدا نے ہمیں ایک ہاتھ قرآن کے لئے دوسرا حدیث کے لئے ایک آنکھ قرآن کے لئے اور دوسری حدیث کے لئے دی ہے لیکن قرآن حدیث سے یہ نہیں بتایا کہ قرآن کس ہاتھ سے پکڑا جائے اور کونسی آنکھ بند رکھی جائے کیونکہ وہ قرآن کے لئے نہیں۔ پھر اسلامی نماز کا مولانا نے وہ مذاق اڑایا کہ شاید اس کی مثال کفر کی پوری تاریخ میں بھی نہ مل سکے اور تقریر میں بار بار گستاخان صحابہ کو اپنا بھائی کہہ کر صحابہ کرام کی دل آزاری کی۔ غرض ان کی ساری تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ نبی پاک ﷺ کی سنتوں کا مذاق اڑانے، صحابہ کرامؓ کی دل آزاری کرنے اور تمام اہل سنت کو خراب نسب والا کہنے میں ہی قرآن و حدیث پر عمل ہو سکتا ہے ورنہ نہیں پھر بلا استثناء تمام اہل کوفہ کا مذاق اڑایا جہاں ایک ہزار سے زائد صحابہ کرام اور ہزاروں تابعین آباد ہوئے جس کو حضرت عمرؓ نے علمی مرکز قرار دیا

حضرت علیؓ نے اپنا دارالخلافہ بنایا۔ اہل سنت نے صرف دو تین گزارشات پوچھیں:

(۱) قرآن پاک کی سات متواتر قراءتیں ہیں جن میں اختلاف ہے۔ آپ لوگ ان سات قراءتوں میں سے صرف ایک قراءت پر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں جو قاری عاصم کوفی کی قراءت اور قاری حفص کوفی کی روایت ہے آپ نے چھ قراءتوں کو چھوڑا تو کس آیت یا حدیث کی وجہ سے اور ایک کو اختیار کیا تو کس آیت یا حدیث سے وہ آیت یا حدیث بتائیں۔

(۲) پھر آپ کو نہ مکہ کے قاری کی قراءت پسند آئی نہ مدینہ کے قاری کی آپ نے کوفہ کے قاری کی قراءت کو پسند فرمایا۔ تو کس آیت اور حدیث سے۔

(۳) آپ نے قرآن پاک کی قراءت میں تو اہل کوفہ پر اعتماد کیا لیکن نماز نبوی ﷺ جو اہل کوفہ کی معرفت قرآن پاک سے بھی زیادہ تواتر کے ساتھ امت کو ملی اس متواتر نبوی نماز کو غلط قرار دیا۔ یہ فرق قرآن کی کس آیت یا حدیث میں ہے کہ خدا کے قرآن کے بارہ میں اہل کوفہ پر اتنا اعتماد کرنا کہ مکہ اور مدینہ کے قاری صاحبان کو بھی چھوڑ جانا لیکن نماز نبوی ﷺ کے بارہ میں اہل کوفہ پر اعتماد نہ کرنا۔

(۴) قرآن پاک کو آپ مانتے ہیں مگر اس کی ہر ہر آیت کی سند آپ کتب حدیث سے نہیں دکھا سکتے تو متواتر نماز کے ہر عملی متواتر مسئلے کی سند دیکھنے کو ضروری قرار دینا یہ فرق کس آیت یا حدیث میں ہے مرکزی جمعیت اہل حدیث اوکاڑہ اردو بھی نہیں سمجھ سکتی۔ ان سوالات کا جواب قرآن و حدیث سے دینے کی بجائے یوں لکھ دیا کہ کوفہ میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ اس بے سمجھی اور جہالت کی مثال پہلے دنیا میں موجود نہیں۔ نوجوانان اہل سنت نے یہ کہا تھا کہ فرمان رسول ﷺ علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین کے نبوی اصول کے مطابق آپ ثابت کر دیں کہ نماز میں ہمیشہ رسول پاک ﷺ اور خلفائے راشدین سینہ پر ہاتھ باندھنے کو سنت فرماتے تھے یہ ابن خزیمہ میں دکھا دیں تو ہم سب اہل حدیث ہو جائیں گے۔ مگر مرکزی جمعیت اہل حدیث اس میں سو فیصد ناکام ہو گئی ہے اس نے اپنے جوابی اشتہار میں قرآن و حدیث کی بجائے بعض امتیوں کی آراء درج کی ہیں اور نیچے نام مرکزی

جمعیت اہل حدیث لکھا ہے حالانکہ ان کا اپنا نام مرکزی جمعیت اہل الرائے لکھنا لازم ہے جب وہ حدیث میں لفظ سنت نہیں دکھا سکے نہ قیامت تک دکھا سکیں گے تو یہ اہل حدیث ہونا نہیں بلکہ حدیث کا نام لے لے کر جھوٹ بولنا ہے۔ اب بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ وہ صرف ایک ہی حدیث کسی خلیفہ راشد سے دکھا دیں جس میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے ساتھ لفظ سنت ہو تو ہم مسلک اہل حدیث قبول کر لیں گے۔ آپ حضرات کا جب دعویٰ ہے خدا اور رسول کے علاوہ کسی کی بات حجت نہیں تو آپ جس حدیث کو ضعیف کہیں خدا یا رسول سے اس کا ضعیف یا صحیح ہونا ثابت کریں۔ اگر آپ یہ نہ کر سکیں تو اہل حدیث ہونے کے دعویٰ سے دست برداری کا اعلان کر دیں اور صاف شائع کریں کہ تو امتیوں کی رائے سے حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں ہم اہل حدیث کا جھوٹا دعویٰ کرتے رہے تو پھر ہم آپ کے اشتہار کی خیانتیں اور جھوٹ واضح کر دیں گے۔ فقط۔

ترک رفع یدین کی ایک حدیث پر اعتراض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دام فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی۔ احوال آنکہ گرامی نامہ باعث عزت افزائی ہوا۔ میں نے ایک خط میں عدالت کے فیصلوں اور مناظروں کے فیصلوں کے فوٹوسٹیٹ بھیجے تھے ان کے بارہ میں جناب نے کچھ تحریر نہیں فرمایا کہ مل گئے ہیں یا راستہ میں ہی گم ہو گئے ہیں۔ میں دو تین دن کے لئے سفر میں چلا گیا تھا۔ واپسی پر کام تو بہت تھا مگر آپ کی شفقت اور محبت کے پیش نظر آپ کے گرامی نامہ کا جواب پہلے لکھنا مناسب سمجھا۔ گرامی نامہ میں مذکور ہے کہ (۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کہ انہوں نے لوگوں سے (جو صحابہ و تابعین تھے) کہا کہ آؤ میں تم کو اللہ کے رسول والی نماز پڑھاؤں پھر آپ نے نماز پڑھائی اور رفع یدین شروع نماز میں کی (ترمذی۔ ابوداؤد، نسائی وغیرہ) اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کی سند میں سفیان ہیں جو مدلس ہیں اور عن سے روایت کرتے ہیں اس لئے یہ روایت قابل قبول نہیں۔

مکرمی! خیر القرون میں کسی حدیث کے صحیح اور قبول ہونے کا ایک ہی معیار تھا کہ اس پر صحابہ، تابعین میں عمل جاری ہو جائے، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے بعد فرمایا کہ اس پر صحابہ نے عمل کیا اور اہل علم تابعین نے سب اہل کوفہ نے اور سفیان ثوری نے (ترمذی) امام ابراہیم نخعیؒ تابعیؒ نے اس حدیث کو سنداً بھی متواتر قرار دیا حدثنی من لا احصی مسند امام اعظم اور عملاً بھی متواتر قرار دیا۔ ما سمعتہ من احدٍ منھم انھم کانوا یرفعون ایدیھم فی بدء الصلوٰۃ حین یکبرون (موطا محمد) کہ میں نے اس حدیث کے خلاف

نہ کبھی کوئی بات کانوں سے سنی اور آنکھوں سے یہی دیکھا کہ سب لوگ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ ہم پورے وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ امام التابعین امام ابراہیم نخعیؒ کے اس چیلنج کے خلاف کہ تحریمہ کے بعد ترک رفع یدین سنداًاور عملاً متواتر ہے کوئی زبان حرکت میں نہ آئی۔ تو اہل خیر القرون صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا اس حدیث کو متفقہ طور پر قبول فرمانا اس کی صحت کی یقینی دلیل ہے۔ خیر القرون کے بعد کیا ہوا۔ امام بخاریؒ صرف دو صحابہ سے رفع یدین کا ثبوت نامکمل پیش کر سکے۔ لیکن ان کا دوام ثابت نہ کر سکے۔ جیسے کوئی یہ ثابت کرے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے سچے نبی ہیں اور یہ بات کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے آخری نبی ہیں یہ خبر واحد سے بھی ثابت نہیں بلکہ بالکل جھوٹ ہے۔

اسی طرح امام بخاریؒ نے کسی بدری صحابی سے نہیں بلکہ ایک بچے ابن عمرؓ اور ایک بیس رات کے مسافر حضرت مالک بن الحویرثؓ سے رفع یدین نامکمل ۹ جگہ ثابت کی۔ لیکن اس پر عمل جاری رہا یا نہ رہا اس سے یہ دونوں حدیثیں خاموش ہیں۔ امام بخاریؒ کے شاگرد رشید امام نسائی نے بخاری والی دونوں حدیثیں نسائی ص ۱۵۸ ج ۱ پر لکھ کر بعد میں ترک ذلک کا باب باندھ کر ثابت کر دیا کہ رفع یدین کی ان دونوں حدیثوں پر عمل متروک ہو گیا تھا۔ امام مسلمؒ نے ایک چھلانگ اور لگائی اور ان دو کے ساتھ ایک مسافر صحابی حضرت وائل بن حجرؓ اور تلاش کر لیا۔ لیکن انہوں نے بھی نامکمل ۹ جگہ کی رفع یدین کا صرف اثبات کیا۔ دوام ثابت نہ کر سکے امام نسائیؒ نے ص ۱۶۱ پر مسلم والی تینوں احادیث تحریر فرما کر اسی حدیث ابن مسعودؓ سے ان کا متروک العمل ہونا ثابت کر دیا اور اس میں امام نسائی تنہا نہ رہے بلکہ امام ترمذیؒ جو امام بخاریؒ کے چہیتے شاگرد تھے انہوں نے بھی رفع یدین کا صرف اثبات کیا جیسے کھڑے ہو کر پیشاب فرمانے اور جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا اثبات کیا مگر دوام ثابت نہ کر سکے بلکہ بعد میں حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث لا کر رفع یدین کی احادیث کو متروک العمل قرار دے دیا۔ اور اسی طرح صحاح ستہ والوں میں فقیہ محدث ابوداؤد نے بھی رفع یدین کے اثبات کی احادیث نقل فرمائیں۔ مگر دوام رفع یدین کے ثبوت سے بالکل عاجز رہے بلکہ اس کے بعد

السابقون الاولون حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو مہاجر بھی تھے اور حضرت البراء بن عازب سے رفع یدین کا متروک العمل ہونا ثابت فرما دیا۔ اور صحاح ستہ میں سے ایک کتاب بھی ایسی نہ ملی کہ جنہوں نے پہلے ترک رفع یدین کی حدیث لکھی ہو اور بعد میں اس کے متروک ہونے کی روایت لائے ہوں۔ یہ عام فہم بات مخالفین احناف کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔ اس لئے اس سنداً اور عملاً متواتر حدیث پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اصول حدیث کے تمام قاعدوں کو پامال کر دیا گیا۔ جس حدیث پر کروڑ ہا مسلمانوں کا عمل چلا آرہا تھا۔ زبیر علی زئی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب نور العینین میں کروڑ ہا کے مقابلہ میں ۲۰ نام پیش کئے۔ ان میں بھی یہ تمیز نہ رکھی کہ جارح کون ہے اور ناقل کون؟ ایک جج کا فیصلہ اگر بیس اخبارات میں چھپ جائے تو اسے ایک ہی فیصلہ کہا جاتا ہے نہ کہ بیس فیصلے۔ مگر اتنی عقل زبیر علی زئی میں کہاں۔ پھر اگر واقعی زبیر علی زئی کا مقصد تحقیق تھا تو وہ بات کو کھول کر بیان کرتا کہ مجروح راوی کا زمانہ کونسا ہے علاقہ کونسا ہے، مذہب کیا ہے اور جارح متعصب یا متشدد تو نہیں۔ اس نے جو سبب جرح بیان کیا ہے وہ متفق علیہ جرح ہے یا مختلف فیہ، جارح کا زمانہ، علاقہ اور مذہب کیا ہے اس جرح کا ثبوت کس طرح سے ہوا۔ پھر ناقل کا زمانہ، علاقہ اور مذہب کیا ہے۔ اس نے جارح سے یہ بات باسند نقل کی ہے۔ تو سنداً ہر راوی کی توثیق اور اگر نہیں کی تو جرح کیسے ثابت ہوگی۔ ورنہ مبہم طور پر کسی راوی کو ضعیف مخالف حدیث کہنا اپنے وقت اور سرمایہ کو برباد کرنا ہے۔

سند اور تعامل:

یہ بات یاد رہے کہ دورِ صحابہ اور تابعین میں حدیث کے صحت اور ضعف کا دارومدار سند پر بالکل نہ تھا، چنانچہ امام ابن سیرین ۱۱۰ھ فرماتے ہیں لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالكم فينظر الى اهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر الى اهل البدع فلا يؤخذ حديثهم (صحیح مسلم ص ۱۱ ج ۱) کہ لوگ سند کا حال نہیں پوچھا کرتے تھے۔ جب اہل بدعت کا فتنہ کھڑا ہوا تو اب پوچھنے لگے

کہ سند کے راوی بتاؤ تا کہ اہل سنت راویوں کی حدیث قبول کی جائے اور اہل بدعت کی حدیث رد کی جائے۔ ظاہر ہے کہ خیر القرون میں مدار صحت فقہاء کرام کا فتویٰ اور لوگوں کا تعامل تھا۔ موطا امام مالک پڑھ جائیے ان کے ہاں مدار اہل مدینہ کا تعامل ہی ہے۔ موطا امام محمد کا مطالعہ فرمائیے۔ وہ فقہاء عراق کا تعامل بیان فرماتے ہیں۔ سند کی حیثیت ثانوی تھی بلکہ حدیث کی صحت اور ضعف کا مدار ہی مجتہد کا عمل تھا۔ اگر مجتہد نے اس پر عمل کر لیا تو حدیث کی صحت کی دلیل تھی اگر عمل ترک کر دیا تو ضعف کی دلیل۔ اس بات کو آپ مثال سے سمجھیں کہ رمضان شریف کا چاند مفتی شہر کے نزدیک دو عادل گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو گیا۔ اب اس ثبوت کو بطور اعلان جب مفتی صاحب بیان کریں گے تو ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ ہر شخص کے سامنے نام لیں کہ زید اور بکر نے چاند کی گواہی دی میں نے تحقیق کر لی کہ وہ دونوں واقعۃً عادل ہیں اس لئے سب تراویح پڑھیں اور صبح روزہ رکھیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی صاحب ان کا نام بیان نہ کریں صرف یہ اعلان کر دیں کہ چاند ثابت ہو گیا ہے۔ تراویح پڑھو اور روزے رکھو۔ عوام خواص کا اصل اعتماد تو قاضی پر ہے۔ اس دوسرے طریقے کو تدلیس کہتے ہیں اور پہلے طریقے کو سند کا طریقہ۔ خیر القرون میں یہ طریقہ عام تھا کہ جب ایک مسلمہ محدث، مسلمہ فقیہ مسلمہ قاضی کو ایک بات کے ثبوت کا اطمینان ہو گیا تو وہ کبھی سند کے ساتھ روایت کرتے کبھی سند کو ترک کر دیتے۔ سند میں انقطاع۔ ارسال، تدلیس، جہالت وغیرہ آجاتی۔ دیکھو موطا مالک میں کتنی بلاغات اور مرسلات ہیں کیونکہ ان کے ہاں اصل دارو مدار تعامل فقہاء تھا نہ کہ سند۔ اسی لئے امام شعبہ ۱۶۰ھ جو امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے مشہور تھے۔ فرماتے ہیں ما رأیت احداً من اصحاب الحدیث الا یدلس. الا ابن عون و عمرو بن مرہ (طبقات المدلسین ابن حجر ص ۱۵۱) میں نے کسی محدث کو نہیں دیکھا کہ جو تدلیس نہ کرتا ہو مگر ابن عون اور عمرو بن مرہ۔ امام شعبہؒ کی پیدائش ۸۳ھ میں ہوئی اور ۷۷ سال عمر پا کر ۱۶۰ھ میں انتقال فرمایا۔ علامہ ذہبی کی کتاب تذکرۃ الحفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں کم از کم ۲۳۱ جلیل القدر محدث گزرے ہیں۔ بقول شعبہ ان میں سے صرف دو تدلیس نہیں کرتے تھے۔ اب اگر ان ۲۲۹ جلیل القدر محدثین کی احادیث ترک کر دی

جائیں تو علم حدیث ختم ہو جائے۔ حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں ۱۵۳ مدلسین کا ذکر کیا ہے۔ جن میں امام مالکؒ نمبر ۲۲ امام بخاری نمبر ۲۳ امام مسلم نمبر ۲۸ حسن بصری نمبر ۴۰ زھری نمبر ۱۰۲، قتادہ ص ۹۲ عبدالرزاق نمبر ۵۸، طیالسی ۵۳ سفیان ثوری ص نمبر ۵۱، سفیان بن عیینہ نمبر ۵۲، ابن جریج نمبر ۸۳ دارقطنی نمبر ۱۹ وغیرہ بڑے بڑے جلیل القدر محدثین کے اسماء گرامی آتے ہیں اور نہ صرف باقی صحاح اربعہ بلکہ صحیحین بھی مدلسین کے عنعنہ سے لبریز ہیں۔ آجکل کا نام نہاد حدیث فرقہ جن کی سب سے بڑی خوشی اس بات میں منحصر ہے کہ زیادہ سے زیادہ احادیثِ صحیحہ کا انکار کیا جائے اور ان کی جماعت میں بڑے اہل حدیث کا معیار ہی یہی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ احادیث صحیحہ کا انکار کرے۔ اسی لئے جناب ارشاد الحق اثری یہ جرنیلی حکم صادر فرماتے ہیں ''اور مدلس کی معنعن روایت بالکل صحیح نہیں ہوتی (توضیح الکلام ص ۴۱۵ ج ۳) لہٰذا مدلس کی معنعن روایت کیونکر صحیح یا حسن ہو سکتی ہے (توضیح الکلام ص ۴۷۵ ج ۲) یہ روایت معنعن ہے۔ اسلئے اس سے استدلال کسی بھی صورت صحیح نہیں (توضیح الکلام ص ۴۹۴ ج ۲) اور یہ بات طے شدہ ہے کہ مدلس کی معنعن روایت صحیح نہیں ہوتی (توضیح الکلام ص ۵۵۸ ج ۲) امام ابن القیم حدیث کے طالب علم بھی نہیں امام ابن القیم نے ایک جگہ محمد بن اسحاق جو مدلس ہے اس کی عن والی روایت کو حسن فرما دیا۔ مولانا اثری اس پر بہت جز بز ہو گئے اور یہ مجذوبانہ بڑ ہانک دی ''اصولِ حدیث کا طالب عالم اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ حافظ ابن قیم کا ابن اسحاق کی تدلیس کے متعلق یہ جواب صحیح نہیں۔ وہ اس کی کمزوری اور خامی سے بخوبی واقف ہیں (توضیح الکلام ص ۵۶۳ ج ۲) کیا ہم بھی جناب ارشاد الحق اثری سے یہ امید رکھ سکتے ہیں کہ آپ نے توضیح الکلام ص ۲۲۱ ج ۱ پر حضرت عبادہؓ کی قراءت خلف الامام کی جو حدیث نقل فرمائی ہے اس کی ترمذی کی سند میں محمد بن اسحاق بھی مدلس ہے اور مکحول بھی مگر امام ترمذی نے اس کے باوجود اسے حسن فرمایا ہے۔ تو کیا آپ امام ترمذیؒ کو طلباءِ حدیث سے خارج فرمائیں گے۔ ہاں اتنی کرم فرمائی تو آپ پہلے فرما چکے ہیں ''لہٰذا یہ کہنا کہ ابوعوانہ کی تمام حدیثیں صحیح ہیں محض خوش فہمی پر مبنی ہے جس طرح سنن نسائی اور جامع ترمذی کو بعض نے صحیح کہا ہے مگر ان کی تمام روایات صحیح نہیں یا جیسے صحیح ابن خزیمہ اور صحیح

ابن حبان ہیں کہ ان کی بھی تمام تر روایات صحیح نہیں (توضیح الکلام ص ۲۶۴ ج ۲) اثری صاحب کو صاف گوئی کی عادت نہیں ورنہ عوام کو صاف طور پر سمجھا دیتے کہ ترمذی اور نسائی صحاح ستہ سے خارج ہیں ان کی سب حدیثیں صحیح نہیں۔

سئی الحفظ:

مولانا ارشاد الحق اثری بد حافظہ ہیں یہاں تو یہ فرما دیا کہ ابن حبان اور ابن خزیمہ کی سب حدیثیں صحیح نہیں مگر ص ۲۲۲ ج ۱ پر اپنی پیش کردہ دلیل کو صحیح ثابت کرنے کے لئے لکھ دیا کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے (یہی بات توضیح الکلام ص ۱۶۴ ج ۱ پر ہے)'' اسی طرح توضیح الکلام ص ۲۲۲ ج ۱ پر تو لکھ دیا کہ امام دارقطنی محمد بن اسحاق والی حدیث کو حسن کہتے ہیں لیکن اسی کتاب ص ۲۳۲ ج ۱ پر لکھا کہ دارقطنی سے ابن اسحاق اور ان کے والد کے بارہ میں سوال پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا **لا یحتج بھما وانما یعتبر بھما** (بغدادی) لیکن اثری صاحب اور دارقطنی اس کی روایت سے احتجاج کر رہے ہیں۔

قابل غور:

اثری صاحب نے **لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب** بخاری ص ۱۰۴ ج ۱ کے حوالہ سے ذکر کی ہے مگر بخاری میں اس کی ایک ہی سند ہے جس میں زہری مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔ بہر حال بخاری کی یہ سند اثری کے اصول پر نہ صحیح ہو سکتی ہے نہ حسن۔ اگرچہ اس حدیث میں مقتدی کا لفظ نہیں۔ مگر اثری صاحب نے پورا زور لگا دیا ہے کہ بخاری کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو مقتدی امام کے پیچھے خود فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ لیکن اثری صاحب کا یہ دعویٰ نہ صرف بدفہمی پر مبنی ہے بلکہ نہایت ہی غیر ذمہ دارانہ ہے چنانچہ بد حافظہ کا یہ مریض خود ہی لکھتا ہے ''امام بخاری سے لے کر دورِ قریب کے محققین علمائے اہل حدیث تک کسی کی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے وہ بے نماز ہے وغیرہ اس لئے آج بعض حضرات (عبدالرحمٰن مبارکپوری، عبید اللہ رحمانی، ارشاد الحق اثری، شمشاد سلفی وغیرہ) نے جو قدم اٹھایا ہے اسے

پیش قدمی نہیں کہا جاسکتا پھر جماعت کے نامور اور ذمہ دار حضرات میں بھی ان کا شمار نہیں ہوتا۔ (توضیح الکلام ص ۴۳ ج ۱)۔

دوسری جگہ رقمطراز ہیں "فاتحہ نہ پڑھنے والے پر تکفیر کا فتویٰ یا اس کے بے نماز ہونے کا فتویٰ امام شافعی سے لے کر مؤلف خیر الکلام تک کسی ذمہ دار محقق عالم نے نہیں دیا (توضیح الکلام ص ۹۹ ج ۱) تیسری مرتبہ بھی تاکید فرماتے ہیں "امام بخاری سے لے کر تمام محققین علمائے اہل حدیث میں سے کسی نے نہیں کہا کہ جو فاتحہ نہ پڑھے وہ بے نماز ہے کافر ہے (توضیح الکلام ص ۱۵۷ ج ۱)

اہل اسلام:

جناب اثری صاحب امام احمدؒ سے نقل فرماتے ہیں "امام احمد نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے قراءت کرتا ہے (امام فاتحہ اور سورۃ دونوں جہر سے پڑھتا ہے) اور مقتدی اس کے پیچھے قراءت نہ کرے (نہ فاتحہ پڑھے نہ سورت) تو اس کی نماز فاسد ہوگی فرمایا کہ یہ آنحضرت ﷺ ہیں اور یہ آپ کے صحابہ اور تابعین ہیں اور یہ امام مالکؒ ہیں اہل حجاز میں۔ یہ امام ثوریؒ ہیں اہل عراق میں، یہ امام اوزاعی ہیں اہل شام میں، اور یہ امام لیث ہیں اہل مصر میں۔ ان میں کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کا امام قراءت کرے (فاتحہ سورت پڑھے) اور مقتدی قراءت نہ کرے (نہ فاتحہ پڑھے نہ سورت) تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے (توضیح الکلام ص ۸۸ ج ۱) ایک پرائمری سکول کے بچے نے جب یہ عبارت پڑھی تو فوراً بول اٹھا کہ آج کل جو لوگ رات دن یہ راگ الاپتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی یہ نہ تو اہل حدیث ہوئے نہ ہی اہل اسلام اور نہ ہی محقق ہوئے نہ ہی ذمہ دار۔ لیکن اس سے بڑا دکھ تو یہ ہے کہ یہ لوگ تو یوں بھی کہتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ سارے صحابہ، سارے امام یہی کہتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی تو کیا یہ ان کے اہلِ حدیث اور اہلِ اسلام اور محقق ہونے کی دلیل ہے؟

مسئلہ دعا بعد نماز جنازہ ...... مدعی بریلوی صاحبان

برادرانِ اسلام یہ ایک دینی مسئلہ ہے جس میں ضد اور تعصب سے الگ ہو کر اس کا سمجھنا ضروری ہے ہمارے نبی مکرم ﷺ مسئلہ کو قریب الفہم کرنے کے لئے بعض اوقات مثال سے بات سمجھایا کرتے تھے اس لئے ہم بھی مسئلہ کی وضاحت کے لئے مثال عرض کرتے ہیں۔ مسلمان پر پانچ نمازیں روزانہ فرض ہیں ان پانچوں نمازوں سے قبل اذان اور اقامت بالاتفاق سنت ہے اور فرائض کے بعد سب مقتدی اپنی اپنی جگہ صف میں بیٹھ کر دعا کرتے ہیں۔ ان دعاؤں کے الفاظ بھی احادیث میں ثابت ہیں۔

اہل السنت والجماعت کہتے ہیں نماز جنازہ سے قبل جیسے اذان اور اقامت ثابت نہیں ایسے ہی نماز جنازہ کے بعد دعا ثابت نہیں۔ اسی لئے فقہائے احناف اس سے منع کرتے ہیں۔

نوٹ ضروری:

جس طرح مطلق اذان واقامت کا ثبوت وفضائل مسلم ہیں مگر اسے خاص نمازِ جنازہ سے قبل اذان واقامت کا جواز ثابت نہ ہوگا ایسے ہی مطلق دعا کا ثبوت وفضائل مسلم مگر اسے خاص نماز جنازہ کے بعد دعا کا جواز ثابت نہ ہوگا۔

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نماز جنازہ سے قبل اذان واقامت کا واقعۃً کوئی ثبوت نہیں اس لئے نماز جنازہ سے قبل اذان واقامت بالکل منع اور ناجائز ہے البتہ نماز جنازہ کے بعد دعا میں تفصیل ہے۔

(الف) عام نمازوں کی طرح نماز جنازہ کے بعد اسی طرح صفوں میں کھڑے کھڑے دعا مانگنا منع ہے (جاء الحق ص ۲۸۰، ۲۸۱)

(ب) نمازِ جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر یا بیٹھ کر دعا کرنا بلا کراہت جائز ہے بلکہ سنت ہے (جاء الحق ص ۲۸۱)

نماز جنازہ کے بعد یہ دعا بقول مناظر اعظم مولانا محمد عمر صاحب قرآن پاک کی چھ آیات اور تین احادیث سے ثابت ہے اور بقول حکیم الامت مفتی احمد یار خاں صاحب آنحضرت ﷺ کے قول و فعل مبارک سے ثابت ہے اور صحابہ کرام کا اس پر عمل رہا ہے اور فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے (جاء الحق ص ۲۷۸)

(ج) نماز جنازہ کے بعد دعا نہ مانگنے والا بقول مناظر اعظم مولانا محمد عمر صاحب خدا کے بندوں میں داخل نہیں رہتا (مقیاس حنفیت ص ۵۳۱) وہ شخص جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوگا (ص ۵۳۰)، اس کا پڑھا ہوا جنازہ ایسا ہے اللہ تعالیٰ نہ اس جنازہ کی پرواہ کریں گے نہ اس میت کو بخشیں گے۔ اس پر خدا کا غضب ہوگا یہ دعا نہ کرنے والا شخص اہل السنت سے خارج اور معتزلی ہے اور تمام زمانے سے زیادہ احمق ہے (ملخصاً مقیاس حنفیت)

وقت:

مناظرہ کا وقت ڈیڑھ گھنٹہ ہوگا فریقین کی پانچ پانچ منٹ کی نو، نو تقریریں ہوں گی۔

پہلے نصف گھنٹہ میں اپنی باری میں بریلوی مناظر کتاب و سنت اور فقہ حنفی کے مفتیٰ بہا اقوال سے یہ ثابت کرے گا کہ نماز جنازہ کے بعد صفوں میں کھڑے کھڑے دعا مانگنا منع ہے۔

دوسرے نصف گھنٹہ میں اپنی باری میں بریلوی مناظر یہ ثابت کرے گا کہ نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر یا بیٹھ کر دعا مانگنا قرآن کا حکم ہے آنحضرت ﷺ کی قولی فعلی سنت ہے صحابہ کا طریق اور فقہاء کے ارشادات سے ثابت ہے۔

تیسرے نصف گھنٹہ میں بریلوی مناظر اپنی باری میں کتاب و سنت اور فقہاء سے ثابت کرے گا کہ یہ دعا نہ مانگنے والا نہ خدا کا بندہ ہے نہ سنی حنفی ہے بلکہ معتزلی احمق اور جہنمی ہے۔

قرآن پاک:

قرآن پاک سے استدلال کرتے وقت مدعی مناظر اس بات کی پابندی کرے گا کہ جو آیت میں پیش کر رہا ہوں میں اس میں تفسیر بالرائے نہیں کر رہا بلکہ دیوبند اور بریلی دونوں مدارس کی بنیاد سے قبل فلاں فلاں دو مسلمہ فریقین سنی مفسرین نے اس آیت سے دعا بعد جنازہ کو ثابت کیا ہے۔ اگر مدعی مناظر اس طرح تفسیر نہ دکھا سکا تو سنی ہرگز ہرگز اس کی تفسیر بالرائے کو قبول نہ کریں گے (راجع جاء الحق ص ۱۱)

احادیث مبارکہ:

احادیث مبارکہ سے استدلال کے دوران مدعی مناظر اس بات کی پابندی کرے گا کہ جس حدیث سے اس نے استدلال کیا ہے کم از کم سابقہ دو مسلمہ سنی حنفی شارحینِ حدیث نے ان سے دعا بعد نماز جنازہ پر استدلال کیا ہو۔ ورنہ احادیث مبارکہ کی اپنی جعلی تشریح ہرگز سنی قبول نہیں کریں گے۔ سنی مناظر وہ دعا پڑھ کے سنائے گا جو آنحضرت ﷺ نماز جنازہ میں سلام سے پہلے پڑھا کرتے تھے اور بریلوی مناظر کتب احادیث سے وہ دعا پڑھ کر سنائے گا جو آنحضرت ﷺ نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر یا بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔

عوام الناس کو بات سمجھانے کے لئے بریلوی مناظر یہ بھی بتائے گا کہ کن آیات اور احادیث کی بنا پر وہ نماز جنازہ سے قبل اذان اور اقامت کو ناجائز کہتے ہیں۔

بریلوی مناظر واضح طور پر ان فقہاء کا نام لکھ کر جنہوں نے دعا بعد نماز جنازہ سے منع کیا ہے یا اسے مکروہ کہا ہے لکھ دے گا کہ یہ فقہاء نہ خدا کے بندے تھے نہ سنی حنفی تھے بلکہ احمق معتزلی اور جہنمی تھے۔

اگر بریلوی مناظر اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے کہ وہ سنی حنفی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنا دعویٰ اور اس دعا کا حکم بھی متون فقہ سے لکھے اور دلائل بھی شروحِ فقہ سے دکھائے کیونکہ حنفی یہ دعویٰ رکھتے ہیں کہ فقہائے احناف نے مسائل واحکام اور ان کے دلائل پر وہ محنت فرمائی ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے دیگر مذاہب عاجز ہیں۔

اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم، اما بعد

دار العلوم مجددیہ نعیمیہ کراچی نمبر ۳۷ کا ایک اشتہار بنام فتویٰ چند دوست لائے جس میں مروجہ صلوٰۃ وسلام جس سے اذان شروع کرتے ہیں کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ قرآن پاک کی آیت اور درود شریف کے فضائل کی احادیث نقل کی ہیں جن کا کسی مسلمان کو انکار نہیں۔

۲۔ پھر خود یہ ثابت کیا ہے کہ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام ۷۸۱ھ میں ایجاد ہوا اور یہ بدعت حسنہ ہے اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات سے لے کر تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین، اولیائے عظام قرآن پاک کی اس آیت کریمہ اور فضائل درود کی احادیث کو پڑھتے پڑھاتے آئے لیکن وہ اذان اللہ اکبر سے شروع کر کے لا الہ الا اللہ پر ختم کرتے تھے وہ صلوٰۃ وسلام سے شروع کر کے صلوٰۃ وسلام پر ختم نہیں کرتے تھے۔ کیا ان کو قرآن پاک کی اس آیت کا معنی نہیں آتا تھا یا درود کے فضائل کے منکر تھے یا معاذ اللہ ان میں آنحضرت ﷺ کی محبت آپ حضرات کی نسبت کم تھی۔ رہا اس بدعت کو حسنہ کہنا سو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مسلمان شروع سے کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے تھے اب شیعہ نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ بھی کہنا شروع کر دیا اور اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ اذان میں بھی اشھد ان علیا ولی اللہ کہتے ہیں۔ یا کوئی جماعت اذان لا الہ الا اللہ پر ختم کرنے کی بجائے محمد رسول اللہ کہہ

کر ختم کرے۔ اور جو لا الہ الا اللہ پر ختم کرے اس کو رسول اللہ ﷺ کا منکر اور دشمن کہے، یا کوئی جماعت اذان کے فضائل قرآن وحدیث میں پڑھ کر عیدین اور جنازہ سے پہلے بھی اذان شروع کر دے۔ اس کو اپنے فرقے کا خاص شعار بنا لے اور بدعت حسنہ کہہ کر مولانا محمد عبداللہ نعیمی کی طرح یوں لکھ دے کہ ہر فعل کے جواز و استحباب کے لئے سرور کائنات ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانہ میں ہونا ضروری نہیں جبکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں جس نے میرے (دین) میں نیا طریقہ ایجاد کیا وہ مردود ہے (بخاری) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو عید سے پہلے نفل پڑھتے دیکھا حضرت علیؓ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کس فعل پر ثواب نہیں دیتے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ سے وہ ثابت نہ ہو تو تیرے یہ نفل عبث ہیں اور عبث حرام ہے اور شاید اللہ تعالیٰ تجھے رسول پاک ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے عذاب دیں (مجمع البحرین) پھر مفتی صاحب اس کو کبھی بدعت حسنہ اور کبھی مستحب کہتے ہیں لیکن ان کا فرقہ تو اس کو اپنا شعار کہتا ہے وہ کہتے ہیں کہ جو صلوٰۃ وسلام کی بجائے اللہ اکبر سے اذان شروع کرتے ہیں وہ قرآن کے منکر ہیں، درود کے منکر ہیں۔ نبی کے گستاخ اور دشمن ہیں۔ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں کیا بدعت حسنہ کو چھوڑنے والے کے یہ احکام کہیں فقہ میں درج ہیں کتب فقہ میں تو یہ ہے کہ کسی فعل کے سنت و بدعت ہونے میں تردد ہو تو اس کو چھوڑنا ہی ضروری ہے۔ ذکر جہراً مطلقاً درست ہے تو فرمایئے اگر نماز اور جنازہ میں کوئی جماعت بلند آواز سے درود پڑھنے کو اپنا شعار بنا لے تو آپ کے نزدیک کیا حکم ہے۔

محمد امین صفدر

مرزائیت کے متعلق برادرم مراد علی صاحب کے نام کھلا خط

از محمد امین صفدر برادرم مراد علی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی

حضرتِ اقدس جناب مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری دام ظلہم کی معرفت آپ کے کاغذات ملے۔ نہایت اختصار کے ساتھ جواب عرض ہے۔

پہلے چند تمہیدی باتیں سمجھ لیں:

(۱) اسلام خدا تعالیٰ کا آخری دین ہے۔ اس کے عقائد اور اعمال چودہ سو سال سے محفوظ ہیں۔ قرآن پاک کے جس طرح الفاظ اسلاف نے ہم تک پہنچائے۔ اسی طرح قرآن پاک کے معانی و مطالب بھی آج تک محفوظ ہیں۔ قرآن پاک کا کوئی مطلب بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے بلکہ اگر وہ نیا مطلب کسی اجماعی عقیدہ سے ٹکرائے تو بالکل کفر ہے۔ جس قادیانی نے آپ کو یہ کاغذات دیے ہیں۔ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کا منکر ہے ہی۔ وہ تو اپنے مرزے کا بھی منکر ہے۔ کیونکہ مرزا نے بھی لکھا ہے ''مؤمن کا کام نہیں کہ تفسیر بالرائے۔ جس نے قرآن کی من مانی تفسیر کی وہ مؤمن نہیں بلکہ شیطان کا بھائی ہے'' (اتمام الحجۃ ص ۴ خزائن ص ۲۴۶ ج ۸) نیز مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ ''کسی اجماعی عقیدہ سے انکار وانحراف موجب لعنتِ کلی ہے'' (انجام آتھم ص ۱۴۴) نیز لکھتا ہے ''مجدد لوگ دین میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتے گمشدہ دین پھر دلوں میں قائم کرتے ہیں یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں خدا کے حکم سے انحراف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجددوں پر ایمان لانا فرض ہے ان کی مخالفت کرنے والے فاسق ہیں'' (شہادت القرآن۔ خزائن ۶/۳۳۹) نیز لکھتا ہے ''اکابر ائمہ جن کو فہم قرآن عطا ہوتا ہے۔ جنہوں نے قرآن شریف کے اجمالی مقامات کی احادیث نبویہ کی مدد سے تفسیر

کر کے خدا کے پاک کلام اور پاک تعلیم کو ہر زمانہ میں تحریف معنوی سے محفوظ رکھا (ایام الصلح ص ۵۵ خزائن ص ۲۸۸ ج ۱۴) نیز لکھتا ہے ''سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں ان کی شہادتیں آنے والی ذریت کو ماننی پڑتی ہیں (خزائن ص ۲۹۳ ج ۳) ان عبارات سے یہ واضح ہوگیا کہ قرآن پاک کی من مانی تفسیر کرنا حرام اور بعض اوقات کفر ہے۔ اور اجماعی عقیدہ کی مخالفت پر پوری پوری لعنت برستی ہے۔

حیاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ اجماعی عقیدہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جن کو قادیانی آٹھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں فرماتے ہیں **والاجماع علی انه حیّ واتفق اصحاب الاخبار والتفسیر انه رفع ببدنه حیا** (التلخیص الحبیر ص ۲۱۴ ج ۲) یعنی تمام محدثین اور تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ جسم کے ساتھ اٹھائے گئے اور زندہ ہیں اسی طرح چھٹی صدی کے مجدد امام ابن کثیر بھی تفسیر ابن کثیر ص ۵۷۷ ج ۱ پر فرماتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ اور نویں صدی کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی نزول مسیح ابن مریم کی احادیث کو متواتر قرار دیا ہے (نظم المتناثر ص ۱۴۷) اور احادیث متواترہ کا منکر کافر ہوتا ہے۔ اسی لئے علماءِ اہل سنت والجماعت نے حیات مسیح علیہ السلام کے منکر کو کافر قرار دیا ہے (دیکھو روح المعانی ص ۳۲ ج ۲۳) اکفار الملحدین ص ۱۱، علامۃ العصر سید انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہٗ۔ مقدمہ التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص ۴۳ علامہ شیخ ابو غدہؒ مدرس ریاض یونیورسٹی، معارف القرآن، ص ۶۰۵ ج ۲ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ علوم القرآن ص ۲۶۰، شیخ الاجل مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ۔

ایک اہم مشورہ:

بھائی مراد علی صاحب اپنے دین کی حفاظت بہت ضروری ہے اور لوگ قرآن پاک کے نام سے آپ کو غلط باتیں بتا بتا کر پریشان کریں گے اس کا واحد حل یہ ہے کہ آپ حضرت

مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی تفسیر معارف القرآن ضرور خرید لیں۔ اب جس آیت کا کوئی حوالہ دے آپ کو کوئی مطلب بتائے فوراً معارف القرآن کھول کر اس کا مطلب پڑھ لیں۔ جب صحیح مطلب آپ کے ذہن نشین ہو جائے گا تو غلط مطلب سے آپ خود بچ جائیں گے۔ اس طرح آپ کا اپنا ایمان بھی محفوظ رہے اور کئی بھائیوں کو صحیح مطلب پڑھا کر آپ ان کے ایمان کو بھی محفوظ کر لیں گے۔

قادیانی عقیدہ:

جس قادیانی نے آپ کو یہ کاغذات دیے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے نبی کا بھی منکر ہے۔ مرزا قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۹ء میں ہوئی ۱۸۸۱ء میں اس نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور چار سال میں اپنی کتاب براہین احمدیہ کے چار حصے شائع کئے۔ اس وقت یعنی ۱۸۸۴ء میں مرزاجی قرآن پاک سے عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں "**ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ** یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے۔ اور جس غلبۂ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا (براہین احمدیہ ص ۴۹۸) مرزا نے اپنی کتاب میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کا جسد عنصری کے ساتھ آسمانوں پر جانا اور پھر اخیر زمانہ میں آسمان سے نازل ہونا تسلیم کیا ہے (ص ۵) یاد رہے یہ مرزا کی وہ کتابیں ہیں جن کو قبول نہ کرنے والوں کو مرزا قادیانی نے کنجریوں کی اولاد قرار دیا ہے (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷) پھر جب مرزا نے اس قرآنی اور الہامی اجماعی اور اتفاقی عقیدے کا انکار کیا۔ کیونکہ اب وہ خود مسیح بننا چاہتا تھا۔ تو اس نے یہ مانا کہ مسیحؑ کی آمد کی پیشگوئی متواتر ہے۔ مگر وہ فوت ہو چکا۔ اب اس کی جگہ اس کی ہُو بہُو پر اس کا وارث بن کر آیا ہوں۔ اب مرزا نے قرآن کو چھوڑا اور چھوڑتا ہی چلا گیا۔ (۱)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے احسانات گنواتے ہوئے یہ بھی فرمائیں گے **اذ کففت بنی اسرائیل عنک** اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے دور رکھا۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ یہودی مسیح علیہ السلام کو گرفتار نہیں کر سکے چنانچہ ایک بھی مجدد، ایک بھی مفسر ایک بھی مسلمان اس کا قائل نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مخالفین نے گرفتار کر لیا تھا۔ مگر مرزا قادیانی نہ قرآن کی مانتا ہے نہ کسی مجدد کی نہ مسلمانوں کے اجماع کو مانتا ہے بلکہ لکھتا ہے کہ "(گرفتار کرنے کے بعد) مسیح علیہ السلام کو تازیانے لگائے گئے، گالیاں دی گئیں، طمانچے مارے گئے، ہنسی اور ٹھٹھے اڑائے گئے آخر کار مسیح علیہ السلام کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر لٹکا دیا" (ازالہ اوہام ص ۱۵۸) دیکھو ایک ہی سانس میں مرزا قادیانی قرآن پاک کی تین آیتوں اور مسلمانوں کے تین اجماعوں کا انکار کر دیا اور یہودیوں کی بات پر حرف بحرف ایمان لے آیا۔ ایک آیت تو میں نے ذکر کر دی کہ گرفتار کرنے والے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے مسیحؑ کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیا۔ مگر مرزا اور یہودی کہتے ہیں کہ وہ گرفتار کر لئے گئے۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں فرماتے ہیں **وجیھاً فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین** کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں بھی باوجاہت رہیں گے (یعنی کوئی ان کو ذلیل نہ کر سکے گا) اور آخرت میں بھی وہ ایسے باوقار ہوں گے (کہ شفاعت فرمائیں گے) **ومن المقربین** علامہ ابوالسعود مفسر فرماتے ہیں **ھو اشارۃ الیٰ رفعہ الی السماء وصحبۃ الملائکۃ** ص ۲۶۸ ج ۲ کہ اس میں اشارہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے جائیں گے اور مقرب فرشتوں کی صحبت میں رہیں گے۔ لیکن قرآن کے خلاف یہودی کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو خوب ذلیل کیا وہ کب دنیا میں باوجاہت رہے۔ مرزا بھی یہودیوں کا ہی ہمنوا ہے اور قرآن کا منکر۔ اور اہل اسلام کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے بھی باوجاہت رہے مگر دوسری آمد میں ان کی وجاہت فی الدنیا نہایت کامل ہوگی کہ بادشاہ ہوں گے اور ان کا حکم سب پر نافذ ہوگا۔ مرزا بھی پہلے مانتا تھا "عیسیٰ

ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا وجعلنا جهنم للكافرين حصيراً وہ زمانہ بھی آنے والا ہے جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور غضب اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا میں اتریں گے (براہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ ص ۵۴۷ ج ۴) بعد میں مرزا ان آیات قرآنیہ کا انکار کر کے یہودیوں کا ہمنوا ہو گیا۔ اسی طرح قرآن پاک میں صاف ہے وما قتلوه وما صلبوه کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ تو کسی نے جان سے مارا اور نہ ہی صلیب پر لٹکایا۔ چنانچہ قرآن پاک کی اس قطعی نص کے موافق سب اہل اسلام کا قطعی اجماع ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو جان سے تو کیا مارنا تھا۔ وہ سرے سے صلیب پر لٹکائے ہی نہیں گئے۔ مگر یہودی کہتے تھے کہ ہم نے صلیب پر لٹکایا مرزا قرآن اور سب اہل اسلام کو چھوڑ کر یہودیوں کی صف میں جا کھڑا ہوا کہ مسیح علیہ السلام کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر لٹکایا گیا۔ اس کے بعد مرزا کا وہ عقیدہ شروع ہوتا ہے جو نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ تاریخ میں نہ یہود میں نہ عیسائیوں میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زخمی ہونے کی حالت میں زندہ صلیب سے اتار لئے گئے۔ پھر مرہم عیسیٰ نامی دوا سے آپ کے زخم ٹھیک ہو گئے۔ پھر وہ بنی اسرائیل کو چھوڑ کر کشمیر چلے گئے اور وہاں ۱۲۰ یا ۱۲۵ سال کی عمر میں فوت ہو گئے اور ان کی قبر سرینگر محلہ خان یار میں ہے"۔

بھائی مراد علی صاحب اس قادیانی سے کہیں کہ وہ اپنا مکمل عقیدہ قرآن پاک سے دکھائیں۔ ۳۰ آیات میں سے ۲۹ معاف صرف ایک اور صرف ایک آیت جس کا ترجمہ یہ ہو کہ "(۱) عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے گرفتار کر لیا (۲) پھر اس کو خوب ذلیل اور رسوا کیا۔ (۳) اس کے سر پر صلیب رکھ کر گلگتا کے مقام تک لے گئے۔ (۴) اور دو چوروں کے درمیان اس کو پھانسی پر لٹکایا۔ (۵) اور چھ گھنٹے صلیب پر لٹکتا رہا۔ (۶) پھر زندہ پھانسی سے اترا۔ (۷) مرہم عیسیٰ سے زخموں کا علاج کیا۔ (۸) پھر ۳۳ سال کی عمر میں اپنی ماں کو وہیں چھوڑ کر کشمیر چلا گیا۔ (۹) وہاں ۱۲۰ یا ۱۲۵ سال کی عمر تک بالکل بے کار بیٹھے رہے نہ تبلیغ کا نشان ملتا

ہے نہ کچھ اور (۱۰) پھر مر کر سرینگر محلہ خان یار میں دفن ہو گئے'' آپ ان سے مطالبہ کریں کہ اپنے عقیدہ کی دس کی دس باتیں قرآن سے دکھا دیں۔

مطالبہ:

بھائی مراد علی صاحب جب مرزا قادیانی یہودیوں میں شامل ہو گیا اور وفاتِ مسیح علیہ السلام کا قائل ہو گیا۔ اور قرآن پر جھوٹ بولنے لگا کہ قرآن کی تیس آیات میں یہ یہودیوں والا عقیدہ درج ہے تو علماءِ اسلام نے اس سے مطالبہ کیا کہ آپ صرف ایک آیت پیش کریں جس کی تفسیر نبی اقدس ﷺ یا کسی ایک صحابی یا کسی ایک مجدد یا کسی ایک مفسر نے یہ کی ہو جو تیرا عقیدہ ہے تو ہم فی آیت آپ کو ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے مگر مرزا یہ قرض لے کر مر گیا اور ثابت کر گیا وہ محض قرآن کا نام لے کر جھوٹ بولتا رہا۔ اب اس قادیانی سے ہی کہو کہ علماء کے مطالبہ کو پورا کر دکھائے لیکن ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اس تمہید کے بعد میں اب آپ کے کاغذات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

۱۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آئے اور ۳۱۵ کتابیں۔ اس سے پوچھیں یہ تعداد کس آیت یا کس صحیح حدیث میں ہے؟

۲۔ ان میں سے دو آسمان پر اٹھائے گئے۔ اس میں اعتراض کس پر ہے تمام انبیاء ماں اور باپ دونوں سے پیدا ہوئے البتہ حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

۳۔ مسیحؑ کے ۱۸۹۱ سال بعد مرزا کو الہام ہوا کہ مسیح فوت ہو چکا۔ آخر ۱۸۹۱ء سے پہلے لاکھوں خدا رسیدہ بزرگ گزرے ان میں سے کسی کو یہ الہام کیوں نہ ہوا۔

۴۔ مرزا نے کہا عیسائیوں کا خدا مار دو تو عیسائیت مٹ جائے گی۔ یہ نہ قرآن کی بات ہے نہ حدیث کی نہ کسی مجدد کی۔ مرزا کی اپنی بناوٹ ہے یہ اعلان مرزا نے ۱۸۹۱ء میں کیا مگر

عیسائیت آج تک نہیں مری بلکہ اور ترقی پذیر ہے معلوم ہوا جھوٹوں کی بات واقعی جھوٹی ہوتی ہے۔ مرزا بھی مر گیا عیسائیت نہ مٹی۔ مرزا کا خلیفہ نور دین بھی مر گیا عیسائیت نہ مٹی۔ مرزا کا دوسرا خلیفہ عیسائیت کی ترقی سے بوکھلا اٹھا کہ اس وقت ۱۹۴۱ء میں عیسائیوں کے ۲۸۸۶ مناد کام کر رہے ہیں جن کے نتیجہ میں روزانہ ۲۲۴ آدمی عیسائی ہو رہے ہیں اور ہمارے صرف دو درجن مبلغ ہیں (الفضل قادیاں مورخہ ۱۹ جون ۱۹۴۱ء ص ۵) اور عیسائی پادری تو روزانہ قادیانیوں سے پوچھتے ہیں کہ عیسائیت کو مٹانے والا کہاں ہے؟ وہ خود ساری عمر عیسائی حکومت کا کاسہ لیس رہا۔ اب اس کا خلیفہ بھی بھاگ کر عیسائیوں کے ملک میں پناہ گزیں ہے۔ اگر غیرت کوئی چیز ہے تو اسے ایک لحہ وہاں نہیں رہنا چاہیے۔

۵۔ اگر خدا کے مارنے سے ہی عیسائیت مرے گی تو عیسائی تو تین خدا مانتے ہیں۔ مرزا نے عیسائیوں کے ایک خدا کو مارنے کے لئے قرآن پاک پر تیس جھوٹ بولے اب تم روح القدس کے مارنے کے لئے قرآن پر چالیس جھوٹ بولو گے یا زیادہ اور پھر معاذ اللہ تعالیٰ کو مارنے کے لئے تو کم از کم قرآن پر ہزار جھوٹ بولنے پڑیں گے۔ جب تک عیسائیوں کے تینوں خدا نہ مریں عیسائیت کیسے مرے گی۔ قادیانیو! جلدی کرو اپنے نبی کے ناقص کام کو پورا کرو۔

۶۔ بھائی مراد علی صاحب ہمارے پاک پیغمبر ﷺ نے باقاعدہ نجران کے عیسائی پادریوں سے مناظرہ کیا تو جہاں اور دلائل ارشاد فرمائے یہ بھی فرمایا ان اللّٰہ حیّ لایموت وان عیسیٰ یاتی علیه الفناء (درمنثور ص ۳ ج ۴) کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہیں ان کو کبھی موت نہیں آئے گی اور عیسیٰ علیہ السلام پر بے شک موت آئے گی جس سے واضح ہو گیا کہ اس مناظرہ کے وقت تک عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے تھے جبکہ اس مناظرہ کے وقت وہ پوری تیس آیات نازل ہو چکی تھیں جن کا جھوٹا مطلب لے کر مرزا کہتا ہے کہ عیسیٰؑ فوت ہو گئے۔ کیا رسول پاک ﷺ کو ان تیس آیات کا معنیٰ نہیں آتا تھا۔ بھائی مراد علی صاحب ہمارے نبی پاک ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مان کر بھی عیسائیوں کو شکست دی یہ

مرزا کا کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ مسیح کو مارے بغیر عیسائیوں سے ہم نہیں جیت سکتے۔

۷۔ بھائی یہ مرزا ہی تھا جو وفاتِ مسیحؑ میں یہودیوں کا ہمنوا ہو گیا ہمارے پاک پیغمبر ﷺ نے یہودیوں کو صاف فرما دیا تھا **ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ** (الدر المنثور ص ۳ ج ۲) بے شک عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور وہی عیسیٰ مریم کا بیٹا قیامت سے پہلے تمہارے پاس واپس لوٹے گا۔ بھائی مراد علی صاحب اس قادیانی کو یاد دلا دینا کہ تمہارے مرزا نے انجام آتھم کتاب میں لکھا تھا کہ اگر علماءِ اسلام عیسیٰؑ کے لئے رجوع کا لفظ دکھا دیں تو میں جھوٹا ہوں گا اور اپنی سب کتابوں کو جلا دوں گا۔ اگر اس قادیانی میں اپنے مرزا کی بات کی ذرہ بھر بھی عظمت ہے تو وہ اپنی باقی زندگی میں شہر شہر پھر کر مرزا کے جھوٹے ہونے کا اعلان کرے اور جس شہر میں مرزا کی کوئی کتاب نظر پڑے اس کو فوراً جلا دے۔ ورنہ ہم کہیں گے ؏ در کفر ہم ثابت نئی زنار را رسوا مکن۔

۸۔ ص ۴، ۵، ۶، ۷، ۸ پر اس قادیانی نے اپنے مرزا کی ایک پیش گوئی درج کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں اتریں گے بھائی مراد علی اس بات پر غور فرمائیں کہ مرزا کتنا بے باک اور نبی پاک ﷺ کا کتنا بڑا مخالف تھا کہ آپ ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم حاکم عادل کی حیثیت سے نازل ہوں گے الحدیث (بخاری ص ۴۹۰ ج ۱)

خود مرزا کو اس بات کا اقرار ہے کہ "یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پلہ اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔ انجیل بھی اس کی مصدق ہے اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں۔ درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی حصہ نہیں دیا (ازالہ اوہام ص ۵۵۷) بھائی مراد علی

کتنی بے غیرتی ہے کہ نبی اقدس ﷺ تو قسم کھا کر پیشگوئی فرمائیں۔ مرزا کو اول درجہ کی متواتر پیش گوئی ماننے کے بعد پوری ڈھٹائی سے آپ کے خلاف پیش گوئی کی ہے۔ حالانکہ مرزا کو یہ بھی اعتراف ہے کہ قسم اس امر کی دلیل ہے کہ خبر اپنے ظاہر پر محمول ہے نہ اس میں کوئی تاویل ہے نہ تخصیص (حمامۃ البشریٰ) بھائی مراد علی دیکھو کافر قادیانی تو اپنے جھوٹے نبی کی جھوٹی پیشگوئی کو خوب پھیلائے اور ہم اپنے سچے نبی کی سچی پیشگوئی میں شک کریں، یا اس کو نہ پھیلائیں تو میدان قیامت میں سرور عالم ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اگر بھائی مراد علی آپ چاہتے ہیں کہ روز قیامت نبیٔ اقدس ﷺ کے سامنے سرخرو ہوں۔ تو قادیانی فتنہ کی پوری پوری سرکوبی کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت اور استقامت نصیب فرمائیں۔ بھائی مراد علی صاحب ہمارے امام حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کی پیدائش ۸۰ھ اور وصال ۱۵۰ھ میں ہے۔ اسلامی عقائد کی کتاب لکھتے۔ یہ وہ کتاب ہے جو اسلام میں عقائد کی سب سے پہلی کتاب لکھی گئی کہ ہم ایمان رکھتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے پر اور دیگر علاماتِ قیامت پر (فقہ اکبر ص ۵۴) اور امام طحاوی ۳۲۱ھ جن کو مرزائی تیسری صدی کا مجدد مانتے ہیں عقائد کی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں ''ہم دجال کے خروج پر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے پر ایمان رکھتے ہیں (عقیدۃ الطحاوی ص ۷۰)

۹۔ ص ۹ پر مرزا قادیانی کا چیلنج ہے توفی کے معنی پر کہ باب تفعل ہو۔ فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح ہو تو موت کے معنوں کے سوا اور کوئی معنی نہیں ہوتے، مرزا نے اس پر ایک ہزار کا انعام رکھا تھا۔ اس کے خلیفہ نے دس ہزار کر دیا بھائی مراد علی صاحب پہلے آپ یہ فرمائیں کہ عربی زبان کے قاعدے گھڑنے کا کسی پنجابی کو حق ہے۔ پھر علماء نے اسی وقت اس کا جواب دیا تھا و ھو الذی یتوفاکم باللیل یہاں باب تفعل ہے اللہ فاعل ہے مفعول ذی روح ہے فعل توفی ہے اور معنیٰ موت نہیں بلکہ نیند ہے۔ مرزا نے مجدد کا دعویٰ کرنے کے بعد ۱۸۸۴ء میں متوفیک کا معنی کیا ''اے عیسیٰ میں تجھے پوری نعمت دوں گا۔'' (براہین احمدیہ

ص ۵۶۶ ج ۴) اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا (براہین احمدیہ ص ۶۱۰ ج ۴) اس سے بھی عجیب بات سنیے کہ یہ چیلنج مرزا قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں دیا تھا کہ لیکن اس کے چھ سال بعد متوفیک کا معنی کیا ''میں تجھے ایسی ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا'' سراج منیر ص ۱۹۔ بھائی مراد علی صاحب اس سے انعام ضرور وصول کریں۔

۱۰۔ ہاں علمائے اسلام نے بھی مرزا کو چیلنج دیا تھا کہ اگر فعل توفی رفع کے ساتھ استعمال ہو اور فاعل دونوں کا اللہ ہو اور مفعول جسم روح ذاتِ واحد ہو تو وہاں صرف اخذ جسم جیسے رفع جسمانی ہی کے معنی ہوں گے۔ مگر آج تک مرزا یا مرزائی اس کو قبول نہ کر سکے۔

۱۱۔ بھائی مراد علی صاحب اس قادیانی نے ایک اور جھوٹ قرآن پر بولا ہے کہ خلا، خلو، خلت کے بعد الیٰ نہ ہو تو اس کا معنیٰ مرجانا اور گزرجانا ہوتا ہے اور اگر بعد میں الیٰ ہو تو معنیٰ زندہ حالت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے ہوتے ہیں۔ یہ اس کا بالکل سفید جھوٹ ہے دیکھو قرآن میں ہے کہ **واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ** (۳:۱۱۹) یہاں خلوا کے بعد الی نہیں ہے اور معنیٰ موت نہیں ہے بلکہ ترجمہ یہ ہے ''اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں غصہ میں۔ تو کیا وہ الگ ہوتے ہی مرجاتے تھے اور مرنے کے بعد انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے تھے۔ بھائی مراد علی جس طرح جھوٹے نبی کا چیلنج جھوٹا تھا۔ جھوٹے نبی کے امتی کا چیلنج بھی جھوٹا ہی نکلا۔

۱۲۔ لیفرائے اور پادریوں کو شکست کے عنوان میں حضرت حکیم الامت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے بارہ میں لکھا ہے کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مولوی غلام احمد قادیانی نے کہا عیسیٰ فوت ہو کر دفن ہو چکا۔ تو پادری شکست کھا کر بھاگ گیا۔ یہ حضرتِ اقدس کی کتاب میں مذکور نہیں۔ بلکہ حضرت نے تو حیاتِ مسیح علیہ السلام کے اثبات کے لئے مستقل رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام ہے **الخطاب الملیح فی ظہور المہدی و المسیح**. جن کے نبی کی نبوت بے ثبوت ہو ان کی باتیں بھی ایسی ہی بے سروپا ہوتی ہیں۔

۱۳۔ آخر میں ایک بے دین شخص شلتوت کا فتویٰ لگایا ہوا ہے۔ وہ سرے سے مفتی تھا ہی نہیں۔ اس کی زنکیات کو فتویٰ کا نام دینا ہی غلط اور یہ کہنا کہ سب مصر والے اس کو مانتے ہیں۔ جھوٹے نبی کے امتی کا جھوٹ ہے۔ حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی دام فیضہم نے جامعہ از ہر سے فتویٰ حاصل کیا جس میں حیات مسیحؑ کے عقیدہ کو اجماعی عقیدہ قرار دیا گیا۔ اور اس کے منکر کو کافر قرار دیا گیا۔ اب ان آیات کا حال سنیئے جن سے قادیانی نے مغالطہ دیا ہے۔

۱۴۔ آیت (۱) اس نے ترجمہ کیا ہے ''مسیح ابن مریم نہیں ہیں مگر صرف ایک رسول ان سے پہلے جتنے رسول تھے وہ سب فوت ہو چکے ہیں''۔ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ سب علماء اسلام اس کا ترجمہ یہی کرتے ہیں ''نہیں ہیں مسیح ابن مریم مگر پیغمبر گزرے ہیں آپ سے پہلے کئی پیغمبر'' اور خود مرزا نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے ''مسیح بن مریم میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ وہ صرف ایک رسول ہیں۔ اور اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے (جنگ مقدس خزائن ص ۸۹ ج ۶) نہ اس میں جتنے کا لفظ، نہ سب کا لفظ، نہ فوت ہو چکے ہیں کا لفظ۔ آیت کا مطلب مسئلہ توحید ہے کہ جیسے پہلے رسول آتے رہے اور ان کے ہاتھوں پر معجزات بھی ظاہر ہوتے رہے۔ ایسے ہی مسیح علیہ السلام کے ہاتھوں پر اگر معجزات ظاہر ہوئے تو وہ خدا نہیں بن گئے رسول ہی رہے اور مریم کے ہاتھ پر اگر کرامات ظاہر ہوئیں تو بھی وہ صدیقہ ولیہ ہی رہیں۔ خدا نہیں بن گئیں۔ اس آیت کے قریب قریب میں موت کا ذکر نہیں ہے۔

۱۵۔ دوسری آیت کا ترجمہ بھی اس نے غلط کیا ہے ''اور محمد نہیں ہیں مگر صرف ایک رسول ان سے پہلے جتنے رسول تھے وہ سب فوت ہو چکے ہیں، صحیح ترجمہ یہی ہے ''نہیں ہیں محمد ﷺ مگر پیغمبر تحقیق گزرے ہیں آپ سے پہلے کئی پیغمبر'' اس آیت کا سیاق وسباق یہ ہے کہ موت اور نبوت میں کوئی منافات نہیں جیسے آپ ﷺ سے پہلے کئی نبی ہو گزرے جو فوت ہوئے تو حضور پاک ﷺ بھی اگر فوت ہوں یہ ان کے نبی ہونے کے خلاف نہیں یہاں نہ مسیح کا نام، نہ موت کا لفظ، نہ سب رسولوں کا لفظ۔ محض قرآن پاک پر جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی خطبۂ صدیقؓ میں مسیحؑ کی وفات کا ذکر۔ جس طرح قرآن پر جھوٹ بولا اسی طرح صدیق اکبر اور

سب صحابہ پر جھوٹ بولا ہے۔

۱۶۔ تیسری آیت **فلما توفیتنی** کا ترجمہ غلط کیا ہے جب تو نے مجھے وفات دے دی حالانکہ خود آگے ص ۷ پر اسی کا ترجمہ لکھا ہے اور جب تو نے مجھے اٹھالیا یہی ترجمہ سب نے کیا ہے۔ اور یہ **توفی** ملک شام میں ہوئی جہاں قائلین تثلیث تھے اب مسلمان کہتے ہیں کہ اللہ نے آسمان پر اٹھالیا۔ اور مرزا کہتا ہے کشمیر چلے گئے تو شام میں وفات تو مرزا بھی نہیں مانتا اس لئے اس کا ترجمہ اہل اسلام کے بھی خلاف ہے اور مرزائی عقیدہ کے بھی خلاف ہے سچ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ رہا قیامت کو سوال تو وہ تو یہ ہے کہ کیا تثلیث کی تعلیم تو نے دی تھی۔ اس کا جواب دیا کہ میں نے صرف توحید کی تعلیم دی تھی۔ یہ تو سوال ہی نہیں کہ تجھے اشاعت تثلیث کا علم ہوا یا نہیں۔ نہ اس کے جواب کی ضرورت۔ رہا یہ کہ آپ ﷺ فرمائیں **اقول کما قال** تو یہ تشبیہ ہے اور تشبیہ میں خاص وجہ شبہ ہوتا ہے کہ من کل الوجوہ جیسے کہیں زید شیر ہے تو تشبیہ صرف بہادری کی صفت میں ہے نہ کہ اس کے پنجے بھی ہیں، دُم بھی ہے۔ اسی آیت میں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا **تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک** تو کیا عیسیٰ علیہ السلام کا نفس اور اللہ کے نفس کا ایک مطلب ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے ص ۴۹۰ ج ۱ اس حدیث کے فوراً بعد باب **نزول مسیح** باندھا ہے اگر مسیح کی توفی حضور کی طرح ہوتی تو اس باب کا کیا مطلب امام بخاریؒ نے سمجھا دیا کہ مسیحؑ کی توفی رفع سے ہوئی تھی اسی لئے اس کے بعد نزول کا باب باندھا۔ اور امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں روایت فرمایا ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور اقدس ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں ابوبکر اور عمر کے ساتھ دفن ہوں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی (درمنثور ص ۳۴۵ ج ۲) نہ نبی پاک ﷺ نہ کسی صحابی نہ مجدد نہ مفسر نہ محدث کسی نے اس آیت اور حدیث سے یہ استدلال نہیں کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے اور اب وہ تشریف نہیں لائیں گے۔

۱۷۔ آیت نمبر ۴۔ اس آیت کے ترجمہ میں طبعی موت اس نے غلط ترجمہ کیا۔ اور ساتھ ساتھ تورات پر بھی جھوٹ بولا۔ تورات میں یہ کہیں نہیں کہ اگر بے گناہ نبی کو پھانسی دی جائے

تو وہ نبی لعنتی ہو جاتا ہے۔ اور اس نبی کی روح خدا کی طرف نہیں اٹھائی جاتی یہ تورات پر سفید نہیں سیاہ جھوٹ ہے۔ اور یہی جھوٹ دلیل کی بنیاد ہے کہ تو پھانسی پر نہیں مرے گا کہ تیری روح نہ اٹھائی جائے بلکہ طبعی موت مرے گا کہ تیری روح اٹھائی جائے۔ جب یہ بنیاد ہی جھوٹی ہے تو سارا استدلال جھوٹا ہوا۔ قرآن پر بھی جھوٹ اور تورات پر بھی جھوٹ۔ آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ اس سے پہلے یہود کے مکر کا ذکر ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کر کے ذلیل ورسوا کرنے کی خفیہ تدبیر کر رہے ہیں اور اللہ مسیحؑ کو بچانے کی خفیہ تدبیر فرما رہے ہیں اور اللہ کی تدبیر ہی بہتر ہے اس وقت اللہ نے یہود کے مقابلہ میں عیسیٰؑ کو اپنی تدبیر سے آگاہ فرمایا تاکہ ان کو تسلی ہو۔ اور جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ (یہ یہود تجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں) میں تجھے مکمل طور پر اپنے قبضے میں لے لوں گا (اور یہ یہود گرفتاری کے بعد تجھے صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں) میں تجھے اپنے پاس اٹھالوں گا (یعنی جس جسم کو وہ صلیب پر لٹکانا چاہتے ہیں اسی کو اپنی طرف اٹھالوں گا۔ اور وہ صلیب پر مار کر تیرے جسم کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں) میں ان کے گندے ہاتھوں سے تجھے پاک رکھوں گا (اور اس ساری شرارت سے ان کا مقصد ہے کہ تیرا دین ہی مٹ جائے) میں تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔ لیکن اس قادیانی کے عقیدہ میں اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ یہودی تجھے کیا ماریں گے میں تجھے ماروں گا۔ اور جسم کو یہ جیسے چاہیں ذلیل کریں مگر تیری روح کو اٹھالوں گا اور تیرے جسم کو ان کے گندے ہاتھوں میں دے کر تیری روح ان کے گندے ہاتھوں سے بچالوں گا بہر حال یہ وعدہ موت سے بچانے کا ہے نہ کہ مارنے کا۔ مرزا قادیانی نے بھی سراج منیر میں متوفیک کا معنیٰ موت سے بچانا کیا ہے۔

۱۸۔ سنت اللہ اور آیۃ اللہ کا فرق:

اللہ تعالیٰ کی ایک عادتِ عامہ ہوتی ہے کہ مثلاً ماں باپ دونوں ہوں تو اولاد ہو یہ سنت اللہ کہلاتی ہے اور ایک عادتِ خاصہ کہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس کو آیۃ

اللہ کہتے ہیں ولنجعلهٗ آیة للناس. اونٹنی اونٹنی کے پیٹ سے پیدا ہو یہ سنت اللہ ہے اور اونٹنی پہاڑ سے پیدا ہو جائے یہ آیۃ اللہ ہے۔ سانپ سپنی کے انڈے سے پیدا ہو یہ سنت اللہ ہے اور لاٹھی سانپ بن جائے یہ آیۃ اللہ ہے۔ اس لئے سنت اللہ کو ذکر کر کے آیات اللہ کا انکار کرنا خدا کی قدرت اور علم کا انکار ہے اب کوئی جاہل کہے کہ قرآن پاک میں ہے انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج ہم نے بنایا آدمی کو ایک دورنگی بوند سے (۳:۷۶) فلینظر الانسان مم خلق. خلق من ماءٍ دافق. یخرج من بین الصلب و الترائب اب دیکھ لے آدمی کہ کاہے سے بنا ہے۔ بنا ہے ایک اچھلتے ہوئے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ کے بیچ سے اور چھاتی کے بیچ سے (۸۶:۵-۷) وجعلنا من الماءِ کل شیءٍ حیّ۔ اور بنایا ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ اولم یر الانسان انا خلقناه من نطفة فاذا هو خصیم مبین (۳۶:۷۷) کیا دیکھتا نہیں انسان کہ ہم نے بنایا ہے اس کو ایک قطرہ سے پھر تبھی وہ ہو گیا جھگڑنے بولنے والا۔ اس قسم کی آیات لکھ کر کہے کہ یہ ایک اٹل قاعدہ ہے کہ انسان نطفے سے پیدا ہوتا ہے اب یا تو یہ مانو کہ عیسیٰ علیہ السلام انسان نہیں یا یہ مانو کہ عیسیٰ علیہ السلام کا بھی باپ ہے جس کے نطفہ سے وہ پیدا ہوئے۔ تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ ان آیات پر بھی ہمارا ایمان ہے مگر ان آیات میں سنت اللہ کا بیان ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آیۃ اللہ ہیں۔ اس لئے خداوند قدوس نے فرمایا کہ ان مثل عیسیٰ عند اللّٰہ کمثل آدم کہ مثال عیسیٰ علیہ السلام کی اللہ کے ہاں مثل آدم کے ہے۔ اور فرمایا انه لعلم للساعة کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابتدائی زندگی کو بھی عام انسانوں پر قیاس نہ کرو بلکہ حضرت آدم علیہ السلام پر قیاس کرو اور نزول کے بعد کی زندگی کو بھی علاماتِ قیامت پر قیاس کرو نہ کہ درمیانی دورِ انسانیت پر۔

۱۹۔ آیت ۵: فرمایا اسی میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں تم مرو گے۔ اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے (الاعراف۔۲۵) بالکل یہی سنت اللہ ہے۔ ان کے لئے جو صرف خاک ہی کا خمیر ہیں۔ لیکن عیسیٰ علیہ السلام میں تو نفخ جبرئیلی کا بھی اثر ہے اس لئے ضروری ہوا کہ سیدہ

مریم صدیقہ کی نسبت سے وہ کچھ عرصہ زمین پر رہیں جو مریم کا مستقر ہے اور نفخ جبریلی کی نسبت سے وہ آسمان پر رہیں جو جبرئیل علیہ السلام کا مستقر ہے۔

۲۰۔ آیت ۶: کیا ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی زندوں کو اور مردوں کو (المرسلات ۲۵-۲۶) یہ آیت بھی برحق ہے تشریح مثل آیت بالا ہے۔

۲۱۔ **ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق** اور جس کو ہم بوڑھا کریں اوندھا کریں اس کی پیدائش میں پھر کیا ان کو سمجھ نہیں آتا (یٰسٓ۔۶۸) چونکہ مسیحؑ کی فطرت میں نفخ جبریلی کا اثر ہے اور وہ ہزارہا سال کی عمر میں بوڑھے نہیں ہوئے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام دو اڑھائی ہزار سال میں کیسے بوڑھے ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ جب شب معراج ان سے ملے **رأیتہ شابا** میں نے ان کو جوان دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں **ویکلم الناس فی المھد وکھلاً ومن الصالحین** (۳:۴۵) کہ اے مریم وہ لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی اور نیک لوگوں میں سے ہوگا۔ دوسری جگہ ہے **اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلاً** (۵:۱۱۰) اور جب مدد کی میں نے تیری روح پاک سے اور تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں۔ علامہ خازن فرماتے ہیں **یکلم الناس کھلاً بعد نزولہ من السماء فی ھذا نص علیٰ انہ سینزل من السماء الی الارض** (الخازن ص ۲۲۹) کہ بڑی عمر میں باتیں وہ آسمان سے زمین پر نازل ہونے کے بعد کریں گے۔ یہی بات تفسیر فتح البیان ص ۴۴ ج ۲، بیضاوی ص ۱۹ ج ۲ تفسیر ابو المسعود ص ۲۶۸ ج ۲، تفسیر کبیر ص ۴۴۹، تفسیر طبری ص ۲۷۳ ج ۳، روح المعانی ص ۱۶۴ ج ۳ پر ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے گود میں باتیں پہلی دفعہ کیں اور ادھیڑ عمر میں آکر کریں گے۔ قرآن نے صاف بتا دیا کہ وہ نزول کے بعد معاذ اللہ بوڑھے فرتوت نہیں ہوں گے بلکہ پختہ عمر کے ہوں گے۔ جو جوانی اور بڑھاپے کی درمیانی عمر ہے۔

۲۲۔ آیت ۷: اور نہیں دیا ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کے لئے زندہ رہنا۔ پھر کیا اگر تو مر گیا تو وہ رہ جائیں گے (۲۱:۳۴) آیت میں کہیں نہ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہ ان کی

موت کا۔ اور مسلمان کب کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے بلکہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوگا۔ مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور انہیں روضۂ اطہر میں حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے پہلو میں دفن کریں گے (مشکوۃ ص ۴۸۰) بھائی مراد علی صاحب ہمارے پاک پیغمبر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔ مرزا کہتا ہے وہ سرینگر میں دفن ہوئے۔ ہمارے نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ ان کی نماز جنازہ مسلمان پڑھیں گے۔ مرزا کہتا ہے کہ مسلمان کجا وہ تو پیغمبر اسلام کی پیدائش سے ۵۷۰ سال پہلے ہی فوت ہو چکے۔

بھائی مراد علی صاحب ہم تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے اس دن قائل ہوں گے جب ان کی قبر پاک مدینہ منورہ میں بن جائیگی۔ وہاں ابھی تک چوتھی قبر کی جگہ خالی ہے۔ اس قادیانی سے کہو کہ حضرت نبی ﷺ اور شیخین کی قبریں ہم دکھاتے ہیں اور آج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر وہاں دکھادیں۔ ہم سے دس کروڑ ڈالر انعام لے لیں۔ کیونکہ اسے انعامی چیلنجوں کا بڑا شوق ہے۔

۲۳۔ آیت ۹: اور بولے ہم نہ مانیں گے تیرا کہنا جب تک تو نہ جاری کر دے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ۔ یا ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا۔ پھر بہائے تو اس کے بیچ نہریں چلا کر یا گرادے آسمان ہم پر جیسا کہ تو کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے۔ یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے یا ہو جائے تیرے لئے ایک گھر سنہرا۔ یا چڑھ جائے تو آسمان میں۔ اور ہم نہ مانیں گے تیرے چڑھ جانے کو جب تک نہ اتار لائے ہم پر ایک کتاب جس کو ہم پڑھ لیں۔ تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک آدمی بھیجا ہوا۔ (۱۷: ۹۰۔۹۴) یہاں نہ مسیحؑ کا ذکر نہ موت کا یہاں تو صرف یہ ذکر ہے کہ یہ باتیں انسان کے اختیار میں نہیں۔ خدا کے اختیار میں ہیں وہ جس کے لئے چاہے ظاہر کر دے۔ کیا موسیٰ کے لئے ایک نہیں بارہ چشمے جاری نہ فرمادیے۔ (۲: ۶۰) اور آپؐ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے فوارے جاری نہ ہوئے (بخاری) حضرت اسماعیلؑ کے ایڑیاں رگڑنے سے اللہ نے زمزم کا چشمہ جاری نہ فرمایا۔ اور

کیا اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام علیہ السلام کو یہ نہ فرمایا ''وہ اللہ بہت برکت والا ہے۔ اگر چاہے تو تیرے لئے ایک چھوڑ کئی باغات مہیا کردے اور ان کے نیچے نہریں بھی چلتی ہوں اور ایک چھوڑ کئی محل بھی میسر کردے (۲۵: ۱۰) بلکہ اللہ چاہے تو کافروں کے لئے چاندی اور سونے کے محلات مہیا کردے اسی دنیا میں (۴۳: ۳۳۔۳۵) اور کیا یہ قادیانی خدا کو آسمان کا ٹکڑا گرانے پر قادر نہیں مانتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسادیں یا آسمان سے کوئی ٹکڑا بطور عذاب کے نازل کردیں (۹:۳۴) اور کیا آسمان پر لے جانے کی اللہ میں قدرت نہیں اللہ تعالیٰ تو کفار کے بارہ میں فرماتے ہیں'' اور اگر ہم کفار پر آسمان کا دروازہ کھول دیں اور اس میں چڑھ بھی جائیں تو پھر بھی کہیں گے کہ ہم کو کسی نے جادو کردیا ہے (۱۴:۱۵) یہ کافر تو خدا کی قدرتوں کا بھی منکر ہے۔ اس سے پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ مدد دی ہم نے عیسیٰ کو روح پاک سے۔ اس پر مسلمان مفسرین تو یہ لکھتے ہیں کہ پہلے تو ان کی پیدائش ہی نفخ جبرئیل سے ہوئی یہ مدد تھی۔ پھر جب یہود نے ان کو شہید کرنا چاہا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کو اٹھا کر آسمان پر لے گئے۔ اب مرزائی بتائے کہ یہ جو مدد کا وقت تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود پکار اٹھے **من انصاری الی اللہ** اس وقت جبرئیلؑ نے کیا مدد کی کہ ان کو گرفتار ہونا ذلیل ہوتا۔ صلیب پر تڑپتا دیکھتے رہے۔ یہی مدد ہے جس کا اللہ تعالیٰ احسان جتائیں گے کہ میں نے تیری روح پاک سے مدد کی تھی۔

۲۴: آیت ۱۰:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد احمد نبی ﷺ آئیں گے۔ اس کی تشریح خود بائبل کتاب الاعمال ص ۱۲/۳۔۲۵ پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے بعد اور آسمان سے اترنے سے پہلے آئیں گے۔ اور آنحضرت ﷺ نے بھی اسی کی تصدیق فرمائی کہ وہ آسمان پر جاچکے اور پھر قرب قیامت آسمان سے نازل ہوں گے کب عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد آئیں گے۔ اس شخص نے قرآن پر بھی جھوٹ بولا۔ اور انجیل پر بھی۔ اور جھوٹوں کے پاس جھوٹ کے سوا اور ہوتا بھی کیا ہے۔

۲۵۔ آیت ۱۱۔ بے شک مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کے رسول ہیں اور حضور ﷺ کے

امتی ہیں کیونکہ ہمارے نبی پاک ﷺ نبی الانبیاء ہیں۔ اور جس طرح ہمارے پاک پیغمبر ﷺ کے بارہ میں قرآن پاک میں چار جگہ آیا کہ وہ کتاب وحکمت کی تعلیم دیں گے اور بالاتفاق وہاں قرآن اور سنت مراد ہے۔ اسی طرح مسیح علیہ السلام کے بارہ میں ہے ویعلمه الکتاب والحکمة والتورٰة والانجیل۔

اور اللہ تعالیٰ سکھائیں گے عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل۔ آسمان پر جانے سے پہلے آپ تورات انجیل کی تبلیغ کرتے تھے۔ اب ضروری ہے کہ جب دنیا میں قرآن سنت آجائے تو عیسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لائیں۔ اور کتاب وسنت کی تبلیغ بنی اسرائیل کو کریں۔ اسی لئے تو خداوند قدوس نے فرمایا ''اور نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب سے مگر ضرور ضرور ایمان لائے گا عیسیٰ پر اس کی موت سے پہلے اور عیسیٰ گواہ ہوں گے (ان اہل کتاب پر) قیامت کے دن (۴:۱۵۹) اس آیت سے معلوم ہوا کہ آئندہ زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اہل کتاب کے ملک میں۔ اور وہ ان پر ایمان لائیں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوں گے۔

۲۶۔ آیت ۱۲۔ یہ امت واقعی بہترین امت ہے کہ جس کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی اس امت میں نازل ہو کر امام مہدی کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے۔ اور ان کی یہ آمد قتل دجال اور اہل کتاب کی اصلاح کے لئے ہوگی۔

۲۷: آیت ۱۳۔ اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر (۱۹:۳۳) اس آیت میں صرف یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی۔ کب آئے گی اس آیت میں اس کا ذکر نہیں البتہ قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ نزول کے بعد فوت ہوں گے۔ مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔

۲۸: آیت ۱۴۔ اس آیت میں صرف حضرت مسیح اور مریم صدیقہ کا ٹیلہ پر پناہ حاصل کرنا مذکور ہے۔ یا تو وہ ٹیلہ مراد ہے جہاں عیسیٰؑ کی پیدائش ہوئی۔ یا بچپن میں ہیرودیس سے بچنے کے لئے مصر میں پناہ لی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے نبیوں کی طرح

زمین پر بھی مصر میں پناہ دی اور چونکہ نفخ جبرئیلی کی وجہ سے ان میں ایک خاص خصوصیت دی۔ اس لئے جبرئیل علیہ السلام کے مستقر آسمان میں بھی ان کو پناہ دی گئی۔

۲۹۔ اللہ ہے جس نے بنایا تم کو کمزوری سے پھر دیا کمزوری کے پیچھے زور پھر دے گا زور کے پیچھے کمزوری اور سفید بال بناتا ہے جو کچھ چاہے اور وہ ہے سب کچھ جانتا کر سکتا (۳۰:۵۴) اس آیت میں مسیح علیہ السلام کا ذکر ہی نہیں۔ اور احادیث میں ہے کہ مسیح نزول کے بعد دجال کو قتل کریں گے۔ شادی کریں گے۔ اولاد ہوگی۔ حج کریں گے۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ان کی صحت بالکل درست ہوگی۔ اور آسمان کی زندگی تو نفخ جبرئیلی کی تاثیر ہے۔ اس میں قوت وضعف کا تغیر وتبدل ہے ہی نہیں۔ ورنہ فرشتے تو اب تک چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتے۔

۳۰۔ آیت ۱۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تک زمین پر رہے تو زمین کا کھانا کھاتے رہے کیونکہ آپ کی والدہ سیدہ مریم اسی مٹی سے پیدا ہوئیں اور آسمان پر جبرئیل علیہ السلام والا طعام **نحن نسبح بحمدک ونقدس لک** بھی ان کا طعام ہے کہ نفخ جبرئیلی کی یہی تاثیر ہے قرآن پاک نے صاف فرمایا **وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ** کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ یہ بالکل صاف آیت کہ جس جسم کو وہ شہید کرنا چاہتے تھے اسی جسم کو زندہ سلامت خدا نے اٹھالیا۔

۳۱: آخر میں ایک صفحہ پر توفی والی آیات درج کی ہیں۔ توفی کا معنی پورا لینے کے ہیں۔ چونکہ اس کی انواع مختلف ہیں، زندہ اٹھالینا۔ موت نیند اس لئے جہاں موت کا قرینہ ہوگا وہاں اس کا معنیٰ موت لیتے ہیں۔ جہاں نیند کا قرینہ ہو نیند مراد ہوگی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں توفی کے ساتھ رفع کا لفظ جو جسم کے صحیح سالم اٹھائے جانے کا قرینہ ہے۔ اس لئے یہاں وہی معنیٰ لیا گیا یہ بھی عجیب جہالت ہے کہ اگر فلاں آیت میں معنیٰ موت ہے تو یہاں بھی موت ہی ہوگا۔ دیکھو قرآن پاک میں یصلون کتنی جگہ آتا ہے مگر تم اس کا معنی نماز لیتے ہو۔ اور جب اللہ کے ساتھ آیا تو حدود لیتے ہو۔ یہ مختصر جواب پیش خدمت ہے۔ تحفظ ختم نبوت کے دفتر سے رابطہ رکھیں اور کم از کم تحفۂ قادیانیت کے تینوں حصے مطالعہ فرمائیں۔

مناقب امام اعظم ابوحنیفہؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ امابعد یہ آپ کے ہاتھ میں ایک مشہور اور مبارک کتاب الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان کا اردو ترجمہ ہے جو مفتی حجاز العلامہ الشیخ شہاب الدین احمد بن حجر الھیثمی المکی ۹۷۳ھ نے مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر تحریر فرمائی۔ نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ مبارک رسالہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حالات و مناقب میں تحریر کیا گیا۔ امام اعظمؒ قانون اسلامی کے مدوّن اول ہیں۔ حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کا فرمان واجب الاذعان ہے الناس معادن خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا (بخاری ۱۔۴۷۹، مسلم ۲۔۲۶۸) یعنی جس طرح زمین کی کانیں مختلف الاستعداد ہوتی ہیں۔ کسی سے سونا نکل رہا ہے، کسی سے چاندی، کوئی پیتل کی کان ہے، کوئی لوہے کی، اور کسی سے کوئلہ نکل رہا ہے۔ ان سب کانوں میں سونے کی کان کو سب کانوں پر شرف حاصل ہے اسی طرح انسان بھی مختلف الاستعداد ہوتے ہیں۔ اگر شریف النسب آدمی اسلام لانے کے بعد فقیہ بن جائے تو یہ سونے پر سہاگہ اور نور علیٰ نور ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی شرافت نسبی کا کیا کہنا۔ آپ کے نسب مبارک میں آٹھ انبیاء علیہم السلام کے اسمائے گرامی آتے ہیں ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام ۲۔ حضرت شیث علیہ السلام ۳۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام ۴۔ حضرت نوح علیہ السلام ۵۔ حضرت ادریس علیہ السلام ۶۔ حضرت ھود علیہ السلام ۷۔ حضرت اسحاق علیہ السلام ۸۔ حضرت یعقوب علیہ السلام۔ اس شرافتِ دینی کا کیا کہنا

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں ۔ یہ رتبۂ بلند جس کو مل گیا اس کو مل گیا

اور آپ کے نسب میں سولہ بادشاہ ہیں ۱۔ ساسان ۲۔ بابک ۳۔ حاز ۴۔ مہروس ۵۔ ساسان دوم ۶۔ اسفند یار ۷۔ گشتاسپ ۸۔ نہراس ۹۔ کتمش ۱۰۔ کیاسین ۱۱۔ کیابود ۱۲۔ کیقباد ۱۳۔ دارا ۱۴۔ مرحام ۱۵۔ مرمان شو ۱۶۔ منوچہر الکیان۔ سبحان اللہ نبوت اور ملوکیت کے خون کے حسین ترین مزاج کا نام نعمان بن ثابت ہے اس شرافتِ نسبی پر جب فقاہت یعنی نبوت کی مزاج شناسی کا نور چمکا تو اس عظمت کا اعتراف اہل اسلام نے امام اعظمؒ کے لقب سے کرایا۔ شرافتِ نسبی اور فقاہت نفسی نے آپ کے قلب منور میں یہ داعیہ پیدا کیا کہ اسلامی قانون کو مدون کیا جائے۔ تو آپ نے ایک شوریٰ ترتیب دی اور قانون اسلامی کو مرتب فرمایا۔ اور اس تفصیل اور تشریح سے مرتب فرمایا کہ قیامت تک آنے والے مسلمان اسی منیارۂ نور کی روشنی سے مستنیر ہو رہے ہیں اور ہوں گے۔ تاریخ اسلام کی یہ روشن ترین حقیقت ہے کہ عروج اسلام کے دور میں اکثر سلاطینِ اسلام حنفی ہی رہے۔

اول وآخر:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم انسانوں کی ہدایت کے لئے کم وبیش ایک لاکھ بیس ہزار نبی بھیجے جو سب برحق نبی تھے لیکن ان سب میں ہمارے نبی اقدس حضرت محمد ﷺ کو ایک خاص امتیاز عطا فرمایا کہ آپ ﷺ کو عالمِ ارواح میں سب سے اول منصب نبوت سے نوازا اور دنیا میں آپ سب نبیوں کے آخر میں ختم نبوت کا تاج سجائے پیدا ہوئے اس لئے آپ حضراتِ انبیاء علیہم السلام میں اول بھی ہیں اور آخر بھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کے غلام حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کو بھی عجیب شان سے نوازا گیا۔ ائمہ اربعہ سب برحق ہیں مگر ان میں سب سے پہلے امام صاحبؒ کا مذہب مدون ہوا۔ اور اصحابِ کشف کا بیان ہے کہ امام صاحبؒ کا مذہب ہی آخر تک رہے گا چنانچہ علامہ شعرانی فرماتے ہیں "اور میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ جب باری تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا کہ مجھ کو شریعت کے سرچشمہ پر آگاہ کر دیا۔ تو میں نے تمام مذاہب کو دیکھا کہ وہ سب اسی چشمہ سے متصل ہیں اور ان تمام میں سے ائمہ اربعہ علیہم الرحمۃ کے مذاہب کی نہریں خوب جاری ہیں۔ اور جو مذاہب ختم ہو چکے وہ

خشک ہو کر پتھر بن گئے ہیں۔ اور ائمہ اربعہ میں سے سب سے لمبی نہر حضرت امام ابوحنیفہؒ کی دیکھی۔ پھر اس کے قریب قریب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی۔ اور سب سے چھوٹی نہر حضرت امام داؤد علیہ الرحمۃ کے مذہب کی پائی۔ جو پانچویں قرن میں ختم ہو چکا ہے تو اس کی وجہ میں نے یہ سوچی کہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کے مذہب پر عمل کرنے کا زمانہ طویل رہا۔ اور حضرت امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر تھوڑے دن عمل رہا۔ پس جس طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی بنیاد تمام مدوّنہ سے پہلے قائم ہوئی ہے اسی طرح وہ سب سے آخر میں ختم ہوگا۔ اور اہل کشف کا بھی یہی مقولہ ہے۔

(مواہب رحمانی اردو ترجمہ میزان شعرانی ص ۱۰۷ ج ۱)

کثرتِ مقلدین:

جب امام صاحبؒ کی نہر سب سے بڑی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے بہت سے لوگ اور علاقے سیراب ہوئے۔ ہمارے پاک پیغمبر حضرتِ اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات پر اپنا ایک فخریہ بھی بیان فرمایا کہ میرے اتباع بکثرت ہوں گے۔ ایک دفعہ تو یہ ارشاد فرمایا کہ میدانِ قیامت میں جنتیوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ جن میں سے اسی (۸۰) صفیں میری امت کی ہوں گی۔ (ترمذی ص ۷۷ ج ۲) گویا آپ ﷺ کی امت باقی سب نبیوں کی امتوں سے دو تہائی جنت میں جائے گی۔ یہ بات جس طرح ہمارے نبی ﷺ کے لئے باعث فخر ہے تو یقیناً حضرت امام اعظمؒ کے لیے بھی باعث فخر ہے۔ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ کے مقلدین میں حضرت امام اعظمؒ کے مقلدین ہمیشہ دو تہائی کے قریب رہے ہیں۔ علامہ شکیب ارسلان ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں ''مسلمانوں کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی پیرو اور مقلد ہے۔ سارے ترک اور بلقان کے مسلمان، روس اور افغانستان کے مسلمان۔ ہندوستان (پاک و ہند) کے مسلمان اور عرب کے اکثر مسلمان فقہ میں حنفی مسلک رکھتے ہیں (حسن المساعی ص ۶۹)'' ۱۹۱۱ء کی سرکاری مردم شماری کے مطابق حنبلی ۳۰ لاکھ، مالکی ایک کروڑ شافعی دس کروڑ اور حنفی ۳۷

کروڑ سے زائد تھے۔ یعنی کل اہل سنت ۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ سے زائد تھے جن میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین ۳۷ کروڑ سے زائد تھے۔ یہ کثرتِ اتباع حقیقۃً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بہت بڑا فخر ہے۔ اللھم زد فزد۔ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں غیر مقلدین کا کوئی خانہ نہیں ہے۔ گویا ۱۹۱۱ء تک غیر مقلدین خواہ اہل قرآن ہوں خواہ اہل حدیث یہ قابل ذکر ہی نہیں تھے۔

عالمگیریت:

باقی حضرات انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات میں سے پیغمبر اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ایک یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ باقی نبی ایک ایک قوم یا ایک ایک علاقے کے نبی تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ پوری دنیا کے عالمگیر نبی ہیں۔ جب آپ ﷺ کا دین عالمگیر تھا تو اس کا ہر جگہ پہنچنا ضروری تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ خود ملک عرب سے باہر تشریف نہیں لے گئے۔ آپ ﷺ کی مکمل اور متواتر سنت ائمہ اربعہ کے ذریعہ مختلف علاقوں میں پھیلی۔ لیکن ائمہ ثلاثہ کے مقلدین دنیا کے ہر ملک میں آج ہوائی جہاز کے دور میں بھی کتاب وسنت کے مدرسے قائم نہیں کر سکے۔ جبکہ فقہ حنفی کے ذریعہ کتاب وسنت خیر القرون میں ہی ساری دنیا میں پہنچ چکی تھی۔ محدثِ حرم امام سفیان بن عیینہؒ جن کی پیدائش ۱۹ھ اور وفات ۱۹۸ھ ہے فرماتے تھے۔ شیئان ما ظننتهما ان یتجاوزا قنطرة الكوفة قراءة حمزة ورأى ابي حنيفة وقد بلغا الآفاق (مناقب ذہبی ص ۲۰) میں دو چیزوں کے بارہ میں کبھی سوچتا بھی نہ تھا کہ یہ کوفہ کا پل پار کر کے باہر جائیں گی۔ حمزہ کی قرأت اور ابو حنیفہ کی رائے اب وہ دونوں زمین کے کناروں تک پہنچ چکی ہیں۔ امام سفیانؒ کا وصال ۱۹۸ھ میں ہے۔ اور خیر القرون کی حدود ۲۲۰ھ تک ہیں (بخاری ص ۳۶۲ ج ۱، حاشیہ نمبر ۱) اس سے دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہوگیا کہ خیر القرون میں ہی خدا کا قرآن قاری حمزہ کی قراءت کے ذریعہ اور نبی پاک ﷺ کی مکمل اور متواتر سنت فقہ حنفی کے ذریعہ چار دانگ عالم میں پہنچ چکی تھی۔ نواب صدیق حسن خان مسالک الممالک کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

عباسی خلیفہ واثق باللہ (۲۴۸ھ) نے کچھ لوگوں کو سد سکندری کا حال معلوم کرنے کے لئے چین کی آخری سرحد پر بھیجا۔ وہاں کی جو رپورٹ انہوں نے آکر دی وہ نواب صاحب نے یوں تحریر فرمائی ہے محافظان سد کہ درآں جابودند ہمہ دین اسلام داشتند و مذہب حنفی۔ زبانِ عربی فارسی می گفتند۔ اما از سلطنتِ عباسیہ بے خبر بودند (ریاض المرتاض ص ۳۱۶) یعنی سد سکندری کے تمام محافظ باشندے مسلمان حنفی المذہب تھے۔ اور عربی فارسی زبان سے واقف تھے مگر حکومتِ عباسیہ سے بے خبر تھے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ:

ان مذکورہ اور دیگر بہت سی عظمتوں کی بنا پر اہل اسلام میں آپ کا تعارف امام اعظم کے لقب سے ہوا۔

عن ابی ھریرۃؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اعظم الناس نصیباً فی الاسلام اھل فارس. لو کان الاسلام فی الثریا لتناولہ رجال من اھل فارس (تاریخ ابونعیم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں اعظم نصیب (عظیم تر حصہ) اہل فارس کا ہے۔ اگر اسلام ثریا میں بھی ہو تو اہل فارس کے لوگ وہاں سے لے لیں گے

اس میں شک نہیں کہ جس طرح خدا کا قرآن سات قاریوں کی تدوین و محنت سے مکمل اور متواتر شکل میں امت میں پھیلا۔ اسی طرح حضرت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنت مکمل تدوین اور عملی تواتر سے چار اماموں کے ذریعہ امت میں پھیلی۔ یہ چار امام حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ ہیں۔ ان میں سے امام احمدؒ عرب کے شیبانی قبیلہ کے چشم و چراغ ہیں۔ امام شافعیؒ عرب کے خاص مطلبی قریشی قبیلہ کے فرزند ارجمند ہیں جبکہ امام مالکؒ عرب کے اصبحی کے نونہال تھے۔ یہ تینوں امام عربی النسل تھے۔ اس لئے اس عظیم پیش گوئی کے مصداق قرار نہیں پا سکتے۔ ہاں ان میں سے ایک ہی امام حضرت امام ابوحنیفہؒ فارسی النسل ہیں۔ جب اہل فارس کا نصیب اسلام میں اعظم

ہے تو یقیناً ان کا امام بھی امام اعظم ہے۔اس امام کے حق میں اعظم کا لفظ زبانِ رسالت پر آیا۔ اور اہل اسلام میں بلانکیر رائج ہو گیا۔اور تاریخ اسلامی نے بھی حرف بحرف اس کی تصدیق کر دی کہ امت محمدیہ کا عظیم ترین حصہ ان کے ذریعہ ہی سنت پر عامل ہے

عن ابی عثمان الهندی سمعت سلمان یقول قال رسول الله ﷺ یا سلمان لوکان الدین معلقاً بالثریا لتناوله ناس من اهل فارس یتبعون سنتی ویتبعون آثاری ویکثرون الصلوٰة علیّ (تاریخ ابو نعیم بحوالہ مقدمہ کتاب التعلیم ص ۹۷)

حضرت ابو عثمان الہندیؒ حضرت سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے سلمان اگر دین ثریا ستارے کے ساتھ بھی لٹک رہا ہو تو اہل فارس اس کو اتار لیں گے اور وہ میری سنت کا اتباع کریں گے۔ میرے نقشِ قدم پر چلیں گے اور کثرت سے مجھ پر درود پڑھیں گے۔

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا کہ جس امام اہل فارس کی پیش گوئی پہلی حدیث میں آئی ہے۔ وہ امام اعظمؒ اور اس کے مقلدین سنتِ نبوی ﷺ کے ہی پیروکار ہوں گے۔ ان کی زبانیں درودِ نبوی ﷺ سے تر و تازہ اور ان کے اعمال نبوی نقش پا کے دلدادہ ہوں گے۔

ابوحنیفہ:

یہ حضرت امام اعظمؒ کی مبارک کنیت ہے۔ یہ کنیت نہیں بلکہ وصفی ہے جیسے ابوہریرہ اور ابوتراب وغیرہ۔ دین اسلام کا نام قرآن پاک نے ملتِ حنیف بتایا ہے۔ جو حضرت ابراہیم حنیف علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ حضرت امام اعظمؒ نے سب سے پہلے اس دین حنیف کی تدوین فرمائی ہے۔ عربی محاورہ میں پہل کرنے والے کو ''آپ'' کہتے ہیں۔ چونکہ دین حنیف کی پہلی مکمل تدوین کا سہرا حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے سر بندھا۔ اس لئے اہلِ اسلام میں آپ کی کنیت ابوحنیفہ قرار پائی یعنی ''ابو الملة الحنیفه''۔ اور حنیفہ سے حنفی ایسا ہی ہے جیسے مدینہ سے مدنی۔ اس کنیت کی یہی وجہ علامہ جار اللہ ابو القاسم محمود بن عمر

الزمخشری ۵۳۸ھ نے اپنی کتاب شقائق النعمان فی مناقب النعمان میں تحریر فرمائی ہے اور یہی وجہ امیر یمانی نے الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم میں لکھی ہے۔

مناقب:

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب پر بہت سی کتابیں لکھیں گئیں جس طرح حضور سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر دنیا میں سب سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں۔ امام صاحبؒ کے مناقب پر بھی ہر مذہب والے نے کتابیں لکھیں۔

نہ دانم آں گلِ خنداں چہ رنگ وبو دارد — کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد

۱۔ امام المحدث المؤرخ الفقیہ ابوالعباس احمد بن الصلت الحمانی ۳۰۸ھ (۲) الامام الحافظ المجتہد ابی جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی ۳۲۱ھ ۳۔ الامام الحافظ المحدث ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن احمد السعدی المعروف بابن ابی العوام ۳۳۵ھ ۴۔ فضائل الامام ابی حنیفہ شیخ احمد بن محمد بن احمد بن شعیب الشعبی الحنفی ۳۵۷ھ ۵۔ الحافظ المحدث الناقد الامام عبداللہ بن محمد الحارثی ۳۴۰ھ ۶۔ شیخ الاسلام الامام المحدث الفقیہ ابو الحسین احمد القدوری ۴۲۸ھ ۷۔ الامام المحدث المؤرخ الکبیر الفقیہ القاضی ابی عبدالرحمن بن علی الصیمری ۴۳۶ھ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ۸۔ العلامہ جار اللہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری۔ نے شقائق النعمان فی مناقب النعمان لکھی ۵۳۸ھ ۹۔ العلامہ صدر الائمہ ابی المؤید موفق الدین بن احمد المکی الخوارزمی ۵۶۸ھ (۱۱۔۱۲) الشیخ الامام شرف الدین ابوالقاسم بن عبدالعلیم العینی القرشی الحنفی نے دو کتابیں لکھیں۔ قلائد عقود البدر والقضیان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان اور الروضۃ العالیۃ المنیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ ۱۳۔ الشیخ محی الدین عبدالقادر القرشی نے البستان فی مناقب النعمان لکھی ۱۴۔ الشیخ المؤرخ ابن المظہر یوسف بن قزاغلی البغدادی نے کتاب الانتصار لامام ائمۃ الامصار لکھی ۱۵۔ الامام محمد بن محمد الکردری

المعروف بالبزازی ۸۲۷ھ نے مناقب میں زبردست کتاب لکھی ۱۶۔ مؤرخ ابن خلکان نے تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان لکھی ۱۷۔ الامام ابوعمر بن عبدالبر المالکی نے الانتقاء میں مفصل تذکرہ لکھا ۴۲۸ھ ۱۸۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۳ پر امام صاحبؒ کے مفصل مناقب بیان کئے۔ مگر بعد میں ایسے مثالب بھی لکھے کہ امام صاحب کا اسلام بھی ثابت نہ ہو۔ اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں ایک شخص میں جمع نہیں ہوسکتیں کہ وہ افضل ترین انسان بھی ہو اور بدترین خلائق بھی ہو یقیناً ان میں سے ایک ہی بات صحیح ہوگی اب دیکھنا ہے کہ امت نے اجماعاً کس بات کو قبول کیا اور کس کو رد کیا۔ تو امت نے اجماعاً آپ کے مناقب کو قبول فرمایا اور مثالب کو رد فرمایا تو باجماعِ امت امام کے مناقب مجمع علیہ متواتر قرار پائے اور آپ کے مثالب شاذ و منکر قرار پائے ۱۹۔ امام ابن حجر مکی الشافعیؒ ۹۷۴ھ نے الخیرات الحسان کے نام سے امام صاحبؒ کو خراجِ تحسین پیش کیا جس کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے ۲۰۔ علامہ جلال الدین السیوطی الشافعیؒ نے تبییض الصحیفہ لکھی ۲۱۔ شیخ الامام ابی عبداللہ محمد بن یوسف الدمشقی الصالحی الشافعی ۹۴۲ھ نے عقود الجمان لکھی ۲۲۔ حضرت ملا علی قاریؒ نے ۱۰۱۴ھ میں مناقب امام اعظم تحریر فرمائی۔ الغرض امام کی سیرت میں جو کتابیں لکھی گئیں۔ اگر صرف ان کے نام ہی لکھے جائیں تو وہ ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے گی۔ یہ دراصل امت کی طرف سے امام صاحبؒ کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ حال ہی میں المحدث الناقد حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی مدظلہ کی مکانۃ ابی حنیفہ فی الحدیث چھپ کر آئی ہے۔ جس میں امام صاحبؒ کی شان محدثیت کو آفتاب نیمروز کی طرح واضح فرمایا ہے۔

الخیرات الحسان:

یہ کتاب مؤلف نے ایک خطبہ اور چالیس فصلوں میں تصنیف فرمائی ہے۔ خطبہ میں وجہ تالیف کا ذکر ہے ایک محمود غزالی نامی کسی بدعتی نے حضرت امام اعظمؒ کے خلاف زبان طعن دراز کی۔ بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ یہ زبان درازی امام محمد غزالی الشافعی نے کی ہے۔ تو

ابن حجر مکی الشافعی نے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے یہ کتاب لکھ کر بتایا کہ حضرت امام اعظمؒ کی عزت و احترام میں شوافع ہرگز احناف سے پیچھے نہیں ہیں۔ فصل اول میں پھر یہی بات دہرائی ہے، دوم میں نسب مبارک، سوم میں سن ولادت، چہارم میں اسم مبارک اور کنیت۔ پنجم میں حلیہ مبارک ذکر فرمایا ہے ششم میں تابعیت کو ثابت کیا ہے ہفتم میں شیوخ امام جن کی تعداد چار ہزار تک ہے ہشتم میں تلامذہ امام کا ذکر ہے۔ جب یہ عالمگیر حقیقت ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو ائمہ ثلاثہ کے تلامذہ صرف مدرس بنے۔ لیکن امام صاحبؒ کے تلامذہ نہ صرف قاضی بلکہ قاضی القضاۃ بنے۔ ان میں مدرس، محدث، فقیہ، امام اور ہر طبقے کے پیشوا تھے۔ نہم میں حصول علم دہم میں مسند افتاء پر جلوہ گری۔ ۱۱ میں اصول اور بنائے مذہب ۱۲ میں خصائص امام کا ذکر فرمایا ہے ۱۳۔ میں مثل مشہور کے موافق کہ ولی را ولی مے شناسد کے مجتہدین، محدثین، فقہاء، قضاۃ اور ہر طبقہ کے ائمہ کے اقوال امام کی شان میں بیان فرمائے ہیں ۱۴ میں علمی کمال کے ساتھ ساتھ شان عبادت ۱۵ میں آپ کی شانِ تصوف ۱۶ میں حفاظتِ زبان ۱۷ میں آپ کی سخاوت۔ ۱۸ میں آپ کا زہد اور ورع ۱۹ میں امانت ۲۰ میں عقل ۲۱ میں کمال فراست ۲۲۔۲۳ میں آپ کی حاضر دماغی اور حاضر جوابی کا ذکر کیا ہے ۲۴ میں آپ کی شانِ علم کا ذکر ہے۔ ۲۵ میں بتایا ہے کہ اتنی مصروفیات کے باوجود آپ اپنے ہاتھ کی کمائی سے گزر اوقات کرتے اور شاہی وظائف قبول نہ فرماتے ۲۶ میں آپ کی خوش پوشی اور لباس کا ذکر ہے ۲۷ میں آپ کے جوامع الکلم حکمتیں اور آداب مذکور ہیں ۲۸ میں اشد البلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل کے مطابق آپ کی ابتلاؤں کا تذکرہ ہے ۲۹ میں سند قراءت ۳۰ میں سند حدیث ۳۱ میں وصال مبارک ۳۲ میں تاریخ وفات اور ۳۳ میں تجہیز و تدفین کا بیان ہے۔ ۳۴ میں ھواتف ان غائبانہ آوازوں کا ذکر ہے جو آپ کے وصال کے بعد سنی گئیں ۳۵ میں مزار پر انوار کا ذکر ہے ۳۶ میں لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے تحت مبشرات کا ذکر ہے ۳۷ میں اس اعتراض کا جواب ہے کہ آپ قیاس کرتے تھے وہ کتاب وسنت کی تفصیل وتشریح کے لئے تھا نہ کہ تردید کے لئے ۳۸ میں آپ

کی تعدیل متواتر کے مقابلہ میں شاذ و منکر جروحات کی حقیقت بیان کی ہے ۳۹ میں خطیب بغدادی کی تردید کی ہے کہ جب امام شافعیؒ امام صاحب کے مزار تک کا احترام کرتے تھے تو امام شافعی کے مقلد کو امام اعظم کے خلاف زبان کھولنے میں کم از کم اپنے امام ہی کی شرم لازم ہے۔ اور ۴۰ آخری فصل میں یہ بتایا ہے کہ مجتہد حدیث کی مخالفت نہیں کرتا البتہ دو معارض احادیث میں سے راجح کی تلاش کرتا ہے۔ الغرض یہ کتاب مکہ مکرمہ میں ایک شافعی عالم نے امام صاحب کی شان میں تحریر فرمائی ہے۔ اور صحیح صحیح روایات سے مزین فرمائی۔ یہ کتاب عربی زبان میں تھی جس سے اردو دان حضرات فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب استاذ جامعہ قادریہ رحیم یار خان نے آسان اردو میں اس کا ترجمہ کر دیا۔ اس کتاب کا ہر حنفی گھر میں ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی طرف سے مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ اور مزید دینی خدمات کی ہمت عطا فرمائیں۔ فقط والسلام

محمد امین صفدر ۱۹، جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

مسعودی فرقہ سے چند سوالات

بسم اللہ الرحمن الرحیم. حامداً ومصلیاً ومسلماً، اما بعد:

کراچی کے مسعودی فرقہ کی طرف سے ایک سوال نامہ ''تلاشِ حق کے سلسلہ میں چند سوالات'' موصول ہوا (۱) مسعودی فرقہ کے ہاں حق صرف قرآن، حدیث میں منحصر ہے اور ان سوالات میں سے ایک سوال بھی نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے۔ معلوم ہوا یہ سوالات لکھتے وقت یہ خالص غیر مسلم تھا۔ (۲) یہ سوالات نہ کسی محدث کے ذہن میں ابھرے نہ مفسر کے ذہن میں نہ فقیہ کے ذہن میں۔ کیا ان چودہ صدیوں میں کسی ایک کو بھی حق کی تلاش نہ تھی۔ معلوم ہوا کہ سوالات خالص جہالت کی پیداوار ہیں۔ علمی دور میں کبھی نہ کئے گئے۔ (۳) چونکہ آپ کے ہاں تلاش حق کا معیار نہ قرآن ہے نہ سنت بلکہ چند سوالات ہیں۔ اس لئے ہم بھی تلاش حق کے سلسلہ میں آپ سے چند سوالات پوچھیں گے جن کا جواب آپ صرف قرآن حدیث سے دیں گے کیا قرآن ۴۲: ۱۳۔۱۴ سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی تھا۔ دین کی جامع مانع تعریف کریں (۴) کیا یہ درست ہے کہ لکل جعلنا منکم شرعۃً ومنھاجا (القرآن ۵: ۴۸) کے موافق انبیاء کی شریعتیں مختلف تھیں؟ کیا یہ بھی ثابت ہے کہ ان شریعتوں میں حلال حرام کا اختلاف تھا۔ کتابیں مختلف، قبلے مختلف تھے اتنے اختلاف کے باوجود بھی سب کا دین ایک تھا یا الگ الگ؟ (۵) کیا تمام انسان اولاد آدمؑ ہیں۔ پھر جعلناکم شعوبا وقبائل (الحجرات ۱۳) کے موافق ذاتوں کا اختلاف تعارف کا ذریعہ ہے۔ کوئی سید ہے، کوئی مغل، کوئی پٹھان، کوئی جٹ، کوئی راجپوت، کوئی ارائیں۔ آپ کے نزدیک حضرت آدمؑ کی ذات کیا تھی؟ ان میں سے کون کونسی ذاتیں آدمؑ کی اولاد ہیں اور کون کونسی کسی اور کی؟ (۶) آپ نے الانعام۔۶۵ سے تفرق (فرقہ فرقہ بننا) کی

مذمت تحریر کی ہے۔ یہاں تفرق فی الاعتقاد مراد ہے یا تفرق فی الاجتہاد۔ آیت فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فی الدين میں کون کونسے فرقے مراد ہیں اور یہ قابل تعریف ہیں یا قابلِ مذمت (۷) آپ نے جو حدیث نقل فرمائی ہے کہ حبل اللہ سے مراد قرآن ہے (مسلم ۲۸۰ ج ۲) اس میں ازواج النبیؐ کو آیت تطہیر سے خارج کر دیا ہے کہ آپ ازواج مطہرات نہیں مانتے؟ (۸) جب آپ کے ہاں حبل اللہ صرف قرآن ہے؟ کیا حدیث کو بھی حبل اللہ کہا گیا ہے وہ حدیث پیش کریں؟ ورنہ صرف قرآن تو پرویزی مانتے ہیں؟ (۹) کیا آپ کے ہاں ہر اختلاف مذموم ہے؟ آپ کے فرقے کا بانی لکھتا ہے ''اختلاف ایک فطری امر ہے ہو جایا کرتا ہے'' (تفسیر ص ۱۵۷ ج ۱) پھر لکھتا ہے کہ اجتہادی اختلاف اعمال میں تو ہو سکتا ہے۔ اور اس کو گوارہ کیا جا سکتا ہے..... ائمہ کا اختلاف اجتہادی تھا اور اعمال میں تھا (خلاصہ تلاشِ حق ص ۶۶) جناب نے اجتہادی اختلاف پر تفرق والی آیت چسپاں کر کے يحرفون الكلم عن مواضعه کے موافق سنتِ یہود کو زندہ کیا۔ اور اجتہادی اختلاف کو گوارہ نہ کر کے اپنے امام کے بھی کافر بنے۔

(۱۰) ایک آدمی تورات پڑھ رہا ہے۔ دوسرا قرآن، کتابیں ہی مختلف ہیں۔ دوسری طرف سات آدمی مختلف قراءتوں میں قرآن ہی کی تلاوت کر رہے ہیں؟ کیا دونوں اختلاف آپ کے نزدیک ایک ہی حکم میں ہیں (۱۱) ایک آدمی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے دوسرا بیت اللہ کی طرف یہ شریعتوں کا اختلاف ہے۔ اور چار آدمی خانہ کعبہ کے چاروں طرف کھڑے ہو کر خانہ کعبہ ہی کی مختلف جہات کی طرف نماز پڑھ رہے ہیں۔ کیا یہ دونوں اختلاف آپ کے ہاں ایک ہی قسم کے ہیں۔ آپ اس اختلاف کو بھی سنگین کہتے ہیں؟ (۱۲- الف) کیا آپ ﷺ نے حنفی شافعی کہلانے کا حکم دیا ہے؟ بانی فرقہ مسعود لکھتا ہے ''اس میں شک نہیں کہ چاروں اماموں نے جس اصول پر مسائل کی بنیاد رکھی۔ وہ اصول سنت ہے کیونکہ ان لوگوں نے مسائل کو قرآن حدیث کی روشنی میں حل کیا۔ اور قرآن حدیث کو چھوڑ کر کسی اور شخص کے قول کو دلیل نہیں بنایا۔ نہ اس کو حجت سمجھا۔ لہٰذا ان کا یہ طریقہ بے شک

سنت تھا۔ اور وہ چاروں برحق تھے (خلاصہ تلاش حق ص ۸۸) جب چاروں حق اور سنت کے راستے ہیں تو کیا سنت پر عمل کرنے کا آپ ﷺ نے حکم نہیں دیا؟ جس طرح قرآن کی تلاوت کا حکم ہوا۔ اب سات قراءتوں میں سے جس قراءت پر کوئی تلاوت کرے گا وہ خدا رسول کا حکم ہی پورا کر رہا ہے۔ اسی طرح جب سنت پر عمل کا حکم ہوا تو چاروں مذاہب میں سے جس مذہب پر بھی عمل کرے گا۔ وہ متواتر اور مکمل سنت پر ہی عمل ہے (ب) جیسے پاکستان ایک ملک ہے۔ اس کے چار صوبے ہیں۔ اب کوئی سوال کرے کس صوبے کا رہنے والا پاکستانی ہے۔ تو کوئی عقل مند اس سوال کو تلاش حق کا سوال نہیں کہے گا۔ بلکہ ہر آدمی یہ سمجھے گا کہ یہ پہلی جماعت کے بچے سے بھی جاہل ہے۔ جس کو یہ بھی نہیں پتہ کہ چاروں صوبے پاکستان کے ہیں (ج) یہ ایسا ہی جاہلانہ سوال ہے جیسے کوئی کہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے، ترمذی، بخاری، ابو داؤد، نسائی پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ یہ سب احادیث نبویہ ہیں اگرچہ یہ نام دورِ نبوت، صحابہ، تابعین، تبع تابعین میں نہ تھے۔ (د) کیا آدمؑ نے سید مغل کہلانے کا حکم دیا تھا۔ اب جو سید پٹھان کہلاتے ہیں وہ اولادِ آدم میں شمار ہوں گے یا نہیں؟ (ر) بانی فرقہ کی کتابیں صلوٰۃ المسلمین، منہاج المسلمین، تلاشِ حق کیا یہ کتابیں پڑھنے اور ان پر عمل کرنے کا حضور ﷺ نے حکم دیا تھا۔ اور صحابہ ان ہی کتابوں کو پڑھتے تھے؟ (س) مذاہب اربعہ کے ساتھ غیر مقلدین اور جعفری کا ذکر ایسا ہی ہے جیسے سچے خدا کے ساتھ جھوٹے خداؤں کا ذکر، سچے نبیوں کے ساتھ جھوٹے نبیوں کا ذکر یہ کوئی بد دین ہی کر سکتا ہے (۱۴/۲) کیا صحابہ، تابعین، تبع تابعین ان میں سے کسی مذہب سے تعلق رکھتے تھے؟ (و) جناب نے صحابہ، تابعین، تبع تابعین کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ تین الگ الگ طبقے ہیں صحابی کو تابعی، تابعی کو تبع تابعی اور تبع تابعی کو صحابی نہیں کہہ سکتے۔ آپ کے نزدیک یہ تینوں مختلف طبقے الگ الگ دین پر تھے یا الگ الگ طبقہ ہونے کے باوجود دین ایک تھا۔ (ب) کیا اللہ نے ان کا نام مسلمین نہیں رکھا تھا۔ آپ نے مسلمین خدا کا رکھا ہوا نام چھوڑ کر ان کے نام صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کس دلیل سے رکھے (ج) کیا آپ ان کو مسلم مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر مسلم کے بعد صحابی یا تابعی کہنا درست ہے تو

مسلم کے ساتھ حنفی شافعی کس آیت یا حدیث میں منع ہے (د) آپ اختلاف منزل اور اختلاف مذہب کے فرق سے بھی جاہل ہیں۔ایک آدمی مکے جارہا ہے دوسرا کراچی دونوں میں منزل ہی کا اختلاف ہے لیکن دو آدمی مکہ مکرمہ ہی جارہے ہیں ایک انگلینڈ سے ایک پاکستان سے، ان کے راستے (مذاہب) اگرچہ الگ الگ ہیں مگر منزل ایک ہی ہے۔اسی طرح منزل چاروں کی ایک محمدی ہے۔مذاہب اربعہ چاروں راستے اسی منزل کو جاتے ہیں (ر) صحابہ کرامؓ جو قرآن پاک تلاوت فرماتے تھے اسی کو مرتب کر کے سات قراءتوں کا نام دیا گیا۔صحابہ کرامؓ جو سنت پر عمل کرتے تھے ان کے اتفاقی مسائل کو اجماع کا نام اور ان کے اجتہادی اختلافات کو مذاہب اربعہ کا نام دیا گیا (س) مذہب راستے کو کہتے ہیں جیسے دریا کا پانی نہر کے ذریعہ دور دراز علاقے میں جاتا ہے۔جو شخص دریا کے کنارے پر بیٹھا ہے۔اسے دریا کا پانی لینے کے لئے نہر کی ضرورت نہیں مگر دریا سے دور والے نہر کے بغیر دریا کا پانی نہیں لے سکتے۔اسی طرح صحابہ کرام تو دریائے محمدی کے کنارے پر تھے۔ان کو نہر کی ضرورت نہیں۔وہ قرآن یہی پڑھتے تھے مگر قاری عاصم کی قراءۃ نہیں کہتے وہ حدیث پر عمل کرتے تھے مگر اس کو بخاری کی حدیث نہیں کہتے تھے۔وہ فقہ پر عمل کرتے تھے لیکن نام فقہ حنفی نہیں تھا وہ دریا کا پانی کہتے تھے نہر کا نام لیتے تھے۔بانی فرقہ نے خود مانا ہے چاروں مذہب سنت پر عامل ہیں تو کیا صحابہ، تابعین تبع تابعین سنت پر عامل نہیں تھے؟ (۳/۱۴) حضرت عیسیٰؑ تشریف لائیں گے تو دین منزل من اللہ پر عمل کریں گے۔جس طرح صحاح ستہ منزل من اللہ کی ہی تدوین ہے۔اسی طرح مذاہب اربعہ منزل من اللہ کی تفصیل ہیں خود بانی فرقہ مانتا ہے (ب) آپ فرمائیں کہ عیسیٰؑ نازل ہو کر سات قراءتوں سے کسی قراءت پر تلاوت کریں گے۔اور صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کا درس دیں گے۔کیا وہ مسعودی فرقہ کی صلوٰۃ المسلمین کا درس دیں گے (۴/۱۵) جس طرح پاکستان کے چاروں صوبے پاکستان ہی کے اندر ہیں قرآن کی ۱۱۴ سورتیں قرآن ہی کے اندر ہیں اسی طرح مذاہب اربعہ منزل سنت کے راستے ہیں (ب) کیا آپ ساتوں قراءتوں کو منزل من اللہ اور صحاح ستہ کو منزل من اللہ کہتے ہیں یہ کن پر نازل

ہوئیں (۵/۱۲) جس طرح ایک قراءت پر تلاوت پورے قرآن کی تلاوت ہے۔ اسی طرح ایک مذہب پر عمل پوری سنت پر عمل ہے۔ ان کو بکھرے ہوا جزاء کہنا قرآن حدیث کی بات نہیں ایک جہالت ہے (۶/۱۷) یہ کوئی نیا مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔ ساتوں قراءتوں اور مذاہب اربعہ کی تدوین کے بعد لاکھوں نہیں کروڑوں لوگ مسلمان ہوئے جس ملک میں قرآن کی جو قراءت تلاوۃ متواتر تھی اسی پر قرآن کی تلاوت کرتے رہے۔ جس ملک میں سنت کا جو مذہب متواتر تھا۔ اسی مذہب پر عامل رہے اور سب نے ان کو **ادخلوا فی السلم کافۃ** کے تحت پورا مسلمان مانا (۷/۱۸) جس طرح دریا سے دور رہنے والا نہر کے بغیر دریا کا پانی نہیں لے سکتا۔ نہر بھی وہ جو اس کے علاقہ میں ہو۔ اسی طرح ان سات قراءتوں کو چھوڑ کر مکمل اور متواتر قرآن اب نہیں مل سکتا۔ اور ان مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر سنت نبوی مکمل اور متواتر پر عمل ممکن نہیں۔ ضروریات دین کا منکر کافر ہے۔ ضروریات اہل سنت کا منکر بدعتی ہے۔ مذاہب اربعہ کا تارک لامذہب ہے۔ چاروں مذاہب سے خواہش نفسانی کے موافق مسائل چننے والا نفس پرست ہے (۸/۱۹) جب ایک قراءت پر تلاوت سے پورے قرآن کی تلاوت ہو جاتی ہے۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر، تہجد، اشراق میں الگ الگ قراءتیں پڑھنا امت کے متواتر اجماعی عمل کے خلاف ہے۔ اسی طرح جب ایک مذہب پر نماز پڑھنے سے پوری سنت ادا ہو جاتی ہے۔ تو ہر نماز الگ الگ مذہب پر پڑھ کر امت کے اجماعی اور متواتر عمل کی مخالفت کس دلیل سے جائز ہے (۹/۲۰) تہتر فرقوں والی حدیث میں نہ تو اسلام اور کفر کا اختلاف مذکور ہے۔ نہ اجتہادی اختلاف نہ سیاسی اس میں سنت اور بدعت کا اختلاف مذکور ہے۔ ایک اہل سنت والجماعت فرقۂ ناجیہ ہے اور ۷۲ بدعتی فرقے ہیں ان میں سیاسی اور مذاہب اربعہ کا ذکر اتنی بڑی جہالت ہے جس کی مثال چودہ سو سال کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ چودہ سو سال میں کسی ایک مسلمہ محدث نے اس حدیث کے ضمن میں اجتہادی مذاہب یا سیاسی فرقوں کا ذکر کیا ہو اس پر کوئی مستند حوالہ نہیں پیش کیا جا سکتا (ص ۱۱۔ ۱۰/۲۱۔ ۲۲) آیات الانعام۔ ۶۰ الروم ۳۱۔ ۳۲ میں دین کا ذکر ہے۔ اور ضروریات دین کا اختلاف مراد ہے۔ ان آیات کو اجتہادی مذاہب پر

چسپاں کرنا یحرفون الکلم عن مواضعہ کی بدترین مثال اور سنتِ یہود ہے۔ مذاہب اربعہ کی منزل ایک ہی ہے سنت محمدی، اجماع اس منزل کی، جی۔ ٹی۔ روڈ ہے اور حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی علاقائی اور لوکل روٹ ہیں یہ سب منزل محمدی تک پہنچاتے ہیں (۲۲/۱۱) مثل ۱۰ کے ہے (۲۲/۱۲) جماعت المسلمین سے مراد صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور مذاہب اربعہ ہیں جو مکی مدنی سنت پر عامل ہیں نہ کہ فرقہ میڈان کراچی جیسے قادیانیوں نے پاکستان میں شہر بنا کر نام ربوہ رکھ لیا مسعود نے کراچی میں فرقہ بنا کر نام جماعت المسلمین رکھ لیا (ب) جو اللہ و رسول پر ایمان رکھیں مگر مسعود پر ایمان نہ لائیں وہ آپ کے ہاں مسلم ہیں یا غیر مسلم (ج) سعودی حکومت نہ مسعود پر ایمان رکھتی ہے نہ اشتیاق پر وہ مسلم ہے یا غیر مسلم۔

فقط: محمد امین صفدر ۳۔۶۔۱۴۱۸ھ

نزول مسیحؑ کا انکار کیوں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مینار دل پہ اپنے خدا کا نزول دیکھ اب انتظار مہدی و عیسیٰ بھی چھوڑ دے

(علامہ اقبال)

حدیث بخاری کے الفاظ ہیں: ''میرے بعد حدیثوں کی بڑی کثرت ہوگی تو جو حدیث میری طرف منسوب کر کے تمہارے سامنے روایت کی جائے اس کو کتاب اللہ (قرآن مجید) کے سامنے پیش کرو اگر اس کے موافق پاؤ تو قبول کرلو۔ اور اگر اس کے خلاف پاؤ تو رد کردو''

(انتظار مہدی و مسیح از علامہ تمنا عمادی ص ۸،۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تیسری مرتبہ دنیا میں آنے سے مختلف نتائج سامنے آتے ہیں جن کا مختلف اقساط میں تذکرہ آئے گا (ان شاء اللہ)۔

اس قسط میں یہ تذکرہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ عیسائیت کے عقیدہ کے مطابق الٰہ بن کر آرہے ہیں۔

الحدیث: (الف) ویفیض المال حتی لا یقبلہ احدٌ ....

(ب) یعطی المال حتی لایقبل ....

بحوالہ کتب۔ بخاری، مسلم، ترمذی، مسند احمد۔

ترجمہ:

حضرت عیسیٰؑ اتنا مال تقسیم کریں گے کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

الحدیث:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اگر آدمی کو ایک جنگل بھر سونا مل جائے (جب بھی

قناعت نہیں کرے گا) دوسرا جنگل چاہے گا اگر دوسرا بھی مل جائے تو تیسرا چاہے گا بات یہ ہے کہ آدمی کا پیٹ مٹی ہی بھرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسی کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع ہو"۔ بخاری شریف ج ٦ ص ۱۱۵۔

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا کہ اگر آدمی کو جنگل کے جنگل سونے کے مل جائیں تو اور طلب کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے پیٹ کو مٹی بھرتی ہے۔ لیکن اوپر والی دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پوری روئے زمین میں اتنا مال تقسیم کریں گے کہ ان کے اندر مال کی طلب باقی نہ رہے گی اور وہ مال شاید ہر آدمی کے پاس ان جنگلوں سے بھی زیادہ ہو۔

بہرصورت ہر آدمی بہت بڑا مالدار امیر کبیر بن جائے گا۔ اور باعتبار مال سب برابر ہو جائیں گے تبھی تو کوئی بھی مزید مال قبول کرنے والا نہ ہوگا۔

جبکہ اللہ رب العزت نے ایک فطری نظامِ حیات بنایا ہے امیر غریب رہیں اور نظام حیات چلتا رہے۔ مزدور اور آجر رہے، جھاڑو دینے والا رہے، حجامت کرنے والا رہے، برتن بنانے والا رہے، کپڑے بنانے والا رہے، ہل چلانے والا رہے، دکان کرنے والا رہے، منڈی چلانے والا رہے، مزدور رہے، کارخانہ دار رہے، چوکیدار رہے، صدر رہے تاکہ نظام زندگی حاکم محکوم کی بنیاد پر چلتا رہے اگر سب برابر کے امیر کبیر ہو جائیں مثلاً ہر آدمی اپنے علاقہ کے بڑے آدمی کو دیکھ لے سب چیئرمین کے برابر ہو جائیں تو کیا وہ چیئرمین مٹی گارا اٹھا کر تمہارا مکان تعمیر کرائیں گے یا وہ حجامت بنائیں گے یا جھاڑو دیں گے۔ اگر بات سمجھ نہیں آئی تو اور مثال دیتا ہوں کہ مقامی حجام کسی بڑے قریشی کے برابر ہو جائے تو کیا وہ حجامتیں بنائے گا وہ کسی غریب کی تو کیا حجامت بنائے گا کسی بڑے قریشی کی بھی حجامت نہیں بنائے گا کیونکہ اس حجام کے پاس جنگلوں کے جنگل مال کے ہوں گے تو حضرت عیسیٰؑ کی تھرڈ آمد سے انسانوں کی برابری کی بنیاد پر پورا نظام زندگی معطل ہو کر رہ جائے گا۔ کیونکہ ہمیشہ کام مال کی طلب و رسد کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ وہ حضرت عیسیٰؑ ختم کر رہے ہیں جبکہ ہم دیکھتے ہیں انتہائی

قدسی نفوس صحابہ کرامؓ طلب و رسد کی بنیاد پر کام کرتے رہے ہیں اور حضرت آدمؑ سے یہ نظام چلا آرہا ہے کسی نبی نے معطل نہیں کیا نہ ہی کرسکتا ہے کیونکہ اللہ کا بنایا ہوا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے ''ہم دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت (زندگی کے سامان) ان کے درمیان تقسیم کرتے ہیں اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجہ میں بلندی بخشی ہے تاکہ ایک دوسرے کو محکوم بنا کر کام لے (اور دنیا کا انتظام چلتا رہے) (اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا مال ومتاع کوئی اصل مقصود نہیں ہے) تمہارے رب کی رحمت بہت اچھی ہے ان سب چیزوں سے جو جمع کرتے ہیں اور اگر یہ خیال مانع نہ ہوتا کہ سارے انسان امتِ واحدہ (کے کافر) ہو جائیں گے تو جو لوگ رحمان سے منکر ہیں ہم ان کے گھروں کی چھتیں سونا چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں (بھی) جن پر وہ چڑھا کرتے ہیں'' ۴۳:۳، ص۳۲،۳۳

قرآن پاک میں دوسرے مقام پر ہے:

''اگر اللہ اپنے بندوں پر رزق فراخ کردے تو زمین میں بغاوت کردیں (یقین جانو کہ خدا کے پاس تو سب کچھ ہے) مگر وہ اندازہ کے ساتھ جس قدر چاہتا ہے نازل کرتا ہے انه بعباده خبيرٌ بصير۔ بے شک وہ اپنے بندوں کے حال سے خبردار اور نگران حال ہے'' ۴۲:۳، ص ۲۷۔

قرآن پاک نے ثابت کیا ہے حاکم محکوم کا ایک فطری نظام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نظام ہے یہ نظام نہ خود بدل کر برابری کی سطح پر آسکتا ہے اور نہ ہی کائنات کی کوئی ہستی نبی ہو، ولی ہو، ملائکہ ہوں، جنات ہوں بدل سکتے ہیں۔

لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس نظام فطرت کو بروئے روایات بدل رہے ہیں جو کہ قرآن پاک اور سنت ثابتہ کے صریح خلاف ہے۔

شریعت کے نظام معیشت کا تعطل:

سب انسانوں کی مال کے لحاظ سے برابری کی بنیاد پر نظام زکوٰۃ، صدقہ، خیرات،

قربانی، فطرانہ، ولیمہ، عقیقہ، خرید وفروخت، تشریعی لین دین، تحریر، وکیل، وراثت وغیرہ وغیرہ سب معطل ہو جائیں گے ''نہ رہے بانس نہ بجے بانسری'' نہ رہے تفریق نفوس نہ رہے شریعت۔

چنانچہ قرآن پاک میں ہے:

''وہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور ایک دوسرے پر درجوں میں برتری دے رکھی ہے تاکہ جو تم کو دیا ہے اس میں تم کو آزماوے، تحقیق رب تیرا جلدی پکڑ سکتا ہے اور وہ بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے'' ۶:۲۰، ص ۱۶۶۔

کون یتیم کو دیتا ہے اور کون یتیم کو دھکے دیتا ہے، زندگی امتحان ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

لا تبدیل لکلمات اللّٰہ۔

اور تم خدائی قانون میں کبھی ردوبدل نہیں پاؤ گے۔

ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلاً۔

اللہ کی باتوں کو کوئی بھی تبدیل نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے فطری قوانین کو حضرت عیسیٰؑ تبدیل کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں غالب الٰہ ثابت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا تکوینی نظام بھی معطل اور تشریعی نظام بھی معطل۔

عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو الٰہ مانتے ہیں:

یسوع مسیح نے کہا کہ ''آسمانوں اور زمینوں کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے''

متی ۲۸:۱۸

تو وہ اس کا مظاہرہ دو طریقوں سے کر چکے تھے ان کے ہاتھ میں زندگی اور عدالت کا اختیار تھا۔ خداوند مسیح دنیا میں زندگی اور روشنی دینے آئے۔

ابن خدا میں خدا کا انکشاف ص ۱۴، ۱۵

یہ روایات بھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ ثابت کر رہی ہیں یہ صرف آنحضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جو قوانین بنائے وہ اللہ ہی تبدیل کر سکتا ہے کیونکہ اسی ذات کو ہی یہ قدرت حاصل و ثابت ہے اور کسی ہستی کو ہرگز ہرگز نہیں

تو ثابت ہوا کہ نزولِ مسیح کی روایات درایۃً بھی غلط ہیں اور روایۃً بھی غلط۔ اب دنیا کے اندر تا قیامت کسی مامور من اللہ ہستی نے نہیں آنا۔

کچھ اصولِ مناظرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل سنت والجماعت بالترتیب چار دلائل شرعیہ کو مانتے ہیں ۱۔کتاب اللہ۔ ۲۔سنت رسول اللہ ﷺ ۳۔اجماع ۴۔قیاس النساء،۵۹ حاشیہ جلالین

(۱) علمِ مناظرہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ مدعی کو مطلوب ثابت کرنے اور سائل کو مطلوب کی دلیل کی نفی کرنے کے آداب سکھائے جائیں تا کہ مدعی اور سائل کا ذہن گمراہی سے بچ جائے (ملخصاً حمیدیہ ص ۲۳)

(۲) مناظرہ یا تو نظیر سے ماخوذ ہے کہ دونوں مناظر ہم مرتبہ ہوں یا نظر بمعنی ابصار سے کہ دونوں آمنے سامنے ہوں اور ایک دوسرے کو دیکھیں یا نظر بمعنی تأمل سے ماخوذ ہے کہ دونوں مناظر پورے غور وفکر سے بات کریں یا نظر بمعنی انتظار سے ماخوذ ہے کہ ہر مناظر دوسرے کی بات مکمل ہونے کا انتظار کرے، دوسرے کے کلام کے دوران کلام نہ کرے، ص ۲۵.

(۳) اصطلاح میں مناظرہ کہتے ہیں متخاصمین (مدعی، سائل) کا دو چیزوں (محکوم علیہ اور محکوم بہ) کے درمیان نسبت کے بارہ میں درست بات کو ظاہر کر۔نے کے لئے بحث کرنا ص ۲۶، تعریف میں بحث وتوجہ، علت صوریہ، متخاصمین علتِ فاعلیہ، نسبت علتِ مادیہ اور اظہار صواب علت غائیہ ہیں۔

(۴) مجادلہ وہ جھگڑا ہے جو اظہار صواب کے لئے نہیں بلکہ مد مقابل کو لاجواب کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ النحل ۱۲۵۔ الحج ۳، ۸ لقمان ۲۰، الزخرف ۵۷۔۵۸ ہر گمراہ امت نے مناظرہ کی بجائے مجادلہ کو اپنا شعار بنایا ۴۰:۵۔

(۵) مکابرہ وہ جھگڑا ہے جس میں نہ تو اظہار صواب مقصود ہو اور نہ ہی الزامِ خصم، محض بے مقصد بحث برائے بحث ہو ص ۲۶۔

(۶) المناظرة فی العلم لنصرة الحق عبادة ولاحد الثلاثة حرام لقهر مسلم و اظهار علم و نیل دنیا او مال او قبول والتذکیر علی المنابر للواعظ والانعاظ سنة الانبیاء والمرسلین ولریاسة ومال و قبول عامة من ضلالة الیهود و النصاری (درمختار علی الشامی ص ۲۷/۵) کتاب الحظر والاباحۃ، آخر فصل فی البیع۔

(۷) جس طرح ہر مقدمہ میں ایک فریق مدعی اور دوسرا مدعیٰ علیہ ہوتا ہے اور تیسرا ثالث مناظرہ میں بھی ایک فریق مدعی ہوتا ہے دوسرا سائل، تیسرا ثالث۔

(۸) مدعی وہ مناظر ہے جو اپنے آپ کو کسی حکم کے ثابت کرنے کا پابند کرے دلیل سے یا تنبیہ سے، ص ۳۵۔

(۹) سائل وہ مناظر ہے جو اپنے آپ کو اس حکم کی نفی کا پابند بنائے جس حکم کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے، ص ۳۸۔

(۱۰) احکام فرض، واجب، سنت مؤکدہ، مستحب، مباح، مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی، حرام وغیرہ (نور الانوار ۱۶۵۔۱۶۷) کفر، ایمان، ضروریاتِ دین، قطعیات، ضروریاتِ اہل سنت، تواتر اسنادی (تواتر محدثین) تواتر تعامل (تواترِ فقہاء) تواتر طبقہ مثل قرآن ونماز۔ تواتر معنوی یا تواتر قدر مشترک۔ مشہور۔ احاد ان کی تقسیم وتعریفات

(۱۱) الدعویٰ:

وہ قضیہ ہے جو حکم پر اس طرح مشتمل ہو جس طرح کل جز پر مشتمل ہوتا ہے اگر وہ حکم نظری ہے تو دلیل سے اس کا اثبات ہوگا اور اگر حکم بدیہی ہو تو تنبیہ کے ساتھ اس کا اظہار ہوتا ہے، ص ۲۳۔

(۱۲) ثالث ایسا شخص ہوگا جو اس موضوع کو جانتا ہو اور اس میں حکم کی شرائط جو فقہ میں باب التحکیم میں مذکور ہیں، پائی جائیں۔

(۱۳) دعویٰ ہمیشہ مدعی کی جماعت کی مسلمہ اور مستند کتاب کے حوالے سے حکم کی پوری وضاحت سے لکھوایا جائے گا تاکہ دلیل اور دعویٰ میں مطابقت کا سمجھنا آسان ہو اور غلط اور

باطل شرائط سے دھوکہ نہ دیا جاسکے۔

(۱۴) ترتیب مناظرہ: ترتیب کہتے ہیں بہت سی چیزوں کو اس انداز سے رکھنا کہ اس پر ایک نام بولا جائے۔ سائل مدعی سے دعویٰ لکھوانے کے بعد اس کے دعویٰ کے مفردات کی تعریف پوچھے گا۔ مثلاً نیت شرطِ نماز ہے۔ نیت کی تعریف، شرط کی تعریف وغیرہ مدعی مستند کتاب کے حوالہ سے تعریف لکھوائے گا

(۱۵) علم کے دو درجے ہیں تصور اور تصدیق۔ تصور تعریف کے ذریعے دوسرے کو بتایا جاتا ہے اور تصدیق دلیل کے ذریعہ دوسرے کو منوائی جاتی ہے۔ حدتام یہی ہے کہ جنس قریب اور فصل سے مرکب ہو۔ جنس سے جامعیت اور فصل سے مانعیت آتی ہے اس لئے تعریف کا جامع مانع ہونا ضروری ہے۔ ایک مناظرہ میں ایک غیر مقلد نے سنت مؤکدہ کی تعریف یوں کی۔ وہ کام جو نبی ﷺ نے خود ہمیشہ کیا ہو۔ یہ تعریف قرآن حدیث میں ہے یا کسی کی رائے تو آپ اہل حدیث نہ رہے اہل الرائے ہوگئے۔ حضور ﷺ نے ساری زندگی ایک دفعہ بھی خود اذان اور اقامت نہیں کہی حالانکہ وہ سنت ہیں تو تعریف جامع نہ رہی آپ ﷺ نے فرائض و عادات ہمیشہ ادا فرمائے اس تعریف سے وہ بھی سنت بن گئے تو یہ تعریف مانع نہ رہی۔ الغرض تعریف کی پوری جانچ کرلیں پھر دلیل کی تعریف پوچھیں۔

دلیل:

دلیل وہ ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہو۔ اور اس سے مجہول نظری تک پہنچا جائے پہلا قضیہ صغریٰ اور دوسرا کبریٰ ہوتا ہے۔ ان سے نتیجہ نکلتا ہے۔

تقریب:

تقریب کہتے ہیں دلیل کو اس طرح چلانا کہ مطلوب کو مستلزم ہو اگر دلیل یقینی ہوگی تو مطلوب بھی یقینی ہوگا اور اگر دلیل ظنی ہوگی تو مطلوب بھی ظنی ہوگا۔

تعیین دلیل:

مدعی کس دلیل سے دعویٰ ثابت کرے گا اس کی تعیین ضروری ہے۔ اہل سنت

والجماعت بالترتیب چار دلائل کے قائل ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع، قیاس۔ منکرین حدیث صرف قرآن کو دلیل مان کر اہل قرآن کہلاتے ہیں اور غیر مقلدین صرف قرآن حدیث کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لئے ان سے ہر تعریف، ہر حکم اور احادیث کی صحت وضعف صرف قرآن حدیث سے کروائی جائے گی۔

ترتیب:

مدعی جب دلیل بیان کرے پہلے دیکھا جائے گا کہ اس کے دعویٰ کے مطابق ہے بھی یا نہیں۔ کماً وکیفاً۔ اگر موافق ہوتو پہلے منع وارد کی جائے گی کہ میں اس کا فلاں مقدمہ نہیں مانتا جس کا ثابت کرنا مدعی پر لازم ہوگا۔ مثلاً آنحضرت ﷺ ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے جو کام آپ نے ہمیشہ کیا ہو وہ سنت مؤکدہ ہوتا ہے۔ پس رفع یدین سنت مؤکدہ ہے۔ اب سائل پہلے مقدمہ کا انکار کرے گا۔ یہیں دلیل ختم ہو جائے گی یا رسول اقدس ﷺ نے رفع یدین کیا یا کرتے تھے (بلا مواظبت) جو کام بھی آپ ﷺ نے کیا وہ سنت مؤکدہ ہی ہوتا ہے گو بلا مواظبت ہو۔ اب ہم کبریٰ پر اعتراض کریں گے کہ کھڑے ہو کر پیشاب فرمانا، جوتے پہن کر نماز پڑھنا، بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنا، وضو کے بعد بیوی سے بوس وکنار فرمانا، حائضہ کی گود میں سر رکھ کر تلاوت فرمانا، روزہ میں بیوی سے مباشرت فرمانا۔ یہ سب کام آپ ﷺ سے ثابت ہیں مگر نہ سنت ہیں نہ مستحب آپ کی دلیل کا تخلف ثابت ہو گیا۔ پہلی بات کو منع کہتے ہیں اور دوسری کو نقض۔ اگر دلیل ثابت بھی ہو جائے اور اس کا تخلف بھی ثابت نہ ہو تو تیسرا کام معارضہ ہے کہ سائل مدعی کی دلیل کے خلاف دلیل بیان کر دے اب جب تک یہ تعارض رفع نہ ہوگا اس وقت تک دلیل تام نہیں ہوگی۔

تسہیل:

تحقیق کی تین ہی منزلیں ہیں۔ (۱) کہ اس بات کا ثبوت ہو۔ (۲) اس کی جو مراد ہم نے سمجھی وہی مراد رسول ﷺ ہو (۳) اس کے معارض کوئی دلیل شرعی ہو تو اس کی

تطبیق یا ترجیح وغیرہ۔ یہ مکمل تحقیق صرف اور صرف فقہاء کرام نے کی ہے۔ محدثین نے صرف اور صرف پہلی بات کی تحقیق فرمائی ہے کہ اس کی سند صحیح ہے یا نہیں اس کے مفہوم اور حکم کی تعیین فقہاء کے سپرد فرمائی ہے۔ **الفقهاء اعلم بمعانی الحدیث (ترمذی باب غسل المیت)** اور متعارضات میں ترجیح و تطبیق بھی فقہاء کے سپرد فرمائی ہے۔

اکمل تحقیق:

اکمل تحقیق امام صاحبؒ نے کی ہے (۱) سند کے اعتبار سے سند بھی عالی ہے اور صرف ثقات سے روایت لی ہے اس میں بھی صرف اپنی شخصی تحقیق پر مدار نہیں رکھا بلکہ تمام محدثین کے فیصلہ کو ساتھ لے کر چلے ہیں (۲) فہم مراد اور تعیین حکم میں محدثین کی بجائے فقہاء امام صاحب کے مد مقابل ہیں ائمہ ثلاثہ نے شخصی طور پر تحقیقات فرمائیں امام صاحبؒ نے تقریباً چالیس کے قریب مجتہدین کو ساتھ ملا کر یہ کام کیا **ید اللہ علی الجماعة**. اس لئے ان کی تحقیق یقیناً کامل ہے (۳) رفع تعارض کے بارہ میں امام صاحبؒ نے آپ ﷺ کے آخری عمل مبارک کی تحقیق فرمائی (الخیرات الحسان۔ الصیمری) اور خیر القرون کے تعامل کو سامنے رکھا۔ آخری عمل کی پہچان کبھی صراحۃً نص سے ہوتی ہے جیسے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنا، زیارت قبور یا اجتہاد سے کہ محرم مبیح سے متاخر ہوتا ہے۔ سکون حرکت سے متاخر ہوتا ہے۔

چند اصول: نیلوی

(۱) قطعی دلیل دو ہی ہیں ایک صریح نص قرآنی دوسری حدیث متواتر۔ ندا ص ۲۴۰ ج ۱۔

(۲) بعض آیات ایسی بھی ہیں جو متشابہات کے قبیل سے ہیں اور آپ ﷺ نے ان کی تشریح نہیں فرمائی۔ (ندا ص ۳۳۴ ج ۱)

(۳) آپ ﷺ کی وفات کے بعد اجماع امت محمدیہ قرآن شریف کی طرح حجت قطعیہ بن گیا۔ تو جیسے قرآن شریف کا منکر کافر ہے ایسے ہی اجماع امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف صلوٰۃ و

تحیۃ کا منکر بھی کافر ہے (نداء ص ۳۲۹ ج ۱)

(۴) حضراتِ انبیاء کی اس خصوصیت کا نیلوی نے ذکر کیا ہے کہ انبیاء جہاں وصال فرمائیں وہیں دفن ہوں (یہ نہ صریح آیت قرآنی ہے نہ متواتر حدیث نبویؐ) اور شیخین کی تخصیص کی کوئی صحیح خبر واحد بھی نہیں تو نیلوی صاحب فرماتے ہیں:۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ صحابہ کے وقت میں ایسا ہوا اور کسی نے نکیر نہیں فرمایا تو اس کے اذن پر اجماع ہوگیا۔ اب اس اجماع کی سند خواہ کچھ ہی ہو ہمارے لئے اجماع استثناء کے لئے حجت کافیہ ہے۔ (نداء ص ۳۷۷)

مطلق:

مطلق یحییکم مطلق فرمایا اور قاعدہ ہے کہ جب لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے مراد فرد کامل ہوتا ہے نہ ناقص (نداء ص ۴۳۹ ج ۱) کیا بل احیاء، الانبیاء احیاء، نبی اللہ حیٌّ میں اطلاق نہیں۔

مجاز:

بغیر قرینہ صارفہ داعیہ الی المجاز کے مجازی معنیٰ مراد لینا بے اصولی ہے نداء ص ۴۰۸ ج ۱

مجتہد:

ہم مجتہد نہیں ہیں پایہ اجتہاد کا نہیں رکھتے (نداء ص ۱۵ ج ۱)

یہی تشریح کسی اور نے بھی کی ہے یا صرف آپ کی خانہ زاد ہے۔ اگر کسی نے یہ تشریح کی ہے تو وہ مجتہد ہے یا غیر مجتہد۔ اگر مجتہد ہے تو اس کی تشریح کس کتاب میں ہے اگر غیر مجتہد ہے تو اس کی تشریح غیر مقبول ہے (نداء ص ۴۸۷، ۴۸۸، ج ۱)

فرض:

اظہار حق بھی اہل حق پر فرض ہے۔ اور خطاء وصواب کے درمیان امتیاز بھی اہم اور ضروری ہے ورنہ ''الساکت عن الحق'' کو ''شیطان اخرس'' کا لقب ملتا ہے اور کتمان حق کے

سب لعنت کا طوق گلے میں پڑتا ہے اور ''من رأى منكم منكراً'' کو تغییر منکر کا حکم ہے ورنہ رفتہ رفتہ اضعف الایمان تک نوبت پہنچے گی۔ جس کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں بلکہ سلب ایمان کا خطرہ عظیمہ ہے جس کی وجہ سے انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خسران مبین ضلال بعید عذاب مھین میں پڑا رہتا ہے (ص ۳۰۰ ج ۱) سبکی بدعتی اور قسطلانی، شعرانی، ابن حجر مکی غالی علماء ہیں (نداء ص ۱۲۴ ج ۱)۔

نوٹ:

بیہقی نے رسالہ حیات الانبیاء ۴۵۸ھ میں سیوطی نے ۹۱۱ھ میں لکھا اہل سنت میں سے کس نے ان کا رد لکھا کیا یہ سب لوگ نافرض شناس اور مندرجہ بالا فتویٰ کے تحت آتے ہیں المہند ۱۳۲۶ھ کا رد کس دیوبندی نے لکھا۔ قاری صاحب والے فیصلے کا رد کس نے اور کب لکھا۔

دلالۃ النص:

دلالۃ النص سے جو حکم ثابت ہو وہ حکم قطعی اور یقینی ہوتا ہے جیسے وہ حکم قطعی اور یقینی ہوتا ہے جو عبارۃ النص اور اشارۃ النص سے ثابت ہو (نداء ص ۲۵۰ ج ۲، ص ۲۵۷ ج ۲)۔

(۱) عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ خفق نعال کا راوی۔ اصول کافی کا راوی ہے (نداء ص ۱۸۷ ج ۱)

البتہ حارث الدعور سے استدلال کیا ہے (نداء ص ۴۴۱ ج ۱)

(۲) نداء حق ص ۱/۱۱، ۱/۸۷، ۱/۹۱، ۱/۹۲ ج ۱ پر ابو معاویہ اور اعمش کے عن سے استدلال کیا ہے مگر ندائے حق ۹/۲/۴۸ پر ابو معاویہ کا خطا کا عادی قرار دیا ہے اور ص ۱۱۴ تا ص ۱۱۸ ج ۲ پر اعمش کو ضعیف ثابت کیا ہے۔ اعمش نے جس قدر اہل کوفہ کی حدیث کو خراب کیا ہے۔ اس قدر اور کسی نے نہیں، ص ۱۱۶ ج ۲، ابو معاویہ۔

(۳) اعمش کی بیان کردہ حدیثوں میں سے کئی حدیثوں میں غلطیاں مارجاتا ہے۔ بڑی غلطیاں مارتا ہے ص ۱۱۶، ۲/۱۱۷۔

(۴) ندائے حق ص ۱/۸۶ وص ۱/۹۲ ج اپر ابن عباسؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی سند میں محمد بن اسحاق کا عنعنہ ہے۔

(۵) نداء نیلوی ص ۱/۹۳ ج ا، حدیث نمبر ۲۸ کی سند میں ابو ہارون عبدی ہے جسے محدثین اکذب عن فرعون کہتے ہیں۔

(۶) نداء نیلوی ۱/۱۴۹ وص ۱/۱۵۶ ج اپر ابواسحاق کے عنعنہ سے استدلال کیا ہے جبکہ ص ۱/۱۱۶ ج اپر لکھا ہے کہ ابواسحاق نے جس قدر اہل کوفہ کی حدیث کو خراب کیا ہے اس قدر اور کسی نے نہیں کیا۔

(۷) حبان بن جبلة قال بلغني ان رسول الله ﷺ قال ص ۸۹ ج ۱.

(۸) عن عبدالله بن المبارک قال قال رسول الله ﷺ ص۸۹ ج۱۔

(۹) مرسل ضمرہ بن حبیب ص ۹۵ ج ۱۔

(۱۰) مرسل مکحول ص ۹۶ ج ۱۔

(۱۱) مرسل ہذیل بن شرجیل ص ۹۸ ج ۱۔

(۱۲) مرسل کعب بن مالک ص ۹۸ ج ۱۔ ان کی مرسل بھی مسند کے حکم میں ہے کیونکہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا علم عقل ورائے سے نہیں ہوسکتا ۱/۹۸

(۱۳) ص ۹ ج ۱ پر ابن عربی کے قول کو مردود کیا ہے اور ص ۹۷ ج ۱ پر ابن عربی سے استدلال بھی کیا ہے۔

(۱۴) ابوصالح ضعیف ص ۱۱۷ ج ۲، استدلال ص ۱۴۹ ج ۱، جبکہ ساتھ سدی بھی ہے۔

(۱۵) سفیان ثوری مدلس مقبول نہیں ص ۱۸۱ ج ۲ استدلال ص ۱۴۹ ج ۱ ساتھ ابواسحاق بھی ہے۔

(۱۶) ابن جریج عن ابن عباس سے استدلال کیا ہے ص ۱۴۹ ج ۱ جس نے مکہ میں ۹۰ عورتوں سے متعہ کیا تھا۔

(۱۷) حضرت ابوھریرہؓ کے بارہ میں عقیدہ ص ۱۱۸ ج ۲۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پس منظر

مولوی احمد رضا خاں بریلوی ۱۳۲۴ھ ذی الحجہ الزامات ۲۶ حیات ۵

المہند : ۱۸، شوال ۱۳۲۵ھ (المہند ص ۸۷) بروز پیر۔ ۲۴ علماء

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم ص ۹۴۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ ناظم مدرسہ ص ۹۵

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ صدر مدرس ص ۸۸

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی ص ۹۱

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مظاہر العلوم

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ص ۹۲

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری۔

اور آج تک ۱۴۰۷ھ تک کسی مسلمہ دیوبندی عالم نے اس کتاب کا رد نہ لکھا۔

مکہ مکرمہ:

۵ مفتی صاحبان نے تصدیق لکھی آج تک مکہ مکرمہ کے مفتیوں نے اس کی تردید نہ لکھی۔

مدینہ منورہ:

۲۴ مفتی صاحبان نے تصدیقی مہریں لگائیں اور آج تک اس کی تردید نہ فرمائی۔

جامع ازہر مصر ۳ مفتی صاحبان دمشق شام ۱۲ مفتی صاحبان

۸۵=۱۶+۶۸=۱۔ گویا یہ کتاب دنیا بھر کے اہل سنت والجماعت مسلمانوں کی مسلمہ دستاویز ہے۔

دستخط سے انکار:

۱۔ ۳۰ ستمبر ۸۶ء کو نیلوی، یونس وغیرہ نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

۲۔ پوچھا گیا۔ یہ ۸۵ علماء ان کے معتقدین قرآن کے منکر ہیں؟ کافر ہیں؟ فاسق ہیں؟

۳۔ المھند کی تردید میں آپ کی جماعت کی مسلمہ کتاب جس پر دیوبند، مکہ، مدینہ، مصر، شام کے ۲۵ دستخط۔

۱۹۵۸ء (۱۳۷۸ھ):

وہ حیات دنیا کی سی ہے یعنی مع الجسد ہے برزخی روحانی نہیں جو تمام مؤمنین کو حاصل ہے جن کے اجسام مٹی ہو چکے ہیں (تعلیم القرآن ص ۳۹ نومبر، دسمبر ۵۸ء)

مئی ۱۹۵۹ء:

ایک دوسرا مطلب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ارشاد کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگرچہ عوام الناس کے لئے دو موتیں ہیں۔ پہلی دفعہ اس دنیا میں ان پر موت وارد ہوتی ہے پھر قبر میں نکیرین کے سوال و جواب کے وقت ان کو زندہ کر دیا جاتا ہے۔ اور اس سے فراغت کے بعد دوبارہ ان پر موت طاری کر دی جاتی ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے لئے صرف اسی دنیا کی ایک موت مقدر تھی۔ جو آپ پر وارد ہوگئی۔ اس کے بعد جب قبر مبارک میں جب آپ کو پھر حیات بخشی جائے گی تو وہ برابر قائم رہے گی اور عوام الناس کی طرح ان پر دوبارہ موت طاری نہیں ہوگی۔ (تعلیم القرآن، ص ۲۹، مئی ۱۹۵۹ء)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو میری قبر کے پاس درود شریف پڑھے گا میں اس کو خود سنتا ہوں۔ اور جو دور سے درود شریف پڑھا جائے گا وہ (فرشتوں کے ذریعہ) مجھے پہنچا دیا جائے گا...... یہ عمدہ سند سے منقول ہے (ایضاً ص ۳۱، ۳۲)

ستمبر ۱۹۵۹ء:

تعلق باقی ہے...... کئی اکابر علماءِ دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بلا شبہ ثابت ہے خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔

دستخط مفتی عبدالرشید صاحب ۲۷ صفر ۱۳۷۹ھ الجواب صحیح، لاشیٔ غلام اللہ خان ص ۱۱ دسمبر ۱۹۵۹ء:

نبی اکرم ﷺ کی روح اطہر کا عالم بالا میں ہوتے ہوئے جسد اطہر سے جو قبر مبارک میں بحالہ محفوظ ہے تعلق ہے...... جس کی بنا پر قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں ص ۱۶۔

جولائی، اگست ۱۹۶۰ء: عقیدہ عنایت اللہ شاہ

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خصوصاً سید الانبیاء ﷺ کو بعد الموت سب سے اعلیٰ ارفع اجمل افضل حیات برزخیہ عطا فرمائی گئی ہے یہ جمہور اہل السنّت والجماعت کا مسلک ہے۔ اس پر کتاب اللہ، احادیث صحیحہ اور ارشادات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم شاہد ہیں۔ اس سے قبل لکھا ہے اگر کوئی اس کو حیات دنیوی کے نام سے تعبیر کرے تو اس کو اہل السنّت والجماعت سے خارج نہیں کرنا چاہیے۔ (عنایت اللہ بخاری جامع مسجد گجرات)

اس تحریر پر پچاس علماء کے دستخط ہیں تعلیم القرآن ص ۱۴ جولائی اگست ۱۹۶۰ء ظاہر ہے کہ حیات اسی جسم پاک کو عطا کی جائے گی جس سے پہلے لی گئی تھی۔

ستمبر ۱۹۶۰ء:

رسول اللہ ﷺ روضۂ انور کے پاس سماع حقیقی کے ساتھ درود شریف سنتے ہیں ص ۲۵ تعلیم القرآن ستمبر ۶۰ء۔

فروری ۱۹۶۱ء:

موضوع بحث مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے سکھر کے اجتماع میں مولانا محمد علی صاحب کی طرف لکھ بھیجا کہ سلف تو سارے کے سارے حیات برزخی کے قائل تھے بعد میں علماء کے دو مسلک ہو گئے اکثر تو حیات برزخی ہی کے قائل رہے اور بعض حیات دنیوی کے قائل ہو گئے مگر ہم دونوں کو اہل سنت ہی سمجھتے ہیں (تعلیم القرآن ص ۶ فروری ۶۱ء)

نوٹ:

غالباً موصوف موت کے بارہ میں حضرت نانوتویؒ اور جمہور کے مسلک کا اشارہ فرمارہے ہیں۔

الغرض چار سال تک اس جماعت نے پورے ملک میں عجب انداز رکھا تقاریر ساری صرف وفات پر کرتے جب کبھی تحریر کی ضرورت پڑتی تو وفات کے بعد والی حیات کا اقرار کرتے اور بے چارے عوام کو برزخی اور دنیوی کے چکر میں پھنسادیتے۔

اس پر مرکز دارالعلوم دیوبند نے اس فتنہ کو ختم کرنے کے لئے براہِ راست مداخلت کی اور بہت سی کاوش اور کوشش کے بعد ان کو عقیدۂ حیات ماننے پر آمادہ کرلیا گیا۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق چار سالہ نزاع کا خاتمہ

وفات کے بعد نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بتعلقِ روح حیات حاصل ہے۔ اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں (احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲ جون ۶۲ء دستخط مولانا قاضی نور محمد صاحب لاشی مولانا غلام اللہ خان مولانا محمد علی صاحب جالندھری عفا اللہ عنہ۔

ماہنامہ تعلیم القرآن ۲۴-۲۵، ۱۹۶۲ء اگست۔

ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں۔ جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے۔ تو ہم مسئلہ حیات النبی میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کردیں گے نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات پر تقریر نہ کرائیں گے۔ اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارے میں ان کو مدد نہ دیں گے نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ

لاشی غلام اللہ خاں ۲۲ جون ۶۲ء ص ۲۵

مسئلہ حیات النبی ﷺ کا فیصلہ:

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کا یہ نمائندہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی تمام جماعت سے اس کی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی ہے اسے قائم رکھا جائے اور اسے ہرگز نہ توڑا جائے اگست ۶۲ء ص ۵۳ تعلیم القرآن۔

۵ جون ۱۹۶۵ء:

گجرات کے سالانہ جلسہ میں منکر حیات النبی ﷺ عنایت اللہ شاہ گجراتی نے چیلنج دیا کہ اگر قائلین حیات سو سال تک بھی مسند ابی یعلیٰ پیش کر کے اس سے حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون دکھا دیں تو میں حیات النبی کا عقیدہ تسلیم کرلوں گا۔

۱۱، اگست ۶۵ء:

کو چوہدری محمد خلیل متولی جامع مسجد حیات النبی ﷺ گجرات نے یہ چیلنج منظور کرلیا اور قلمی نسخہ پیر جھنڈا نے منگوالیا۔ جس کے ص ۳۰۰ پر حدیث درج تھی۔

اور اب تو مسند ابی یعلیٰ چھپ رہی ہے۔ جس میں ص ۱۴۷ ج ۶ پر یہ حدیث چھپ چکی ہے اور محشی نے اسنادہ صحیح پر بھی تحریر کردیا ہے۔

کیا اب شاہ صاحب اور اس کے معتقدین اس وعدہ کو پورا کریں گے اور مذکورہ فیصلوں پر دستخط کر کے ملک سے فتنہ کو ختم کریں گے یا کم ازکم یہ بتائیں کہ قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خاں کو قرآن آتا تھا یا نہیں۔

اکتوبر ۱۹۶۷ء (۱۳۸۷ھ):

سوال: تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ جو میری قبر کے پاس سے مجھ پر سلام پڑھتا ہے۔ اسے میں سنتا ہوں اور جو دور سے سلام بھیجتا ہے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے، یہ حدیث سنداً صحیح نہیں، محمد بن مروان سدی صغیر متروک ہے (ابن کثیر اردو ص ۳۱ ج ۴)

اس مسئلہ میں ہمیں بہت الجھن ہے مہربانی فرما کر ٹھیک بتائیں کہ شک مٹ جائے۔

(علی محمد ڈھوڈی چتروڑ)

الجواب:

اس حدیث کی سند جو سدی صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں ملا علی القاری الحنفی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں قال میرک نقلا عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ و ابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جیدٍ (تعلیم القرآن ص ۴۸ اکتوبر ۱۹۶۷ء)۔

۳ جمادی الاول ۱۳۹۸ھ:

روضۂ اطہر پر حاضری کے وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام خود سنتے ہیں۔ جمہور امت اس پر متفق ہے اور سادات دیوبند کا عقیدہ بھی یہی ہے اس کا انکار جہالت ہے اور قائل پر کفر کا فتویٰ لگانا جاہلانہ جسارت ہے (اشتہار بزم حیات النبی گوجرانوالہ)

ارشاد مولانا محمد حسین نیلوی صاحب:

اگر جمہور کا یہ حال ہے تو ہم ایسے جمہور کی اتباع سے رہے۔ ہم جمہور سے علیحدہ ہی اچھے ہیں۔ ہم ایسے جمہور کے عاشق نہیں۔ ہمیں قرآن وسنت واجماع مجتہدین کافی ہے یہ جمہور زنبور کشف خوابیں جنگلیوں کا مذہب آپ کو ہی نصیب ہو (ص ۳۰۳ نداء)

حضرت ابوھریرہؓ:

پھر بیہقی کو بھی صرف لاکھ سے زائد صحابہ میں جن میں معروف بالاجتہاد والفقہ بھی تھے ...... صرف ایک صحابی غیر معروف الفقہ والعدالۃ یعنی حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ملی نداء ص ۱۳۵۔

۳۰ دسمبر ۱۹۸۱ء (۱۴۰۲ھ):

جو لوگ قبر شریف کے پاس یعنی عند قبر النبی ﷺ صرف صلوٰۃ وسلام کے قائل ہیں۔ ہم ان کو کافر نہیں کہتے ہم ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج بھی قرار نہیں دیتے۔

اس پر عنایت اللہ شاہ کے علاوہ ۱۲۰ افراد کے دستخط ہیں (دستور ص ۱۵)

اکتوبر ۱۹۸۴ء:

اوپر والا فتویٰ پھر دہرایا گیا (تعلیم القرآن اکتوبر ۱۹۸۵ء)

۶، اکتوبر ۱۹۸۵ء:

سماع موتی عند القبور کے قائلین کو ہم کافر نہیں کہتے ۔ سماع موتی عند القبور کے قائلین کو کافر کہنے والا بھی ہماری جماعت کا رکن نہیں بن سکتا (دستور ص ۱۶)

لیکن جماعت کے افراد جماعت کے کنٹرول سے باہر ہو کر چیلنج بازی سے فتنہ پھیلاتے رہے تو جماعت نے مجبور ہو کر اس شق کا اضافہ کیا۔

امیر کی اجازت:

اگر کسی مخالف فریق سے مناظرہ کی نوبت آئے تو صوبائی امیر سے تحریری اجازت حاصل کرنا ضروری ہوگا۔ جماعت کا کوئی عالم یا مبلغ بذاتِ خود مناظرہ طے کرنے کا مجاز نہ ہوگا (دستور صفحہ آخری)۔

گزارش:

آخر میں گزارش ہے کہ یا تو ۶۲ء والے فیصلے پر دستخط کر کے یہ جماعت فتنہ ختم کرے یا مولانا غلام اللہ خان ۔ قاضی نور محمد صاحب اور دیگر پچاس علماء کے بارہ میں منکرِ قرآن ہونے کا اعلان کر کے صوبائی امیر کی اجازت سے اپنا مسلک کسی مسلمہ کتاب سے نقل کر کے تنقیح موضوع کے بعد کتاب وسنت کے مطابق شرائط طے کریں اور پھر مناظرہ کی تاریخ مقرر کر کے مناظرہ کا شوق پورا کرلیں ۔ رو دھو کر اور ہیرا پھیری کر کے راہِ فرار اختیار نہ کریں۔

مسلک اہل سنت والجماعت

امام نووی ۶۷۶ھ ان مذهب السنة اثبات عذاب القبر خلافاً للخوارج و معظم المعتزلة وبعض المرجئة فانهم نفوا ذلک ثم المعذب عند اهل السنة الجسد بعينه او بعضه باعادة الروح اليه و خالف فيه محمد ابن جرير وعبد الله بن كرام و طائفة فقالوا لايشترط اعادة الروح قال اصحابنا هذا فاسدٌ لان الالم والاحساس انما يكون فی الحی۔

(شرح مسلم ص ۳۸۶ ج ۲)

امام عینی ــــ ھ و مذهب اهل السنة والجماعة ان فی القبر حيوة و موتاً فلابد من ذوق الموتتين لكل احد غير الانبياء.

(عمدة القاری ص ۶۰۰ ج ۷)

ومن انكر الحيوة فی القبر وهم المعتزلة ومن نحا نحوهم واجاب اهل السنة عن ذلک (ص ۶۰۱ ج ۷)۔

نیلوی:

اسی (۸۰) متواتر احادیث سے قبر کا عذاب وثواب ثابت ہے کثرت صحابہ اس کو بیان کرتے ہیں مثلاً حضرت سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، امام عمر، امام علی، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن عمر، عائشہ صدیقہ، ابوبکرہ، مسلم بن ابی بکرہ، زید بن ارقم، ابوالعلاء السائب، ابومسعود، انس بن مالک، ابوھریرہ، عبادہ بن صامت، خالد بن عرفطہ سلیمان بن صرد، براء بن عازب، ابوسعید خدری، فضالہ بن عبید، عقبہ بن عامر،

ابو برزہ، ابو امامہ، زید بن خالد وغیرہ رضی اللہ عنھم اجمعین اور تمام صحابہ تابعین، تبع تابعین کا اس پر اجماع ہے جبھی بہت سے علماء نے بعد الموت عذاب وثواب کے منکر پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے (نداء ص ۲۷ ج ۱)۔

عالم برزخ میں زندگی اور حیات نہ مانیں تو عذاب قبر اور تنعیم قبر کا انکار لازم آتا ہے حالانکہ عذاب وثوابِ قبر کے متعلق متواتر احادیث وارد ہیں۔ بلکہ قرآن پاک کی بہت سی آیات سے ثابت ہے۔ اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے اور علماءِ امت نے عذاب وثوابِ قبر کے انکار کو کفر کہا ہے (ص ۶ ج ۱)

بعد از موت حیاتِ ثانیہ برزخیہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ قرآن مجید اور احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے۔ اس حیاتِ ثانیہ برزخیہ کا انکار قطعیات اور محکمات کا انکار ہے (ص ۱، ج ۱)

مقاصد میں ہے **وقد ثبت بالضرورة من الدين ان للميت فى القبر نوع حياة قدر ما يتالم ويتلذذ** اور شرح مقاصد میں ہے **اتفق اهل الحق علىٰ ان الله يعيد الى الميت فى القبر نوع حياة قدر ما يتالم و يتلذذ يشهد بذلك الكتاب والاخبار والآثار** یعنی ضروریاتِ دین میں یہ مسئلہ ثابت ہے جس میں تمام اہل حق کا اتفاق اور اجماع ہے اور قرآن پاک احادیثِ نبویہ اور صحابہ اور تابعین سلف صالحین کے اقوال بھی اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کی طرف دوبارہ ایک خاص قسم کی حیات دیتے ہیں (جس سے دکھ اور سکھ محسوس کر سکے) (نداء نیلوی ص ۱۸، ۱۹ ج ۱)

نوٹ:

میت جسدِ عنصری کو کہا جاتا ہے نہ روح کو نہ جسم مثالی کو۔ اور قبر حقیقی یہی ہے اسی حیاتِ قبر کو نداء میں شامی، جامع الرموز اور مجمع الانہر کی عبارات سے بھی ثابت کیا ہے ص ۱۸ ج ۱۔

نیلوی صاحب نے جب مان لیا کہ میت کو قبر میں عذاب وثواب ہونا آیات قرآنیہ، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

اور جن صحابہ سے یہ احادیث مروی ہیں ان میں حضرت براء بن عازبؓ ص ۱۹ یہ حدیث مسند احمد ص ۲۸۷ ج ۴، ابن کثیر ص ۵۳۱ ج ۲، تحریرات حدیث ص ۲۰۸ اور عبداللہ بن عباسؓ نمبر ۳ سے کتاب الروح ص ۶۱، ۶۲ حضرت ابوھریرۃؓ نمبر ۱۵ کتاب الروح ص ۶۰ اور جابرؓ (مختصر تذکرہ قرطبی ص ۳۳) پر ان صحابہ سے اعادہ روح کی حدیث مروی ہے۔ نیلوی صاحب شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، علامہ سیوطی اور نواب صدیق حسن خاں سے نقل کرتے ہیں الاحادیث متواترۃ علی عود الروح الی البدن وقت السوال شرح الصدور ص ۵۷ (نداء ص ۱۷۹)۔

اتفق اھل السنۃ علی اعادۃ الحیاتِ للمیت فی القبر خلافا للکرامیۃ ومن وافقھم (نداء ص ۱۸۳، قرۃ العینین ص ۵۹۵)

نیلوی نے وقتِ سوال حیات کا ثبوت (فتح القدیر، عمدۃ القاری، علامہ شامی) عبدالحکیم سیالکوٹی سے ثابت کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ میر سید سند جرجانی، علامہ ابوالسعود حنفی، علامہ تفتازانی، امام رازی ص ۴۶۲ ج ۵۔ ابن عباسؓ، بیضاوی، شیخ زادہ، سدی کبیر نے اس حیات کو قرآن کی آیت سے ثابت کیا ہے اور میر سید سند شریف نے تو یہاں تک فرمایا ہے ھذا ھو الشائع المستفیض بین اصحاب التفسیر (شرح مواقف ص ۱۱۰) اور جن لوگوں نے پہلی موت سے نطفہ اور دوسری موت سے دنیا کی موت مراد لی ہے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ تفسیر زمخشری نے اپنے مذہب اعتزالی کی بناپر کی ہے۔ اس قول کو مفسرین نے نقل کر دیا (نداء ص ۱۸۵، ۱۸۷ ج ۱)۔

امام صاحبؒ فرماتے ہیں واعادۃ الروح الی العبد فی قبرہ حق (فقہ اکبر مع الشرح ص ۱۲۰)۔ امام احمدؒ بھی کتاب الصلوٰۃ ص ۴۵ پر اعادہ روح کے عقیدہ کو ایمانیات میں شمار کرتے ہیں۔

نیلوی صاحب لکھتے ہیں صاحب نبراس کہتے ہیں ''اعادۂ روح کی صحیح احادیث موجود ہیں پھر اعادہ روح کی کوئی توجیہ نہیں ہوسکتی (نبراس ص ۳۲۲، نداء ص ۲۷۳ ج ۱)

نوٹ:

اعادہ، میت اور قبر کے الفاظ نہایت واضح ہیں۔

گویا نیلوی صاحب کو بھی یہ مسلم ہے کہ اہل سنت والجماعت اس عقیدہ کو قرآن کی مستفیض تفسیر، احادیث متواترہ، اتفاق (اجماع) اہل سنت والجماعت سے ثابت کرتے ہیں اور یہ تینوں دلائل قطعی ہیں۔

دیوبندیت:

نیلوی نے قائلین حیات (علماء اہل سنت والجماعت اکابر علماء دیوبند) کو منافق رافضی، معتزلہ، جہمیہ، بریلوی، قادیانی اور ہندو تک قرار دیا ہے ص۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۹، ۴۲۱، ۴۲۳، ۴۲۴ ج۱۔ کیا دیوبندی بننے کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ سب دیوبندیوں کو قادیانی اور ہندو کہا جائے۔

ایک استفتاء کا جواب

۹۶۔۷۔۲۱ جناب مفتی صاحب

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور میں خیریت سے ہوں۔مفتی صاحب چند اہم مسائل کے متعلق پوچھنا تھا جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) غیر مقلدین اول کلمہ کے علاوہ باقی پانچ کلموں کا انکار کرتے ہیں اور انکار اس لئے کرتے ہیں کہ بقول ان کے باقی پانچ کلمے قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔اس کے متعلق وضاحت فرمائیں۔

(۲) ہماری پی اینڈ ٹی کی مسجد کے خطیب و امام مماتی ہیں یعنی حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں کیا میں ان کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہوں جبکہ مشائخ و ائمہ کا حکم اس کے خلاف ہے۔ وضاحت کریں۔

(۳) اہلِ تشیع کے بچوں کو قرآن پڑھانے کا کیا حکم ہے؟ میں اہلِ تشیع کے بچوں کو قرآن پڑھاتا تھا راز کھلنے پر پڑھانا ترک کر دیا۔کیا میں نے درست کیا؟

(۴) بریلوی علماء کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ ان کی کتابوں میں کفر لکھا ہے۔ثبوت کے طور پر ہمراہ بھیج رہا ہوں برائے مہربانی جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔ فتاویٰ کی مہر ضرور لگائیں۔

والسلام

احقر الوریٰ حبیب الرحمٰن پوسٹ مین نمبر ۶۴

الجواب :

حامداً و مصلیاً۔اسلام ایک مکمل دین ہے۔اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔جس وقت کوئی بھی آدمی رب العالمین کی توحید اور محمد ﷺ کی

رسالت کا اقرار کرتا ہے۔ تو اسی وقت اس کو مسلمانوں کی صف میں شمار کرلیا جاتا ہے۔ اس پر اب قرآن وسنت کے احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ قرآن کریم اور احادیث میں مختلف جگہوں پر ایک ہی حکم کے بارے میں آیات اور احادیث ہیں تو ان آیات اور احادیث کو ملا کر ایک حکم کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اور اس مسئلہ کو لوگوں کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے تا کہ لوگ جمع کرنے کی محنت اور مشقت سے بچ جائیں دوسرا ان کو تمام اصول وضوابط بھی معلوم نہیں ہوتے۔ اور ان کو صرف ثابت شدہ حکم کی ضرورت ہوتی ہے اور انہوں نے اس پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن کریم کے شروع میں اقامت صلوٰۃ کا حکم ہے۔ لیکن اس کے فوراً بعد نماز کس طرح ادا کرنی ہے۔ اس کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ نماز کی مکمل ہیئت، تعداد اور ارکان قرآن وحدیث کی مختلف آیات اور احادیث اور تواتر عملی کو دیکھ کر اس کے احکامات اور ترتیب مقرر کی گئی ہے۔ ایسے ہی دوسرے احکامات ہیں۔ یہ فقہاء اور علماءِ اسلام کی محنت ہے کہ انہوں نے قرآن وسنت میں غور وفکر کر کے مکمل احکامات ہمارے لئے واضح کر دیئے۔ اور ہمارے لئے آسانیاں کردیں۔ اور ہمیں مشقت سے بچالیا۔

بالکل یہی صورت حال شش کلموں کے بارے میں ہے جو کہ تقریباً ہر نماز کی کتاب کے شروع میں درج ہوتے ہیں۔ ان کلموں کے بارے میں غیر مقلدین کا اعتراض ہے کہ یہ قرآن وسنت سے ثابت نہیں۔ ان کا یہ اعتراض اپنی علمی بے بضاعتی اور جہالت پر مبنی ہے۔ اسلام کا پہلا کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** جس کو فریق مخالف بھی مانتا ہے۔ قرآن کریم میں ایک ہی سورۃ یا ایک ہی جگہ موجود نہیں بلکہ کلمہ کا پہلا جزء سورۃ الصافات۔ ۳۵ میں ہے اور دوسر جزء **محمد رسول اللہ** سورۃ فتح، ۲۹ میں ہے۔ دونوں کو ملایا تو اسلام کا پہلا کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** بن گیا۔ اسی طرح قرآن کریم میں جو توحید کا درس تھا وہ اس پہلے جزء میں آ گیا۔ اور دوسرا حکم اقرار رسالت مآب تھا۔ وہ **محمد رسول اللہ** میں آ گیا۔ اور احادیث کے اندر بھی ایسے ہی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم اور احادیث میں جن اوراد اور اوامر ونہی کا حکم تھا۔ اور منہیات سے بچنے کی تلقین تھی۔ اور گناہ ہو جانے پر

استعاذہ کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی حکم ہے کہ گناہ ہوجانے پر استعاذہ کریں اور توبہ کی بھی تلقین کی گئی ہے اور تحمید، تسبیح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ رب العالمین کے معبود ہونے کی شہادت دینے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہی روح ان شش کلموں میں کارفرما ہے۔ ان سب کلموں کا مقصد یہی ہے کہ اسلامی تعلیمات ہمارے سامنے رہیں اور اس کے مطابق زندگی گزاریں۔ اللہ کی تسبیح اور تحمید اور ذکر کریں۔ مختصر حوالہ جات سے ان چھ کلموں کا ثبوت احادیث سے ہے۔ ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔ شش کلموں میں سے دوسرا کلمہ اس حدیث سے ثابت ہے جو کہ مشکوٰۃ شریف ص۱۴ فصل اول میں ہے۔ **عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ ﷺ من شھدأن لا الٰہ الااللّٰہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہٗ۔** اب علماء نے من شھد کو اپنی طرف منسوب کر کے کہ میں گواہی دیتا ہوں اس کا نام کلمہ شہادت رکھ کر اس کو یونہی لکھا جیسا کہ حدیث میں ہے۔ **اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد اعبدہٗ ورسولہ**'' تو کیا یہ حدیث کے خلاف ہے۔

اسی طرح ابن ماجہ ص۶۴ و۶۵ پر ''**بابُ ماجآء فی التشھّد**'' میں تو اسی الفاظ کے ساتھ ہے کہ تشھد کے بعد یہی کلمہ'' **اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ**'' ہے۔ اسی طرح تیسرا کلمہ جس کا نام تمجید ہے اس کا نام تمجید اس لئے ہے کہ اس میں اللہ کی بزرگی اور عظمت کا بیان ہے۔ وہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔ اس کلمہ کے دو جزء ہیں پہلا جزء ''**سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر**'' یہ حصہ مشکوٰۃ ص۲۰۰، ابن ماجہ ص۲۷۹، اور ترمذی ص۲۵۵ ج۱، اور مسلم میں بھی موجود ہے۔ اور اس کا دوسرا جزء ''**لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ**'' یہ مشکوٰۃ ص۲۰۱، پر موجود ہے۔ اور ''**العلی العظیم**'' اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جو کہ قرآن کریم میں لفظ اللہ کے ساتھ موجود ہیں۔ اور اس کو کلمہ کا جزء بنادیا گیا ہے۔ کیا یہ کلمہ بھی حدیث کے خلاف ہے۔

اسی طرح ''کلمہ چہارم'' کلمہ توحید ہے۔ یہ کلمہ انہی الفاظ کے ساتھ کتب حدیث میں موجود

ہے۔ مشکوٰۃ ص ۲۱۴، ترمذی ص ۲۰۲، پر موجود ہے۔ الفاظ یہ ہیں ’’لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیءٍ قدیر‘‘ جبکہ دوسری کتابوں میں بھی کم وبیش یہی الفاظ موجود ہیں اور اس کلمہ کی خصوصیات میں احادیث وارد ہیں۔ کیا یہ کلمہ بھی احادیث کے خلاف ہے اور کتبِ حدیث میں موجود نہیں ہے۔ اسی طرح پانچواں کلمہ سید الاستغفار ہے۔ اس کا انکار کرنا کہ یہ احادیث کی کتب میں نہیں ہے سراسر اپنی جہالت کا اقرار کرنا ہے۔ یہ کلمہ مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۴، نسائی شریف ص ۲۷۲ ج ۲ باب الاستعاذۃ‘‘ میں موجود ہے۔ ’’عن شداد بن أوس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ، سید الاستغفار. اللھم انت ربی لا الٰہ الا انت الخ (مشکوٰۃ) اب بھی ان کلمات کا انکار کرنا کیا حدیث پر ایمان لانا ہے۔ چھٹا کلمہ ردکفر جو اسلامی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ اور قرآن وسنت کے اوامر ونواہی پر مشتمل ہے۔ اسلام میں جو ناپسندیدہ افعال ہیں۔ ان سے بچنے کی دعا کرنا، اور ان سے برأت کا اعلان کرنا یہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ شرکیہ افعال سے جو علم میں ہیں یا نہیں ان سے استعاذہ کرنا کیا یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اور کفر وشرک سے توبہ کرنا، اور اس سے بری ہونا کیا یہ اسلام کی تعلیم نہیں؟ کذب، غیبت، بدعت، نمیمت (چغلی) فحش کلام وافعال، بہتان اور ہر قسم کی نافرمانیوں سے بچنا کیا یہ قرآن وحدیث کی تعلیم نہیں ہے۔ احادیث میں اس قسم کے گناہوں سے بچنے کی تلقین اور ان اعمال کو کرنے پر وعید آئی ہوئی ہے۔ اب اگر مسلمان ان سے بیزاری کا اظہار کرے تو یہ کہا جائیگا کہ احادیث میں نہیں آیا اس لئے یہ غلط کر رہا ہے۔ اور یہ کلمہ لوگوں کو اس لئے یاد کرایا جاتا ہے کہ ان کے ذہن میں ان افعال سے توبہ کرنا ان کو یاد دلاتا رہے کہ یہ برے افعال ہیں ان سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ اب بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ کلمے قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔ تو اس کا یہ کہنا محض عناد اور اسلامی تعلیمات سے جہالت پر مبنی ہے۔ نیز جامعین شش کلموں نے یہ تصریح نہیں کی کہ یہ اسی ترتیب کے ساتھ ہیں بلکہ انہوں نے ان کلموں کی افادیت کے پیش نظر ان کو جمع کر دیا ہے۔ اگر کوئی پہلے دو کلموں کا انکار

کرتا ہے وہ گویا اسلام سے خارج ہے۔ ان کے بعد والے کلموں میں رب ذوالجلال کی کبریائی اور تقدیس کا ذکر ہے۔ اس کی تسبیح وتحمید کرنا ہے جو کہ ضروری ہے۔ اور آخری کلمہ ہے رد کفر کہ ان افعال سے بچنا چاہیے یعنی اگر ان افعال سے بچتے رہیں گے تو کفر سے دور رہیں گے۔ تو اب اگر کوئی ان آخری چار کلموں کا انکار کرتا ہے وہ گویا ان کلموں میں جو تعلیمات ہیں ان کا انکار کرتا ہے۔ اور ان تعلیمات کا انکار سرے سے اسلام کے انکار کے مترادف ہے۔ ان مندرجہ بالا دلائل سے واضح ہوا کہ احناف جو بات کہتے ہیں یا احکام لوگوں تک پہنچاتے ہیں ان کا مدار اور بنیاد قرآن وحدیث ہوتی ہے جو لوگ ان پر اعتراض کرتے ہیں یہ ان کی کم علمی کی دلیل ہے اور باوجود دلائل مذکورہ کے ان کو نہ ماننا ضد، تعصب اور ہٹ دھرمی ہے جو کہ کفار اور منافقین کا کام ہے جبکہ مسلمان کو جب اللہ تعالیٰ کی آیت اور احادیث پیش کی جاتی ہیں تو آمنا و صدقنا کہہ کر قبول کرتے ہیں۔

(۲) عقیدہ حیات النبی کے منکر کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ویکرہ امامة مبتدع ای صاحب بدعة (درمختار ص ۸۳ ج ۱) فتاوی رشیدیہ میں ہے، بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے (ص ۱۱۸) اگر کوئی اور مسجد نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لینے سے جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے۔ صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (درمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۱۰ ج ۲، باب الامامة)

(۳) اگر ان کو قرآن پڑھانے سے ان کے راہ راست پر آنے کی توقع ہو اور ظن غالب ہو کہ اخلاص سے پڑھتے ہیں۔ اور اس کی افادیت بھی محسوس ہو تو درست ہے۔ الاشباہ والنظائر ص ۲۵ پر ہے (فائدہ) قال فی الملتقط قال ابو حنیفة اعلم النصرانی الفقه والقرآن لعله یهتدی ولا یمس المصحف وان اغتسل ثم مس فلا باس به اھ۔

(۴) بریلوی ائمہ اگر وہ غلو نہ کرتے ہوں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ، عبدالحی قاسم متعلم الافتاء

الجواب صحیح محمد انور ۱۷/۴/۱۴۱۷ھ

مسئلہ تراویح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ قرآن اور حدیث میں تراویح کا لفظ موجود نہیں۔ البتہ باجماع امت رمضان کی ایک مخصوص نماز کا نام تراویح ہے۔ اس کا معنی جو اجماعاً ثابت ہے وہ یہ ہے "غیر مقلد پروفیسر عبداللہ بہاولپوری لکھتا ہے" تراویح کا نام حضور ﷺ کے زمانہ میں ایجاد نہیں ہوا تھا۔ یہ نام بعد میں اس وقت پڑا جب لوگوں نے قیام رمضان کی رکعتوں کی تعداد بڑھا دی۔ حضور اکرم ﷺ کا عمل تو آٹھ رکعت ہی تھا۔ جس پر تراویح کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ ہر چہار رکعت کے بعد ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں۔ آٹھ رکعت میں چونکہ ترویحہ ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ کے زمانے میں تراویح کا نام ایجاد نہیں ہو سکا۔

قاری عبدالرحیم زاہد دوکاندار فون دوکان ۲۹۲۴ خطیب جامع مسجد مبارک اہل حدیث کمالیہ۔ اپنے اس اعلان کہ اہل حدیث کے دو اصول، اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول' کا فرض ہے کہ وہ اللہ و رسول سے تراویح کا لفظ ثابت کریں اور اس کا وہ معنی اللہ رسول سے ثابت کریں جس کے مطابق ایک ترویحے کو تراویح کہا جا سکے۔ نیز حافظ عبداللہ بہاولپوری کے بیان کردہ معنی کو کسی آیت یا حدیث سے غلط ثابت کر دیں۔ تینوں باتوں کا جواب ضرور دیں۔

۲۔ تراویح کی تعریف علماء نے یہ لکھی ہے کہ نماز تراویح وہ نماز ہے جو ماہِ رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت پڑھی جائے (فتاویٰ علمائے حدیث) علماءِ اہل حدیث نے نماز تراویح کی یہ تعریف اگر قرآن حدیث سے لی ہے۔ تو وہ آیت و حدیث پیش کریں اور

اگر کسی امتی سے چوری کی ہے۔ تو کیا ان کو اہل حدیث کہلانے کا حق ہے؟ اگر یہ تعریف غلط ہے تو آپ تراویح کی صحیح اور جامع مانع تعریف قرآن حدیث سے ثابت کر دیں۔ ہم بہت ممنون ہوں گے۔

۳۔ اہل حدیث علماء کا کہنا ہے کہ ''قیام رمضان نمازِ تراویح سے اعم ہے۔ کیونکہ نمازِ تراویح میں جماعت بھی شرط ہے اگر اکیلے اکیلے پڑھیں گے تو تراویح نہ ہوگی (فتاویٰ علمائے حدیث) اہل حدیث علماء نے یہ بات قرآن حدیث سے لی ہے تو وہ آیت یا حدیث پیش کریں۔ اگر کسی امتی سے یہ فرق چوری کیا ہے تو اہل حدیث تو نہ رہے۔ آپ ہی ہمت کر کے قیام رمضان اور تراویح میں کونسی نسبت ہے۔ تساوی، تباین، عموم خصوص مطلق یا عموم خصوص من وجہ۔ وہ قرآن حدیث سے ثابت کر دیں۔

۴۔ جناب نے اشتہار کا عنوان رکھا ہے ''کیا سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنا جرم ہے؟ آٹھ رکعت تراویح پڑھ کر جماعت سے بھاگ جانے کو کس نے سنت کہا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ ﷺ نے؟ جب انہوں نے نہیں کہا تو آپ کس کی تقلید میں اس کو سنت کہتے ہیں۔

۵۔ آنحضرت ﷺ کا کھڑے ہو کر پیشاب فرمانا بخاری ص ۳۶ ج ۱، مسلم ص ۱۳۳ ج ۱، ایک کپڑے میں نماز پڑھنا بخاری ص ۵۱ ج ۱، مسلم ص ۱۹۸ ج ۱، بچے کو اٹھا کر نماز پڑھنا بخاری ص ۷۴ ج ۱، مسلم ص ۲۰۵ ج ۱، جوتے پہن کر نماز پڑھنا بخاری ص ۵۶ ج ۱، مسلم ص ۱۹۸ ج ۱، حائضہ کی گود میں سر رکھ کر تلاوت کرنا بخاری ص ۴۴ ج ۱، مسلم ص ۱۴۳ ج ۱، روزہ میں بیوی کے ساتھ مباشرت کرنا بخاری ص ۲۵۸ ج ۱، مسلم ص ۲۵۲ ج ۱، یہ سب افعال متفق علیہ احادیث سے ثابت ہیں مگر سنت مؤکدہ نہیں ہیں آٹھ رکعت تراویح پورا مہینہ عشاء کے فوراً بعد باجماعت مسجد میں پڑھنے کا نفس ثبوت ہی صحاح ستہ میں نہیں وہ کیسے سنت ہوئی۔ سنت کی ایسی جامع مانع تعریف قرآن وحدیث سے بیان کریں جس پر مذکورہ افعال تو سنت نہ بنیں اور آٹھ رکعت تراویح پورا مہینہ عشاء کے فوراً بعد باجماعت مسجد میں سنت ثابت ہو جائیں۔

۶۔ اگر سنیت کے لئے مواظبت اور استقرار شرط ہے تو آٹھ رکعت تراویح پورا مہینہ

باجماعت عشاء کے فوراً بعد مسجد میں کبھی عہدِ نبوی ﷺ میں ہوا، نہ عہدِ خلافت راشدہ میں نہ ہی یہ سنتِ نبوی ہوئی نہ سنتِ خلفاء۔

۷۔ صحیح حدیث اللہ تعالیٰ اور رسولِ اقدس ﷺ نے کسی حدیث کو نہ صحیح کہا ہے نہ ضعیف۔ اس لئے اہل حدیث کو تو نہ کسی حدیث کے صحیح کہنے کا حق ہے نہ ضعیف کہنے کا۔ کسی امتی کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا اہل الرائے کا کام ہے نہ کہ اہل حدیث کا۔ اور یہ تقلید ہے نہ کہ تحقیق۔

۸۔ جب حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ امت نے ہی کرنا ہے تو جس حدیث کو امت میں تلقی بالقبول نصیب ہو جائے وہ درجۂ تواتر کو پہنچ جاتی ہے۔ اس کی سند کی تحقیق میں لگنا گویا سورج کے لئے گواہ تلاش کرنا ہے بیس رکعت تراویح کو دورِ خلافت سے آج تک تلقی بالقبول حاصل ہے اور سورج سے زیادہ روشن ہے۔

۹۔ تواتر کے خلاف شاذ و متروک روایات کی بالکل وہی حیثیت ہوتی ہے جو تلاوۃ متواتر قرآن کے مقابلہ میں شاذ و متروک قراءتوں کی ہے کوئی مسلمان متواتر قرآن چھوڑ کر ان کی تلاوت کرے تو قابلِ ملامت ہے۔

۱۰۔ کیا بیس رکعت پڑھنے والے آٹھ رکعت کے تارک ہیں؟ کیا سو مرتبہ استغفار کرنے والے ۷۰ مرتبہ استغفار والی حدیث کے تارک ہیں؟ کیا تین تین دفعہ اعضائے وضو دھونے والے، ایک ایک دفعہ اور دو دو دفعہ اعضائے وضو دھونے والی احادیث کے ترک کے مجرم ہیں؟ کیا شلوار قمیص، پگڑی، بنیان، جرسی اوڑھ کر پانچ کپڑوں میں نماز پڑھنے والا ایک کپڑے میں نماز پڑھنے والی متواتر احادیث کا مخالف ہے؟ کیا پورا مہینہ باجماعت نماز تراویح مسجد میں پڑھنے والا صرف تین دن جماعت والی حدیث کا مخالف ہے پھر بیس والوں کے خلاف آٹھ والوں کو شور مچانے کا کیا جواز ہے جب کہ بیس میں آٹھ شامل ہیں۔

۱۱۔ آٹھ رکعت تراویح اور ایک وتر باجماعت پورا مہینہ عشاء کے فوراً بعد مسجد میں ادا کرنا نہ نبی پاک ﷺ سے ثابت ہے نہ کسی صحابی سے نہ کسی تابعی سے اور نہ ہی کسی تبع تابعی سے۔

۱۲۔ بخاری میں مذکور حدیثِ عائشہؓ میں تراویح کا لفظ دکھا کر امام بخاری کی اصلاح فرمادیں۔ جنہوں نے تہجد اور تراویح کا الگ الگ باب باندھ کر بھی اور خود تراویح اور تہجد الگ الگ پڑھ کر بھی ان کا دو نمازیں ہونا ثابت کر دیا اور پوری زندگی میں ایک رات بھی امام بخاریؒ نے نہ آٹھ تراویح پڑھیں نہ کسی کو آٹھ پڑھ کر بھاگ جانے کی ترغیب دی۔

۱۳۔ امام مالکؒ ۱۷۹ھ، امام عبدالرزاق ۲۱۱ھ، امام مسلم ۲۶۱ھ امام دارمی ۲۵۵ھ، امام ابوداؤد ۲۷۵ھ، امام محمد بن نصر مروزی ــــ ھ امام ترمذی ۲۷۹ھ امام نسائی ۳۰۳ھ امام ابوعوانہ ۳۱۶ھ امام ابن خزیمہ ــــ ھ صاحب مشکوٰۃ سب نے اپنی اپنی حدیث کی کتابوں میں تراویح پر باب باندھا ہے اور سب حدیث عائشہؓ بھی اپنی اپنی کتابوں میں لائے مگر تراویح کے باب میں نہیں لائے۔ اگر اس حدیث میں تراویح کا لفظ دکھادیں تو کم از کم ان حضرات کی اصلاح ہو جائے۔

۱۴۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ نے آپ ﷺ کی تہجد + وتر یوں بیان فرمائی ہے ۴ + ۳، ۶ + ۳، ۸ + ۳، ۱۰ + ۳ ابو داؤد (۱۔۱۹۳) آپ کی مسجد سے چار پڑھ کر کتنے آدمی بھاگ جاتے ہیں؟ چھ پڑھ کر کتنے؟ اور دس کتنے پڑھتے ہیں اور اس تفصیلی حدیث میں اماں جان نے ۸ + ۱ کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں فرمایا۔

۱۵۔ آپ نے امی جان پر جھوٹ بولا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تراویح اور تہجد ایک ہیں۔ اس کا ثبوت دو یا توبہ نامہ شائع کرو۔

۱۶۔ تاریخ الخلفاء کے مطابق ۱۴ھ میں مسجد نبوی میں باقاعدہ نماز تراویح باجماعت کا آغاز ہوا۔ سیدہ عائشہ کے حجرہ کے ساتھ سات سال بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی رہی نہ آپ نے کبھی اس حدیث کو بیس والوں کے خلاف پیش فرمایا اور نہ ہی اتنے سالوں میں کسی ایک ہی آدمی کو ترغیب دی کہ تم آٹھ رکعت پڑھ کر بھاگ جایا کرو؟ اگر کیا تو ثبوت پیش کرو۔

۱۷۔ حضرت جابرؓ نے مدینہ منورہ میں ہی ۷۸ھ میں وصال فرمایا ۶۴ سال آپ کے سامنے بیس رکعت تراویح باجماعت مسجد میں ہوتی رہی مگر انہوں نے نہ ان کو آٹھ کی کوئی

حدیث سنائی نہ یہ ہی ثابت ہے کہ وہ آٹھ پڑھ کر نکل جاتے تھے حالانکہ حضرت جابرؓ خود اس حدیث کے راوی ہیں کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور آگ میں لے جانے والی ہے۔

۱۸۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے جب لوگوں کو تراویح پر جمع فرمایا تو وہ لوگ اول شب میں تراویح پڑھتے تھے کان الناس یقومون اولہ بخاری ص ۲۶۹ ج ۱، موطا ص۔ آپ نے موطا مالکؒ کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کا حکم نقل کیا ہے اس میں آخر شب کا ذکر ہے پھر اس میں نہ آٹھ کا لفظ نہ تراویح کا نہ رمضان کا نہ اس پر استقراء کا کوئی ثبوت۔ یہاں تو بالکل دو اور دو چار روٹیوں والی مثال پوری کر دی ہے اس میں یہ پانچ لفظ دکھا دو۔ اول شب، آٹھ، تراویح رمضان، استقراء بحوالہ موطا مالک تو ہم پانچ روپے آپ کو انعام دیں گے۔ مرداں بکوشید، دیدہ باید۔

۱۹۔ آپ نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے کہ موطا امام مالکؒ میں حضرت عمرؓ کے حکم دینے کی وجہ حدیث عائشہؓ کو قرار دیا ہے۔

۲۰۔ تراویح کی رکعتوں کی تعداد کی حدیث کی ہر مسلمان کو ہر رمضان میں ضرورت ہے۔ کیا وجہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے یہ حدیث نہ مسجد نبوی میں سنائی اور نہ ہی کسی مہاجر یا انصار یا کسی فقیہ صحابی کو سنائی صرف اور صرف ایک آدمی عیسیٰ بن جاریہ کو سنائی جس کو بعض محدثین منکر الحدیث تک کہتے ہیں بیس کے عملی تواتر کے مقابلہ میں اس شاذ و منکر روایت پر عمل کیسے درست ہے۔

۲۱۔ عیسیٰ بن جاریہ جیسے منکر الحدیث نے بھی ساری عمر میں قُم کے ایک شیعہ یعقوب بن عبداللہ کے سوا کسی کے سامنے یہ شاذ و منکر روایت بیان نہ کی۔ آخر آپ جیسے نیم شیعہ کا قارورہ کسی شیعہ سے ہی ملے گا۔

۲۲۔ اس شیعہ نے بھی اس منکر الحدیث کی یہ شاذ و منکر روایت ایک محمد بن حمید کذاب دوسرے مستور الحال کے علاوہ کسی ایک آدھ کو سنائی۔ یہ ہے اجماع امت اور عملی تواتر کے مخالف ایک شاذ و منکر روایت کی حقیقت۔

۲۳۔ بیہقی نے جب امر فاروقی کو خود متروک قرار دیا کہ بعد میں عمل عہد محمد، عہد عثمان، عہد علی میں بیس پر نقل کیا تو متروک کو ترک کیا۔

۲۴۔ علامہ انور شاہؒ کی عبارت نقل کرنے میں پانچ بد دیانتیاں کی ہیں سب سے پہلے انہوں نے لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی بیس رکعت سے کم تراویح کا قائل نہیں اور جمہور صحابہ کا مسلک بھی بیس کا ہے (عرف الشذی) پھر فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کا بیس تراویح کا مسلک حضرت فاروق اعظمؓ سے ماخوذ ہے'' پھر فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ کا یہ مسلک ہی سنت ہے پھر فرماتے ہیں کہ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ اس میں بدعتی نہیں تھے بلکہ انہوں نے یہ نبی پاک ﷺ سے ہی لیا ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ دلیل ہے کہ بیس تراویح کی اصل نبی پاک ﷺ سے ہی ہے اگرچہ ہمیں قوی سند سے نہ پہنچی ہو۔ (عرف الشذی) یہ پانچوں باتیں دوکاندار خطیب نے چھوڑ دی ہیں اور علامہ موصوفؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ نام نہاد اہل حدیث کو سحری کے نبوت تک تراویح پڑھنی چاہیے یہی حضور ﷺ کا آخری رات کا عمل ہے جو صرف آٹھ پر اکتفا کرتا ہے اور سواد اعظم سے الگ ہو کر ان کو بدعتی کہتا ہے وہ اپنا انجام سوچ لے (فیض الباری) اور حدیث پاک میں سواد اعظم سے کٹنے والے کا انجام جہنم بتایا ہے نیز حدیث میں خیانت کو منافق کی علامت بتایا ہے نہ کہ اہل حدیث کی۔ کیا کوئی دکاندار دکھا سکتا ہے کہ علامہ انور شاہؒ نے فرمایا ہو کہ آٹھ تراویح پڑھ کر بھاگ جایا کرو۔

۲۵۔ اس خطیب نے حاشیہ ہدایہ کے حوالہ میں بھی خیانت کی ہے۔ وہاں تو صاف لکھا ہے کہ بیس رکعت تراویح خلفاء ثلاثہ کی مواظبت کی وجہ سے سنت مؤکدہ ہے۔ اور آٹھ تراویح پڑھنے والا سنت مؤکدہ کا تارک ہے'' اگر ہمت ہے تو یہ عبارت دکھاؤ کہ حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہو کہ آٹھ پڑھ کر بھاگ جایا کرو۔

۲۶۔ دکاندار خطیب نے السنن الکبریٰ کو سنن الکبرا لکھا ہے اور **فی ذالک قوۃ** کا مطلب ضعیف کیا ہے!

۲۷۔ قرآن پاک کے حاشیہ پر جو رکوع (ع) بنے ہیں۔ یہ کب اور کس نے کس مقصد

کے لئے لگائے گئے علامہ سرخسی ۴۸۳ھ اور قاضی خاں ۸۲۷ھ نے اور عالمگیری میں بھی ہے کہ یہ رکوع بیس تراویح کے لئے لگائے گئے تھے۔ کیا کسی مسلمہ قاری نے اس کی تردید کی ہے۔ اگر نہیں تو معلوم ہوا کہ بیس سے کم تراویح کے تعامل کا تصور بھی مسلمانوں میں نہیں رہا۔ اور پوری امت کا تعامل ایک رکوع فی رکعت پڑھ کر ختم قرآن کا ہی رہا۔

۲۸۔ جب تراویح مستقل با جماعت شروع ہوئی تو ختم قرآن کے لئے آیات قرآنیہ کی کوئی تقسیم کی گئی علامہ سرخسی، قاضی خان اور عالمگیری میں امام اعظم ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ تقریباً دس آیات فی رکعت پڑھی جائیں تو روزانہ دو سو کے قریب آیات بیس تراویح میں پڑھی جائیں گی اور ۳۰ دن میں چھ ہزار کے قریب اور آسانی سے قرآن ختم ہو جائے گا۔ کیا کسی مسلمہ قاری نے اس کی امت میں تردید کی یا یہ رکوع اور آیات کی تقسیم امت میں اجماعاً مسلم رہی۔ اس کا مخالف یقیناً خارق اجماع اور قابل ملامت ہے۔

۲۹۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مہاجرین، انصار اور ان کی اچھی طرح پیروی کرنے والوں سے اللہ راضی ہے۔ اور وہ اللہ سے راضی ہیں، ان کے بعد منافقین کا ذکر ہے (۹: ۱۰۰۔۱۰۱) اور امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ ''یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ رمضان میں بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے اور بہت سے علماء نے اسی کو سنت فرمایا ہے کیونکہ وہ مہاجرین اور انصار کی موجودگی میں پڑھاتے تھے اور کسی ایک نے بھی انکار نہ کیا (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۱۲ ج ۲۳) کیا ان کا راستہ چھوڑنے والا قابل ملامت نہیں۔

۳۰۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خلفاء کے دور میں اسی دین کو تمکین اور مضبوطی نصیب ہوگی جو خدا کا پسندیدہ ہے اور اس سے نکلنے والوں کو فاسق فرمایا (۲۴: ۵۵) اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا لازم پکڑو میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو اور دانتوں سے مضبوط پکڑو (ترمذی) اور بیس رکعت تراویح کو دور خلافت راشدہ میں ہی استقرار اور تلقی بالقبول نصیب ہوئی (بیہقی ۲۔ ۴۹۶، ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲ وغیرہ)

۳۱۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں سبیل المؤمنین یعنی اجماع سے کٹنے والے

کو دوزخی فرمایا (۴-۱۵) اور حضور علیہ ﷺ نے بھی سواد اعظم سے کٹنے والے کو دوزخی فرمایا (مشکوٰۃ) اور بیس تراویح پر دورِ صحابہ میں اجماع ہوا۔ المغنی ابن قدامہ ص ۱۶۷ ج ۲، ارشاد الباری ص ۵۱۵ ج ۳، شرح النقایہ ص ۲۴۱ ج ۲۔

۳۲۔ خطیب کو جرح کا شوق ہے مگر اصول سے جہالت کی بنا پر بلاوجہ جرح کرتا ہے۔ جرح جب قبول ہوتی ہے کہ مفسر ہو اور سبب جرح متفق علیہ ہو اور جارح ناصح ہو نہ کہ متعصب و متشدد (المنار ۱۷۱ھ) ابراہیم بن عثمان کو یزید بن ہاروبی نے اعدل قرار دیا ہے (تہذیب) اور ابن حجر نے حافظ (فتح الباری) تو وہ مختلف فیہ حسن ہوا۔

۳۳۔ خطیب صاحب کو آج ابراہیم بن عثمان حنیف نظر آ رہا ہے حالانکہ صلوٰۃ الرسول میں حکیم صادق صاحب نے حدیث لکھی ہے کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی علیہ ﷺ نے جنازہ کی نماز میں سورۃ فاتحہ (بعد تکبیر اولیٰ کے) پڑھی (ابن ماجہ) اس کے ترجمہ میں نماز اور بعد تکبیر اولیٰ کے الفاظ حکیم صاحب نے محض جھوٹ حضور علیہ ﷺ کے ذمہ لگائے ہیں اس کی سند میں بھی یہی راوی ابراہیم بن عثمان ہے۔ اس کتاب کی تصدیق اخبارات میں سے ڈان، انقلاب، آفاق صحیفہ، احسان، زمیندار، نوائے پاکستان، الحمراء، الاعتصام، نوائے ملت، نور توحید، فاران، نوائے وقت، ترجمان کے علاوہ علماء میں سے مولانا داؤد غزنوی، محمد اسماعیل محدث گوجرانوالہ، محمد عبداللہ ثانی امرتسری، نور حسین گھرجاکھی، مولانا احمد دین گکھڑوی، حافظ محمد گوندلوی نے کی ہے اور یہ کتاب ہر غیر مقلد کے گھر ہوتی ہے۔ وہاں خطیب صاحب نے شور کیوں نہ مچایا کہ ابراہیم بن عثمان راوی محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے۔ جس راوی سے جنازہ میں فاتحہ کی فرضیت ثابت کرتے ہو اس کی حدیث بیس تراویح میں کیوں چھوڑتے ہو جو سنت ہے جب کہ یہ بھی فرق ہے کہ بیس تراویح کو امت کی تلقی بالقبول حاصل ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جنازہ میں فاتحہ پڑھنا مدینہ میں معمول ہی نہیں (المدونہ) یعنی تراویح میں تو عملی تواتر کی وجہ سے ضعف ختم ہو گیا اور فاتحہ جنازہ روایۃً بھی شاذ اور عملاً بھی متروک نکلی۔

۳۴۔ خطیب صاحب لکھتے ہیں کہ انتہائی بددیانتی سے کام لیا ہے اور بغیر جماعت کا لفظ

نقل نہیں کیا۔ خطیب صاحب کی نظر کمزور ہے اشتہار میں دو کتابوں کا حوالہ ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۲۳۵ھ اس میں بغیر جماعت کا لفظ نہیں اور بیہقی ۴۵۸ھ میں ہے تو متفق علیہ حصہ ہی نقل کیا ہے مختلف فیہ کو چھوڑ دیا ہے جبکہ دوسری کتابوں میں بھی یہ لفظ نہیں ہے۔

۳۵۔ احادیث اور امت کے اجماع سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابتدا میں تراویح با جماعت پڑھائیں پھر جماعت ترک فرمادی۔ معلوم ہوا کہ بغیر جماعت کے تراویح پڑھنا آپ ﷺ کا آخری عمل ہے اور جماعت والی تعداد کا ناسخ ہے۔ جناب نے فتح القدیر کی عبارت سے ثم ترکہ کے الفاظ چھوڑ کر واقعی انتہائی بددیانتی سے کام لیا ہے۔

۳۶۔ جناب نے نقل فرمایا ہے آپ ﷺ نے آٹھ تراویح پڑھائیں نہ کسی روایت میں تراویح کا لفظ نہ روایت جابرؓ میں تین کا شاید لیلۃ کا ترجمہ آپ کے ہاں تین رات ہو۔ کیونکہ ایک کو تین اور تین کو ایک کرنا تو آپ کا روزمرہ ہے۔

۳۷۔ سیدنا فاروقؓ کے زمانہ میں بیس رکعت کی روایت کے بارہ میں لکھا ہے یہ روایت دو طریق سے ہے اور دونوں میں ایک ایک راوی مجہول الحال ہے۔ اولاً تو تلقی بالقبول کے بعد جرح کا کوئی جواز ہی نہیں۔ پھر یہ کہ پہلی اور تیسری صدی کے راوی کو عبدالرحمٰن مبارکپوری ۱۳۵۳ھ نے محض اپنی ہوا پرستی سے مجہول الحال لکھ دیا۔ اس بے دلیل بات کی خطیب صاحب نے اندھی تقلید کر لی جب کہ چودہ صدیوں میں ایک بھی مسلمہ محدث نے ان کو مجہول الحال نہیں لکھا۔ امید ہے کہ خطیب صاحب ان کے کسی معاصر محدث سے ان کا مجہول الحال ہونا ثابت کریں گے اور نہ اپنی جہالت کا اعلان کریں گے۔

۳۸۔ کیا مبارکپوری سے پہلے ان روایات کو کسی محدث نے ضعیف کہا ہے۔ صرف ایک حوالہ درکار ہے۔

۳۹۔ کیا غیر مقلدین سے پہلے کسی ایک مسلمان نے بھی اس کا انکار کیا کہ دور فاروقی سے بیس پر استقرار نہیں ہوا۔

۴۰۔ کیا کسی ایک مسلمان نے بھی یہ لکھا ہے کہ خلافت راشدہ میں آٹھ تراویح پر

استقرار رہوا۔

۴۱۔ صرف ایک مسلمان ایسا بتادو جس نے بیس رکعت تراویح کی حدیث کو ضعیف کہا ہو اور ساتھ ہی بیس رکعت کے استقرار کا انکار کیا ہو۔ جب تلقی بالقبول سے ضعف ختم ہو جاتا ہے تو ان کے ضعف کا قول نقل کرنا اور بیس پر استقرار کے قول کو چھوڑ دینا ایسی بددیانتی ہے جس کی مثال سوامی دیانند کی کتابوں میں ہی مل سکتی ہے ادریس۔

۴۲۔ جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمہ کے استاد الشیخ محمد علی الصابونی نے شعبان ۱۴۰۳ھ میں ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام ہے "الھدیٰ النبوی الصحیح فی صلاۃ التراویح" جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ بیس رکعت تراویح ہی امت میں متواتر ہے۔ اس رسالہ کا جواب خطیب صاحب نے آج تک نہیں لکھا شاید سعودیہ سے پیسے بند ہونے کا خطرہ ہو۔

۴۳۔ اسی طرح سلطنت سعودیہ کے ذمہ دار رکن فضیلۃ الشیخ عطیہ محمد سالم القاضی بالمحکمۃ الکبریٰ بالمدینۃ المنورہ والمدرس فی المسجد النبوی نے ۱۴۰۷ھ میں ایک رسالہ "التراویح اکثر من الف عام فی مسجد النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام" انہوں نے پوری اسلامی دنیا اور خصوصاً مسجد نبوی کا متواتر تعامل بیس رکعت کا ہی ثابت کیا ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ مسجد نبوی میں ایک قرآن تراویح میں اور ایک قرآن تہجد میں ختم ہوتا ہے۔ اور انہوں نے چار ہی مذاہب کا ذکر فرمایا ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور کسی مذہب کا نام تک نہیں لیا۔

۴۴۔ یہ تو واضح ہے کہ حرم پاک اور مسجد نبوی میں بیس تراویح باجماعت ہوتی ہیں۔ فضیلۃ الشیخ، محمد بن صالح بن العثیمین فرماتے ہیں "ومنھم من یصلی بعضھا وینصرف قبل امامہ وھذا حرمان لفضیلتھا. وقد قال النبی ﷺ من قام مع الامام حتی ینصرف کتب لہ قیام لیلۃ فاصبروا حتی یکمل الامام صلاتہ.

(الضیاء اللامع من الخطب الجوامع ص ۴۶۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ نماز کے بارہ میں حدیث مسیٔ الصلوۃ بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لئے اس حدیث پر امام نسائی نے یہ باب باندھا ہے اقل ما تجزئ به الصلوة اور حضور اقدس ﷺ کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے فاذا اتممت صلوتک علی هذا فقد تمت وما انتقصت من هذا فانما تنقصه من صلوتک ص۱۹۳، اس حدیث میں وہ چاروں مسائل نہیں جو غیر مقلدیت کی بنیاد یا ان کے عناصر اربعہ ہیں نہ ہاتھ باندھنا چہ جائیکہ سینہ پر ہو، نہ فاتحہ کا رکن ہونا چہ جائیکہ مقتدی کیلئے ہو، نہ ہی سرے سے آمین کا ذکر چہ جائیکہ اونچی آواز کا شور ہو اور نہ ہی رفع یدین کا ذکر۔ آپ ﷺ نے ان چاروں کے بغیر نماز کو تام اور مکمل فرمایا لیکن غیر مقلدین نبی ﷺ کے اس فرمان پر ایمان لانے کو ہرگز ہرگز تیار نہیں ہیں ہاں جب اہل سنت کے سامنے ان مسائل کو نماز کے بنیادی مسائل ثابت کرنے سے عاجز آجاتے ہیں تو فرماتے ہیں

۱۔ کوئی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے یا ہاتھ چھوڑ کر کسی پر انکار جائز نہیں۔

(ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸ ج ۱)

۲۔ امام احمد ۲۴۱ھ نے فرمایا کہ "ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے نہیں سنا کہ جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے قراءت کرتا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قراءت نہ کرے تو اس کی نماز فاسد ہوگی فرمایا کہ یہ آنحضرت ﷺ ہیں ۱۱ھ اور یہ آپ کے صحابہؓ (۱۲۰ھ) اور تابعین (۱۷۰ھ) ہیں اور یہ امام مالک ۱۷۹ھ ہیں اہل حجاز میں یہ امام ثوری ۱۶۱ھ ہیں، اہل عراق میں یہ امام اوزاعی ۱۵۷ھ ہیں، اہل شام میں اور یہ امام لیث ۱۷۵ھ ہیں اہل مصر میں ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کا امام قراءت

کرے اور مقتدی قراءت نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے (مغنی ابن قدامہ ص۶۰۲ ج۱، توضیح الکلام ص۸۸ ج۱) پھر لکھتے ہیں کہ امام بخاری ۲۵۶ھ سے لے کر دورِ قریب کے محققین علمائے اہل حدیث تک کسی کی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے اور وہ بے نماز ہے وغیرہ اس لئے آج اگر بعض حضرات نے جو قدم اٹھایا ہے اسے پیش قدمی نہیں کہا جا سکتا پھر جماعت کے نامور اور ذمہ دار حضرات میں بھی ان کا شمار نہیں ہوتا ص۴۳ مزید فرماتے ہیں ''فاتحہ نہ پڑھنے والے پر تکفیر کا فتویٰ یا اس کے بے نماز ہونے کا فتویٰ امام شافعیؒ ۲۰۴ھ سے لے کر مؤلف خیر الکلام تک کسی ذمہ دار محقق عالم نے نہیں دیا (ص۹۹)۔

مسئلہ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الیوم اکملت لکم دینکم کے موافق پورا مسئلہ جس پر عمل ہو رہا ہے زیر بحث آئے گا نبی معصوم ﷺ نے جب مسئی الصلوٰۃ کو نماز سکھائی اس میں سرے سے آمین کا ذکر نہ فرمایا۔ قرآن پاک اور پورے ذخیرۂ حدیث میں کہیں آمین بالجہر کا حکم نہیں۔ دواوین سنت بالکل ایسی حدیث سے خالی ہیں جو دوام جہر پر نص ہو نہ ہی کسی خلیفۂ راشد کا جہر آمین کہنا ثابت ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ نماز کا کوئی بنیادی مسئلہ نہیں کہ آمین بالجہر نہ کہنے سے نماز باطل یا ناقص ہو مگر ان سب کے خلاف غیر مقلدین کے مذہب کا یہ رکن اعظم ہے۔ ان کے نزدیک اس کی مخالفت کرنے والا یہودی ہے۔

(۱) یہ لوگ جب نفل، سنت اور بعض اوقات فرض بھی اکیلے پڑھتے ہیں تو ہمیشہ آمین آہستہ کہتے ہیں۔ پیر بدیع الدین راشدی مناظرہ میں اس پر کوئی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکے تھے اس لئے اب مناظرہ چھوڑ دیا ہے۔ آپ ہی قرآن کی آیت یا صحیح حدیث اکیلے نمازی کی تخصیص سے دکھادیں۔

(۲) اگر کوئی اکیلا نمازی بلند آواز سے آمین کہہ دے تو اس کو نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی یا سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔ کوئی صریح آیتِ قرآنی یا حدیث نبوی صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں۔

(۳) نماز با جماعت میں ایک امام ہوتا ہے باقی سب مقتدی امام گیارہ رکعتوں میں قراءت (فاتحہ وسورت) آہستہ آواز سے پڑھتا ہے اور چھ رکعات میں بلند آواز سے۔ آپ کے مقتدی ان گیارہ رکعتوں میں ہمیشہ آمین آہستہ کہتے ہیں۔ اس مسئلہ پر گیارہ رکعت کی تخصیص

کے ساتھ مقتدی کی ہمیشہ آہستہ آمین پر صریح آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض لائیں جس سے پیر صاحب بالکل عاجز رہے تھے۔ ہم اعلان کریں گے کہ آپ اس مسئلہ میں اہل حدیث ہیں۔

(۴) ایک مسجد میں ایک مقتدی نے ظہر کی چار رکعتوں میں اونچی آمین کہہ دی وہاں جھگڑا ہو گیا امام اور باقی مقتدی کہتے تھے تو اہل حدیث نہیں۔ تیری نماز غلط ہے۔ وہ کہتا تھا کہ تم اہل حدیث نہیں یہودی ہو کہ آمین بالجہر سے چڑ گئے ہو۔ لیکن یہ بھی پوچھتا تھا کہ آپ مجھے بتائیں کہ میں نماز دوبارہ پڑھوں یا سجدہ سہو کروں؟ یا نماز ہو گئی تو اس کو کوئی بھی آیت یا حدیث نہ سنا سکا۔ آپ بتائیں کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے یا کیا۔ جواب قرآن اور حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیں اور یہ بھی بتائیں کہ اس نے جو سب اہل حدیثوں کو یہودی کہا یہ حدیث کے مطابق کہا؟

(۵) ایک مقتدی اس وقت شریک جماعت ہوا جب آدھی فاتحہ پڑھ چکا تھا۔ یہ مقتدی پہلے ثناء پڑھے اور پھر فاتحہ پڑھے یا فاتحہ ہی سے شروع کرے۔ اگر اس نے ثناء شروع کی اس کی ثناء ختم ہوئی اور امام نے فاتحہ ختم کر کے آمین کہی تو یہ بھی ثناء کے بعد اپنی فاتحہ سے پہلے بلند آواز سے آمین کہے اس کا ثبوت قرآن کی صریح آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیں۔

(۶) یہ بھی فرمائیں کہ پھر وہ اپنی فاتحہ کے بعد بھی آمین کہے اگر کہے تو آہستہ آواز سے یا بلند آواز سے اگر ایسے مقتدی بلند آواز سے آمین کہتے رہیں تو ان کی نماز باطل ہو گی یا سجدہ سہو لازم ہو گا۔

(۷) ایک مقتدی نے ابھی آدھی فاتحہ پڑھی تھی کہ امام نے آمین کہہ دی یہ اپنی فاتحہ کے درمیان میں بلند آواز سے آمین کہے اور اپنی فاتحہ ختم کر کے آہستہ آمین کہے جبکہ امام نے اونچی کہی تھی جواب قرآن و حدیث سے دیں۔

(۸) مقتدی چھ رکعتوں میں ہمیشہ امام کے پیچھے بلند آواز سے آمین کہتا ہے پیر بدیع الدین اس کو ثابت نہیں کر سکے تھے کہ صحابہ کرام ہمیشہ رکعتوں میں امام کے پیچھے بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔ آپ ثابت کر دیں تا کہ آپ کا اور پیر صاحب کا اس مسئلہ میں اہل حدیث ہونا ثابت ہو جائے۔

(۹) اگر کوئی مقتدی ان چھ رکعتوں میں آہستہ آمین کہہ لے تو اس کی نماز باطل ہے دوبارہ پڑھے یا کیا قرآن حدیث سے بتائیں۔

(۱۰) امام ہمیشہ گیارہ رکعتوں میں آمین آہستہ کہے اس کے لئے کوئی آیت یا حدیث پیر بدیع الدین نہ مناظرہ میں پیش کر سکا نہ رسالہ میں لکھ سکا۔ آپ ہی اس مسئلہ میں پیر صاحب کو اہل حدیث ثابت کردیں۔

(۱۱) اگر ان گیارہ رکعتوں میں سے کسی رکعت میں امام بلند آواز سے آمین کہہ دے تو وہ نماز دوبارہ پڑھے یا کیا کرے۔

(۱۲) کسی خلیفہ راشد نے امام بن کر ایک ہی دن چھ رکعتوں میں بلند آواز سے آمین کہی ہو اس کا ثبوت پیر سائیں نے نہ مناظرہ میں دیا نہ رسالہ میں۔

(۱۳) کسی خلیفہ راشد کے ہزاروں مقتدیوں میں سے کسی ایک مقتدی نے خلیفہ کے پیچھے ایک ہی دن صرف چھ رکعتوں میں اونچی آمین کہی ہو اس کو بھی پیر صاحب ثابت نہ کر سکے۔

(۱۴) آنحضرت ﷺ ہمیشہ صرف چھ رکعتوں میں بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے اور اس کا حکم دیتے تھے یہ پیر صاحب ثابت نہ کر سکے۔

مسئلہ رفع یدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الیوم اکملت لکم دینکم ہمارا دین کامل ہے۔اس لئے مکمل مسئلہ پر بحث ہوگی۔

۱۔ رفع یدین کا کیا معنی ہے دونوں ہاتھ ہمیشہ کندھوں تک اٹھانا یا کانوں تک بھی اٹھانے جائز ہیں۔

۲۔ رفع یدین تکبیر سے پہلے سنت ہے یا تکبیر کے ساتھ۔یا تکبیر کے بعد یا ہر طرح۔

۳۔ جس رفع یدین کے ساتھ کوئی ذکر نہ ہو وہ عبادت ہوگی یا عادت۔

۴۔ تکبیر تحریمہ جو فرض ہے اس کے ساتھ رفع یدین احادیثِ قولیہ، احادیثِ فعلیہ، غیر معارضہ تواتر قدر مشترک سے ثابت ہے اور اس کے سنت ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

۵۔ تکبیر تحریمہ کے بعد کسی رفع یدین میں یہ تینوں باتیں اکٹھی پائی جاتی ہیں۔

۶۔ کتب حدیث میں سجدوں کے وقت رفع یدین کی احادیث بھی ملتی ہیں اور ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کی بھی مگر ان کے ثبوت کی نوعیت درج ذیل افعال سے زائد نہیں۔جیسے بخاری ص ۳۷ ج ۱، مسلم ص ۱۳۳ ج ۱ پر ہے بال قائماً۔ایسے ہی رفع یدیہ ہے یا یرفع یدیہ ملتا ہے بعض روایات میں جیسے کان یصلی فی نعلیہ بخاری ص ۵۶ ج ۱، مسلم ص ۲۰۸ ج ۱ یا کان یصلی وھو حامل امامہ۔بخاری ص ۷۴ ج ۱ کان یباشر وھو صائمٌ بخاری ص ۲۵۸ ج ۱، مسلم ص ۲۵۲ ج ۲ آپ ﷺ جوتے پہن کر نماز پڑھتے۔آپ نواسی کو اٹھا کر نماز پڑھتے تھے۔آپ روزہ میں بیوی سے مباشرت فرماتے تھے۔آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔اس کے علاوہ ایک اور مثال ہے کہ آپ ﷺ رکوع جاتے وقت تکبیر کہتے تھے رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ و ربنا لک الحمد کہتے تھے اور سجدوں سے پہلے اور اٹھ کر اللہ اکبر کہتے تھے۔

اس حدیث میں ان افعال کے بعد ہے ان کانت ھذہ لصلا تہ حتیٰ فارق الدنیا یعنی آپ دنیا سے وصال تک یہ کام کررہے ایسا کوئی جملہ کسی صحیح حدیث میں رفع یدین کے ساتھ نہیں ملتا جو دوام پر نص ہو گویا نہ دوام پر اجماع ہے نہ دوام پر نص ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ رفع یدین کا مسئلہ نماز کا کوئی بنیادی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ حدیث مسیئ الصلوٰۃ میں اس کا سرے سے ذکر ہی نہیں۔ پاک و ہند میں غیر مقلدین کی روایت کے موافق رفع یدین پر پہلا رسالہ محمد فاخرالہ آبادی ۱۱۶۴ھ نے لکھا یہ شخص محمد معین شیعہ کا شاگرد تھا۔ پھر عملی طور پر پہلی رفع یدین امرتسر میں انگریز کے ایک ملازم حافظ محمد یوسف نے کی یہ ۱۸۶۰ء کا واقعہ ہے یعنی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے مقدمات زوروں پر تھے انگریز حکومت پر قبضہ کر چکا تھا۔ جس وقت مسلمانوں میں اتحاد کی سخت ضرورت تھی تو غیر مقلدین نے اس اختلاف کی بنیاد رکھی پھر مولوی محمد حسین بٹالوی ۱۳۳۸ھ جس نے انگریز سے جاگیر لی تھی نے رفع یدین پر اہل سنت و الجماعت کو پہلا اشتہاری چیلنج دیا البتہ ۱۸۶۰ء سے ۱۹۰۰ء تک چالیس سال میں ملک چند لوگوں کی ٹولی بن گئی چنانچہ ان کا مؤرخ ابو یحییٰ شاہجہانپوری لکھتا ہے ”کچھ عرصہ سے ہندوستان (پاک و ہند) میں ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں پچھلے زمانے میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں۔ مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے اپنے آپ کو تو وہ لوگ اہل حدیث یا محمدی موحد کہتے ہیں مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے چونکہ یہ لوگ نماز میں رفع یدین کرتے ہیں اس لئے بنگالہ کے لوگ ان کو رفع یدینی بھی کہتے ہیں (الارشاد ص ۱۳) ان کے دوسرے مؤرخ امام خاں نوشہروی لکھتے ہیں۔ اس زمانے میں تمسک بالحدیث کرنے والے وہابی کے لفظ سے پہچانے جاتے تھے میاں نذیر حسین اور محمد حسین بٹالوی کی کوششوں سے سرکاری سطح پر انہیں ”اہلحدیث“ کا نام دیا گیا۔ تراجم علمائے حدیث ہند ص ۷ تاہم علامہ وحید الزمان ۱۳۳۸ھ رفع یدین پر وہ زور شور نہیں تھا چنانچہ وہ بخاری شریف کے حاشیہ پر لکھتے ہیں مسجد میں جوتے پہن کر جانا، نماز جوتے سمیت پڑھنا سنت ہے۔ رفع یدین، آمین بالجہر کرنا سنت ہے تراویح کی آٹھ رکعت پڑھنا سنت ہے۔ اگر کہیں کے لوگ جاہل ہوں اور ان کاموں کے کرنے سے فساد اور

خونریزی اور سر پھٹول کا ڈر ہو تو بہتر ہے کہ مصلحت پر عمل کرتے ہوئے ان کاموں کو ان کے سامنے نہ کرے (ص ۱۵۲ ج ۱) ۱۹۰۹ء میں رفع یدین مستحب ہے (مولوی رحیم بخش اسلام کی تیرھویں کتاب) اور یہ بھی لکھا کہ رسول اللہ علیہ وسلم صلی اللہ نے رفع یدین کیا بھی ہے اور نہیں بھی کیا۔ صحابہ نے کیا بھی ہے اور نہیں بھی کیا، ص ۱۴۳ ج ۱۳۔ اور یہ بھی لکھا ''پس اہل اسلام کا اس میں نزاع وفساد مناسب نہیں اتفاق کا مسئلہ اس سے زیادہ ضروری ہے ص ۱۴۳ ج ۱۳۔ مولوی ثناء اللہ ۱۹۴۸ء فرماتے ہیں، اہل حدیث کا مذہب ہے کہ نماز میں رکوع کرتے ہوئے اور اس سے سر اٹھاتے ہوئے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھانے مستحب ہیں۔ سنت خاص کر مستحب امر کے لئے دوام فعل ضروری نہیں۔ دوام تو موجب وجوب ہے سنت اور مستحب تو وہی ہوتا ہے فعل مرۃ و ترک اخری کبھی کیا ہو کبھی چھوڑ دیا ہو فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۵۳، ۱۵۵ ج ۳۔ اس کے بعد مولوی نور حسین گھرجاکھی نے قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین رسالہ لکھا اس کے صفحہ ۸ پر ایک چھوٹی حدیث لکھ کر عنوان دیا ''رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات تک رفع یدین کرنا'' اس پر مسند احمد اور بیہقی کا حوالہ دیا جو بالکل جھوٹ ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک رفع یدین کرنے کا جھوٹ حکیم صادق سیالکوٹی کے ذریعہ ہر غیر مقلد کے گھر پہنچ گیا۔ اب غیر مقلدین کا طریقہ وہ صرف اس جھوٹی حدیث پر ایمان رکھتے ہیں اور اس جھوٹ کے خلاف تمام سچی حدیثوں کا انکار کرتے ہیں اور جھوٹا کہتے ہیں۔ مبارکپوری اس جھوٹ کو سچ نہ بنا سکا جب مولانا نیموی نے کہا وھو حدیث موضوع بل موضوع تو مبارکپوری نے قلت اصل الاستدلال علی المطلوب لیس بھذا الحدیث (ابکار المنن ص ۲۰۳) اور پیر صاحب کا استاد ثناء اللہ امرتسری بھی مناظرہ میں اس کو صحیح ثابت نہ کر سکا۔ اور مولوی عبدالرؤف نے بھی اس کو انتہائی ضعیف کہہ کر جان چھڑائی مگر پیر صاحب نے ہمت باندھی کہ اس جھوٹ کا سہارا بنوں عصمہ کذاب کو تو سچا ثابت نہ کر سکا مگر ایک اور عصمہ تلاش کیا لیکن کسی اسماء الرجال کی کتاب سے ثابت نہ کر سکا نہ وہ عصمہ موسیٰ بن عقبہ کا شاگرد ہے بلکہ یہ بھی صراحت نہ دکھا سکا کہ اس نے اس کا زمانہ بھی پایا ہے۔ خسر الدنیا والآخرۃ ہو کر رہ گیا۔

مسئلہ تقلید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب حاجی محمد صدیق صاحب مدظلہ ...... وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جناب کا سوالیہ خط دو مرتبہ موصول ہوا۔ چونکہ دو ماہ سے میرے والد صاحب بیمار ہیں ان کی خدمت میں مصروف ہوں۔ تکلیف کی نوعیت ایسی کہ اسباق بھی ان کے قریب گھر کے اندر برآمدہ میں پڑھاتا ہوں۔ نیز سپاہ صحابہ کے بعض احباب مصر تھے کہ جواب نہ دیا جائے ادھر جناب کے قاصد برادر حاجی عبدالجبار صاحب کا اصرار تھا کہ ضرور جواب دینا چاہیے بہرکیف ان مجبوریوں کی وجہ سے دیر ہوگئی اور جناب کو انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی بندہ اس پر معذرت خواہ ہے۔ جناب نے جو سوال اٹھایا ہے اس کا ہاں یا نہ، میں مختصر جواب شکوک وشبہات کا سبب بن سکتا ہے اس لئے جناب کے تقاضا کے برعکس جواب ذرا تفصیلی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف:

(۱) تقلید کا معنی ہے بغیر مطالبہ دلیل کے مجتہد کے قول کو تسلیم کرنا: (مجتہد کے بادلیل مسئلے کو بلا مطالبہ دلیل مان لینا تقلید ہے)

(۲) کون تقلید کرے؟ جواب واضح ہے کہ جو شخص اجتہاد کی قوت وصلاحیت رکھتا ہے وہ خود اجتہاد کرے اور جو یہ صلاحیت نہیں رکھتا وہ مجتہد کی تقلید کرے یہ دونوں امر نقل وعقل کے مطابق ہیں لیکن اجتہاد کی اہلیت نہ ہو اور تقلید بھی نہ کرے بلکہ بغیر اہلیت اجتہاد کے اجتہاد کرے یہ نقل وعقل کے خلاف ہے، پھر مجتہد کی دو قسمیں ہیں (۱) مجتہد مطلق جو اصول وفروع میں کسی کا مقلد نہ ہو (۲) مجتہد فی المذہب یعنی جو اصول میں اپنے مجتہد امام کا مقلد ہو فروع میں مقلد نہ ہو بلکہ مجتہد ہو پس ائمہ اربعہ مجتہد مطلق ہیں اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف وامام محمد

وغیرہ فی المذہب ہیں اسی لئے وہ امام ابوحنیفہ کے ساتھ فروع میں اختلاف کرتے ہیں لیکن اصول میں امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں:

(۳) کن مسائل میں تقلید کی جائے؟ عقائد میں کسی کی تقلید نہیں اگر کوئی شخص کہے کہ میں اس لئے وحدانیت کا قائل ہوں کہ فلاں امام قائل تھے تو وہ مسلمان ہوگا: اسی طرح وہ مسائل منصوصہ جو بالکل واضح اور بدیہی وضروری ہیں ان میں بھی کسی کی تقلید ضروری نہیں بلکہ **طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة** کے تحت ان کا جاننا ہر مسلمان مردوزن پرضروری ہے ہاں وہ مسائل جو مجتہد فیہا ہیں یعنی ان میں ادلہ متعارض ہیں یا وہ غیر واضح ہیں یا کتاب وسنت میں مذکور نہیں ان میں مجتہد اجتہاد کرے گا اور غیر مجتہد تقلید کرے گا۔

(۴) کیا تقلید ایک مجتہد کی کی جائے یا جس مسئلہ میں جس مجتہد کی چاہیں تقلید کریں؟ جواب یہ ہے جو عالم اتنا وسیع النظر ہے کہ کتاب وسنت کے ادلہ خواہ عبارۃ النص کے درجہ میں ہوں یا اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص کے درجہ میں ہوں سب پر نظر ہو اور کسی ایک مسئلہ کے ادلہ پر نہیں بلکہ نماز، روزہ، زکوۃ، حج، جہاد، نکاح، طلاق، بیوع، اجارات، وکالات، قضاء، امارۃ، فرائض وغیرہ تمام احکامات شرعیہ یا اکثر کے اجتہادی مسائل کے مستدلات اور ان کے وجوہ استدلال پر احاطہ رکھتا ہو اور کسی ایک امام کے دلائل پر نہیں بلکہ ائمہ اربعہ کے ادلہ اس کے پیش نظر ہوں اور وہ شخص ائمہ کے دلائل کا تقابلی جائزہ لے کر ترجیح دینے کی استعداد رکھتا ہو ایسا کامل اور وسیع النظر عالم کسی ایک امام کی تقلید کا مکلف نہیں بلکہ جس امام کا مذہب از روئے دلائل اس کے نزدیک راجح ہو اسی کو اختیار کرے لیکن جو شخص اتنی قابلیت اور وسعت علم نہ رکھتا ہو اس کو مجتہدین ائمہ میں سے جس کا علم پر بمقابلہ دوسروں کے زیادہ وثوق ہو اس پر اعتماد کر کے اس کی تقلید کرے اور اگر کم علم یا بے علم شخص کو آزادی دی جائے کہ وہ جس امام کی جس مسئلہ میں چاہے تقلید کرے تو ایک امام کو چھوڑنے اور دوسرے کے مسلک کو اپنانے کی اس کے سامنے بنیاد کیا ہوگی دلائل کا تجزیہ تو وہ کر نہیں سکتا لہٰذا یہ شخص قرآن وحدیث کو چھوڑ کر کسی اور چیز کو بنیاد بنائیگا جو غلط ہوگی لہٰذا ایسے لوگ ایک ہی مجتہد جس کا

علم وفہم اجمالاً ان کے خیال میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہو اس کی تقلید کریں:

ان امور کے بعد اب عرض یہ ہے کہ حنفی لوگ خواہ دیو بندی ہوں یا بریلوی مجتہد فیہا مسائل میں امام ابوحنیفہ کے علم وفہم پر بمقابلہ دوسرے ائمہ کے زیادہ اعتماد کرتے ہیں کیونکہ خود امام مالک، امام شافعی، امام احمد بھی امام ابوحنیفہ کے علم وفہم اور تفقہ وتدبر کے مداح ہیں بلکہ ان کے علم وفہم اور فقہ کے خوشہ چین نظر آتے ہیں۔ نیز باقی تینوں امام، امام ابوحنیفہ کے بلا واسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہیں اس لئے جو دیو بندی اور بریلوی قوت اجتہاد نہیں رکھتے وہ اجتہادی مسائل کے سمجھنے اور جاننے کے لئے ابوحنیفہ کے علم وفقہ پر اعتماد کر کے ان کی تقلید کرتے ہیں: پس ابو حنیفہ کے مکتب فقہ سے مجتہد فیہ مسائل سیکھنے، سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے اعتبار سے ہم حنفی کہلاتے ہیں جیسا کہ اہل حدیث: سلف کی تقلید کی وجہ سے: سلفی، امام شافعی کے مقلد شافعی، امام مالک کے مقلد مالکی: امام احمد بن حنبل کے مقلد حنبلی کہلاتے ہیں چنانچہ حرمین شریفین کے لوگ اور حکومت سعودیہ امام احمد بن حنبل کے مقلد ہونے کی وجہ سے اپنے فقہی مسلک کے اعتبار سے حنبلی ہیں: آپ حضرات کو دیو بندیوں اور بریلویوں کے حنفی ہونے پر اعتراض ہے مگر حکومت سعودیہ اور سعودی علماء عوام کے حنبلی ہونے پر کیوں اعتراض نہیں؟ امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، ابن رجب حنبلی ہیں ان پر آپ کوئی فتوی نہیں لگاتے تو حنفی ہونے پر طعن وتشنیع اور فتوی بازی کیوں ہے؟ خلاصہ یہ کہ دیو بندی و بریلوی: مجتہد فیہ دقیق ونظری مسائل میں بوجہ غیر مجتہد ہونے کے امام ابوحنیفہ کے مکتب فقہ سے علم حاصل کرتے ہیں اور مسائل کی تشریح وتوضیح میں ان کے علم پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں اس لئے وہ حنفی کہلاتے ہیں: یاد رکھئے کلمہ طیبہ، دینِ محمد عربی، امت محمدیہ ہونے کے اعتبار سے ہمارا لقب محمدی ہے اور اعتقادی۔ بہتر (۷۲) باطل فرقوں کے مقابلہ میں ہمارا لقب اہل السنّت والجماعت ہے۔ اور فقہی واجتہادی مسائل کی تشریح وتوضیح کی بنیاد پر موجود چار مکاتب فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی میں سے ہمارا فقہی وعلمی لقب حنفی ہے۔ پس محمدی نسبت ہمیں اور دین محمدی کو باقی امتوں اور ان کے ادیان سے جدا کرتی ہے اور اہل السنّت والجماعت کی نسبت بہتر فرق باطلہ سے ممتاز کرتی ہے جبکہ حنفی نسبت فقہی واجتہادی مسالک سے امتیاز دیتی ہے۔

اخیر میں جناب سے بھی چند امور کی وضاحت مطلوب ہے (۱) کیا سب اہل حدیث مجتہد ہیں یا غیر مجتہد؟ اگر مجتہد ہیں تو از راہِ کرم بحوالہ حدیث اجتہاد کی تعریف: دائرہ اجتہاد اور اپنے اصول اجتہاد بیان فرمائیں اور اگر غیر مجتہد ہیں تو یہ حضرات کس کی تقلید کرتے ہیں؟

(۲) اگر متعین امام کی تقلید نہیں کرتے بلکہ مختلف مسائل میں مختلف ائمہ کی تقلید کرتے ہیں تو کسی مسئلہ میں جس امام کی تقلید کرتے ہیں اور اس کو دوسرے ائمہ پر ترجیح دیتے ہیں تو نفسانی خواہش کی بنیاد پر یا قرآن وحدیث کے دلائل کی وجہ سے اگر دلائل کی وجہ سے ہے تو کیا ہر غیرِ مقلد اہلیت رکھتا ہے کہ وہ ائمہ کے مذاہب، دلائل اور ان میں تقابلی جائزہ کر سکے، بصورتِ دیگر مقلد ٹھہرا۔

(۳) کیا آپ بذاتِ خود نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے بے شمار اجتہادی مسائل میں مذاہب ائمہ۔ انکے دلائل اور ان کے درمیان تقابلی مطالعہ وتجزیہ کا عمل مکمل کر کے احکامات شرعیہ پر عمل کر رہے یا اپنے زندہ یا مردہ مولویوں کی تقلید کر رہے ہیں اگر پہلی صورت ہے تو پھر ہم کیوں نہ ایسے عظیم انسان سے مذاہب ائمہ۔ ان کے دلائل اور تقابلی مطالعہ کے علم سے استفادہ کریں بصورتِ ثانی کیا یہ تقلید نہیں؟

(۴) اگر ایک شخص ایک امام کے اجتہادی مسائل میں سے ہر مسئلہ کو دلائل کے اعتبار سے باقی ائمہ کے مقابلہ میں راجح اور کتاب وسنت کے قریب تر سمجھتا ہے تو کیا وہ شخص اس ایک امام کی تقلید کرتا رہے یا تقلید شخصی سے بچنے کے لئے دوسرے امام کے مرجوح قول پر بھی عمل کرے؟

(۵) مکمل نماز یعنی نماز کی رکعات وترتیب اور اس کے ہر ہر مسئلہ کو غیر مقلدین قرآن وحدیث سے براہ راست تحقیق کر کے عمل کر رہے ہیں؟ یا اپنے مولویوں سے ہر ہر مسئلہ پر قرآن وحدیث سے دلیل معلوم کر کے عمل کر رہے ہیں؟ اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تقلید کر رہے ہیں کن کی؟ اپنے مولویوں کی!

(۶) ایک اجتہادی مسئلہ میں مجتہدین کے مختلف اقوال ہوتے ہیں اور ہر قول پر قرآن یا حدیث سے دلیل ہوتی ہے غیر مقلدین ہمیشہ ان میں سے ایک قول پر عمل کرتے ہیں کیا یہ تقلید

شخصی نہیں ورنہ غیر مقلدین جو تقلید شخصی کو حرام اور شرک کہتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ کسی ایک عمل پر پختہ نہ ہوں بلکہ کبھی کسی قول پر عمل کریں اور کبھی کسی دوسرے قول پر۔

(۷) حدیث پاک میں ہے سات سال کے بچے کو نماز کا حکم کرو اور جب دس سال کا ہو جائے تو مار کر نماز پڑھاؤ اس حدیث کے بموجب غیر مقلدین کے لئے تین راستے ہیں (۱) وہ سات سال کی عمر سے پہلے اپنی اولادوں کو صرف نماز ہی نہیں بلکہ نماز کے مسائل وہ بھی قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ سمجھائیں تاکہ وہ سات سال کی عمر میں جب نماز پڑھیں تو تحقیقی نماز پڑھیں تقلیدی نماز نہ پڑھیں لیکن ایسا عام حالات کے تحت ناممکن ہے (۲) تقلیدی شرک سے بچنے کے لئے اس حدیث کی مخالفت کریں اور جب تک بچے اور بچیاں قرآن و حدیث کے دلائل سے نماز کے تمام مسئلے نہ سیکھ لیں نماز شروع نہ کرنے دیں خواہ عمر بارہ سال کی ہو جائے (۳) اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اپنے بچوں اور بچیوں کو ۷ سال کی عمر میں نماز شروع کرادیں خواہ قرآن وحدیث کے دلائل سے ان کو نماز کے مسائل معلوم نہ ہوئے ہوں اس صورت میں ان کی نماز تقلیدی ہوگی اور تقلید غیر مقلدین کے نزدیک شرک ہے تو گویا وہ ابتداء سے ہی شرک میں مبتلا ہو گئے پس چہ باید کرد اور بتایا جائے کہ غیر مقلدین کونسی صورت پر عمل کر رہے ہیں؟

(۸) قرآن وحدیث کے لحاظ سے جماعت حقہ کا نام اہل السنت والجماعت زیادہ بہتر ہے یا اہل حدیث؟

(۹) کیا اہل حدیث نام قرآن کی کسی آیت یا کسی صحیح صریح حدیث میں ثابت ہے؟ ایسی کوئی صریح آیت یا حدیث پیش کریں قیاس واجتہاد نہ کریں:

(۱۰) غیر مقلدین کے نزدیک تقلید شرک ہے تو کیا غیر مقلدین کی نماز مقلد کے پیچھے درست ہے؟

(۱۱) آپ لوگوں کے نزدیک فقہ قرآن وحدیث سے ایک الگ چیز ہے تو جو امام حنفی ہو یعنی فقہ حنفی کے مطابق نماز پڑھاتا ہو کیا اس کی امامت میں غیر مقلد کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

منیر احمد غفرلہ (صدر مدرس جامعہ مدنیہ وخطیب جامع مسجد باغوالی وہاڑی)

عورتوں کی امامت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی!

گرامی نامہ موصول ہوا جس میں ایک فوٹو سٹیٹ ''عورتوں کی امامت'' نامی تھا۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ہماری کسی مسلمان بہن کو یہ شوق ہوا کہ وہ عورتوں کی جماعت کرائے اور وہ اس کام کو قرآن، حدیث اور امہات المؤمنین کی سنت سمجھتی ہیں۔

تمہید:

قبل اسکے کہ اصل مسئلہ پر کچھ عرض کروں۔ تقریب فہم کے لئے ایک دو باتیں اپنی بہن کے گوش گزار کرتا ہوں:

(الف) عورتوں کی امامت کی دو ہی صورتیں ہوں گی (۱) عورت صرف عورتوں کی امامت کرائے (۲) عورت امام بنے اور اس کی اقتداء میں عورتیں اور مرد دونوں نماز ادا کریں۔ اور یہ سب باقاعدہ اذان واقامت کے ساتھ ہو۔

(ب) نہ معلوم ہماری یہ بہن اہل السنت والجماعت سے تعلق رکھتی ہے یا نام نہاد اہل حدیث فرقے سے۔ اہل سنت والجماعت کا نظریہ یہ ہے کہ کتاب وسنت کا مطلب صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدین ہم سے بہت زیادہ اچھے سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہمیں ان کی بصیرت کی رہنمائی میں کتاب وسنت پر عمل کرنا چاہیے جب کہ نام نہاد اہل حدیث کا خیال ہے کہ ان کا ہر فرد مرد ہو یا عورت، عالم ہو یا جاہل کتاب وسنت کو صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین سے زیادہ اچھا سمجھتے ہیں ان کا یہ خیال ہے کہ صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین نے کتاب وسنت کا جو مطلب سمجھا وہ ان کی سوچ ہے جو معصوم نہیں۔ ان سے غلطی بھی ہو سکتی ہے لیکن آج کے غیر مقلد نے کتاب وسنت کا جو

مطلب سمجھا وہ اس کی اپنی سوچ نہیں بلکہ اللہ ورسول کی سوچ ہے اور خطاء وغلطی سے پاک اور معصوم ہے اس لئے جو اس کے بیان کردہ مطلب کو نہیں مانتا تو وہ یہ نہیں کہتا کہ اس نے میرا مطلب نہیں مانا بلکہ یوں کہتا ہے کہ اس نے خدا اور رسول کی بات نہیں مانی۔ اگر خدا نہ کرے میری بہن کی بھی یہی سوچ ہے تو اس کو سمجھانا بے سود ہے۔ خود جناب رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب معاملہ اعجاب کل ذی رأی برأیہ تک پہنچ جائے تو سمجھنے سمجھانے کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ اللہ کرے کہ ہماری بہن اس سوچ کی نہ ہو۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ اہل سنت عالم کا فہم اگر دوسروں کے فہم سے مخالف ہو تو وہ اپنے فہم کو دوسری امت کے لئے باعث فتنہ نہیں بناتا کیونکہ اس کا کامل یقین ہے کہ امت میں فتنہ ڈالنا الفتنة اکبر من القتل اور الفتنة اشد من القتل ہے اور بہت بڑا گناہ ہے یہ کوئی دین کی خدمت نہیں بلکہ بے دین اور دین بیزار لوگوں کو دین کا مذاق اڑانے کا موقع مہیا کرنا ہے۔ اس کے برعکس نام نہاد اہل حدیث امتِ محمدیہ میں نت نئے فتنے کھڑے کرنے کو ہی دین کی سب سے بڑی خدمت سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت فرمائیں۔

القرآن:

میری بہن نے سب سے پہلے قرآن پاک کی ایک آیت کریمہ پیش فرمائی ہے کہ فرشتوں نے سیدہ مریم سے کہا یامریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین (آل عمران ۴۳) اے مریم بندگی کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے'' ہماری بہن فرماتی ہیں کہ یہ آیت عورتوں کی باجماعت نماز پر دلالت کرتی ہے لیکن ہم نے بہت سوچا کہ آیت کو عنوان سے نہ یہ کہ تعلق نہیں بلکہ عنوان سے مخالفت ہے کیونکہ عنوان ہے کہ عورت کا امام بننا ثابت کرنا ہے اور یہاں حضرت مریم کو مرد کی اقتداء کا حکم دیا جارہا ہے نہ کہ امامت کا۔ پھر حضرت مریم کو ہی خاص خطاب ہے کیونکہ ان کی رہائش ہی محرابِ مسجد میں تھی۔ اس آیت میں تو یہ بات بھی نہیں کہ کوئی عورت اپنے گھر سے آکر مریم

کے ساتھ مل کر مرد کی اقتداء میں نماز پڑھتی ہو۔ یہ بھی جب ہے کہ رکوع سے نماز کا رکوع ہی مراد ہو ورنہ علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں ”راکعین خدا کے آگے رکوع کرتے ہیں تو بھی اسی طرح رکوع کرتی رہ یا یہ مطلب ہو کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر اور چونکہ کم از کم رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہونے والا رکعت کو پانے والا سمجھا جاتا ہے شاید اس لئے نماز کو بعنوانِ رکوع تعبیر کیا گیا، **کما یفهم من کلام ابن تیمیة فی فتاواه واللّٰه اعلم۔**

تنبیہ:

ممکن ہے اس وقت عورتوں کو عام طور پر جماعت میں شریک ہونا جائز ہو یا خاص فتنہ سے مامون ہونے کی صورت میں اجازت ہو یا مریم کی خصوصیت ہو یا مریم اپنے حجرہ میں رہ کر تنہا یا دوسری عورتوں کے ہمراہ امام کی اقتداء کرتی ہوں یہ سب احتمالات ہیں“ معلوم ہوا کہ جو مطلب میری بہن نے بیان کیا وہ بھی ایک احتمال ہے اور دوسرے احتمالات بھی ہیں اور **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** کو بھی پیش نظر رکھ کر اپنی بہن سے کہوں گا کہ امی جان کی بات میں کان لگا کر سنیں۔ **عن عائشةؓ قالت لو ادرک النبی ﷺ ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل.**

(بخاری ص ۱۱۹ ج ۱ مسلم ص ۱۸۳ ج ۱)

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ نے فرمایا اگر نبی ﷺ یہ دیکھ لیتے جو عورتوں نے اب (زیب و زینت کے ساتھ مسجد میں جانا) شروع کیا ہے تو انہیں مسجد میں جانے سے اسی طرح روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئیں۔ میری بہن آپ نے امی جان کی بات سن لی کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کے لیے یہ اجازت باقی نہیں رہی تھی بلکہ ان کو روک دیا گیا تھا۔

فرمان رسول ﷺ: آیئے امی جان سے ہی سرور کائنات ﷺ کا فرمان ذیشان بھی سن لیں۔

عن عائشةؓ ان رسول اللّٰه ﷺ قال لاخیر فی جماعة النساءِ الا فی المسجد او جنازة قتیل

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کی جماعت میں ذرہ بھی خیر نہیں مگر یہ کہ مسجد میں یا شہید کے جنازہ میں۔

مجمع الزوائد ص ۳۳ ج ۲ یقیناً آپ کا خیال یہی ہوگا کہ جماعت میں زیادہ ثواب ہوگا اس لئے آپ نے یہ کوشش شروع کی مگر ہمارے پیارے نبی نے لا خیر فرما کر نکرہ پر لا داخل فرمایا کہ اس میں ذرہ بھر خیر نہیں تو ہمیں اپنا خیال نبی پاک ﷺ سامنے بالکل چھوڑ دینا چاہیے۔

خیر کہاں ہے:

عن ام سلمةؓ قال رسول الله ﷺ خیر مساجد النساءِ قعر بیوتهن (مجمع الزوائد ص ۳۳ ج ۲)

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں کے لئے گھر اپنے گھروں کی گہرائی میں نماز پڑھنا ہی خیر ہے۔

عن ام سلمةؓ قالت قال رسول الله ﷺ صلوٰة المرأة فی بیتها خیر من صلاتها فی حجرتها. وصلوتها فی حجرتها خیر من صلوتها فی دارها وصلوتها فی دارها خیر من صلوتها خارج. (مجمع الزائد، ص ۳۴، ج ۲)

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ عورت کی نماز اپنے رہائشی کمرے میں بہتر ہے بیٹھک میں نماز پڑھنے سے اور بیٹھک میں نماز پڑھنا بہتر ہے حویلی میں نماز پڑھنے سے اور حویلی میں نماز پڑھنا بہتر ہے باہر نماز پڑھنے سے۔

میری بہن جس طرح آپ کو شوق ہے۔ آپ کی ایک بہن حضرت ام حمید انصاریہ صحابیہ کو بھی کتنا شوق تھا۔ آپ سردار دو جہاں کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوتی ہیں اور کتنے شوق اور محبت سے درخواست پیش کرتی ہیں کہ اے اللہ کے پیغمبر میں آپ کے ہمراہ (یعنی باجماعت) نماز پڑھنے کو پسند کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ (باجماعت) نماز کو پسند کرتی ہو' اور تیری نماز تیرے رہائشی کمرہ میں بہتر ہے بنسبت بیٹھک کے اور تیری نماز بیٹھک میں تیرے لئے بہتر ہے بنسبت حویلی کے اور تیری نماز اپنی حویلی میں بہتر ہے بنسبت اپنے قبیلہ کی مسجد کے۔ اور اپنے قبیلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا تیرے

لئے زیادہ بہتر ہے میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنے سے" تو اس بہن نے حکم دیا کہ ان کے لئے ان کے رہائشی کمرے کے آخری کونے کے تاریک حصہ میں مسجد بنا دی گئی (یعنی نماز کے لئے جگہ مخصوص کر دی گئی) تو وہ اسی میں نماز ادا کرتی رہیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے جا ملیں (مسند احمد ص ۳۷۱ ج ۶) دیکھئے آپ کی یہ بہن قیامت تک آنے والی بہنوں کے لئے نبی پاک ﷺ کے فرمان پر اپنی خواہش کو قربان کرنے کا کیسا نمونہ قائم فرما گئیں اے اللہ ہماری سب بہنوں کو نبی پاک کی فرمانبرداری کا یہی جذبہ عطا فرما کہ اپنے گھر میں تنہا نماز پڑھنے کو مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے بھی زیادہ بہتر جانیں۔ اے اللہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے رؤف ورحیم دل میں اپنی امت کی عورتوں کی عزت وناموس کی حفاظت کا کتنا درد تھا۔ اور عورت گھر میں تنہا نماز ادا کر کے نبی پاک ﷺ کے دل کو کتنا خوش وخرم رکھ سکتی ہے۔

مزاج شناسِ رسول:

امہات المؤمنین اور صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر کون مزاج شناسِ رسول ہو سکتا ہے۔ صدیقہ بنت صدیق محبوبۂ سید الانبیاء نے مزاجِ رسول ﷺ کی کیسی بہترین ترجمانی فرمائی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آج عورتوں کو اس زیب وزینت سے مسجد آتے دیکھتے تو مزاج رسول ﷺ کو یہ اتنا گراں گزرتا کہ فوراً روک دیتے۔ اماں جان کو آپ ﷺ کے مزاج مبارک کی گرانی کا کتنا شدید احساس ہے تو بہن کیا آپ خاتم الانبیاء ﷺ کے مزاج مبارک کی گرانی کو برداشت کر لیں گی۔ آہ بہت نازک معاملہ ہے نازک مزاج شاہاں تابِ سخن نہ دارند۔ آیئے رسول دو جہاں کے دوسرے مزاج شناس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی غیرتِ ایمانی کو ایمان کی آنکھ سے ملاحظہ فرمائیں وہ جب عورتوں کو مسجد میں دیکھتے تو فرماتے اخروھن من حیث اخرھن اللّٰہ (طبرانی کبیر ص ۳۴۲ ج ۹) کہ انہیں نکالو جہاں سے اللہ نے ان کو نکالا ہے" یہ اعلان سب صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوتا۔ کوئی صحابی یا صحابیہ انکار نہ کرتے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عورتوں سے فرماتے "اپنے

گھروں میں جاؤ وہ تمہارے لئے بہتر ہیں'' (طبرانی کبیر ص ۳۴۰ ج ۹) یہ تو ہر مسلمان مرد اور عورت پر پورے یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ اس خیر القرون کا ماحول آج کے ماحول سے ہزاروں گنا بہتر تھا اور یہ میری بہن بھی مانتی ہوگی کہ اس زمانہ کی عورتوں میں نیکی کا جذبہ میری آج کی بہن سے ہزاروں گنا زیادہ تھا تو بھی وہ اپنی خواہشوں کو نبی پاک ﷺ اور مزاج شناسانِ رسول کے سامنے مٹا دیتی تھیں۔ یا اللہ ہماری ہر بہن کو یہی توفیق عطا فرما۔

فاروق اعظمؓ:

حضرت فاروق اعظمؓ کے پوتے حضرت سالم جو مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے بڑے پایہ کے فقیہ تھے فرمایا کرتے تھے کہ میرے دادا حضرت فاروق اعظمؓ بڑے ہی غیور تھے۔ وہ جب نماز کے لئے جاتے تو حضرت عاتکہ بنت زید بھی ان کے پیچھے جاتیں **فکان یکرہ خروجھا** آپ اس کے مسجد جانے کو ناپسند فرماتے (مجمع الزوائد ص ۳۳ ج ۲) یہ وہی فاروق اعظم ہیں جن کے بارہ میں رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا اور فرمایا کہ ان کی زبان پر فرشتہ کلام کرتا ہے۔ ہر مسلمان عورت کو غیرتِ فاروقی کا پاس کرنا چاہیے۔

فرمان شیر خدا:

چوتھے خلیفہؓ راشد باب مدینۃ العلم فرماتے ہیں **لا تؤم المرأۃ** (المدونۃ الکبریٰ ص ۸۶ ج ۱ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۳۷ ج ۱) کہ عورت امامت نہ کرائے اور حضرت ابن عون فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع کو لکھا اور ان سے عورت کی امامت کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا **لا اعلم المرأۃ تؤم النساء** (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۳۷ ج ۱) میں نہیں جانتا کہ کوئی عورت عورتوں کی امامت کراتی ہو۔ اس سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہوگیا کہ خیر القرون میں کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ عورت عورتوں کی امامت کرائے تو آج ہماری بہنوں کو خیر القرون کی عورتوں سے آگے بڑھنے کی جرأت بالکل نہیں کرنی چاہیے۔

۲۔۳۔۴ پر سیدہ عائشہؓ اور سیدہ ام سلمہؓ کا عمل نقل کیا ہے کہ انہوں نے عورتوں کی جماعت کرائی اور ان کے درمیان کھڑی ہوئیں۔ تو ان ہی امہات المؤمنین سے جو احادیث

اوپر گزریں وہ قواعد کلیہ ہیں اور یہ دو واقعات جزئیہ ہیں۔ قواعد کلیہ سے عورت کی امامت کا مکروہ ہونا ثابت ہوا۔ اور ان دو واقعات میں زیادہ سے زیادہ اباحت نکلے گی وہ بھی اہل سنت کے ہاں غیر مقلدین کے ہاں تو صحابہ یا صحابیات کا قول وفعل دلیل ہی نہیں۔ پھر ان دو واقعات میں بھی ان کا درمیان میں کھڑا ہونا جبکہ دو یا زائد مقتدی ہوں تو درمیان میں کھڑا ہونا بالاتفاق مکروہ ہے۔ اس لئے مدار عمل قواعد کلیہ ہوں گے۔ ہاں واقعات جزئیہ میں کئی احتمال ہوسکتے ہیں شاید نماز سکھانے کے لئے کبھی ایک دفعہ ایسا کیا ہو۔ اور ضرورتِ تعلیم کے لئے مکروہ کو برداشت کرلیا جاتا ہے۔ حضرت نافع کا بیان بہت اہم ہے کیونکہ یہ حضرت عائشہؓ کے بھی شاگرد ہیں اور حضرت ام سلمہ کے بھی، ان کا وصال ۱۱۷ھ میں ہے (تذکرۃ الحفاظ ص ۹۷ ج ۱) ان کے بیان سے معلوم ہورہا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہؓ کے واقعاتِ جزئیہ نہ ان کی کوئی مستقل عادت تھی نہ ان کے بعد ان کے ساتھ نماز پڑھنے والیوں میں سے کسی نے کبھی امامت کرائی۔ اسی لئے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں ''ولم یثبت جماعتھن بطریق العادۃ لھن مع توفر الدواعی الی نیل فضائلھا فکون جماعتھن کالمتروک فی ذاک الزمان دلیل علی انھم کانوا لایستحسنونھا وھوالمراد بالکراھۃ (اعلاء السنن ص ۲۴۴ ج ۴) کہ اس زمانہ میں عورتوں کی جماعت بطور عادت ہرگز ثابت نہیں حالانکہ اس زمانہ میں فضائل اور ثواب کمانے کے اسباب بہت تھے تو اس زمانہ میں ان کی جماعت کا مثل متروک کے ہونا واضح دلیل ہے کہ وہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے اور کراہت سے یہی مراد ہے۔

حضرت ام ورقہ:

حضرت ام ورقہ کی روایت نقل کی ہے کہ وہ بحکم رسول اپنے گھر والوں کو جماعت سے نماز پڑھاتیں تو اولاً تو یہ حدیث صحیح یا حسن نہیں کیونکہ اس کی سند کے دو راوی ولید بن جمیع اور عبدالرحمان بن خلاد ہیں امام ابن القطان فرماتے ہیں کہ لا یعرف حالھما (اعلاء السنن ص ۲۴۵ ج ۴) اور صحیح یا حسن ہوتی تو بھی آنحضرت ﷺ کے فرمان لا خیر فی جماعۃ

النساء سے منسوخ ہے یہی وجہ ہے کہ سیدہ ام ورقہ کی شہادت کے بعد کہیں ذکر نہیں ملتا کہ کم از کم ان کے خاندان میں ہی کوئی عورت عورتوں کی امامت کراتی ہو۔ بہر حال عورتوں کی امامت عورتوں کو نہ کوئی فضیلت اور ثواب کی بات ہے نہ خیر القرون میں اس کی عادت تھی۔ اب اگر ہماری کوئی بہن اپنے گھر میں یہ کام شروع کر دے تو ظاہر ہے کہ اس کا گھر مسجد نبوی سے تو افضل نہیں جب عورت کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے میں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے تو کون نیک عورت اتنا ثواب چھوڑ کر اس کے ہاں آئے گی اور حضرت میمونہ بن سعدؓ جناب نبی اقدس ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ کوئی عورت بھی جب خوشبو لگا کر گھر سے نکلتی ہے اور مرد اس کو دیکھتے ہیں تو وہ ہمیشہ خداوند عز وجل کی ناراضگی میں رہتی ہے جب تک گھر واپس نہ آئے (مجمع الزوائد ص ۳۵ ج ۲) اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسولِ اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان (رواه الترمذی و قال حسن صحيح ص ۱۴۰ ج ۱) کہ عورت چھپانے کی چیز ہے وہ جب گھر سے نکلتی ہے شیطان اس کو تاکتا جھانکتا ہے اور فرمان نبوی ہے لعن الله الناظر و المنظور اليه کہ خداوند قہار کی پھٹکار ہے نظر بازی کرنے والے پر اور جس پر نظر بازی کی جائے۔ اب جتنی عورتیں اپنے گھر کی نماز فضیلت چھوڑ کر یہاں آئیں گی وہ سب اس گناہ میں ملوث ہوں گی اور ان میں سے ہر ایک اکیلی کو جتنا گناہ ہوگا اس عورت کو ان سب کے برابر گناہ ہوگا۔ اس لئے ہماری بہنوں کو چاہیے کہ فرمان نبوی ﷺ کے موافق اپنی رہائش کے کمرے میں ہی نماز ادا کریں یہی جگہ ان کے لئے سب سے زیادہ ثواب کی ہے اور گناہ اور فتنے سے خود بھی بچیں اور دوسری بہنوں کو بھی بچنے کی تاکید کریں۔ اللہ اور رسول نے ان کی عزت و ناموس کی حفاظت کا جو طریقہ دیا ہے۔ اسی پر کاربند رہنے میں دین اور دنیا کی بھلائی ہے اور مزاج شناسان رسول حضرات صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کی رہنمائی میں ہی کتاب و سنت پر عمل کرنا راہ نجات ہے۔ اے اللہ ہم راضی ہیں تیرے رب ہونے پر اور اسلام کے دینِ حق ہونے پر اور حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے پر۔ اے اللہ ہمیں اسی پر زندہ رکھ۔ اسی پر موت دے اور اسی پر ہمارا حشر فرما۔ آمین یا اله العالمین.

ایک اعتراض کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از محمد امین صفدر (۵/ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ)

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی

گرامی نامہ موصول ہوا جس میں تجلیات صفدر جلد اول ص ۴۱۹ تا ص ۴۲۱ کے مضمون پر کچھ اعتراضات کئے ہیں۔ عرض یہ ہے کہ فرقۂ لا مذہب غیر مقلدین کئی ایک مسائل میں اہل سنت کے چاروں اماموں کے خلاف محاذ بنایا ہوا ہے ان میں متعہ کا جواز اور تین طلاقوں کے بعد بغیر حلالہ شرعی کے بیوی کو رکھ لینا بھی ہیں اور یہ دونوں مسئلے انہوں نے روافض سے لئے ہیں۔ اس مسئلہ طلاق پر احقر کا ایک مضمون تجلیات صفدر ص ۳۹۵ تا ص ۴۳۱ جلد اول پر چھپا ہے اس کے باقی حصہ پر تو کوئی قلم نہ اٹھا سکا صرف درمیان سے تین صفحات کے بارہ میں محمد ایوب نامی نے حیدر آباد سے کچھ اعتراضات کئے۔ اگر چہ موصوف نے اپنے آپ کو نام نہاد اہل حدیث ظاہر کیا ہے مگر جواب پڑھ کر یقین ہو گیا کہ وہ اہل حدیث ہر گز نہیں کیونکہ نام نہاد اہل حدیث کا دعویٰ ہے کہ اہل حدیث کے دو اصول اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول اور وہ کہتے ہیں، ہم کسی امتی کی تقلید نہیں کرتے مگر اس جواب میں تو امتیوں کے اقوال کی ہی بھر مار ہے۔ جناب ایوب صاحب ائمہ اربعہ کی تقلید کو تو حرام اور شرک قرار دیتے ہیں۔ مگر یہاں عجیب معاملہ کبھی کسی شافعی مقلد کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہیں۔ کبھی کسی حنفی مقلد کے دروازے پر کاسۂ گدائی لئے کھڑے ہیں۔ بالکل مشرکوں والا کردار ہے وہ خدا کی عبادت سے کتراتے ہیں مگر خدا کے بندوں کی عبادت کرتے ہیں ان کا فرض تھا کہ وہ کسی حدیث کی صحت اور ضعف دلیل شرعی سے ثابت کرتے اور دلیل شرعی ان کے ہاں صرف اور صرف فرمان خدا اور فرمان رسول ہے۔ جناب ایوب صاحب ابن قیم، ذہبی، ابویعلی، انور شاہ، ابن حبان، خلیل احمد، عینی، ابن حجر، ابن القطان، زیلعی، عقیلی وغیرہ کی تقلید کے پٹوں میں بندھا ہوا

ہے۔ پہلے ایوب بروزن عیوب کو بتانا چاہیے تھا کہ وہ ان کو خدا مانتا ہے یا رسول۔ ان کے اقوال کو اپنے دلائل سمجھ کر پیش کیا ہے تو وہ اہل حدیث نہ رہا اور اگر بطور الزام پیش کیا ہے تو ایک تو جواب تحقیقی نہ رہا دوسرے یہ جہالت ہے کیونکہ ہم نے کب ان کے اقوال ماننے کا التزام کیا ہے۔ الزامی طور پر صرف وہ مذہب حنفی کا مفتیٰ بہ قول پیش کرسکتا تھا وہ بھی اس اعتراف کے بعد کہ میں تحقیقی جواب سے عاجز ہوں۔ اب آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ یہ دردر کا گداگر آخر نام نہاد اہل حدیث کیوں کہلاتا ہے تو وہ صرف غیر ملکی امداد کے لئے تاکہ ریال ملتے رہیں ورنہ وہ اہل حدیث ہرگز نہیں ہے۔ اس کے لئے تو اتنا ہی جواب کافی ہے اب دیگر حضرات کی تسلی کے لئے عرض کرتا ہوں۔

(۱) اس نے مانا ہے کہ امام احمدؒ نے اس حدیث کو نہیں مانا تو اسے صاف بتانا چاہیے تھا کہ امام احمد منکر حدیث تھے یا کیا۔ اور اس کا یہ لکھنا کہ امام احمد اس کے راوی ہی نہیں۔ عجیب جہالت ہے مسند احمد ص ۲۶۵ ج ا پر سند یوں شروع ہوتی ہے حدثنا عبداللّٰہ حدثنا ابی کیا عبداللہ کے باپ امام احمد نہیں۔

(۲) اس کے بعد محدثین کے نام سے ایک اصول ذکر کیا ہے کہ اعتبار روایت کا ہوتا ہے نہ کہ راوی کی رائے کا۔ محدثین کی اس رائے کو ایوب نے بلا مطالبہ دلیل تسلیم کرلیا ہے یہی تقلید ہے اور دوسروں کو بھی اسی تقلید کی دعوت دے رہا ہے جب کہ فقہاء کے اصول کو وہ چھوڑ رہا ہے قرآن اور احادیث متواترہ میں فقہاء کی بات ماننے کا حکم ہے۔ محدثین کی رائے کے ماننے کا قرآن حدیث میں کہیں حکم ہے تو وہ آیت یا حدیث لکھے۔

(۳) سند کا تیسرا راوی ابراہیم بن سعد ایک گویّا تھا۔ تجلیات میں کاتب کی غلطی سے سعد بن ابراہیم چھپ گیا۔ جس پر موصوف کو شور مچانے کا موقع مل گیا۔ موصوف فرمائیں گے کہ گانے بجانے سے راوی کی عدالت مجروح ہوتی ہے یا نہیں۔

(۴) ابویعلیٰ کی سند محمد بن اسحاق الخ لکھ کر ختم کردی اس وقت ابویعلیٰ کی مسند سامنے نہیں۔ ہوسکتا ہے وہاں ابن اسحاق کی تحدیث نہ ہو۔

(۵) محمد بن اسحاق کے بارہ میں بہت ادھر ادھر کی باتیں لکھی ہیں یہ اچھی طرح یاد رکھیں کہ محمد بن اسحاق سے اس کے معاصرین، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ

نے احکام میں کوئی حدیث نہیں لی۔ اس لئے کہ وہ احکام میں ان حضرات کے نزدیک حجت نہیں۔ ہاں وہ مغازی کا امام ہے اور متاخرین میں سے بھی کسی مسلمہ شخصیت نے اس کی کسی ایسی حدیث کو قبول نہیں کیا جس سے ائمہ اربعہ کے اجماعی مسلک پر زد پڑتی ہو جیسے اس کی روایت کہ معراج خواب میں ہوئی اس کو کسی نے قبول نہیں کیا۔ اسی طرح یہ روایت ائمہ اربعہ کے اجماع کے خلاف ہے پھر آپ نے بھی مانا ہے کہ اس میں تشیع تھا۔ اور کسی شیعہ راوی کی وہ روایت جو ان کی بدعت کی تائید میں ہو قبول نہیں ہوتی۔ یہ روایت بھی اہل سنت کے اجماع کے خلاف ہے تو بدعتی کی روایت کیسے قبول کی جائے گی۔ پھر یاد رکھیں کہ آپ ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتے کہ کسی اہل سنت عالم نے محمد بن اسحاق کی ایسی حدیث قبول کی ہو جو اہل سنت کے اجماع کے خلاف ہو اور اہل بدعت کی مؤید ہو۔ صرف اور صرف ایک مثال لائیں۔

(۶) داؤد بن الحصین کو بھی آپ نے بدعتی تسلیم کر لیا تو بدعتی کی وہ روایت جو اہل سنت کے اجماع کے خلاف ہو اور اہل بدعت کی تائید میں ہو وہ ہرگز مقبول نہیں ہوتی۔

(۷) عکرمہ کو بھی آپ نے بدعتی مان لیا اور کسی بدعتی کی وہ روایت جو اہل سنت کے اجماع سے ٹکرائے اور اہل بدعت کی مؤید ہو ہرگز قبول نہیں۔ واہ رے نام نہاد اہل حدیث کس طرح گداگر بن کر بدعتیوں کے دروازوں پر جا جا کر بدعت کی بھیک مانگ رہا ہے ؎

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

اہل سنت ائمہ کی تقلید کو شرک کہنے والا اہل بدعت کی چوکھٹیں چاٹتا پھرتا ہے ؎

میرے دل سے گیا، پالا ستم گر سے پڑا مل گئی او لامذہب تجھے کفران نعمت کی سزا

(۸) حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ جو ان سے متواتر بھی ہے اور اجماع اہل سنت کے موافق بھی ہے وہی قابل قبول ہوگا جو شاذ بلکہ منکر ہو اور اہل سنت کے اجماع کے خلاف ہو وہ کوئی بدعتی ہی قبول کرے گا اور وہی اجماع کا انکار کرے گا جو خود اضطراب کا شکار ہوگا۔

تقلید واتباع

جواس وقت کے بعض علماء نے کہا ہے کہ عوام کا علماء سے کتاب وسنت کا حکم پوچھ کر اس پر عمل کرنا تقلید نہیں بلکہ اتباع ہے یہ ایک اصطلاح[1] یا لفظی نزاع ہے جس کو وہ اتباع کہتے ہیں اس کا دوسرے علماء تقلید نام رکھتے ہیں کیونکہ تقلید بے (مطالبہ) دلیل بات مان لینے کا نام ہے اور عامیوں کے عمل واتباع میں یہی امر وقوع میں آتا ہے عامی کو جو حکم کتاب وسنت کا علماء وقت سے معلوم ہوتا ہے اس کو وہ یوں ہی بے دلیل مان لیتا ہے جو عرفاً تقلید کہلاتی ہے۔ کسی عامی کو اگر کوئی عالم یہ بھی کہہ دے کہ یہ مسئلہ حدیث یا قرآن میں یوں آیا ہے تب بھی وہ اس کے قول کو بے دلیل تسلیم کر لیتا ہے کیونکہ اس مسئلہ کی دلیل آیت یا حدیث کا علم اس کو حاصل نہیں اور اگر کوئی عالم اس کو آیت قرآن یا حدیث پڑھ کر بھی سنادے یا طوطے کی طرح یاد کرادے تب بھی وہ آیت وحدیث کے معنی اور حدیث کی صحت تسلیم کرنے میں اس عالم کا مقلد کہلاتا ہے کیونکہ وہ کسی دلیل سے یہ نہیں جانتا کہ آیت یا حدیث کے وہ معنی جو اس عالم نے اس کو بتائے ہیں کیونکر صحیح ہیں اور اس حدیث کی صحت کیونکر ثابت ہے لہٰذا اس کی یہ تسلیم بلا دلیل تسلیم ہے جو تقلید کہلاتی ہے۔ تقلید مجتہدین سے کوئی اس وقت دست کشی نہیں کر سکتا۔ عامی تو بواسطہ علماء وقت مجتہدین کی تقلید کر رہے ہیں۔ علماءِ وقت کی طرف ان کا رجوع کرنا بعینہ ان مجتہدین کی طرف رجوع کرنا ہے جن کے مقلد وہ علماء ہیں۔ فرق واسطہ بلا واسطہ کا ہے۔۔ اب رہے علماء وقت سو بہت سے مسائل فرعیہ وقواعد اصولیہ میں جن کے دلائل وہ نہیں جانتے مجتہدین فقہاء کے مقلد ہیں اور حدیث کی صحت وضعف مان لینے میں تو ان کا مقلد ہونا ظاہر ہی ہے (اشاعۃ السنہ ص ۳۲۰ ج ۱۱) یہ فرق ابوعبداللہ بن خواز منداد البصری المالکی سے ابن

---

[1] یہ اصطلاح قرآن، حدیث، اصولیین اور عرف سے ہرگز ثابت نہیں بلکہ انکے خلاف ہے۔

القیم نے نقل کیا ہے (اعلام الموقعین ص ۷۸ اج ۲) یہ شخص عقائد میں متکلمین اہل السنّت کا سخت دشمن تھا۔ ان سب کو ایسا بدعتی کہتا تھا کہ نہ ان کا نکاح، نہ شہادت، نہ امامت بلکہ ان سے نفرت ضروری ہے (الدیباج المذھب ص ۲۶۸) اور مسائل فرعیہ میں وہ خود مالکی کہلاتا تھا (اعلام الموقعین) پھر اس فرق پر خود اس نے کوئی دلیل شرعی بیان نہیں کی اصولیین اتباع اور تقلید کو ایک ہی کہتے ہیں۔

امام طحاوی، مغلطائی، ابن حجر عسقلانی، امام نووی، امام قرطبی، ابن تیمیہ، ابن القیم جیسے ائمہ اکابر نے حنفی شافعی مالکی حنبلی کہلایا ہے (اشاعۃ السنۃ ص ۳۳۰ ج ۱۱)

ایک حقیقت:

کتب حدیث، کتب اسماء الرجال، کتب اصول حدیث واصول فقہ بعض مجتہدین نے اور اکثر مقلدین نے جمع فرمائیں پھر کتب فقہ میں قرآن، حدیث، اجماع وغیرہ سے استدلال بھی کیا دیکھو ہدایہ، فتح القدیر، شرح نقایہ، اعلاء السنن وغیرہ، غیر مقلدین کی نہ اپنی حدیث کی کتاب، نہ اسماء الرجال کی، نہ اصولِ حدیث کی، نہ اصول فقہ کی، نہ مسائل کی کوئی جامع اور مسلم کتاب ان کی موجود ہے۔

مسئلہ تقلید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقلید کا مادہ قلادہ ہے یہ قلادہ جب انسان کے گلے میں ہو تو ہار کہلاتا ہے اور حیوان کے گلے میں ہو تو پٹہ کہلاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے استعارت من اسماء قلادة بخاری ص ۴۸ ج ۱، مسلم ص ۱۶۰ ج ۱ نیز فرمایا انسلت قلادة لی من عنقی فوقعت (مسند احمد ص ۲۷۲ ج ۶) امام بخاری نے باب القلائد اور استعارة القلائد کے باب ہاروں کے لئے قائم کئے ہیں ص ۸۷۳ ج ۱، ص ۸۷۴ ج ۱۔

ثناء اللہ:

بحکم وأتوا البیوت من ابوابہا مسئلہ تقلید کی تنقیح اور تحقیق کرنے والے کا فرض ہے کہ پہلے تقلید کی تعریف کرے پھر اس کی تقسیم پھر اس کا حکم ہونا چاہیے۔
(فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۵۵ ج ۱)

تعریف:

التقلید عبارة عن اتباع الانسان غیره فیما یقول او یفعل معتقداً للحقیة فیه من غیر نظر وتأمل فی الدلیل کان هذا المتبع جعل قول الغیر او جعله قلادة فی عنقه (کتاب التعریفات ص ۲۹) ونحوه فی کشاف اصطلاحات الفنون ص ۱۱۷۸، شرح منار ص ۲۵۲، نامی شرح حسامی ص ۱۹۰، حاشیہ نور الانوار نمبر ۱۸ ص ۲۱۶)

ثناء اللہ:

امام غزالی صاحب مسلم الثبوت، مختصر ابن حاجب، شرح جمع الجوامع للسبکی، حاشیہ

نورالانوار وغیرہ سے نقل کر کے لکھتا ہے ان سب تعریفات کا مفہوم مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے یوں ادا کیا ہے "تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسنِ ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلائے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا (الاقتصاد ص ۱۷، فتاویٰ ثنائیہ، ص ۲۶۰ ج ۱) نیز فرماتے ہیں تقلید کی تعریف میں حیدر آباد کے ہی ایک بزرگ کا قول ہم نقل کرتے ہیں تقلید کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کو معتبر سمجھ کر اس کے قول و فعل کی پیروی بغیر طلبِ دلیل کی جائے (حقیقۃ الفقہ ص ۵۱ ج ۲، فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۵۶ ج ۱) معلوم ہوا کہ تقلید مدلل مسئلہ کی کی جاتی ہے البتہ مقلد اپنے مقلد سے اس کی خاص دلیل تفصیلی کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ دلیلِ اجمالی یقینی کی بنا پر بنیاد رکھتا ہے جیسے ڈاکٹر سے علاج کے وقت انما شفاء العی السوال (ابوداؤد ص ۴۹ ج ۱ عن جابرؓ و ابن ماجہ ص ۴۳) صلوٰۃ الرسول ص۔

معرفتِ دلیل:

معرفت دلیل اس کو کہتے ہیں کہ دلیل کو پورے طور پر جاننا۔ بالفاظ دیگر یہ جاننا کہ اس کا معارض کوئی نہیں اور یہ منسوخ بھی نہیں وغیرہ ایسا جاننا مجتہد کا خاصہ ...... یہ بالکل صحیح ہے فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۶۳ ج ۱ یعنی اصول مناظرہ کے مطابق وہ دلیل منع نقض اور معارضہ سے سالم ہو، ثابت، دلالت تامہ، غیر معارضہ۔

تقسیم و حکم:

تقلید مطلق واجب بالذات ہے جس کے دو فرد ہیں شخصی، غیر شخصی، البتہ اختلاف احوال اور فسادِ زمان کی وجہ سے تقلید غیر شخصی اب حرام بالغیر ہے اور انتظام و سہولت کی وجہ سے تقلید شخصی واجب بالغیر ہے۔ جس طرح مطلق تلاوتِ قرآن فرض ہے خواہ لغاتِ سبعہ میں سے کسی لغت میں ہو۔ مگر حالات بدلنے کی وجہ سے صحابہ نے بوجہ انتظام و سہولت صرف لغت قریش پر تلاوت کو باقی رکھا اور باقی لغات کو ممنوع قرار دے دیا۔ (ملخص فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۳ ج ۱) اس تقلید کا تعلق صرف مسائل اجتہادیہ سے ہے۔ اس لئے یہ وجوب غیر مجتہد کے لئے

ہے وہ ایسے مجتہد کی تقلید کرے جس کا مجتہد ہونا دلیلِ شرعی سے ثابت ہو اور اس کا مذہب اصولاً وفروعاً مدوّن ہو اور متواتر ہو اور مقلِّد کو بسہولت عمل میسر ہو سکے۔

(التحریر وغیرہ کتب اصول)

نوٹ:

مسائل اجتہادیہ سے مراد مسائل غیر منصوصہ یا متعارضہ یا محتملہ ہیں۔

نوٹ: تقلید مذموم جو بلا دلیل یا خلاف دلیل ہو وہ اس حقیقت سے خارج ہے۔

تعریف تقلید:

میاں نذیر حسین صاحب اصول کی کتابوں سے تقلید کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔ ''معنی تقلید کے اصطلاح میں اہل اصول کی یہ ہیں کہ مان لینا اور عمل کرنا ساتھ قول بلا دلیل اس شخص کے جس کا قول حجت شرعی نہ ہو تو بنا ہر اس اصطلاح کی رجوع کرنا عامی کا طرف مجتہدوں کی اور تقلید کرنی ان کی کسی مسئلہ میں تقلید نہ ہوگی بلکہ اس کو اتباع اور سوال کہیں گے اور معنیٔ تقلید کے عرف میں یہ ہیں کہ وقت لاعلمی کے کسی اہل علم کا قول مان لینا اور اس پر عمل کرنا اور اسی معنی عرفی میں مجتہدوں کے اتباع کو تقلید بولا جاتا ہے۔

(معیار الحق ص ٦٦، ٩٩)

تقلید اس شخص کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا ہے جس کا قول حجت شرعیہ میں سے نہ ہو سو رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف تقلید نہ ٹھہری اور اسی طرح رجوع کرنا انجان کا مفتی کے قول کی طرف اور رجوع کرنا قاضی کا ثقہ کے قول کی طرف تقلید نہیں ٹھہرے گی کیونکہ یہ رجوع بحکم شرع واجب ہے بلکہ رجوع کرنا مجتہد یا انجان کا اپنے جیسے آدمی کی طرف تقلید نہیں لیکن مشہور یوں ہو گیا ہے کہ انجان مجتہد کا مقلد ہے۔ امام الحرمین نے کہا ہے کہ اسی قولِ مشہور پر بڑے بڑے اصولی ہیں اور غزالی اور آمدی اور ابن حاجب نے کہا ہے کہ رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع اور مفتی اور گواہوں کی طرف اگر تقلید قرار دیا جائے تو

کوئی حرج نہیں'' پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا مجوز ہے (معیار الحق ص ۶۲، ۹۹)

مثال:

جس طرح اصطلاح صرف ونحو میں عورتوں کو سلام کرنا ہو تو **السلام علیکن** کہنا چاہیے مگر عرف میں سب **السلام علیکم** ہی کہتے ہیں۔ اور اسی پر اب مدار کار رہ گیا ہے اب کوئی شخص بھی یہ ساری تفسیر بیان نہیں کرتا بلکہ **السلام علیکم** ہی کہہ دیتا ہے۔

صاحب الظفر المبین شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے نقل کرتے ہیں ''تقلید واجب یہ ہے کہ باعتبار دلالت کے روایت (کتاب وسنت) کا اتباع ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص کتاب اور سنت کو نہیں جانتا اور وہ بذاتِ خود تتبع اور استنباط کی استطاعت نہیں رکھتا۔ پس اس کا کام یہ ہے کہ فقیہ سے پوچھ لے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں مسئلے میں کیا حکم دیا ہے۔ جب فقیہ بتائے تو اس کا اتباع کرے چاہے فقیہ نے وہ حکم صریح نص سے لیا ہو یا اسے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو۔ یہ سب صورتیں حضرت ﷺ کی طرف رجوع کرنے کی ہیں اگرچہ دلالۃً ہوں۔ اس کی صحت پر تو تمام امت کا اتفاق ہے ہر طبقہ کا بلکہ اور تمام امتیں بھی اپنی شریعتوں میں متفق ہیں (الظفر المبین ص ۲۶)

ایک سوال:

آپ لوگ مطلق تقلید کو واجب بھی مانتے ہیں اور غیر مقلد بھی کہلاتے ہیں۔ یہ اجتماع نقیضین کیسا ہے؟ کیا یہ بھی آپ کے نزدیک درست ہے کہ اسلام کو بھی مانیں اور غیر مسلم بھی کہلائیں۔

تقلید مطلق:

مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی لکھتے ہیں ''کیا ہمارے حنفی بھائی ہم اہل حدیثوں کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو

تعلیم کرتے ہیں کہ باوجود رسول اللہ ﷺ کی حدیث یا اقوال صحابہ نہ ملنے کے اور خود بھی کتب متداولہ مشہورہ میں علمی قابلیت نہ رکھنے کے اقوال ائمہ کو معاذ اللہ ٹھکرا دیا کریں اور مادر پدر آزاد ہو کر جو چاہیں سو کیا کریں اگر ان کا یہی خیال ہے تو ہم صاف الفاظ میں اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارا مسلک سمجھنے میں تحقیق سے کام نہیں لیا (تاریخ اہل حدیث ص ۱۲۴)

مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں: اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ وہ تفسیر حدیث اور فقہ سے بے بہرہ ہونے کے باوجود ائمہ کرام کے اقوال کو ٹھکرا دیا کریں (ص ۳۷۳)

اور وہ بے زمام اور بے مہار ہو جایا کریں تو وہ صریح غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

(داؤد غزنوی ص ۳۷۳)

نوٹ:

غیر مقلدین کے نزدیک بھی ۹۹% غیر مقلد یہ قابلیت نہیں رکھتے تو وہ ۹۹% غیر مقلد ان ہر دو بزرگوں کے نزدیک مادر پدر آزاد بھی ہیں اور شتر بے مہار بھی۔ مبارک ہو۔

(۱) بوقت لاعلمی کے کسی مجتہد اہل سنت کی مطلق تقلید واجب ہے۔

معیار الحق ص ۱۴۱، تاریخ اہل حدیث ص ۱۲۵، داؤد غزنوی ص ۳۷۵، فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۵۶ ج ۱۔ اشاعۃ السنہ ص ۳۳۴ ج ۱۱۔

نوٹ ضروری: غیر مقلدین کے نزدیک فرض اور واجب کا ایک ہی درجہ ہے...... (۲) تقلید شخصی مباح ہے۔ معیار الحق ص ۱۴۱، تاریخ اہل حدیث ص ۱۲۵، داؤد غزنوی ص ۳۷۵، فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۵۲ ج ۱۔ تقلید مذہب معین جائز اور مبارک ہے۔ اس میں کوئی نقصان نہیں (اشاعۃ السنۃ النبویہ ص ۳۳۰ ج ۱۱)۔ جب کوئی مجتہد کے قول پر عمل کرے تو وہ دونوں جہان میں ثواب پائے گا (معیار الحق ص ۶۹)

نوٹ ضروری:

ان حضرات نے تقلید کی دو اور قسمیں بھی بیان کی ہیں مگر ان دونوں قسموں کا ذکر

اہل السنت والجماعت کی کتابوں میں ہرگز موجود نہیں ورنہ کسی مسلم و معتبر کتاب کا حوالہ دیں۔
البتہ مشاہدہ سے پتہ چل گیا ہے کہ تیسری قسم کی تقلید خصوصاً جماعت غرباء اہل حدیث میں اور چوتھی قسم کی تقلید کہ حدیث کے خلاف اپنے مولوی کی بات پر اڑ جانا عام لامذہبوں میں پائی جاتی ہے۔

نوٹ:

عملاً لامذہب بھی ایک ہی مسلک پر چلتا ہے جس طرح حنفی صرف حنفی مفتی سے فتویٰ لیتا ہے اور اس کو تقلید شخصی کہا جاتا ہے ایسے ہی لامذہب بھی صرف اپنی جماعت کے مفتی سے فتویٰ لیتا ہے وہ نہ بریلوی مفتی کا فتویٰ مانتا ہے، نہ دیوبندی مفتی کا، نہ شیعہ مفتی کا اور شافعی، مالکی، حنبلی مفتی تو یہاں ہیں ہی نہیں تو یہ لوگ بھی فرقہ پرست ہوئے ان پر فتویٰ کیوں نہیں لگتا۔

مطالبہ:

صرف ایک صریح آیت یا ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کردیں کہ غیر مجتہد کے مجتہد کی مطلق تقلید واجب ہے اور تقلید شخصی مباح، جائز، مبارک اور دونوں جہان میں ثواب ہے۔

قاضی عبدالاحد صاحب خانپوری کی شہادت:

پس اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاء بہ الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ وروافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ وزنادقہ کا تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے مثل اہل تشیع کے۔
دیکھو ملاحدہ نیچریہ جو کفار اور منافقین ہیں وہ بھی انہی کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہوئے اور نہیں کو گمراہ کر کے ان سے اپنا حصہ کامل اور وافی مثل شیطان کے لے گیا۔
پھر ملاحدہ مرزائیہ قادیانیہ نکلے تو انہوں نے بھی انہی کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہونا اختیار کیا اور جماعاتِ کثیرہ کو ان میں سے مرتد اور منافق بنادیا۔
اور جب ملاحدہ زنادقہ چکڑالویہ نکلے تو وہ بھی انہی کے دہلیز اور دروازہ سے داخل

ہوئے اور ایک خلق کو ان سے مرتد بنایا۔

اور جب یہ مولوی ثناء اللہ خاتمۃ الملحدین نکلا تو وہ بھی انہی جہال اہل حدیث کے باب سے داخل ہو کر کیا جو کیا...... اور علماء نے اس پر فتویٰ کفر شائع کیا۔

مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علی اور حسنین رضی اللہ عنہم کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالیاں دیں اور پھر جس قدر الحاد اور زندقہ پھیلائیں کچھ پرواہ نہیں۔ اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب اہل حدیثوں میں ایک دفعہ آمین بالجہر اور رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے مثل امام ابو حنیفہؒ رحمۃ اللہ علیہ کی جس کی امامت فی الفقہ اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے پھر جس قدر کفر اور بداعتقادی اور الحاد اور زندیقیت ان میں پھیلاوے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چیں بجبیں بھی نہیں ہوتے اگرچہ علماء اور فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے سبحان اللہ ماشبہ اللیلۃ بالبارحۃ اور سرّ اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب وعقائد اہل السنتِ والجماعت سے نکل کر اتباعِ سلف سے مستنکف و مستکبر ہوگئے ہیں فافھم و تدبر۔ (کتاب التوحید والسنہ فی رد اھل الالحاد والبدعۃ الملقب بہ اظھار کفرِ ثناء اللہ بجمیع اصول آمنت باللّٰہِ ص۲۶۲،۲۶۳)

مولانا محمد حسین بٹالوی کی شہادت:

جو لوگ قرآن وحدیث سے خبر نہ رکھتے ہوں علوم عربیہ ادبیہ سے (جو خادم قرآن و حدیث ہیں) محض ناآشنا ہوں۔ صرف اردو فارسی تراجم پڑھ کر یا لوگوں سے سن کر یا ٹوٹی پھوٹی عربی جان کر مجتہد اور ہر بات میں تارک التقلید بن بیٹھیں۔ ان کے حق میں ترکِ تقلید سے بجز ضلالت کسی ثمرہ کی توقع نہیں ہوسکتی۔

پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں ان میں سے بعض عیسائی ہوجاتے ہیں۔ بعض لامذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور

احکام اسلام سے فسق تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ ان فاسقوں سے بعض کھلم کھلا جمعہ، جماعت، نماز، روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ سود، شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسقِ مخفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں۔ ناجائز طور پر لوگوں کے اور خدا تعالیٰ کے مال وحقوق دبا رکھتے ہیں کفر وفسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دین داروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے (اشاعۃ السنہ ص ۱۵۴ ج ۲۳، ص ۳۰۴ ج ۱۱) گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترکِ مطلق تقلید کے مدعی ہیں۔ وہ ان نتائج سے ڈریں اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہو جاتے ہیں۔

(اشاعۃ السنہ ص ۵۳ ج ۱۱)

جو شخص سچا اہل حدیث رہنا چاہتا ہے وہ اس نوٹ پر کاربند رہے ورنہ مطلق تقلید سے متنفر ہو کر اعتزال، نیچریت، مرزائیت، چکڑالویت اور دہریت میں جا پڑے گا۔

فرقہ اہل حدیث کے جہلاء اور بعض علماء پیروانِ خواہش جہلاء جو لفظ تقلید ومقلد سے چونک اٹھتے ہیں اور یہ الفاظ سنتے ہی ایسے چڑتے ہیں اور جلتے ہیں جیسے دیہاتی سکھ بانگ سننے سے یا متعصب ہندو کلمہ پڑھنے سے (اشاعۃ السنہ ص ۱۲۵، ۱۲۶ ج ۲۳)

جو لوگ مدعیان عمل بالحدیث وترک تقلید ائمہ کبار خصوصاً امام ابو حنیفہؒ اور ان کے صادق اتباع پر بدگمانی رکھتے ہیں اور برا کہتے ہیں ان کو ہم اور ہمارے اساتذہ کرام مولانا سید نذیر حسین صاحب مدظلہ مولانا محمد اسحاق صاحب قدس سرہٗ چھوٹے رافضی جانتے اور کہہ چکے ہیں (اشاعۃ السنہ ص ۳۳۸ ج ۱۱)

نوٹ:

غیر مقلدین کی سند حدیث ایک تو بواسطہ میاں نذیر حسین صاحب، شاہ اسحاق الخ مکہ مدینہ کو جاتی ہے جو ثابت نہیں دوسری بواسطہ عبدالحق قاضی شوکانی زیدی شیعہ کی طرف جاتی ہے۔ ان کی کتابیں اور عمل بھی دوسری سند کے موافق اور پہلی سند کے مخالف ہے۔ جبکہ تمام علمائے دیوبند کی سند بواسطہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ سیدھی مکہ مدینہ کو جاتی ہے۔

مسئلہ تقلید

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اِن اللّٰہ یامرکم اَن تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا واذا حکمتم بین الناس اَن تحکموا بالعدلِ ان اللّٰہ نعما یعظکم بہ. ان اللّٰہ کان سمیعاً بصیراً. یایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول و اولی الامرِ منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللّٰہ والرسولِ ان کنتم تؤمنون باللّٰہ والیوم الآخر. ذلک خیر واحسن تاویلاً (النساء ۵۸-۵۹)

واذا جاءھم امرٌ من الامنِ اوالخوفِ اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہٗ منھم ولولا فضل اللّٰہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلاً۔ (النساء ۸۳)

ولا تطع من اغفلنا قلبہٗ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہٗ فرطا (۱۸:۲۸) وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبرائنا فاضلونا السبیلا (۳۳:۶۷) الاحزاب۔

فلا تطع المکذبین. ودو لو تدھن فیدھنون. ولا تطع کل حلافٍ مھین. ھمازٍ مشاءٍ بنمیم، مناعٍ للخیر معتدٍ اثیم. عتل بعد ذلک زنیم (۶۸:۸-۱۳) القلم

فاصبر لحکم ربک ولا تطع منھم آثماً او کفوراً (۷۶-۲۴ الدھر)

اطاعت بمعنی تقلید:

مذموم سرے سے دلیل ہی نہ ہو۔ محمود دلیل ہو مگر حسن ظن پر مطالبہ دلیل خاص کا نہ ہو۔

اھل، نااھل کی تمیز کرو۔

خدا رسول اجماع اولی الامر (مجتہدین) (جابر۔ ابن عباسؓ۔ مستدرک ص۱۲۳ ج۱)

منشا الوہیت رسالت عصمت استنباط۔ عدالت

حسّی قانون اسمبلی کی تشریحات سپریم کورٹ ہائی کورٹ

یا اللہ آپ تو خالق ہیں۔ رسول آپ کے احکام سناتا ہے یہ اولی الامر کون ہیں نہ خالق، نہ رسول۔

یہ اپنی نہیں کہتے استنباط کرتے ہیں۔ کنوئیں کی ضرورت۔ وہ پانی خدا کا پیدا کیا ہوا۔ عام طور پر ایک ہی سے کام لیتے ہیں۔ جو اپنے علاقہ میں ہو۔ اپنے علاقہ کا کنواں چھوڑ کر دوسرے علاقہ کے کنوئیں پر نہیں جاتے۔ بہت سے مسائل کا حل نہیں کر سکتے۔ میٹھا کڑوا، ساری دنیا کو میٹھا لگا یہ کڑوا بیمار۔ **القیاس مظھر لا مثبت.** **رد النظیر الی النظیر.** مثال بھینس تھن دودھ۔ دودھ کا جواز تو ثابت کرو۔ چار تھن ایک دودھ۔ چار مذہب ایک سنت

مثال: دودھ، جاگ، گھی، مکھن، دہی، پنیر وغیرہ۔

دودھ اور لسی **خواب حضرت تھانویؒ**

حکام:

ہر جگہ موجود۔ یہ اپنا ذاتی حکم نافذ نہیں کرتے ملک حکومت کا قانون نافذ کرتے ہیں خواہ حبشی غلام ہو اطاعت واجب بخاری ص۱۰۵۷ ج۲، مسلم ص۱۲۸ ج۲ **من اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصی امیری فقد عصانی** بخاری ص۱۰۵۷ ج۲۔ دوسرا امیر کھڑا ہو تو جان کی خیر نہیں مسلم ص۱۲۸ ج۲ کیا حاکم سے ہر جزئی کی دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ حاکم علاقہ میں ایک ہی ہوتا ہے۔ حاکم۔ رعایا باغی (غیر مقلد)

ان میں تو اختلاف ہے ہم کیا کریں؟ واقعہ صلوٰۃ بنی قریظہ ص۵۹۱ ج۲ راہ میں پڑی دوا جرزادالمعاد ص۱۷، ۲۱۱۔

اینما تولوا فثم وجه الله تحری قبلہ

اس اختلاف کو نہ صحابہ نے اچھالا، نہ تابعین نے، نہ تبع تابعین نے۔ خدا نے نماز ہر دو واقعات میں سب کی قبول فرمائی۔ تو ہم کس کی نماز کے مردود ہونے کا فتویٰ لگا سکتے ہیں۔ وہ معصوم نہیں مگر وہ اس امانت کے اہل اور عادل ہیں۔ نہ اہل سے لڑنا ان لا ننازع الامر اهله' (نسائی ص ۱۵۹ ج ۲) نہ نا اہل کی طرف جانا۔ اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة. ڈاکٹر سے مریض، جسٹس سے ملزم تنازع نہیں کرسکتا۔

اہل نا اہل کا فرق: ڈاکٹر، انجکشن، ری ایکشن، ڈرائیور، ایکسی ڈنٹ، من قال فی القرآن برأیه فاصاب فقدا خطأ۔ ہم ان کی غلطیوں پر آگاہ کرتے ہیں یہ حکم تمہیں کس نے دیا! خدا نے یا رسول نے۔ لاننازع. خدا تو گرفت نہیں کرتا۔ دو اجر۔ ایک اجر۔ بخاری ص ۱۰۹۲ ج ۲۔ نہ معصوم نہ مطعون بلکہ ہر ہر حال میں ماجور۔

واقعہ اساریٰ بدر۔ رائے ابوبکر، عمرؓ، فدیہ صحابہ نے کھایا مکروہ تنزیہی ہوتا تو بھی نہ کھاتے۔ کسی نے صدیقؓ کی خطا کو نہ اچھالا۔ یاَیها الذین آمنوا هذا خطاب لسائر الناسِ بعد ان خاطب ولاة الامور بالحکم بالعدلِ وفی هذهِ الآیة اشارة للادلة الفقهیة الاربعة فقوله اطیعوا الله اشارة للکتاب واطیعوا الرسول اشارة للسنة وقوله اولو الامر اشارة الی الاجماع وقوله تنازعتم اشارة للقیاس (حاوی علی الجلالین، ص ۷۹) عن ابن عباسؓ قال هم اهل الفقه فی الدین وقال ابوالعالیة هم اهل العلمِ کما قال الذین یستنبطونه منهم کذا فی الدر المنثور حاشیه جلالین ص ۷۹. وفی روح البیان ولکن الآیة فی الحقیقة دلیل علی حجیة القیاس کیف لا ورد المختلف فیه الی المنصوص علیه یکون بالتمثیل والبناء علیه وهو معنی القیاس (حاشیه جلالین ص ۷۹) فان تنازعتم هذا خطاب مستأنف للمجتهدین (فتح البیان تفسیر کبیر ص ۳۳۴ ج ۳)

ان اعمال الامراء والسلاطین موقوفة علیٰ فتاوی العلماء والعلماء

فی الحقیقة امراء فکان حمل لفظ اولی الامر علیهم اولی. هم العلماء المجتهدون (بیضاوی) ان الله اوجب طاعة اولی الامر والذین لهم الامر والنهی فی الشرع لیس الا هذا الصنف من العلماء (ای المجتهدین) لان المتکلم الذی لا معرفة له بکیفیة استنباط الاحکام من النصوص لا اعتبار بامره ونهیه وکذلک المفسر والمحدث الذی لا قدرة له علی استنباط الاحکام من القرآن والحدیث (تفسیر کبیر ص ۲۴۷ ج ۳) راجع احکام القرآن ص ۲۱۵ ج ۲، کبیر ص ۱۴۶، ۱۴۹، ۱۹۹، ج ۱۰) المبسوط السرخسی ص ۱۳۹ ج ۲)

اولی الامر:

بلا اعادہ فعل اطیعوا الرسول پر عطف کر کے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح رسول کی اطاعت بلا مطالبہ دلیل ہوتی ہے اسی طرح مجتہد کے احکام اجتہادیہ کی اطاعت بھی بلا مطالبہ دلیل ہوتی ہے اگر چہ منشاء حسن ظن ایک جگہ عصمت ہے دوسری جگہ عدالت اس لئے وجوب المطلق اذا یطلق یراد به الفرد الکامل. ان اضافة الاداب الی الضمیر للجنس لا للاستغراق (سوال کابلی ص ۴) تحت قوله: المتادبیس بآدابه (یہاں آداب کی اضافت ''ہ'' ضمیر کی طرف ہے، جس کا مرجع حضور صلعم ہیں۔تو یہاں بھی اولی الامر میں "الامر" کی طرف اضافت ہے۔ بالجنس بالاستعراق. کہ سب مجتہدین کی تقلید کی جائے)

حدیث معاذؓ:

خلفائے راشدین جامع بیان العلم ص ۵۸ ج ۲ بیاض ص ۲۴۷ تا ص ۲۵۵۔ امام جعفر اور امام صاحبؒ

کنواں پر محدثین، مفسرین، فقہاء، صوفیاء، عوام (دلیل اجماعی) نعمتِ تعارف، شخصی ایک ہی کنواں جیسے لوگ غسل، وضو، کھانا، پینا سب کا ثواب کثرتِ اتباع باعث فخر نبی وفخر امامؒ۔

(مراد یہ ہے کہ ایک کنویں سے سب پانی پیتے ہیں)

جامعیت:

اولوالامر کے دونوں معنوں کے اعتبار سے جامعیت صرف احناف کو حاصل ہوئی۔ فقہ واستنباط بھی برتری مسلم اور سلاطین اسلام بھی ہمیشہ حنفی رہے۔

وما ارسلنا قبلک الا رجالاً نوحی الیھم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون (۱۶:۴۴۔۲۱:۷) **فاعتبروا یا اولی الابصار** (۵۹/۲) لوگ دو قسم۔ لاعلم، ان کی اکثریت، اہل الذکر، بہت کم، اہل ذکر کو ہی اولوالابصار بھی کہا گیا ہے اور ان کو اعتبار کا حکم دیا ہے علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں **الاعتبار ھو القیاس** اور قیاس صرف مسائل شرعیہ فرعیہ میں جائز ہے تو معلوم ہوا کہ اہل ذکر سے اور اہل اعتبار سے مراد مجتہدین ہیں۔ ان کو حکم قیاس کا دیا جارہا ہے اور لاعلم سے مراد وہ لوگ ہیں جو خود اعتبار واجتہاد نہیں کرسکتے ان کو حکم ہے کہ اہل ذکر سے ان سے اجتہاد کردہ مسائل پوچھ کر عمل کرلیا کریں۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں۔

والاستفتاء طلب العلم بالحکم الشرعی کذا فی کنز اللغات فیکون مرادفاً للتقلید فی علم الاصول۔ (شرح الشرح علی التوضیح التلویح ص ۴۳)

یہاں صرف پوچھنے کا ذکر اور حکم ہے دلیل کے مطالبہ کا حکم نہیں۔ یہ حکم دینا نئی شریعت بنانا ہے۔

مطالبہ:

ایک آیت یا ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں کہ ہر عامی کو ہر ہر جزئی مسئلہ کی دلیل تام جاننا اور اس کا مطالبہ کرنا فرض ہے۔ اور جو دلیل کا مطالبہ نہ کرے وہ فرض کا تارک فاسق ہے۔

نوٹ:

صرف حدیث کی ایک کتاب مصنف عبدالرزاق میں ۱۷ ہزار سے زائد صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ درج ہیں جن میں نہ مفتی نے آیت یا حدیث (دلیل تام) پیش کی ہے نہ مستفتی نے دلیل تام کا مطالبہ کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ عمل تقلیدی صحابہ وتابعین میں تواتر اور

اجماع سے ثابت ہے۔

واقعہ:

قتلوه قتلهم اللّٰه تعالٰی الا سألوا اذ لم یعلموا فانما شفاء العی السوال (ابو داؤد عن جابر ص۴۹ ج۱ ابن ماجہ) عن ابن عباسؓ ص۴۳۔ یہاں آنحضرت ﷺ نے عام فہم مثال سے مسئلہ سمجھا دیا کہ لاعلم ہونا ایک بیماری ہے اور تقلید اس بیماری سے شفاء کا طریقہ ہے۔

ایک مسلمان شافی الامراض صرف خدا کو مانتا ہے مگر جانتا ہے کہ ہر بیماری کی دوا اللہ نے پیدا فرمائی ہے۔ طبیب ان ادویات کے علم کا ماہر ہے معصوم نہیں۔ طبیب چند ایک ہوتے ہیں مریض ساری دنیا۔ مریض محض حسن ظن اور اعتماد پر دوا لے رہا ہے نہ اسے شافی الامراض جانتا ہے نہ معصوم اور نہ ہی اس سے دلیل کا مطالبہ کرتا ہے۔ نہ ہی اس کے نسخہ کو خود اردو تراجم سے چیک کرتا ہے نہ ہی کسی پنساری سے نسخہ لکھواتا ہے نہ یہ کہتا ہے کہ تم طبیب کو خدا سمجھتے ہو۔

ڈاکٹر اور بابا رلیا:

ایک طرف سند یافتہ اور تجربہ کار حکیم ہے دوسری طرف بابا رلیا جس نے طب کسی استاد سے پڑھی، نہ مطب میں کام کیا، اکسیر اعظم کا ترجمہ لے کر بیٹھا ہے اور کہتا ہے حکیم کے نسخے مجھ سے چیک کرواؤ۔ میں تمہیں خود کتاب دکھا کر نسخہ بتاؤں گا وہ تو کتاب نہیں دکھاتا تم بغیر کتاب دیکھے بے دلیل اس کا نسخہ لیتے ہو تم اس کو شافی الامراض خدا مانتے ہو۔ یہ نسخہ پہلے مجھے اس خاص کتاب میں دکھاؤ پھر استعمال کرنا۔ وہ نام کا طبیب طب نہیں جانتا۔ اور عجب ہے کہ بابا رلیا لوگوں کو طبیب کے پاس جانے سے روکتا ہے خود اس کے پاس جاتا ہے (ثنائیہ میں فقہ کے حوالے) بلکہ اس کے شاگردوں سے نسخہ لیتا ہے ابن حجر کے حوالے۔

سوال سوال ہی نہیں الا سألوا۔ غیر ماہر فتویٰ دے تو نبی پاک ﷺ کی بددعا

قتلوه قتلهم الله کا مصداق۔ نہ خود اردو ترجمہ سے نسخہ لکھتے ہو نہ اپنے بچوں کو لکھ کر دیتے ہو۔ علاج بھی ایک ہی طبیب سے کراتے ہو۔ ایک نسخہ اس کا دوسرا اس کا نہیں لیتے۔ ۱۰۰ ڈاکٹروں سے نسخہ لکھواؤ پھر بابے رلیے کو دو وہ سب سے مرکب ایک نسخہ بتائے اس پر عمل کرو۔

جو عموم اہل ذکر کا انکار کرے اس پر نہایت ہی افسوس ہے۔ خداوند ہم کو حق حق دکھا اور باطل باطل۔ (حاشیہ فتاویٰ نذیریہ ص ۱۸۰ ج ۱)

واضح ہو کہ جاہل ناواقفوں نے بمقتضائے لو كنا نسمع او نعقل ما كنا فی اصحاب السعير الآية هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون. فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون وغيرها من الآيات مسائل کا پوچھنا اور سیکھنا فرض واجب ہے یعنی ہر جاہل لاعلمی کے وقت کسی عالم اہل الذکر سے خواہ وہ عالم افضل ہو خواہ فاضل خواہ مفضول ہو کیونکہ اہل الذکر عند التحقیق عام ہے مسئلہ دریافت کرلیا کرے خواہ ایک عالم اہل الذکر سے پوچھ لے یا دو سے فی الجملہ جس سے تسلی اور دل جمعی ہو پھر جب ایک یا دو سے مثلاً دریافت کرلیا عہدہ تکلیف سے باہر ہوگیا اس پر شرعاً مؤاخذہ نہ رہا اور اسی پر قطعاً اجماع ہو چکا (فتاویٰ نذیریہ ص ۱۷۹ ج ۱) جب کوئی مجتہد کے قول پر عمل کرے گا تو دونوں جہان میں ثواب پائے گا (معیار الحق ص ۶۹)

اب جو کوئی کہے کہ یہ آیات کفار کے حق میں وارد ہیں تو بڑا جاہل اور بے وقوف ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص محال (فتاویٰ نذیریہ ص ۱۹۵ ج ۱) جیسا کہ جا بجا کتب اصول فقہ واستدلالات صحابہ کرام سے واضح ہوتا ہے (رر) یہ تخصیص بلا مخصص عادت یہود و نصاریٰ کی ہے کیونکہ وہ لوگ عموماتِ توریت انجیل کی بلا مخصص شرعی تخصیص کرلیا کرتے تھے۔ (معیار الحق ص ۳۸)

وعبرت بعموم لفظ ست نہ مخصوصِ سبب چنانکہ در اصول متقرر شدہ (بدور الاہلہ ص ۲۰۹) قل تعالوا اتل ما حرم ربكم عليكم ان لا تشركوا به شيئا الآية یہ خطاب مشرکین کو ہے شریک نہ ٹھہراؤ۔ کسی کو قتل نہ کرو۔ یتیم کا مال نہ کھاؤ۔

کیا اب یہ باتیں صرف مشرکوں کے لئے حرام ہیں آپ کو شرک کرنے، قتل ناحق کرنے اور یتیموں کا مال کھانے کی کھلی چھٹی ہے۔

وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا و كانوا بآياتنا يوقنون (القرآن ۳۲:۲۴)

يوم ندعوا كل اناس بامامهم (القرآن ۱۷:۷۱) **انا على آثارهم مقتدون.**

اقتدوا باللذى من بعدى ابى بكر و عمر (ترمذی ص ۲۰۷ ج ۲، ابن ماجہ ص ۱۰ مستدرک ص ۷۵ ج ۳)

اولئک الذين هدى الله فبهداهم اقتده (القرآن ۶:۹۰)

القُدوة القِدوة ما تسننت به (ابن منظور) **القدوة الاسوة** (لسان العرب ص ۱۳۱ ج ۲) مادہ قداء۔

اللہ اور رسول لفظِ اقتداء سے مسئلہ تقلید سمجھا رہے ہیں۔ خدا کی عبادت تنہا بھی درست مگر امام کے پیچھے ۲۷/۵۰۰ نماز کا ثواب اور جماعت چھوڑنے پر نفاق کا فتویٰ۔ گھر جلانے کی وعید۔

امام میں شرائط نماز پوری ہوں گی تو امام کی نماز بھی درست اور مقتدی کی بھی۔

امام اور مقتدی دونوں خدا کی عبادت کر رہے ہیں مگر امام اصل اور مقتدی اس کے تابع مقتدی ہو کر پہلے رکوع، سجدہ کرے گدھا، کلب، خزیر، مقلد جانور نہیں۔

امام نماز افقہ ہو۔ اقرا ابی ابن کعبؓ، محدث ابوھریرۃؓ، افقہ ابوبکر صدیقؓ۔

غیر مقلدین اس سنت کے تارک بلکہ بجو کو حلال جاننا ضروری (فتاویٰ ستاریہ ص)

جس طرح تارک جماعت کو منافق کہا گیا۔ فقیہ کے مخالف کو منافق بلکہ شیطان کہا گیا۔ **فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد۔**

امام نماز کے مخالف کو کتا کہا گیا۔ علماء (فقہاء) پر برتری جتانے والے سفہاء کو بھی کتی کا بچہ کہا گیا۔ بعض کتے رکھوالی کے لئے ہوتے ہیں۔ کتا باؤلا اپنوں کو بھی کاٹے بیگانوں کو بھی۔

فقہ کا منکر نہ امام بن سکتا ہے نہ پہلی، دوسری، تیسری صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔

اولو الاحلام والنہی' (مسلم)

امام ایک ہی ہوتا ہے تین چار کھڑے ہو کر ایک جماعت کو نماز نہیں پڑھاتے۔

امام کا تقرر خدا اور رسول کی طرف سے نامزد نہیں ہوتا مگر اطاعت پھر بھی واجب۔

جہالت کی باتیں:

اس امام کا نام کلمہ میں نہیں۔ سوالِ قبر میں نہیں۔ قرآن میں دکھاؤ۔ حدیث لاؤ۔

جتنی صفیں زیادہ اتنا ثواب زیادہ قیامت میں صفیں ۱۲۰۔ ۸۰۔ ۶۰

فرقہ غیر مقلدین کا مقصد انگریز کے خلاف جہاد حرام۔ رسالے لکھ کر جاگیر لی۔ مسجد میں فساد فرض، احناف کی نماز نہیں ہوتی۔ وضو نہیں ہوتا، جمعہ نہیں ہوتا، عید نہیں ہوتی، جنازہ نہیں ہوتا، یہ طوفان انگریز کے دور سے پہلے ہرگز نہ تھا۔

وکٹوریہ کو ملکہ معظّمہ کہنے والے امام اعظم کہنے کو شرک کہتے ہیں۔ سلور جوبلی، سپاسنامہ۔ عیسائیوں کے اشارہ وابرو پر مساجد میں فساد کرنا۔ محدثین، فقہاء، مفسرین، اولیاء اللہ کو مشرک اور کافر کہنا۔

اجتہاد و تقلید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ووصینا الانسان بوالدیه حملته امهٗ وهناً علیٰ وهنٍ وفصاله فی عامینِ ان اشکر لی ولوالدیک الی المصیر. وان جاهداک علیٰ ان تشرک بی ما لیس لک به علمٌ فلا تطعهما وصاحبهما فی الدنیا معروفاً واتبع سبیل من اناب الیّ ثم الیّ مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعلمون.

واذا قیل لهم اتبعوا ما انزل اللّٰه قالوا بل نتبع ما الفینا علیه آباؤنا او لو کان آباؤهم لا یعقلون شیئا ولا یهتدون (البقرۃ۔۱۷۰)

واذا قیل لهم تعالوا الی ما انزل اللّٰه والی الرسولِ قالوا حسبنا ما وجدنا علیه آباؤنا اولو کان آباؤهم لا یعلمون شیئاً و لایهتدون (المائدہ۔۱۰۴)

ولا تتبعوا خطوٰت الشیطان انه لکم عدو مبین (البقرۃ۔۱۶۹)

قرآن کہتا ہے شیطان کی اتباع (تقلید) نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے دین و ایمان کا دشمن ہے۔ مشرکوں کو کہتا ہے اپنے ان باپ دادوں کی اتباع (تقلید) نہ کرو جو ایمان سے کورے، علم سے خالی ہیں، بے عقل بھی ہیں اور بے ہدایت بھی ہیں۔ یہ حکم ان قیود پر ہے جیسے کوئی کہے جھوٹے خدا، جھوٹے نبی، جھوٹی حدیث کو نہ مانو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ سچے خدا، سچے نبی، سچی حدیث کو بھی نہ مانو۔

کن کی اتباع (تقلید) کرو (۱)۔ اللہ کی۔ اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء.

۲۔ رسول کی۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ. وہ خدا ہے یہ رسول ہے۔

۳۔ اجماع کی۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیراً۔ (النساء۔ ۱۱۵) کیونکہ معصوم عن الخطاء ہے۔

۴۔ مجتہد کی۔ واتبع سبیل من اناب الیّ کیونکہ وہ خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ القیاس مظهر لا مثبت وہ اپنی نہیں بتا تا میری بات ہی بتا تا ہے۔

تم خدا کی اتباع بلا مطالبہ دلیل کرتے ہو۔ نبی کی اتباع بلا مطالبہ دلیل کرتے ہو۔ ماں باپ کی اتباع بلا مطالبہ دلیل کرتے ہو تو مجتہد جس نے خدا ورسول کی اتباع کی آسانی کے لئے راستے بنا دیے اس کی اتباع بھی بلا مطالبہ دلیل کرو۔ کیونکہ وہ منیب الی اللہ اپنی ذاتی رائے بیان نہیں کرتا۔

منیب بھی ہو، صاحب سبیل بھی ہو۔ راستے ہر ملک میں ہوتے ہیں۔ ایک راستہ بتانے والا ہوتا ہے، باقی راستے پر چلنے والے ہوتے ہیں وہ امام ہے یہ مقلدین۔ اس حسن ظن اوراعتماد پر جا رہے ہیں کہ یہ راستہ جا تا ہے۔ صراطِ مستقیم سیدھے راستے کی پہچان صرف ایک ہے کہ اس پر انعام یافتہ لوگ چل رہے ہیں۔ یہ راستہ وہ ہے جس پر فقہاء چل رہے ہیں اور فقہ خدا کا انعام ہے۔ طبقاتِ فقہاء پڑھو سب تقلید کے راستہ پر۔ محدثین چل رہے ہیں۔ حدیث کا علم بھی خدا کا انعام ہے۔ مفسرین چل رہے ہیں۔ علمِ قرآن بھی خدا کا انعام ہے۔ طبقاتِ محدثین اورطبقات مفسرین کا مطالعہ کرو۔ اولیاء اللہ چل رہے ہیں۔ ولایت بھی خدا کا انعام ہے۔ مجتہدین خدا رسول کا راستہ بتانے والے۔ ہم مقلدین ان کی رہنمائی میں خدا، رسول کے راستے پر چلنے والے، غیر مقلدین نہ خود راستہ جانیں نہ ان کی مانیں یہ راستہ توڑنے والے۔

مجتہدین پر احبار ورہبان اور آبائے مشرکین والی آیات چسپاں کرنے والے محدثین، فقہاء، مفسرین اولیاء اللہ کو مثل مشرکین عرب مشرک اور مثل یہود ونصاریٰ کافر کہنے والے۔

راستوں کو توڑنے والے ملک کے دشمن راہ گیروں کو راستوں سے بھٹکانے والے۔

خدا کی تکوین:

صحابہ نقش قدم دے گئے اس پر چار ائمہ نے راہ عمل متعین کر دی۔

اگر وہ مجتہد تابعین سے ہو تو والذین اتبعوھم باحسانٍ رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنہ۔ تو نور علی نور۔ صحابہ استاد، تابعین ہم جماعت، تبع تابعین شاگرد، یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

سند عالی تعامل مشاہدہ وعمل میں۔ ایک کی دونوں آنکھیں درست۔ دوسرے کی ایک غائب، دوسری بیمار۔ ایک پرندے کے دونوں پر سالم، ایک کا ایک کٹا ہوا دوسرا ٹوٹا ہوا۔ شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ　　دو آدمی گھڑی لے کر مسجد کے اندر بیٹھے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ سورج غروب ہو گیا ایک آدمی چھت پر کھڑا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ سورج غروب نہیں ہوا۔

اس ملک میں سبیل یعنی مذہب ہی ایک۔ دوسرے علاقوں کی بات کا کیا فائدہ۔

اجماع:

امت کا اجماع ہے کہ شیطان، یہود کے احبار و رہبان اور مشرکین کے آباء واجداد مجتہدین نہیں تھے بلکہ گمراہ، بے ایمان، بے علم، بے عقل، کذاب، حرام کار، حرام خور اور جھوٹے تھے۔ اور خدا کے راستے سے بھٹکانے والے تھے اور اس پر بھی امت کا اجماع ہے ائمہ اربعہ نہ بے ایمان تھے، نہ بے علم، نہ بے عقل، نہ خدا کے راستے سے بھٹکانے والے بلکہ منیبین یعنی خدا کے راستے پر لے جانے والے تھے۔ اور اس پر بھی اجماع ہے کہ ہمارے ملک میں ان میں سے صرف ایک ہی امام کا مذہب موجود ہے لا غیر

تاسیس	تمکین	تدوین
دور نبوی ﷺ	خلافت راشدہ	ائمہ اربعہ

خیر القرون میں شرف قبولیت:

سفیان بن عیینہ ۱۹۸/۱۷۰ھ محدثِ حرم

ابو الملۃ الحنیفیہ یحییٰ بن معین ۱۵۸ھ دس لاکھ احادیث لکھیں۔ ۱۶۵ھ من تمیز۔

سب نے ابوحنیفہ	عبداللہ بن المبارکؒ
اصل، نسل	خلف بن ایوب بلخی
باقی سب خوشہ چین	امام مالکؒ مدینہ میں بھی ابوحنیفہ
	امام شافعی
باپ، بچے، عاق	وفد
	امام جعفر

عمل بالحدیث کے دعویداروں کے چٹ پٹے مسائل

۱۔ عیسائی کہتے ہیں کہ خدا عیسیٰ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ ہندو کہتے ہیں خنزیر کی شکل میں ظاہر ہوا۔ غیر مقلد کہتے ہیں جس شکل میں چاہے ظاہر ہو سکتا ہے (ہدیۃ المھدی ص ۷، ۹ ج ۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں یہ بھی ہے کہ وہ مسخرہ ہے۔ مکار بھی ہے۔ دھوکہ فریب کرنے والا بھی ہے۔ استہزاء کرنا اور شک میں رہنا بھی اس کی صفات ہیں (ہدیۃ المھدی ص)

۳۔ اللہ آدم کی شکل کا ہے اس کی آنکھ، ہاتھ، ہتھیلی، مٹھی، انگلیاں، پہنچا، بازو، سینہ پسلی پاؤں، پنڈلی سب کچھ ہے (ہدیۃ المھدی ص ۹ ج ۱)

۴۔ حافظ عبداللہ روپڑی (فتاوی اہل حدیث ص ۱۵۰ ج ۱) اور نواب صدیق حسن خان (مآثر صدیقی) مسئلہ وحدۃ الوجود کو حق مانتے ہیں

۵۔ رام چندر، کرشن جی، لچھمن، زراتشت، مہاتما بدھ یہ سب انبیاء صالحین میں سے تھے ہم پر واجب ہے کہ سب رسولوں پر بلا تفریق ایمان رکھیں (ہدیۃ المھدی ص ۲۴ ج ۱)

۶۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ انبیاء و اولیاء کا سماع عام لوگوں سے وسیع ہے حتی کہ پوری زمین سے ہر جگہ دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں تو یہ عقیدہ شرک نہیں (ہدیۃ المھدی ص ۲۴ ج ۱)

۷۔ اسی عقیدے سے کوئی یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث کہے تو شرک نہیں۔
(ہدیۃ المھدی، ص ۲۴ ج ۱)

۸۔ نواب صدیق حسن اس طرح مدد مانگتے تھے۔ قبلۂ دیں مددے، کعبۂ ایماں مددے، ابن قیم مددے، قاضی شوکان مددے (ہدیۃ المھدی ص ۲۳ ج ۱)

۹۔ جو سماع موتی کا انکار کرے وہ اہل حدیث نہیں معتزلی ہے (ص ۶۰)

۱۰۔ اہل حدیث شیعانِ علی ہیں (ہدیۃ المھدی)

۱۱۔ اگر کوئی وضو میں پاؤں نہ دھوئے صرف پاؤں کا مسح کرلے تو اس پر انکار جائز نہیں ص ۱۱۸ ج ۱۔

۱۲۔ جو شخص ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھے اس پر انکار جائز نہیں۔

۱۳۔ اگر کوئی شخص بیوی یا لونڈی سے لواطت کرے تو انکار جائز نہیں۔

۱۴۔ متعہ کا جواز قرآن کی قطعی آیت سے ثابت ہے (نزل الابرار ص ۳۳، ۳۴ ج ۱)

۱۵۔ متعہ کرنے والے یا کرانے والی کو شطرنج کھیلنے والے اور مروجہ مجالسِ میلاد سے لوگوں کو روکنا جائز نہیں (ہدیۃ المھدی ص ۱۱۸ ج ۱)

۱۶۔ فاتحہ مروجہ رسمیہ سے گانے اور مزامیر سے روکنا جائز نہیں۔ (〃)

۱۷۔ نکاح میں بینڈ باجے بجوانے زمانہ کے دستور کے مطابق مستحب ہیں اور دف بجانا واجب ہے (نزل الابرار ص ۳ ج ۲)

۱۸۔ خلفائے راشدین کو گالیاں دینے سے آدمی کافر نہیں ہوتا (نزل الابرار ص ۳۱۸ ج ۲)

۱۹۔ خطبہ جمعہ میں خلفاءِ راشدین کے ذکر کا التزام بدعت ہے (ہدیۃ المھدی ص ۱۱۰ ج ۱)

۲۰۔ (صحابہ کرام میں سے) ولید (بن مغیرہ) معاویہ (بن سفیان) عمرو (بن عاص) مغیرہ (بن شعبہ) سمرہ (بن جندب) فاسق ہیں (نزل الابرار ص ۹۴ ج ۳)

۲۱۔ اصول میں یہ بات طے ہوگئی ہے کہ صحابہ کا قول حجت نہیں (عرف الجادی ص ۱۰۱)

۲۲۔ صحابہ کا اجتہاد امت میں سے کسی فرد پر بھی حجت نہیں (عرف الجادی ص ۲۰۷)

۲۳۔ اجماع اور قیاس کی کوئی حیثیت نہیں (عرف الجادی ص ۳)

۲۴۔ مشت زنی کرنا ضرورت کے وقت جائز ہے اور اگر فتنہ کا خوف ہو مثلاً یہ کہ عورت کو تانک جھانک کرے گا تو ایسی صورت میں مشت زنی کرنا واجب ہے۔ اور مشت زنی کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے ایسے ہی سمجھے جیسے بدن سے دوسرے فضلات نکلتے ہیں ایسے ہی منی نکل گئی منقول ہے کہ صحابہ کرام بھی مشت زنی کرلیا کرتے تھے (عرف الجادی ص ۲۰۷)۔

۲۵۔ کافر کا ذبیحہ حلال ہے اس کا کھانا جائز ہے (عرف الجادی ص ۱۰)

۲۶۔ اگر جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی ہو تو بھی حلال ہے کھاتے وقت پڑھ لے (عرف الجادی ص ۱۱)

۲۷۔ بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ سے نکاح جائز ہے (عرف الجادی ص ۱۱۱)

۲۸۔ اونچی قبروں کو زمین کے برابر کردینا واجب ہے چاہے نبی کی قبر ہو یا ولی کی۔ (عرف الجادی ص ۶۰)

۲۹۔ انبیاء اور اولیاء کی قبروں پر نہیں جانا چاہیے تاکہ امر جاہلیت رواج نہ پائے۔ (عرف الجادی ص ۸۵)

۳۰۔ عید کرسمس (عیسائیوں کا بڑا دن) جو عیسیٰ علیہ السلام کا یوم ولادت ہے اس دن ہمیں ایسی ہی خوشی کرنی چاہیے جیسے اپنی نبی ﷺ کی ولادت کی ہم اس کے زیادہ حق دار ہیں

۳۱۔ اور عید میلاد منانے کی ہمارے اصحاب سے ابوشامہ، نووی، ابن الجوزی، ابن حجر، سخاوی، سیوطی، قسطلانی وغیرہ نے اجازت دی ہے (ہدیۃ المھدی ص ۴۶ ج ۱)

۳۱۔ منی، شراب، مردار، کتا، خنزیر تمام جانوروں کا پیشاب، سوائے حیض و نفاس کے خون کے باقی تمام جانوروں اور انسانوں کا خون پاک ہے (بدور الاہلہ ص ۱۸)۔

۳۲۔ عورت کی نماز بغیر تمام ستر چھپائے صحیح ہے۔ عورت تنہا ہو یا دوسری عورتوں کے ساتھ ہو یا اپنے شوہر کے ساتھ ہو یا دوسرے محارم کے ساتھ ہو غرض ہر طرح صحیح ہے زیادہ سے زیادہ سر چھپالے (بدور الاہلہ ص ۳۹)

۳۳۔ مال تجارت اور سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۱۰۲)

۳۴۔ دوران حج صحبت کر لینے سے حج فاسد نہیں ہوتا اور حج کرنے والے کے ذمہ کسی قسم کا تاوان بھی نہیں (ص ۱۴۱)

۳۵۔ چھ چیزوں کے سوا باقی سب اشیاء میں سود لینا جائز ہے (بدور الاہلہ ص ۲۳۵، ۲۳۶)

۳۶۔ جو جانور بندوق کے شکار سے مرجائے وہ حلال ہے (بدور الاہلہ ص ۳۲۵)

۳۷۔ سونے چاندی کے برتن استعمال کرنے جائز ہیں (رر ص ۳۵۴)

۳۸۔ جوان مردوں اور لڑکوں کو چاندی کا زیور پہننا جائز ہے (بدور الاہلہ ص ۳۵۶)

۳۹۔ جوتیوں سمیت نماز پڑھنا مسنون ہے (کنز الحقائق ص ۱۹)

۴۰۔ مرزائی مسلمان ہیں (مظالم روپڑی ص ۳۷)

۴۱۔ مرزائی عورت سے نکاح جائز ہے (اہل حدیث ۲، نومبر ۱۹۳۴ء)۔

۴۲۔ اہل حدیث عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری نے مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی (فیصلہ مکہ ص ۳۶)

۴۳۔ مرزائی مسلمانوں کے ساتھ قربانی میں حصہ دار بن جائے تو سب کی قربانی صحیح ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث)

۴۴۔ بے شک بے نماز کافر ہے خواہ ایک نماز کا تارک ہو (فتاوی اہل حدیث ص ۳۷۷ ج ۱)

۴۵۔ خاوند بیوی کا تعلق اور ان کا اتفاق ومحبت سے رہنا اس کو شریعت نے اتنی اہمیت دی ہے کہ اس کیلئے اللہ پر جھوٹ بولنا بھی جائز ہے (مظالم روپڑی ص ۵۳)۔

۴۶۔ میں امام وقت ہوں یعنی عبد الوہاب دہلوی (مقاصد الامامہ ص ۲)

۴۷۔ امام وقت اپنے نبی کا نائب ہوتا ہے جو حالت نبی کی ہوتی ہے وہی امام کی ہوتی ہے (مقاصد الامامہ ص ۱۴)

۴۸۔ یہ جو فرق بتایا گیا ہے کہ نبی کافروں میں ہوتا ہے یہ ٹھیک نہیں کیونکہ ہمارے نبی ﷺ کو ہی دیکھو کہ وہ مسلمانوں میں آئے تھے مکہ کے لوگ مسلمان تھے (مقاصد الامامہ ص ۱۵)

۴۹۔ میری بیعت مثل ابوبکر صدیق کے ہوئی جیسے ابوبکر صدیق کی بیعت پر صحابہ باتیں بناتے تھے کہ یہ اذل قبیلہ (بہت ذلیل قبیلہ) کا ہے لائق امامت بیعت نہیں بلکہ دوسرا اس کا مستحق ہے ایسے یہ لوگ مجھ کو کہتے ہیں (مقاصد الامامہ ص ۷)۔

۵۰۔ جو امام وقت کی بیعت کے بغیر مرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا جو امام

وقت کی اجازت کے بغیر زکوۃ دے گا تو اس کی زکوۃ قبول نہ ہوگی ایسے ہی امام وقت کی اجازت کے بغیر طلاق، نکاح بھی درست نہیں اور جو اس وقت مدعی امامت ہوگا واجب القتل ہوگا (ص ۲)۔

۵۱۔ مولوی عبدالوہاب اور ان کی جماعت غرباء اہلحدیث کے نزدیک مرغ کی قربانی جائز ہے (ص ۵)

۵۲۔ چار آٹھ آنے کا گوشت بازار سے خرید کر قربانی کے دنوں میں تقسیم کر دینا قربانی ہے (مقاصد الامامہ ص ۵)

۵۳۔ بیع مضاربت ہندوؤں سے اس طرح کرنی کہ وہ نفع میں شریک اور نقصان میں شریک نہیں جائز ہے (مقاصد الامامہ ص ۵)۔

۵۴۔ قربانی اور نیاز بیت اللہ کے روپیہ کو کسی دوسرے مصرف یعنی کسی کار خیر میں مثل کسی مسجد وغیرہ کے اپنے ملک ہندوستان میں صرف کر دینا جائز ہے (مقاصد الامامہ ص ۳)۔

۵۵۔ قربانی کے روپے بیت اللہ میں ایک مالدار شخص کے حوالے کر دیے اور اس میں یہ خیال کرے کہ دینے والے کو ایک لاکھ کا ثواب ہوگیا اور پھر اس روپیہ کو ہندوستان میں لا کر مسجدیں وغیرہ بنانا جائز ہیں (مقاصد الامامہ ص ۳)

۵۶۔ فوت شدہ لوگوں کا وسیلہ لینے پر انکار جائز نہیں اور اولیاء اللہ کی قبور پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے پر انکار جائز نہیں (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸)۔

۵۷۔ ننگے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے (عرف الجادی ص ۲۲)۔

۵۸۔ نجاست آلودہ کپڑوں سے نماز پڑھنا صحیح ہے (عرف الجادی ص ۲۲)۔

۵۹۔ اس امت کے علماءِ متاخرین عوام صحابہ سے افضل ہیں (ہدیۃ المھدی ص ۹۰ ج ۱)

۶۰۔ قراءت شاذہ کے ساتھ نماز جائز ہے (ہدیۃ المھدی ص ۱۱۴)

۶۱۔ ضاد کی جگہ ظا پڑھے تو اس کی نماز جائز ہے (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۴ ج ۱)۔

۶۲۔ خشکی کے وہ تمام جانور حلال ہیں جن میں خون نہیں (بدور الاہلہ ص ۳۸۴)

۶۳۔ زوال سے پہلے نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے (بدور الاہلہ ص ۷۱)۔

۶۴۔ جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا ضروری نہیں اگر دو ہی آدمی ہوں تو ایک خطبہ پڑھ لے پھر دونوں جمعہ پڑھ لیں (بدور الاہلہ ص ۷۲)

۶۵۔ دارالحرب میں جمعہ پڑھنا جائز ہے (بدور الاہلہ ص ۷۴)

۶۶۔ دریا کے تمام جانور زندہ ہوں یا مردہ سب حلال ہیں مگر طافی (بدور الاہلہ ص ۳۳۳)

۶۷۔ ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا ہے وہ شخص اس کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے اگر چہ وہ لڑکی اسی زنا سے پیدا ہوئی ہو (عرف الجادی ص ۱۱۳)

۶۸۔ رسول اقدس ﷺ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ کا سفر کرنا جائز نہیں (عرف الجادی ص ۲۵۷)

۶۹۔ جب تک نجاست سے پانی کے تینوں وصف رنگ بو، مزہ اکٹھے تبدیل نہ ہوں پانی پاک ہے (صلوٰۃ الرسول ص ۵۳)

۷۰۔ بے وضو آدمی قرآن کو چھو سکتا ہے (عرف الجادی ص ۱۵)

۷۱۔ بدن پر نجاست لگی ہو تو نماز صحیح ہے البتہ گنہگار ہے (بدور الاہلہ ص ۳۸)

۷۲۔ پردہ کی آیت خاص ازواج مطہرات ہی کے بارہ میں وارد ہوئی ہے امت کی عورتوں کے واسطے نہیں ہے (البنیان المرصوص ص ۱۶۸)

۷۳۔ ساہی (خار پشت) کھانا حلال ہے (عرف الجادی ص ۲۳۵)

۷۴۔ کافروں سے حیلہ کر کے سود لینا جائز ہے (البنیان المرصوص ص ۱۷۳)

۷۵۔ عید کی نماز آدمی اکیلا بھی پڑھ سکتا ہے (بدور الاہلہ ص ۷۸)

۷۶۔ مؤذن کے لئے مرد ہونا شرط نہیں (عورت بھی اذان دیا کرے) (بدور الاہلہ ص ۴۶)

۷۷۔ مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا ظلمات بعضھا فوق بعض کے قبیل سے ہے (بدور الاہلہ ص ۳۲)

۷۸۔ عامی کے لئے مجتہد یا مفتی کی تقلید ضروری ہے (نزل الابرار ص ۷ ج ۱)

۷۹۔ مرد عورت ننگے ہو کر شرم گاہیں ملائیں تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

۸۰۔ شرم گاہ میں لکڑی داخل کی وہ خشک نکل آئی تو وضو نہیں ٹوٹتا (نزل الابرار ص ۲۰ ج ۱)۔

۸۱۔ اگر لوہے یا اور کسی چیز کا ذکر بنا کر داخل کیا وہ خشک نکل آیا تو وضو نہیں ٹوٹتا (ص ۲۰)

۸۲۔ اگر لوہے یا لکڑی کا ذکر اندر ہی غائب ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا (ص ۲۰)

۸۳۔ کیڑا (چنونا) باہر نکلا پھر خود دبر میں واپس چلا گیا تو وضو نہیں ٹوٹا (ص ۲۰)

۸۴۔ عورت کی شرم گاہ کا بیرونی حصہ مثل انسان کے منہ کے ہے (ص ۲۱)

۸۵۔ عورت نے جماع کے بعد غسل کیا اور عورت کی باقی منی نکل آئی تو یہ بغیر شہوت کے نکلی اسی لئے غسل فرض نہیں ص (۲۳)

۸۶۔ غیر مکلف (نابالغ نے) مکلف بالغ سے صحبت کی تو نابالغ پر غسل فرض نہیں (ص ۲۳)

۸۷۔ جن نے عورت سے صحبت کی عورت کو انزال نہ ہوا تو غسل فرض نہیں (ص ۲۳ ج ۱)

۸۸۔ جانور کی شرمگاہ میں جماع کیا تو غسل فرض نہیں (ص ۲۳)

۸۹۔ جانور کی دبر میں جماع کیا تو غسل فرض نہیں (ص ۲۳)

۹۰۔ لونڈے بازی سے غسل فرض نہیں (ص ۲۳ ج ۱)

۹۱۔ قریب البلوغ لڑکے یا لڑکی نے صحبت کی یا کرائی تو غسل فرض نہیں (ص ۲۳)

۹۲۔ اپنا عضو مخصوص اپنی دبر میں داخل کر لیا تو غسل فرض نہیں (ص ۲۴)

۹۳۔ عورت نے انگلی استعمال کی تو غسل فرض نہیں۔

۹۴۔ کسی عورت نے غیر آدمی (ہاتھی، گھوڑا) کا آلہ تناسل اپنی شرمگاہ میں داخل کرایا تو غسل فرض نہیں (ص ۲۴ ج ۱)۔

۹۵۔ اگر کوئی عورت لکڑی یا لوہے وغیرہ کا ذکر بنا کر استعمال کرے تو غسل فرض نہیں (ص ۲۴ ج ۱)

۹۶۔ عورت اگر لکڑی لوہے کا ذکر اس صفائی سے استعمال کرے کہ ذکر تو اندر جاتا رہے مگر ہاتھ شرمگاہ کو نہ لگے تو وضو بھی نہیں ٹوٹتا (ص ۲۴)

۹۷۔ عورت کسی مردہ کا ذکر اپنی شرمگاہ میں داخل کرے تو غسل فرض نہیں (ص ۲۴)

۹۸۔ اگر کسی کنواری لڑکی سے جماع کیا اور کنوارپن نہ ٹوٹی تو غسل فرض نہیں (ص ۲۴)

۹۹۔ نکاح میں خمر یا خنزیر مہر مقرر کیا تو نکاح صحیح ہے (ص ۴۸ ج ۲)

۱۰۰۔ ساس کا بوسہ لیا۔ اس کو کاٹا، گلے لگایا بلکہ اس سے زنا بھی کیا تو نکاح قائم رہا (نزل الابرار من فقہ النبی المختار ص ۲۸ ج ۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیعہ نواز تبرائی، بریلوی اپنے عقائد کے آئینہ میں

(قاری فیض المصطفیٰ بریلوی کا اصلی چہرہ)

ایک شیعہ نواز بریلوی نے اہل سنت میں پھوٹ ڈالنے کے لئے ایک اشتہار تقسیم کیا ہے جو کفر کی مشین ہے اس نے دھوکہ دینے کے لئے اپنی کوسی لکھا ہے

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ ☆ دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

جب سے پھوٹی ہے بریلی سے کرن تکفیر کی ☆ دید کے قابل ہے اس کا انعکاس وانعطاف

مشغلہ ان کا ہے تکفیر مسلمانانِ ہند ☆ ہے وہ کافر جس کو ہوان سے ذرا بھی اختلاف

چنانچہ یہ حضرات سب سے پہلے ائمہ حرمین شریفین کو کافر کہتے ہیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح جہنمیوں کا کتا ہے (مسلم لیگ کی زرین نجیہ دری ص۴) جو قائد اعظم کی تعریف جائز سمجھ کر کرے وہ مرتد ہو گیا۔ اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی (الجوابات السنیہ ص۳۲) علامہ اقبال مسلمان نہیں (تجانب اہل السنہ) حالی کافر (ایضاً) اسی کتاب ص۹۰ پر مسلمانوں کی ایک ایک مذہبی اور سیاسی جماعت کا نام لے کر کافر لکھا ہے۔ اسی لئے مولانا ظفر علی نے کہا

کوئی ترکی لے گیا اور کوئی ایراں لے گیا
کوئی دامن لے گیا کوئی گریباں لے گیا
رہ گیا تھا نام باقی اک فقط اسلام کا
وہ بھی ہم سے چھین کر حامد رضا خان لے گیا

البتہ ان کے نزدیک مندرجہ ذیل عقائد رکھنے والا آدمی کافر نہیں بلکہ اس کو کافر کہنا خلاف احتیاط ہے کیونکہ ان عبارات میں اسلام کا پہلو موجود ہے۔ (۱) جو اللہ تعالیٰ، انبیاء،

ملائکہ، قیامت، جنت نار وغیرہ تمام ایمانیات کا انکار کرے (۲) جو شخص قرآن کو شرک اور سب نبیوں اور فرشتوں کو مشرک کہے (۳) جو شخص اللہ تعالیٰ کا سونا، کھانا پینا، پیشاب پاخانہ پھرنا، ناچنا تھرکنا، اپنا گلا گھونٹ کر یا زہر کھا کر یا بندوق مار کر مر جانا ممکن مانے (۴) جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کھانے کا منہ، بھرنے کا پیٹ اور مردی، زنی کی علامات بالفعل رکھتا ہے (آلۂ تناسل بھی واقعۃً ہے اور عورت جیسی شرمگاہ بھی) عورتوں سے جماع کرنا۔ لواطت (اغلام بازی) جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث (خسرے) کی طرح خود مفعول بننا (اغلام بازی کروانا) کوئی خباثت کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ پیٹ بھر کر جھوٹ بک سکتا ہے۔ اللہ کی بات کے واقع میں جھوٹی ہو جانے میں کچھ حرج نہیں۔ اللہ کا جھوٹ بولنا محال عادی بھی نہیں (۵) جو شخص حضرات انبیاء علیہم السلام کو ناکارے۔ بڑے بھائی، چوبڑے، چمار بلکہ چمار سے بھی ذلیل کہے ان کے خیال کو گدھے بیل کے خیال سے بدتر جانے۔ اور انبیاء علیہم السلام کو ایسی صریح گالیاں بکے جن میں کوئی تاویل نہ ہو سکے وہ کافر نہیں۔ یہ عبارات مولوی احمد رضا خاں اعلیٰ حضرت کی کتابوں فتاویٰ رضویہ جلد اول، الکوکبۃ الشہابیہ اور تمہید ایمان سے لی گئی ہیں۔ مولوی احمد رضا نے ملفوظات میں ایک صحابی کو خنزیر کہا۔ مولوی احمد رضا خاں نے اپنے پیر بھائی کی خوشبو کو نبی پاک ﷺ کی خوشبو کے برابر قرار دیا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ کی توہین ایسے گندے اشعار میں کی کہ سڑا ہوا رافضی بھی ایسی توہین نہیں کر سکتا۔ دیکھو حدائق بخشش حصہ سوم، الغرض قاری غلام مصطفیٰ عتیق خطیب اعظم بوچھال کلاں چکوال کو پہلے اپنا کالا چہرہ آئینہ میں دیکھ لینا چاہیے تھا ورنہ آپ کی فتویٰ بازی پر لوگ کہہ چکے ہیں بریلی کے فتویٰ کا سستا ہے بھاؤ جو بکتے ہیں کوڑی کے اب تین تین، خدا نے یہ کہہ کر انہیں ڈھیل دی۔ و املی لھم ان کیدی متین منجانب سپاہ مصطفیٰ اتحاد المسلمین اہل سنت پاکستان۔

عقائد اہلِ سنت والجماعت اور قاری فیض المصطفیٰ عتیقی کے اعتراض کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج ملک میں جو افراتفری اور دین بیزاری کی فضا دشمنان صحابہ نے پیدا کر رکھی ہے چاہیے تو یہ تھا کہ عوام اور حکومت ان کی حوصلہ شکنی کرتی اور ملک میں اتحاد کی فضا بن جاتی مگر بعض سنی نما شیعہ بھی بلاوجہ اس آگ پر تیل ڈالنے کے لئے میدان میں کود پڑے۔ اور ملک میں فساد اور اہل سنت میں پھوٹ ڈالنے کے لئے قاری فیض المصطفیٰ عتیقی نے بلاوجہ ایک پمفلٹ شائع کر دیا جس میں اہل سنت کے اکابر اولیائے کرام اور علمائے عظام کی طرف بالکل جھوٹے عقیدے منسوب کر دیے۔ اہل سنت کے عقائد کی کتابیں دنیا میں ہر جگہ ملتی ہیں۔ فقہ اکبر، عقیدہ طحاویہ، شرح عقائد، المہند علی المفند جس میں علمائے عرب وعجم نے علمائے اہل سنت والجماعت حضرات علمائے دیوبند کے اہل سنت ہونے پر تصدیقات لکھیں۔ افسوس ہے کہ عتیقی صاحب اردو کتاب بھی نہ پڑھ سکے اہل سنت کے عقائد جن پر علمائے عرب وعجم کی تصدیق ہے یہ ہیں۔ (۱) جو شخص یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے نکالے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے وہ قطعاً کافر اور ملعون ہے المہند مترجم ص ۳۵۔ (۲) رسول اقدس ﷺ اپنی مبارک میں حیات ہیں جو بغیر مکلف ہونے کے دنیا کی سی ہے۔ (المہند ص ۱۳)

۳۔ آنحضرت ﷺ تمام مخلوقات سے افضل ہیں جو اپنے نبی کو بڑے بھائی کے برابر سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے (ص ۲۱)۔

۴۔ آنحضرت ﷺ مرتبہ، مکان، زمان ہر طرح سے خاتم النبیین ہیں جو آپ ﷺ کو

آخری نبی نہ مانے وہ کافر ہے (ص ۲۱)۔

۵۔ جو شخص آنحضرت علیہ السلام کے علم مبارک کو زید، بکر، بہائم وغیرہ کے برابر سمجھے وہ قطعاً کافر ہے (ص ۳۰)۔

۶۔ ہمارا پختہ یقین اور عقیدہ ہے کہ جو شخص کہے فلاں مخلوق کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے (ص ۲۸)۔

افسوس ہے کہ فیض المصطفیٰ عتیقی نے روافض اور احمد رضا کے نقش قدم پر چل کر تکفیر کی مہم شروع کی ہے حالانکہ وہ ابھی پہلی غلط بیانیوں کے جواب سے ہی سبکدوش نہیں ہو سکے کیا فیض المصطفیٰ صاحب اپنے اعلیٰ حضرت کی کتاب حسام الحرمین کے حوالے ترتیب وار چیک کروا سکتے ہیں۔ تحذیر الناس کی جو مربوط عبارت حسام الحرمین میں ہے وہ اسی طرح وہاں دکھا سکتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ کی طرف منسوب عبارت جو حسام الحرمین میں درج ہے وہ فتاویٰ رشیدیہ سے دکھا سکتے ہیں۔ اگر قاری فیض المصطفیٰ صاحب دکھا دیں تو ہم فی حوالہ دس ہزار روپیہ انہیں انعام دیں گے ورنہ جو لوگ حرمین شریفین میں بھی جا کر جھوٹ لکھنے سے باز نہ آئے ہوں ان کے حوالوں پر کون اعتماد کر سکتا ہے۔ حسام الحرمین کے ان حوالوں کے بعد ہم قاری غلام مصطفیٰ کو چیلنج دیتے ہیں کہ اس کے پمفلٹ کا ایک حوالہ بھی بد دیانتی اور خیانت کے بغیر نہیں ہے۔ ہم خیانات ثابت کریں گے آپ مبلغ چودہ ہزار روپیہ کسی مسلمہ ثالث کے پاس جمع کرا کے ہمیں رسید دیں اور حق کی فتح باطل کی شکست کا نظارہ دیکھیں ورنہ دشمنان صحابہ کا ساتھ دے کر سنیوں میں پھوٹ ڈالنے سے باز آئیں۔

منجانب سپاہ مصطفیٰ اتحاد المسلمین اہل سنت پاکستان

مناظرہ مابین اہل سنت والجماعت واہل حدیث

بمقام ملتان بمورخہ ۲۹ جون ۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب مناظر۔ مولانا صغیر احمد صاحب معین مناظر۔ مولانا اعجاز احمد صاحب صدرِ مناظرہ۔ ہم اہل سنت و الجماعت ہیں اور بالترتیب کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ ﷺ۔ اجماع امت اور قیاس کو مانتے۔ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام میں سے ایک بھی ان چار دلیلوں کا منکر نہ تھا۔ رسول پاک ﷺ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ میدان قیامت میں جن کے چہرے روشن ہوں گے وہ اہل سنت والجماعت ہیں (الدر المنثور)

۲۔ مولانا امام دین صاحب مناظر۔ مولانا اعجاز احمد صاحب معین مناظر۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب صدرِ مناظرہ۔ ہم اہل حدیث ہیں صرف قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں نہ فقہ کو مانتے ہیں نہ اجماع کو نہ قیاس کو۔ خدا اور رسول کے سوا کسی کا قول یا قولی ہمارے ہاں حجت نہیں۔ مسلک اہل حدیث زندہ باد۔ پائندہ باد۔

جس طرح منکرین حدیث کے لئے اہل قرآن کا لفظ قرآن حدیث میں کہیں نہیں آیا۔ منکرین فقہ، منکرین اجماع اور منکرین قیاس کو قرآن حدیث میں اہل حدیث کہا گیا ہو اس کا ثبوت پیش کرو۔ فقہ کے مخالف کو شیطان۔ اجماع کے تارک کو دوزخی تو حدیث میں کہا گیا ہے اہل حدیث کہیں نہیں کہا گیا۔ اگر ہمت ہے تو حدیث سے نام ثابت کرو۔

دیکھا۔ ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ مناظرہ سے بھاگنا چاہتے ہو۔ اب نام کا جھگڑا ڈال لیا۔ اصل مناظرہ رفع یدین پر ہے تم اس سے بھاگنا چاہتے ہو۔ اجماع، فقہ اور قیاس کے منکر کو اہل حدیث کہنا اگر قرآن حدیث سے ثابت نہ ہو تو کیا حرج ہے۔ فرار کے حیلے بہانے تلاش نہ کرو۔ آج ہم آپ کو بھاگنے نہیں دیں گے۔ مسلک اہل حدیث زندہ باد۔

یہ تو دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہو گیا کہ منکرین فقہ و اجماع و قیاس کو قرآن حدیث میں

کہیں اہل حدیث نہیں کہا گیا۔ جب آپ کا نام ہی قرآن حدیث سے ثابت نہیں تو آپ اہل حدیث کیسے؟ اچھا یہ فرمایئے کہ آپ احادیث کا صحیح یا ضعیف ہونا دلیل شرعی سے ثابت کریں گے جو آپ کے نزدیک صرف خدا اور رسول کا کلام یا اپنی رائے سے یا کسی اور امتی کی رائے سے تو اس وقت آپ اہل الرائے ہوں گے یا اہل حدیث جب کہ آپ کے ہاں خود قیاس کرنا کارِ ابلیس ہے دوسرے کا قیاس ماننا شرک ہے۔

دیکھو مناظرہ سے فرار نہ کرو اور ادھر ادھر کی باتیں نہ کرو ہم اہل حدیث ہیں۔ خدا و رسول کے سوا کسی کی بات نہ مانیں گے نہ پیش کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ میرا امتی نہیں۔ تارک سنت کو آپ نے لعنتی فرمایا۔ ہم چار رکعت نماز میں ہمیشہ دس جگہ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور اس کو سنت مؤکدہ اور اٹھارہ جگہ رفع یدین کبھی نہیں کرتے اس ترک کو بھی رسول پاک ﷺ کی سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اسی نماز کا حکم دیا۔ ہمیشہ اسی طرح نماز پڑھی جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اسی طرح ہمیشہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور تمام صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نماز پڑھتے تھے۔ فقہ کے تین امام بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔ نبی پاک ﷺ اور کسی صحابی نے ایک نماز بھی اس کے خلاف نہیں پڑھی۔

اگر ہم نے یہ ثابت کر دیا تو آپ سب کو اہل حدیث ہونا پڑے گا اور اگر ہم ثابت نہ کر سکے تو ہم مسلک اہل حدیث سے توبہ کر کے اہل سنت والجماعت ہو جائیں گے۔

آپ نے بہت بڑا جھوٹ بولا۔ ہمارے علم کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ تو کجا ایک نماز بھی اسی طرح نہیں پڑھی جس میں ۱۸ جگہ ترک رفع یدین اور ۱۰ جگہ رفع یدین کرنے کی صراحت ہو، نہ ہی کبھی ایسی نماز کا حکم دیا نہ ہی ایسی نماز نہ پڑھنے پر نماز کو باطل فرمایا بلکہ کسی خلیفہ راشد، کسی عشرہ مبشرہ، کسی ایک صحابی، تابعی، تبع تابعی یا کسی ایک امام نے ائمہ اربعہ سے ایک نماز بھی اس طرح نہیں پڑھی نہ حکم دیا نہ اس کے خلاف نماز کو باطل کہا۔ اس جھوٹ سے توبہ کرو تم مسجدوں میں، بازاروں میں، تقریروں میں، تحریروں میں نبی پاک ﷺ اور صحابہ پر رات دن جھوٹ بولتے ہو۔ عالم، جاہل، بچے، بوڑھے، مرد عورتیں اسی جھوٹ کا

پرچار کرتے ہیں۔ آج کے مناظرہ میں ہم یہ ثابت کریں گے۔ تم نے ہمیں جھوٹا کہا، تم خود جھوٹے ہو۔ تم نہ نبی کو مانتے ہو نہ صحابہ کرام کو۔ توبہ کرو۔ مسلک اہل حدیث زندہ باد

اہل سنت: اچھا آپ وہ حدیث دکھائیں جس میں رسول پاک علیہ ﷺ نے دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرنے کا حکم دیا ہو اور اٹھارہ جگہ رفع یدین سے منع کیا ہو۔

اہل حدیث: شور، شور، نعرے مسلک اہل حدیث زندہ باد۔ تین گھنٹے گزر گئے مگر حدیث نہ ملنی تھی نہ ملی۔ اہل سنت نے کہا یا حدیث دکھاؤ یا لکھ کر دو کہ ہم نے نبی پاک علیہ ﷺ پر جھوٹ بولا تھا۔ اس سے پہلے یہاں سے اٹھنے نہیں دیا جائے گا۔ آخر بڑی مجبوری سے انہوں نے لکھا کہ ایسا کوئی حکم حدیث میں نہیں ہم نے حضرت پر جھوٹ بولا تھا۔ توبہ۔

اہل سنت: آپ فعلی حدیث پیش کریں مگر وقت ضائع نہ کریں۔ گنتی اچھی طرح یاد کرلیں۔ اگر آپ نے کوئی ایسی حدیث پیش کی جس میں دس جگہ کا دائمی اثبات اور اٹھارہ جگہ کی دائمی نفی نہ ہوئی تو آپ کو وقت ضائع کرنے کی تحریری معافی کے ساتھ یہ بھی تحریر دینا ہوگی کہ ہمیں گنتی نہیں آتی۔ قرآن حدیث کہاں سے آئے گا۔ بس ایک حدیث لاؤ۔

اہل حدیث: چار گھنٹے تک کتب حدیث کی ورق گردانی کرتے رہے۔ حدیثوں میں رفع یدین کے اثبات اور نفی کی گنتی کرتے رہے۔ ایک دوسرے کو گھورتے کبھی شور مچاتے آخر انہوں نے اعتراف کیا کہ احادیث تو کئی قسم کی ہیں مگر ہمارے دعوے پر ایک بھی نہیں ملی۔

اے میرے باغ آرزو کیا ہے باغ ہائے تو کلیاں تو گو ہیں چار سو کوئی کلی کھلی نہیں

اہل سنت: اچھا وہ حدیث دکھاؤ کہ حضرت علیہ ﷺ نے فرمایا ہو کہ جو شخص دس جگہ رفع یدین نہیں کرتا یا ۱۸ جگہ کرتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی یا اس جھوٹ سے بھی توبہ کریں

اہل حدیث: بھائی حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی حدیث میں نہیں ہے۔ دراصل بعض جھوٹ ہمیں بچپن سے رٹوائے جاتے ہیں اور بے ساختہ ہماری زبان سے نکلتے رہتے ہیں۔

اہل سنت: یہ تو واضح ہو گیا کہ دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرنے اور ۱۸ جگہ کبھی نہ کرنے کا نہ کبھی آپ علیہ ﷺ نے حکم دیا، نہ خود اس طرح نماز پڑھی، نہ کرنے والے کی نماز کو باطل کیا یہ وہ جھوٹ ہیں جو پنگھوڑے سے لے کر قبر تک اہل حدیث بولتے رہتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ

آپ لوگوں نے آج نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بولنے سے توبہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت نصیب فرمائیں مگر آپ لوگ خلفاءِ راشدین، عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ وتابعین پر بھی تو یہی جھوٹ بولتے ہیں وہ ثبوت دیں۔

اہل حدیث: اصل میں یہ جھوٹ ہم سن سنا کر بولتے رہے اور کبھی حدیث کی اصل کتابوں سے رفع یدین کی گنتی نہیں کی تھی۔ اب گنتی کرنے کے بعد ہم اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کسی ایک بھی خلیفہ راشد، کسی ایک بھی عشرہ مبشرہ، بلکہ کسی ایک بھی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی یا ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک بھی امام سے ہمیشہ تو کیا ایک دفعہ بھی دس جگہ رفع یدین کر کے اور ۱۸ جگہ ترک کرنے کی صراحت نہیں ملتی چونکہ ہمارے فرقے میں یہ جھوٹ ہر بڑے چھوٹے کی زبان پر جاری رہتے ہیں اس لئے ہم بھی یہی جھوٹ اب تک بولتے رہے آج پوری تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ یہ سب کچھ جھوٹ تھا۔ ہم سچے دل سے آج ان سب جھوٹوں سے توبہ کرتے ہیں۔ دراصل ہمارے اساتذہ نے ہمیں کبھی تحقیق کی دعوت نہیں دی۔ وہ جھوٹ ہمارے ذہن میں جما کر ہمیں اس کام پر لگا دیتے تھے کہ فقہاء کو برا بھلا کہو۔ جو سوالات قادیانی یا عیسائی یا رافضی یا خارجی اہل سنت والجماعت سے پوچھتے رہے ہیں۔ ان سوالات کو یاد کرلو اور موقع بے موقع وہی سوالات سنیوں سے پوچھتے رہو تا کہ وہ ان سوالات کی جواب دہی میں لگے رہیں اور تم سے تمہارے دعووں کے دلائل نہ پوچھ سکیں۔ آج ہم اس بات پر بہت شرمسار ہیں کہ ہم نے نہ قادیانیت کے خلاف کوئی ادارہ قائم کیا۔ نہ عیسائیت، رافضیت اور خارجیت کے خلاف بلکہ ان کے وساوس کو مسلمانوں میں پھیلانے میں ہم نے کافی ان کی مدد کی۔ ہمارے ہفتہ وار اور ماہانہ رسائل بھی اسی کارخیر میں مصروف ہیں آج پہلی دفعہ تحقیق کی تو پتہ چلا کہ سوائے نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بولنے اور نبی پاک ﷺ کی امت میں افتراق وانتشار پیدا کرنے کے ہم نے کوئی کام نہیں کیا۔ ہماری اس حقیقت پر اگرچہ ہمارے اکابر مولانا عبدالقادر روپڑی صاحب۔ پیر بدیع الدین، پیر جھنڈا صاحب اور ہمارے اصاغر مولانا شمشاد سلفی صاحب اور مولانا طالب الرحمٰن ناراض تو بہت ہوں گے مگر وہ مندرجہ بالا سوالات کا جواب دے کر ہمیں مطمئن کریں۔

فقط بندہ امام دین۔ اعجاز احمد۔ عبدالرحمان

یا اللہ مدد

اللہ ربنا نشان نجات محمد نبینا ﷺ

ما انا علیہ و اصحابی

الانبیآء احیاء فی قبورھم یصلون

خلافت راشدہ حق چار یارؓ

مذہب حقہ اہل السنّت والجماعت حنفی دیوبندی زندہ باد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے غیر مقلد دوست کہا کرتے ہیں کہ ہم صرف قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں چونکہ قادیانیوں، نیچریوں اور اہل قرآن کی طرح ان کے اصول کی کوئی مستند کتاب نہیں ہے جس میں تمام اصول صرف قرآن اور حدیث سے لکھے گئے ہوں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس بارہ میں چند باتوں کی وضاحت کروالی جائے اس لئے ان سوالات کا جواب قرآن حدیث سے دیں ورنہ جو جواب قرآن حدیث سے نہ ہوگا اس کو تو خود آپ کے غیر مقلدین نہیں مانیں گے دوسرے کیسے مانیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جوابات قرآن حدیث سے ایسے واضح ہوں جو سب غیر مقلدین کے مسلمہ ہوں۔

(۱) کیا یہ درست ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ مانگ کر سات حرفوں پر قرآن پاک کی تلاوت کی اجازت حاصل کر لی تھی اور آنحضرت ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں سات حرفوں پر ہی تلاوت ہوتی رہی لیکن حضرت عثمانؓ نے دیگر صحابہ کے مشورہ سے لغتِ قریش کے علاوہ باقی چھ لغات پر قرآن پاک کی تلاوت سے منع فرما دیا۔ اور سب صحابہ بلکہ پوری امت نے اس فیصلہ کو قبول کر لیا۔

(۲) اختلاف لغات اگرچہ ختم ہو گیا مگر اختلاف قراءت آج تک باقی ہے چنانچہ سات

اختلافی قراءتیں متواتر ہیں کیا ہر شخص پر لازم ہے کہ ساتوں قراءتوں پر تلاوت کرے یا ایک قراءت پر قرآن کی ہمیشہ تلاوت جائز ہے۔

(۳) ہمارے ملک میں سب لوگ ایک قراءت پر قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں ان کو پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے یا ساتواں حصہ قرآن کا۔

(۴) ان سات قاریوں میں مکی قاری بھی تھے، مدنی بھی، مگر آپ بھی مکی، مدنی قاریوں کی قراءت کو چھوڑ کر کوفہ کے قاری عاصم کی قراءت اور کوفہ کے قاری حفص کی روایت پر ہمیشہ تلاوت کر رہے ہیں یہ فیصلہ آپ نے کس آیت یا حدیث سے کیا ہے۔

(۵) جس طرح قرآن یہاں قاری عاصم کی قراءت کے عنوان سے متواتر ہے کیا اسی طرح نبی ﷺ والی نماز بھی امام اعظمؒ کی فقہ کے عنوان سے متواتر ہے یا نہیں۔ قرآن تو روزانہ پورا ختم کرنا فرض نہیں مگر نماز روزانہ پانچ وقت پوری پڑھنی فرض ہے تو اس کا تواتر تو قرآن کے تواتر سے بھی زیادہ ثابت ہوا۔ اب اگر کوئی شخص قاری عاصم والی قراءت والے قرآن کے قرآن ہونے سے انکار کرے تو وہ مسلمان رہے گا یا نہیں اور جو اس سے زیادہ عملاً متواتر نمازِ نبوی ﷺ کا انکار کرے وہ مسلمان رہے گا یا نہیں جواب آیت یا حدیث سے دیں۔

(۶) متواتر قرآن کی ہر آیت کی سند آپ کتبِ حدیث سے تلاش نہیں کرتے تو متواتر نماز کے متواتر مسائل کے لئے سند کی تلاش کیوں لازمی ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں قرآن پاک کی صرف ان آیات کو قرآن مانوں گا جن کی سندِ صحیح صحاح ستہ میں ملے گی باقی آیات کو میں غیر ثابت کہوں گا تو کیا آپ قرآن پاک کی ہر ہر آیت کی سند صحیح صحاح ستہ میں سے دکھلا دیں گے؟ یا ایسے شخص کو منکر قرآن کہیں گے

(۸) ہمارے ۹۹% عوام قرآن پاک کے اعراب کے دلائل نہیں جانتے مگر وہ اس نیت سے تلاوت کرتے ہیں کہ اگرچہ ان اعراب کی دلیل ہمیں معلوم نہیں مگر قرآن کی ایک زبر اور ایک زیر بھی بلا دلیل نہیں علماء کو ہر اعراب کی دلیل معلوم ہے اس اعتماد کو ہی تقلید کہتے ہیں۔ کیا

ایسی تقلیدی تلاوت کا ثواب ملے گا یا قاری مشرک ہو جائے گا۔ اگر اس کی تلاوت کو جائز مانا جائے تو فقہی مسائل پر اس نیت سے عمل کہ اس کا ہر مفتی بہ اور معمول بہ مسئلہ یقیناً کتاب یا سنت یا اجماع سے ماخوذ ہے اگر چہ مجھے دلیل معلوم نہیں مگر کوئی مسئلہ بھی بے دلیل نہیں یہ درست ہے۔

(۹) کیا قرآن کی کچھ قراءتیں شاذ اور ضعیف بھی ہیں؟ جن کی مسلمان تلاوت نہیں کرتے۔ ایسی قراءتوں کی وجہ سے متواتر قرآن میں کوئی شک کرنا امت میں فتنہ ڈالنا ہے یا نہیں؟ اسی طرح فقہ کی شاذ اور ضعیف جزئیات جن پر اہل سنت کا کہیں عمل نہیں۔ ان کی بنا پر مسائل میں شک پیدا کر کے عوام میں انتشار پیدا کرنا بھی فتنہ ہے یا نہیں۔ والفتنة اشد من القتل.

(۱۰) بعض احادیث کو صحیح اور بعض کو ضعیف کہتے ہیں تو خدا رسول سے ثابت کرتے ہیں یا رائے سے اگر خدا رسول سے ثابت ہے تو ثبوت لائیے اگر رائے سے ہے تو اہل حدیث نام سے دستبردار ہو کر اپنا نام اہل الرائے رکھ کر بات کریں۔

(۱۱) قاری عاصم اور قاری حفص جن کی قراءت کے مطابق ساری امت تلاوت کر رہی ہے۔ اسماء الرجال والوں کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے۔

ادارہ اصلاح انسانیت پاکستان 08-06-1993

ربنا یااللہ مدد نشانِ نجات محمد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم

الانبیآء احیاء فی قبورھم یصلون ماانا علیه واصحابی

خلافت راشدہ حق چاریارؓ

مذہب حقہ اہل السنّت والجماعت حنفی دیوبندی زندہ باد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرانِ اسلام! اسلام ایک کامل اور پاکیزہ دین ہے۔ آج کی مجلس میں یہ تحقیق کرنا ہے کہ اہل سنت والجماعت اور غیر مقلدین میں پاکی اور ناپاکی کے مسائل میں کیا اختلافات ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ کونسا مسلک پاک ہے اور کونسا ناپاک۔

اہل سنت والجماعت	غیر مقلدین
(۱) منی ناپاک ہے نجاست غلیظہ، اس کا کھانا بھی حرام ہے	(۱) منی پاک ہے (عرف الجادی ص۱۰) (نزل الابرار ص۴۹ ج۱) ایک قول میں کھانا جائز ہے (فقہ محمدیہ ص۴۷ ج۱)
(۲) دم مسفوح خون ناپاک ہے نجاست غلیظہ ہے۔	(۲) خون حیض کے سوا سب خون پاک ہیں (کنز الحقائق ص۱۶، نزل الابرار ص۴۹ ج۱)
(۳) خنزیر نجس العین ہے	(۳) جس طرح ماں حرام ہے ناپاک نہیں۔ اسی طرح خنزیر حرام ہے ناپاک نہیں (بدور الاہلہ ص۱۶)
(۴) خمر (شراب) نجس العین ہے	(۴) خمر (شراب) پاک ہے (کنز الحقائق ص۱۶، نزل الابرار ص۴۹ ج۱)۔
(۵) مردار ناپاک ہے	(۵) مردار ناپاک نہیں (عرف الجادی ص۱۰)

(۶) حرام جانوروں کا پیشاب نجاست غلیظہ ہے۔	(۶) حرام جانوروں کا پیشاب پاک ہے (نزل الابرار ص ۴۹ ج ۱)
(۷) حلال جانوروں کا پیشاب نجاستِ خفیفہ ہے۔	(۷) حلال جانوروں کا پیشاب پاخانہ پاک ہے بطور ادویات کھانا پینا بھی جائز ہے (فتاویٰ ستاریہ ص ۵۶،۸۹ ج ۱)
(۸) کتے اور خنزیر کا جھوٹا ناپاک ہے	(۸) راجح یہی ہے کہ کتے اور خنزیر کا جھوٹا پاک ہے (نزل الابرار ص ۴۹ ج ۱)
(۹) کتے کا پیشاب پاخانہ ناپاک ہے	(۹) حق یہ ہے کہ کتے کے پیشاب پاخانہ کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں

خلاصہ یہ نکلا کہ غیر مقلدین کے نزدیک مندرجہ بالا چیزیں پانی میں ملالیں پانی پاک، کپڑے اور جسم پر مل لیں کپڑا اور جسم پاک۔ پاک چیز سے قرآن لکھنا بھی جائز ہے۔

(۱۰) آدمی کا پیشاب پاخانہ اور حیض کا خون غیر مقلدین کے نزدیک بھی ناپاک ہیں اب دیکھنا ہے کہ یہ نجاست پانی میں کتنی پڑ جائے تو وہ ناپاک ہوگا۔ اگر نجاست سے پانی کے تینوں وصف رنگ، بو، مزہ بگڑ جائیں تو وہ پانی ناپاک ہوتا ہے (صلوٰۃ الرسول ص ۵۳) گویا ایک گلاس پانی میں ایک قطرہ حیض کے خون کا ملالیں۔ ایک قطرہ پیشاب کا، تھوڑا سا پاخانہ تو مزے سے پئیں۔ شوربا بنائیں، وضو کریں اور مسلک اہل حدیث زندہ باد کے نعرے لگائیں

(۱۱) اہل سنت کے ہاں نمازی کے بدن کا پاک ہونا شرط ہے یہ کہتے ہیں کہ مصلی بانجاستِ بدن آثم ست نمازش باطل نیست (بدور الاہلہ ص ۳۸)

(۱۲) ہماری نماز ناپاک کپڑوں میں نہیں ہوتی۔ یہ کہتے ہیں ہر کہ در جامۂ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح باشد (عرف الجادی ص ۲۲)

(۱۳) ہمارے ہاں نماز کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے۔ یہ کہتے ہیں طہارتِ مکان واجب ست نہ شرطِ صحتِ نماز (عرف الجادی ص ۲۱)

(۱۴) ہمارے ہاں ننگے نماز نہیں ہوتی یہ کہتے ہیں ہر کہ در نماز عورتش نمایاں شد نمازش صحیح باشد ننگے نماز صحیح ہے (عرف الجادی ص ۲۲)

(۱۵) ہمارے ہاں وقت سے پہلے نماز نہیں ہوتی۔ یہ کہتے ہیں فٹ بال کھیلنے والے یا دکاندار یا ملازم کو وقت سے پہلے نماز پڑھنا جائز ہے (فتاویٰ ثنائیہ ص ۶۰۳ ج ۱)

(۱۶) ہمارے ہاں نمازی ناپاک چیز کو اٹھا کر نماز پڑھے تو نماز نہیں ہوتی مثلاً کوئی شخص پیشاب یا خون ٹیسٹ کرتا ہے خون اور پیشاب کی شیشیاں جیب میں ہیں اس نے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز نہیں ہوئی یہ کہتے ہیں کہ طہارتِ محمول وملبوس را شرطِ صحت نماز دانستن کما ینبغی نیست (بدور الاہلہ)

(۱۷) اگر کوئی امام بے وضو نماز پڑھادے یا جنابت میں نماز پڑھادے تو مقتدیوں کی نماز بالکل صحیح ہے (نزل الابرار ص ۱۰۱ ج ۱)

(۱۸) ایک امام نے نماز پڑھانے کے بعد بتایا کہ میں کافر ہوں تو بھی مقتدیوں کو نماز دوبارہ نہیں پڑھنی چاہیے (نزل الابرار ص ۱۰۱ ج ۱)

(۱۹) مولانا ثناء اللہ صاحب نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے اس پر عمل کرتے ہوئے خود مولوی ثناء اللہ نے مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی۔

(۲۰) عورت اپنے خاوند یا محارم بھائی، چچا، ماموں کے ساتھ کھڑی ہو کر بالکل ننگی نماز پڑھ سکتی ہے (بدور الاہلہ ص ۳۹)

ادارہ فلاح انسانیت 08-06-1993

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی سنت تکبیراتِ انتقال یا ان کے ساتھ رفع یدین بھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادران اہل سنت والجماعت۔ اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تکبیراتِ انتقال رسول اقدس علیہ کی دائمی سنت ہے۔ اہل سنت اس پر یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت ابوھریرہؓ تکبیراتِ انتقال کے بعد قسم کھا کر بیان فرماتے ہیں کہ یہ آنحضرت علیہ کی وہ نماز ہے حتی فارق الدنیا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ یہ حدیث مسند احمد ص ۲۷۰ ج ۲، عبدالرزاق ص ۶۲ ج ۲، بخاری ص ۱۱۰ ج ۱، نسائی ص ۱۷۳ ج ۱ پر ہے اور پوری امت کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور پوری امت کا اس پر متواتر عمل بھی ہے۔ یہ حدیث پاک دکھا کر اہل سنت غیر مقلدین سے ہمیشہ سے یہ مطالبہ کرتے آ رہے ہیں کہ اگر آپ اپنی اختلافی رفع یدین کو بھی تکبیراتِ انتقال کی طرح دائمی سنت سمجھتے ہیں تو آپ اپنی اختلافی رفع یدین کے مثبت اور منفی پہلو پر ایسی حدیث پیش کریں جس کو آپ اللہ یا رسول علیہ سے صحیح ثابت کر سکیں یا کم از کم بلا اختلاف امت کا اس کی صحت پر اتفاق ہو اور امت کا اتفاقی عملی تواتر اسے حاصل ہو تو ہم تسلیم کر لیں گے کہ غیر مقلدین کی اختلافی رفع یدین بھی تکبیراتِ انتقال کی طرح دائمی سنت ہے۔ یاد رہے کہ غیر مقلدین دو رکعتوں سے کھڑے ہو کر تیسری رکعت کے شروع میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کو دائمی سنت اور دو سجدوں سے اٹھ کر دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں ترک رفع یدین دائمی سنت ہے۔ اسی طرح رکوع سے پہلے اور رکوع سے کھڑے ہو کر کندھوں تک ہاتھ اٹھانا آپ علیہ کی دائمی سنت ہے اور سجدوں سے پہلے،

سجدوں میں، سجدوں کے درمیان اور سجدوں سے اٹھ کر ترک رفع یدین دائمی سنت ہے لیکن ملکہ وکٹوریہ کے دور سے جب سے یہ فرقہ بنا آج تک یہ ایسی حدیث پیش کرنے سے عاجز ہے اور قیامت تک عاجز رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن بے دلیل ہوتے ہوئے بھی شور مچائے جانا غیر مقلدین کی فطرت ہے۔ چنانچہ جنوری ۱۹۹۷ء میں ایک صاحب نے اہل سنت کے اس چیلنج کو قبول کرنے کی ہمت کی جس کا تعارف غیر مقلدین میں استاذ الجرح والتعدیل فضیلۃ الشیخ ابوالطاہر زبیر علی زئی حضرو اٹک کے نام سے ہے۔ انہوں نے معجم ابن الاعرابی سے ایک روایت پیش کی ہے۔

۱۴۴۔ نا محمد بن عصمہ نا سوار بن عمارہ نا ردیح بن عطیہ عن۔ البتہ میں آپ کو ضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاؤں ابی زرعہ ابن ابی عبدالجبار بن معج قال رأیت ابا ھریرۃ گا۔ اس میں نہ زیادہ کروں اور نہ کم۔ پس انہوں نے اللہ کی قسم اٹھا فعال لاصلین بکم صلاۃ رسول اللہ ﷺ لا ازید کر کہا کہ آپ ﷺ کی یہی نماز تھی حتی کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ راوی فیہ ولا انقص فاقسم باللہ ان کانت ھی صلاتہ حتی فارق نے کہا پس میں آپ کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا تا کہ دیکھوں کہ آپ الدنیا فقمت عن یمینہ لانظر کیف یصنع فابتدأ فکبر و کیا کرتے ہیں۔ پس انہوں نے نماز کی ابتدأ کی اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں رفع یدہٗ ثم رکع فکبر و رفع یدیہ ثم سجد ثم کبر ثم ہاتھ کانوں تک اٹھائے۔ پھر رکوع کیا پس (رکوع کے بعد) آپ نے سجد و کبر حتی فرغ من صلاتہ. قال اقسم باللہ ان کانت اللہ اکبر اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر سجدہ کیا اور اللہ اکبر لھی صلاتہ فارق الدنیا (المعجم ص ۲۲۶ ج ۱، حدیث نمبر ۱۴۲) کہا پھر سجدہ کیا اور اللہ اکبر کہا حتی کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے۔ حضرت ابو ھریرہؓ نے فرمایا، میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ ﷺ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

ا۔صاحب کتاب کا تعارف:

آج کل غیر مقلدین تصوف اور صوفیاء کرام پر جو زبان درازیاں کرتے ہیں ان کے کشوف وکرامات کا استہزاء اڑاتے ہیں۔اور ان کے مسائل وحدۃ الوجود کو تو بہت بڑا کفر قرار دیتے ہیں۔یحیٰی بن سعید کا یہ جملہ بڑے فخر سے سنایا کرتے ہیں صوفیاء احادیث میں جھوٹ بولتے ہیں۔یہ ابن الاعرابی ایک صوفی تھے۔علامہ ذہبی فرماتے ہیں تصوف اور زہد ان پر غالب تھا اور ذہبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ جمع (اتحاد خالق ومخلوق) اور فنا (ذات الٰہی میں فنا) کو حقائق سے تعبیر کرتے تھے (تذکرۃ الحفاظ ص ۸۳۰) زئی صاحب، ابوسعود عبدالجبار سلفی ماجیستر (ایم.اے) وفاق المدارس السلفیہ پاکستان سے سوال ہے کہ آپ کے نزدیک ایسا شخص عادل ہے۔اور جس کتاب کا یہ مصنف ہو اس سے حدیث رسول جب کہ عام محدثین کی کتابوں کے خلاف بھی ہو لینا جائز ہے۔دلیل ضرور دیں۔

۲۔راوی کتاب:

احناف کے خلاف جو بغض وعناد آپ کے دلوں میں ہے وہ ڈھکا چھپا نہیں یہاں تک کہ بعض غیر مقلد اپنی ماں کی نماز جنازہ اس لئے نہیں پڑھتے کہ وہ حنفی تھے۔اس کتاب کے راوی حنفی ہیں چنانچہ المعجم کے ص ۱۳ ج ا پر اسناد المعجم کا عنوان ہے۔اس میں پہلی سند کا مدار الحافظ المحدث ابوالفضل شمس الدین محمد بن علی ابن طولون الحنفی الصالحی پر ہے اور اس کے اوپر احمد بن ابراہیم صوفی ہے۔دوسری سند کا مدار المحدث یحیٰی بن محمد الحنفی پر ہے۔جب آپ کے ہاں حنفی تقلید شخصی کی وجہ سے مشرک ہیں اور وہ ساری عمر نماز نبی پاک ﷺ کی نماز کے خلاف پڑھتے ہیں تو آپ کے نزدیک مشرک اور بے نماز عادل ہے۔

(۳) زبیر زئی نے ص ۲۲۶/ اور ج ا/ اور حدیث نمبر ۱۴۲/ لکھا ہے۔یہ دونوں غلط ہیں یہ روایت المعجم ص ۹۶ ج ا پر ہے اور حدیث کا نمبر ۱۴۴ ہے۔

(۴) اس سند کا پہلا راوی محمد بن عصمہ ہے اس کی توثیق بطریق محدثین ثابت کر دو تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

(۵) دوسرا راوی سوار بن عمارہ ہے۔ اس کو اگر بعض نے ثقہ کہا ہے بلا سند تو ابن حبان نے کہا ہے کہ ربما خالف۔ اور اس روایت میں بھی متفقہ حدیث اور متواتر عمل کا مخالف ہے تو ایسی روایت کیسے حجت ہو سکتی ہے پھر تہذیب میں نہ اس کے اساتذہ میں ردیح کا نام ہے نہ تلامذہ میں محمد بن عصمہ کا۔ لیکن زبیر صاحب اور عبدالجبار صاحب لکل ساقطة لا قطة کی مثال پوری کر رہے ہیں۔

(۶) تیسرا راوی ردیح بن عطیہ ہے اگرچہ ایک دو نے ان کی توثیق کی ہے بلا سند مگر ساتھ ہی ازدی نے کہا لا یتابع فیما یروی. اور یہاں بھی اس کا کوئی متابع نہیں، زبیر علی زئی نے جھوٹ بولا ہے عباد بن عباد الخواص اس کا متابع ہے مگر نہ وہ سند صحیح اور نہ ہی اس میں فارق الدنیا. اگر زبیر علی یہ دکھا دے کہ وہ فارق الدنیا روایت کرنے میں ردیح کا متابع ہے تو ہم مبلغ ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ دیدہ باید۔

(۷) چوتھا راوی ابوزرعہ بن ابی عبدالجبار بن مع ہے۔ زبیر علی زئی نے نقل کرتے وقت یہ تحریف کی ہے کہ ابوزرعہ کے جو 'بن' تھا اس کو 'عن' بنا ڈالا ہے۔ اس نام کا کوئی راوی حضرت ابوھریرہؓ سے معروف الروایہ نہیں اگر زبیر زئی اور عبدالجبار سلفی سند میں مذکور راوی کی توثیق ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ ان کو انعام دیں گے مرداں بکوشید۔ (۸) زبیر علی زئی اور عبدالجبار سلفی سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ صحیح یا حسن حدیث کی جامع مانع تعریف قرآن وحدیث کے ترجمہ سے دکھائیں کہ جس سند کے چار ہی راوی ہوں دو کی توثیق ثابت نہ ہو، دو ثقات کی مخالفت کرتے ہوں اور ان کی روایت کردہ حدیث امت کے عملی تواتر کے خلاف بھی ہو وہ حدیث حسن یا صحیح ہوتی ہے۔

(۹) اب متنِ حدیث کی طرف آیئے فابتدأ فکبر و رفع یدہ' کہ آپؐ نے نماز

شروع فرمائی تو تکبیر کہی اور ایک ہاتھ اٹھایا۔ کہاں تک اٹھایا اس سے بھی یہ حدیث خاموش ہے، زبیر علی زئی اور عبدالجبار سلفی نے متنِ حدیث میں تحریف کرتے ہوئے رفع یدہٗ کو رفع یدیہ کردیا ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ اس حدیث میں بیان کردہ طریقہ سے بڑھانا یا گھٹانا گویا نبی پاک علیہ السلام کی آخری نماز کی مخالفت ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابتدائے نماز میں آپ علیہ السلام ایک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اب دو کا اٹھانا یقیناً اس پر زیادتی ہے۔ پوری امت کا متواتر عمل اس حدیث کے خلاف ہے کم از کم غیر مقلد ہی تکبیر تحریمہ کے وقت صرف ایک ہاتھ اٹھا کر رفع یدین کی بجائے رفع ید کیا کریں۔ جب غیر مقلدوں کا اپنا اس پر عمل نہیں تو دوسروں کو دھمکانے کا کیا مقصد۔ ثابت ہوا کہ تم خود نبی پاک علیہ السلام کی آخری نماز سے باغی ہو۔

(۱۰) ثم رکع فکبر و رفع یدیہ پھر آپ نے رکوع کیا تو تکبیر کہی اور دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ کہاں تک اٹھایا یہ معلوم نہیں کہ کہاں تک اٹھائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تحریمہ کے وقت ایک ہاتھ اٹھائے اور رکوع سے پہلے اللہ اکبر کہتا ہوا دو ہاتھ اٹھائے۔ مگر زبیر علی زئی نے اپنی طرف سے ترجمہ میں رکوع کے بعد کا لفظ بڑھا دیا ہے یہ معنوی تحریف ہے پوری امت رکوع سے پہلے اللہ اکبر کہتی ہے اور رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد۔ اگر زبیر علی کا ترجمہ مانا جائے تو غیر مقلدوں کو رکوع سے اٹھ کر اللہ اکبر کہنا چاہیے اور تسمیع اور تحمید کو ختم کر دینا چاہیے کیونکہ اس حدیث میں بیان کردہ طریقہ پر کمی بھی نبی پاک علیہ السلام کی مخالفت ہے اور زیادتی بھی نبی پاک علیہ السلام کی مخالفت ہے۔

(۱۱) اگر زبیر اور عبدالجبار ضد کریں کہ یہاں دونوں جگہ رکوع کی رفع یدین کا ذکر ہے کہ رکوع سے پہلے تکبیر کے ساتھ ایک ہاتھ اٹھایا جائے اور رکوع کے بعد تکبیر کے ساتھ دو ہاتھ اٹھائے جائیں تو غیر مقلدین کو تکبیر تحریمہ کی رفع یدین بھی چھوڑنا ہوگی۔ رکوع سے پہلے صرف ایک ہاتھ اٹھانا ہوگا اور رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد بھی چھوڑنا ہوگا کیونکہ اس حدیث پر نہ زیادتی جائز ہے اور نہ کمی۔

(۱۲) زبیر علی زئی اور عبدالجبار سلفی کو پہلی جماعت کے بچے کے برابر بھی گنتی نہیں آتی وہ چار رکعت نماز میں دس جگہ رفع یدین کرنے کو سنتِ دائمہ کہتے ہیں اور ۱۸ جگہ ترک رفع یدین کو سنتِ دائمہ کہتے ہیں۔ اگر وہ اس حدیث میں گن کر دس کا اثبات اور ۱۸ کی نفی پوری کر دیں تو ہم یہ بھی مان لیں گے کہ ان کو اٹھارہ تک گنتی یاد ہے اور دس لاکھ روپیہ انعام بھی دیں گے۔ ہمت کرو ہمت۔

(۱۳) سیاہ ترین جھوٹ:۔

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ صحیح بخاری، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، صحیح ابن خزیمہ کی حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اور آپ کا یہی طریقہ تھا حتیٰ کہ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ نور القمرین ص ۵۶۔ ان چاروں کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی رفع یدین کی حدیث میں فارق الدنیا کا لفظ نہیں۔ یہ ایسا ہی جھوٹ ہے جیسے کوئی یہودی یہ جھوٹ بول دے کہ قرآن پاک میں لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں۔ اگر زبیر علی زئی ان چاروں کتابوں میں سے کوئی حدیث اپنی اختلافی رفع یدین کی دکھائیں جس میں ۱۸ جگہ رفع یدین کی نفی ہو اور دس جگہ رفع یدین کا اثبات ہو اور ساتھ حتی فارق الدنیا کے الفاظ ہوں تو ہم فی کتاب ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے اور اگر وہ نہ دکھا سکے اور ہرگز ہرگز نہ دکھا سکیں گے تو ایک مجلس میں ایک لاکھ دفعہ لعنة اللہ علی الکاذبین پڑھ کر ان پر پھونکا جائے گا۔ غیرت کرو اور دکھاؤ۔

(۱۴) ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مثال پوری کرتے ہوئے اپنے قارئین کو یہ بھی دھوکہ دیا ہے کہ المعجم والی روایت کے شواہد بھی ہیں اور نور القمرین ص ۵۰ پر حضرت ابوھریرہؓ اور رفع یدین کے عنوان کے تحت ابوداؤد کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے یحییٰ بن ایوب یہاں ثقات کے مخالف ہے بخاری ص ۱۱۰، ج ۱، ابوداؤد میں اس حدیث میں رفع یدین کا ذکر نہیں صرف تکبیرات کا ہے ابن جریج مدلس کا عنعنہ بھی ہے اور یہ بھی ثابت نہیں کیا کہ ابن جریج نے

مکہ میں رہتے ہوئے ۹۰ عورتوں سے متعہ کیا۔ زبیر علی کہتے ہیں پھر توبہ کر لی تھی مگر یہ ثابت نہیں کیا کہ یہ روایت توبہ سے پہلے کی ہے یا بعد کی اور زہری مدلس کا عنعنہ ایک غیر مقلد کو تو اتنا بے شرم اور بے غیرت نہیں بننا چاہیے کہ تدلیس کو جرح بھی پھر اس سے استدلال کو جرح بھی پھر اس سے استدلال بھی کرے اس حدیث کو البانی نے صحیح ابوداؤد سے خارج کر کے ضعیف ابوداؤد میں شامل کیا ہے۔ پھر یہ ضعیف روایت بھی المعجم والی روایت کی شاہد نہیں بن سکتی۔ اگر زبیر علی زئی کسی پڑھی لکھی مجلس میں گنتی کر کے دکھادے کہ جتنی جگہ رفع یدین کا ذکر المعجم میں ہے ابوداؤد میں بھی اتنی ہی گنتی ہے اور ساتھ ابوداؤد میں حتی فارق الدنیا کا لفظ بھی دکھا دے تو ہم اس روایت کو شاہد بھی مان لیں گے اور ایک لاکھ روپیہ انعام بھی دینگے (۱۵) امام ابوداؤدؒ نے بھی رفع یدین ص ۱۱۵ کے باب میں اس حدیث ابی ہریرہؓ کو ذکر کیا اس کے بعد والے باب من لم یذکر الرفع ص ۹۲۸ ج ۱ میں بھی ابوہریرہؓ کی حدیث ذکر کر کے گویا واضح کر دیا کہ حدیث ابی ہریرۃؓ میں رفع یدین کا ذکر صحیح نہیں پھر ص ۱۲۸ ج ۱ پر حدیث ابوھریرۃؓ کی تکبیرات والی حدیث لکھ کر حتی فارق الدنیا لکھا کہ دائمی سنت تکبیرات انتقال ہے نہ کہ ان کے ساتھ رفع یدین۔

(۱۶)　زبیر صاحب نے اذا رفع للسجود کا ترجمہ یوں کیا "اور جب رکوع کے بعد سجدوں کے لئے کھڑے ہوتے۔ کیا جب نمازی پہلے سجدے سے اٹھتا ہے تو اس کو دوسرے سجدہ کے لئے اٹھنا کہتے ہیں یا نہیں اور وہاں زبیر صاحب رفع یدین کرتے ہیں یا نہیں؟ زبیر صاحب کو احادیث میں لفظی اور معنوی تحریف کا عالمی چیمپئن قرار دیا جائے تو حق بحق دار رسید ہوگا۔

(۱۷)　شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی دام ظلہم نے متعہ کو زنا لکھ دیا تو یہ متعہ باز آپے سے باہر ہو گیا اور کوثری گروپ کے ایک غالی متعصب حنفی کہہ کر زبان درازی شروع کر دی۔ جناب لامذہب صاحب جناب کے ہاں متعہ زنا نہیں تو نکاح ہے ادھر جناب کہتے ہیں کہ ابن جریج نے متعہ سے توبہ کر لی تھی تو کیا نکاح سے توبہ کی تھی؟

(۱۸)　ص ۵۲ پر عثمان بن الحکم الجذامی کو حدیث ابوداؤد کا شاہد بنانے کی کوشش کی ہے اور

ابن جریج ان ابن شهاب اخبره سے ابن جریج کی تدلیس ختم ہونے کا جشن منانے کی کوشش کی ہے لیکن دار قطنی کا فیصلہ بیان نہیں کیا قال الدار قطنی وقد خالفه عبدالرزاق فرواه عن ابن جریج بلفظ التکبیر دون الرفع وهو الصحیح (نصب الرایہ ص ۴۱۴ ج ۱) یعنی رفع یدین کا ذکر یہاں ثابت ہی نہیں۔ صحیح ذکر تکبیرات کا ہے اور اس میں حتی فارق الدنیا بھی نہیں کہ اسے المعجم کی روایت کا شاہد بنایا جا سکے۔ پھر بھی جناب دھوکہ دے رہے ہیں اور شاہد بنانے کی فکر میں ہیں۔

(۱۹) ص ۵۵ پر حضرت ابوھریرہؓ کی ابن ماجہ والی حدیث کو حدیث ابوداؤد کا شاہد بنانے کی کوشش کی ہے مگر خود ہی تسلیم کیا ہے کہ یہ سند ضعیف ہے مگر فریب یہ کیا کہ حدیث کا متن درج نہیں کیا۔ اس میں رفع یدین کے ساتھ حین یرکع وحین یسجد ہے۔ اگر حین یرکع کا مطلب یہ لیا جائے کہ رکوع سے پہلے اور بعد تو حین یسجد کا معنی بھی یہی ہوگا دونوں سجدوں سے پہلے اور بعد میں رفع یدین نہ کرے اب یہ گنتی ابوداؤد کی رفع یدین کے برابر کر دکھائے تو ہم اسے ابوداؤد والی حدیث کا ضعیف شاہد مان لیں گے اور اس ابن ماجہ کی حدیث میں حتی فارق الدنیا کا لفظ دکھا دیں تو ہم اس کو المعجم کی حدیث کا ضعیف شاہد مان لیں گے لیکن وہ قیامت تک دھوکہ دیں گے دکھا نہ سکیں گے۔

(۲۰) ص ۵۵ پر نمبر ۲ پر محمد بن مصعب کی روایت کو شاہد بنانے کی کوشش کی ہے مگر خود ہی اسے ضعیف مانا ہے اس کا بھی متن درج نہیں کیا کیونکہ یہ ضعیف روایت بھی نہ ابوداؤد کی روایت کی شاہد بن سکتی ہے اور نہ ہی المعجم کی روایت کی۔ سوائے دھوکے اور فریب کے کچھ ان کے پلے نہیں ہے۔

(۲۱) ص ۵۵ عمرو بن علی کے طریق سے حضرت ابوھریرہؓ کی حدیث کو شاہد بنانے کی ناکام کوشش کی ہے لیکن اس کا بھی متن درج نہیں کیا کیونکہ اس کے الفاظ ہیں کان یرفع یدیه فی کل خفض ورفع اور ہر اونچ نیچ پر رفع یدین کریں تو ۲۸ جگہ رفع یدین کرنا پڑتی ہے جبکہ ابوداؤد کی حدیث سے زبیر زئی صرف دس جگہ کی رفع یدین مانتا ہے تو پہلی جماعت کا

بچہ بھی دس سے اٹھائیس نہیں مان سکتا۔ جس طرح متن کا ذکر نہیں کیا اسی طرح امام دار قطنی الشافعی کا فیصلہ بھی نہیں بتایا کہ رفع یدین کے ذکر کرنے میں عمرو بن علی کا کوئی متابع نہیں باقی راوی اسے لفظ تکبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہی صحیح ہے (نصب الرایہ، ص ۴۱۴ ج ۱) اسی طرح اس میں حتی فارق الدنیا بھی نہیں تو نہ یہ حدیث ابوداؤد کی شاہد بنی اور نہ ہی المعجم ابن الاعرابی کی۔

(۲۲) اسی طرح اس دھوکے باز نے ص ۵۷ پر صالح بن ابی الاخضر کے طریق کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اسے ضعیف بھی لکھا ہے مگر اس کا بھی متن بالکل نہیں لکھا فکان یرفع اذا سجد واذا نھض من الرکعتین الخ کہ حضرت ابوھریرہؓ جب سجدہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو رفع یدین کرتے اور فرماتے خدا کی قسم یہ نماز نبی پاک کی نماز کے مشابہ ہے اور نہ ہی خود ابوحاتم الشافعی کا فیصلہ لکھا کہ ھذا خطاء یہ حدیث غلط ہے صحیح یہ ہے کہ وہ تکبیر کہتے تھے اس میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے (نصب الرایہ ص ۴۱۴ ج ۱)

(۲۳) مرفوعات سے مایوس ہو کر اب موقوفات کی طرف بھاگا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ قطعاً رفع یدین کرتے تھے۔ امام بخاریؒ نے جزء رفع یدین نمبر ۲۲ میں صحیح سند سے رکوع کی تکبیر اور رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ رفع یدین روایت کیا ہے لیکن سند میں تحریف کی ہے پہلے تمام مطبوعہ نسخوں میں راوی قیس بن سعید ہے غیر مقلدین نے نام بدل کر قیس بن سعد کر دیا ہے اور متن بھی نہیں لکھا کہ متن یوں ہے کان یرفع یدیہ اذا کبر واذا رفع۔ اس کے ترجمہ میں تحریف معنوی کر کے رکوع کا لفظ لکھ دیا ہے۔ سند میں بھی تحریف کی اور متن میں بھی تحریف معنوی مگر مقصد پھر بھی پورا نہ ہوا نہ اس میں مذکور رفع یدین کی گنتی ابوداؤد والی حدیث سے ملتی ہے کہ اس کو ابوداؤد کی حدیث کا شاہد کہا جائے اور نہ ہی اس میں حتی فارق الدنیا ہے کہ اس کو المعجم ابن الاعرابی کی روایت کا شاہد کہیں۔ تحریفات بھی کیں اور مقصد بھی حل نہ ہوا یہی "خسر الدنیا والآخرة" ہے معاذ اللہ۔

(۲۴) ص ۵۸ پر جزء رفع یدین نمبر ۱۹ سے ابو ہریرہؓ کی روایت کا ذکر کیا ہے مگر یہاں سند کے راویوں کا اشارہ تک نہیں کیا کیونکہ سند میں محمد بن اسحاق کا عنعنہ ہے اور غیر مقلدین بھی مانتے ہیں کہ اس کی معنعن حدیث ضعیف ہوتی ہے اور متن بھی ذکر نہیں کیا تا کہ لوگوں کو اس فریب کا پتہ نہ چل جائے کہ اس متن کی رفع یدین کی گنتی نہ ابوداؤد والی حدیث کی رفع یدین کی گنتی کے برابر ہے اور نہ ہی اس میں حتی فارق الدنیا ہے تو محض نمبر بڑھا کر دھوکہ دیا جار ہا ہے۔ سندوں میں تحریف اور متن میں کتمان کے بارہ میں تو یہ صاحب روافض کو بھی مات کر گئے ہیں مگر بنا کچھ نہیں۔

(۲۵) آخر میں المعجم ابن الاعرابی کی روایت کا ایک شاہد طبرانی کی مسند الشامیین سے ذکر کیا ہے لیکن سند کے پہلے راوی حصین بن وهب کے بارہ میں خود اعتراف کیا ہے کہ اس کے حالات مجھے نہیں ملے، ص ۶۲، سند کے دوسرے راوی زکریا بن نافع کی توثیق ثابت نہ کر سکا صرف تہذیب کے حوالہ سے لکھ دیا کہ زکریا بن نافع ہے۔ یعقوب بن سفیان فارسی روایت کرتے ہیں اور ان کے استاد ثقہ ہیں حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ تہذیب التہذیب میں یعقوب بن سفیان کے اساتذہ میں زکریا بن نافع کا سرے سے نام ہی نہیں۔ اس لئے اس کی توثیق بطریق محدثین ثابت کرنی اس پر فرض ہے۔ تیسرا راوی عباد عناد الخواص ہے۔ ابن حبان نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس پر تصوف اور عبادت کا غلبہ تھا۔ اس لئے حفظ اور ضبط سے غافل تھا اس لئے اپنے وہم کے موافق روایات بیان کرتا تھا اسی لئے اس کی روایات میں مناکیر کی کثرت ہوگئی اور وہ متروک ہوگیا (تہذیب التہذیب ص ۹۷ ج ۵) اس جرح مفسر کے بعد کسی کی تعدیل مبہم قبول نہیں ہوسکتی۔ زبیر علی نے اس مفسر جرح کا نام تک نہیں لیا خدا ایسی ضد اور ایسے تعصب سے بچائے اور خود عبداللہ بن معج کی توثیق بھی ثابت نہیں ہے اور متن میں حتی فارق الدنیا بھی نہیں ہے۔ خدا جانے زبیر علی زئی کو شاہد پرستی کا ہیضہ ہے لیکن شاہد کا معنی بھی نہیں جانتا جیسے شھر ھدیه اور رفع یدیه کے عام اور

خاص کا فرق بھی بیچارے کو معلوم نہیں۔ ایسے ہی علمی پوتے امت میں افتراق وشقاق کے علمبردار ہیں۔

(۲۶) نیا طرز استدلال ہے۔ زبیر علی اور عبدالجبار سلفی نے اب ایک نیا طرز استدلال نکالا ہے کہ رفع یدین کا ذکر حدیث ابوداؤد سے لے لیا اور رفارق الدنیا کا ٹکڑا تکبیراتِ انتقال والی حدیث سے لے کر دونوں کو ویلڈ نگ کر لیا۔ اگر یہ طریقہ استدلال تو کل کوئی مرزائی قرآن کی ایک آیت سے غلام کا لفظ دوسری آیت سے احمد کا لفظ اور تیسری آیت سے نبی کا لفظ لے کر تینوں کو ویلڈ نگ کر کے غلام احمد کا نبی ہونا قرآن سے ثابت کر دے گا۔ غیر مقلد ایک ایسا بے اصول فرقہ ہے کہ ایسا انداز اختیار کرتے ہیں جس کا اسلام کو نقصان اور کفر کو فائدہ ہو۔

(۲۷) غیر مقلد کے بارہ میں یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ وہ کسی کی بات نہیں مانتا لیکن اصل غیر مقلد وہ ہے جو اپنی بات پر بھی قائم نہ رہے زبیر علی زئی نے مسند حمیدی میں مذکور حدیث رسول ﷺ کے ماننے سے اس لئے انکار کر دیا ہے کہ عصر حاضر سے پہلے کسی حنفی نے یہ روایت اپنے استدلال میں پیش نہیں کی ص ۸۔ اب یہی سوال ہے کہ المعجم ابن الاعرابی کی یہ روایت نہ کسی شافعی نے کبھی پیش کی نہ حنبلی نے اور نہ ہی کسی غیر مقلد نے۔ آخر یہ رافضیوں کے امام کی طرح صدیوں کہاں غائب رہی۔ نہ یہ فتح الباری میں آئی، نہ تلخیص الحبیر میں، نہ یہ ابن قدامہ کو ملی، نہ ابن ملقن کو۔

(۲۸) تواتر اور شاذ:

دسویں صدی کے علامہ سیوطی کی تقلید میں زبیر علی زئی کا یہ دعویٰ ہے کہ رکوع کی رفع یدین متواتر ہے۔ متواتر کے ساتھ خبر واحد صحیح متفق علیہ سے بھی کوئی اضافہ جائز نہیں مثلاً متواتر قرآن پاک میں متواتر آیت **وانذر عشیرتک الاقربین** ہے لیکن بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث میں اس کے بعد **ورھطک منھم المخلصین** کا اضافہ ہے لیکن آج تک اس اضافہ کے ساتھ کسی نے قرآن شائع نہیں کیا کیونکہ متواتر کے ساتھ شاذ کا ویلڈ نگ

قطعاً درست نہیں۔ اسی طرح ثبوتِ رفع یدین زبیر علی کے ہاں متواتر ہے اور دوام رفع یدین کا ذکر المعجم ابن الاعرابی کی اس منکر روایت کے علاوہ کہیں نہیں اور پھر یہ اضافہ اس عملی تواتر کے بھی خلاف ہے کہ ترک رفع یدین کو امت میں اور خاص اس ملک میں عملی تواتر حاصل ہے تو جس طرح متواتر قرآن کے خلاف منکر قراءتیں واجب الرد ہوتی ہیں۔ اسی طرح ترک رفع یدین کے تواترِ عملی کے خلاف ایسی منکر روایات قطعاً واجب الرد ہیں نہ یہ کہ اس کو لے کر امت میں فتنہ ڈالا جائے جو اشد من القتل ہے۔

اصل حدیث:

(۱) عن ابی هریرةؓ قال كان رسول الله ﷺ اذا دخل فى الصلوٰة رفع يديه مداً (ابو داوٗد ص۱۱۰ ج۱)

حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تھے تو خوب ہاتھ دراز کر کے رفع یدین کرتے۔

(۲) عن نعيم المجمر و ابا جعفر القارى عن ابى هريرةؓ انه كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ويكبر كلما خفض و رفع ويقول انا اشبهكم صلاةً برسول الله ﷺ (التمهيد ص۲۱۵ ج۹)

امام مالکؒ بواسطہ نعیم المجمر اور ابو جعفر القاری رحمہما اللہ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ رفع یدین تو نماز شروع کرتے وقت کرتے تھے اور تکبیر ہر اونچ نیچ پر کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔

(۳) الامام المجتہد محمد بن حسن شیبانیؒ فرماتے ہیں "نہایت مضبوط طریقوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ پس علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ رسول اقدس ﷺ کی نماز کو عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ جانتے تھے کیونکہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب جماعت کھڑی ہو تو میرے قریب سمجھ میں پختہ کار

لوگ کھڑے ہوں پھر ان سے کم درجہ کے پھر ان سے کم درجہ کے۔ ہم نہیں دیکھتے کہ رسول پاک ﷺ کی جماعت میں اہل بدر سے کوئی آگے بڑھتا ہو۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ صف اول و دوم میں اہل بدر اور ان کے ہم مرتبہ لوگ ہوتے تھے اور عبداللہ بن عمر اور ان کے ہم عمر نوجوان اہل بدر کے پیچھے ہوتے تھے۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور ان کے ہم مرتبہ لوگ رسول اقدس ﷺ کی نماز کو زیادہ جانتے تھے کیونکہ دوسروں کی نسبت وہ آپ کے زیادہ قریب ہوتے اور وہ خوب پہچانتے تھے کہ آپ ﷺ نماز میں کیا کرتے ہیں اور کیا چھوڑتے ہیں۔ اس کے علاوہ اہل مدینہ کے فقیہ مالک بن انس نے نعیم المجمر اور ابو جعفر القاری کے واسطہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوھریرہؓ انہیں نماز پڑھاتے تو ہر اونچ نیچ پر تکبیر کہتے اور رفع یدین صرف نماز کی پہلی تکبیر کے ساتھ کرتے پس یہ تمہاری روایت کردہ حدیث (تحریمہ کے بعد ترک رفع یدین میں) حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث کے موافق ہے (کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ ۱۔۹۵)

(۴) اخبرنا مالک اخبرنا ابن شهاب عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن بن عوف انه اخبرهٗ ان ابا هريرةؓ كان يصلي بهم فكبر كلما خفض و رفع ثم اذا انصرف قال واللّٰه انی لاشبهكم صلوٰة برسول اللّٰه ﷺ۔

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوھریرہؓ انہیں نماز پڑھاتے اور تمام انتقالات (اونچ نیچ) میں تکبیر کہتے۔ پھر جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ میں تم میں رسول اقدس ﷺ کی نماز میں سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔

(۵) ان ہی ابو سلمہ اور ان کے بھائی ابوبکر سے امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی یہی حدیث مفصل روایت کی ہے کہ حضرت ابوھریرہؓ تمام انتقالات میں تکبیریں کہتے البتہ رکوع کے بعد سمع اللّٰه لمن حمده، ربنا لك الحمد کہتے اور فرماتے کہ میں رسول اقدس ﷺ کی نماز میں تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں اور یہ بات قسمیہ فرماتے اور فرماتے ان كانت هذه لصلاته حتى فارق الدنيا۔ یہی نماز آپ وصال تک ادا فرماتے رہے

(بخاری ص ۱۰۱ ج ۱)۔ حضرت ابوھریرہؓ کی یہ وہ احادیث ہیں جن کی صحت پر امت کا اجماع ہے اور خاص کر دوسری اور تیسری حدیث تو اتنی عالی سند سے ہیں کہ امام مالکؒ اور حضرت ابوھریرہؓ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے اور وہ بھی ڈبل۔ اتنی عالی سند سے رفع یدین انتقالات کی کوئی حدیث دنیا کی کسی کتاب میں موجود نہیں اگر کوئی غیر مقلد اتنی عالی سند سے صرف ثبوت رفع یدین دس جگہ اور نفی رفع یدین ۱۸ جگہ دکھادے تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ ان ہر دو احادیث کی سند میں سارے راوی صرف خیر القرون کے ہیں۔

اسی لئے ان تمام احادیث کی سندوں پر کلام کرنے سے تو غیر مقلدین کا شیخ الجرح والتعدیل بھی گونگا ہو کر گزر گیا ہے۔ بس یہ کہہ کر جان چھڑائی ہے کہ اصول میں یہ بات مقرر ہے کہ عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہوتا ص ۱۶۔ کاش اس کا نبی پاک کی اس مشہور حدیث پر ایمان ہوتا کہ **رب حامل فقه غير فقيه الحديث**۔ جس کا خلاصہ اور مطلب یہ ہے کہ قرآن حدیث کی تفہیم میں فہم فقیہ حجت ہوتا ہے نہ کہ فہم سفیہ۔ جب خیر القرون میں مجتہد و فقیہ لاثانی امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے امام مالکؒ کے خلاف ان احادیث سے ترک رفع یدین پر استدلال فرمایا ہے تو فقیہ کے مقابلہ میں آپ جیسے سفیہ کی کون سنتا ہے۔ پھر امام ابوداؤدؒ نے بھی ص ۱۰۸ پر حضرت ابوھریرہؓ کی وہ حدیث نقل کی ہے جس کو البانی نے ضعیف قرار دیا ہے اس کے بعد ص ۱۰۱ ج ۱ پر ان احادیث سے پہلی حدیث ذکر کر کے اس سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے اور امام ابوداؤد کا ذکر جس طرح طبقاتِ محدثین میں ہے اسی طرح طبقات فقہاء میں بھی ہے۔ امام بخاریؒ کا ذکر اگر چہ طبقاتِ فقہاء میں نہیں آتا مگر بخاری کے ابواب آپ کی فقاہت کی دلیل ہیں۔ آپ نے بھی بخاری ص ۱۳۷ ج ۱ پر باب باندھا ہے کہ نماز استقاء میں چادر الٹنی چاہیے یہاں صاف لفظ روایت کیے ہیں "قلب رداءه" مگر ص ۱۳۸ ج ۱ پر چادر نہ الٹنے کا باب باندھا ہے اور صرف عدم ذکر سے استدلال کیا ہے۔ اصل بات بالکل صاف ہے کہ احادیث انتقالات میں نماز کا ذکر ہے، یہ چونکہ آخر عمر تک رہیں اس لئے ان کے ساتھ **حتی فارق الدنیا** روایت کیا اور رفع یدین چونکہ آخر تک نہیں رہی اس لئے اس کے ساتھ **حتی**

فارق الدنیا نہیں آیا۔ یہاں انتقالات کا بیان ہے تکبیرات باقی رہیں ان کا ذکر فرمایا رفع یدین باقی نہ رہی وہاں سکوت فرمایا اور اصول مقرر ہے کہ السکوت فی معرض البیان بیان۔ اسی اصول کو مجتہد امام محمدؒ۔ فقیہ ومحدث امام ابوداؤد اور المحدث امام بخاریؒ نے استعمال فرمایا ہے۔ خیر القرون کے استدلال کے خلاف شر القرون کے کسی شخص کی غوغا آرائی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ الغرض تکبیرات انتقال کے ساتھ جس طرح حتی فارق الدنیا نہایت صحیح حدیث سے ثابت ہے جس کی صحت پر اجماع ہے اور اس پر عمل بھی متواتر ہے۔ اسی طرح رفع یدین دس کے اثبات ۱۸ کی نفی کے ساتھ حتی فارق الدنیا کے الفاظ ایسی حدیث میں دکھائیں جس کی صحت پر اجماع ہو اور اسے تواتر کی تائید حاصل ہو۔ اس سے بالکل عاجز رہے ہیں۔

نماز سے متعلق چند سوالات

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نماز ایک اہم عبادت ہے جو مسلمان روزانہ پانچ دفعہ ادا کرتے ہیں۔ اس میں کوئی مسئلہ پیش آئے تو علماء سے پوچھ لیا جاتا ہے۔ ایک طالبعلم نے یہ تین سوالات کسی نام نہاد اہل حدیث عالم سے پوچھے (۱) حکم ہے جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہے۔ ایک مقتدی اس وقت جماعت میں شامل ہوا جب امام غیر **المغضوب علیهم** پڑھ چکا تھا تو وہ امام کے ساتھ (اپنی فاتحہ پڑھنے سے پہلے) آمین کہے یا پہلے فاتحہ پڑھے پھر اپنی فاتحہ کے ختم پر آمین کہے اس بارہ میں کوئی حدیث پیش کریں جس میں اس مسئلہ کی وضاحت ہو۔

(۲) ایک آدمی اس وقت جماعت میں شریک ہوا جب امام نصف فاتحہ پڑھ چکا تھا اس مقتدی نے ابھی آدھی فاتحہ پڑھی تھی کہ امام نے فاتحہ ختم کر لی اب یہ امام کے ساتھ آدھی فاتحہ میں آمین کہے یا اپنی پوری فاتحہ پڑھ کر یا دو دفعہ کہے ایک درمیان فاتحہ میں کیا یہ تحریف نہ ہوگی اور ایک اپنی فاتحہ کے بعد۔ ایسی حدیث پاک تحریر فرمائیں کہ یہ مقتدی فاتحہ پڑھتا رہے آمین نہ کہے یا فاتحہ چھوڑ کر آمین کہے۔

(۳) اگر نماز میں شلوار ٹخنوں سے نیچی ہو تو بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اس کی کوئی صحیح حدیث پیش کریں۔ یہ تین سوالات تھے جو عموماً ہر مسجد میں روزانہ پیش آتے ہیں وہ کونسی مسجد ہے جس میں کوئی مقتدی دورانِ فاتحہ یا ختم فاتحہ کے وقت شامل نہ ہوتا ہو۔ مدرسہ عام خاص باغ ملتان کے غیر مقلد مفتی نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ یہ سوالات کرنے والا کافر اور بے ایمان ہے اسے توبہ کرنا چاہیے۔ عرض ہے کہ مفتی قرآن پاک کی آیت یا رسول پاک

ﷺ کی صحیح صریح غیر معارض حدیث لکھیں جس کے ترجمہ سے پتہ چل جائے کہ یہ تینوں سوال کفر اور بے ایمانی ہیں۔ ہم فوراً توبہ کرلیں گے ورنہ انہیں یہ حدیث پاک یاد ہوگی کہ جو کسی کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہو تو وہ کفر کہنے والے پر لوٹ آتا ہے چونکہ مفتی صاحب نے ہمیں بلا وجہ کافر کہا ہے اس لئے بمطابق حدیث پاک یہ کفر اُن پر لوٹ چکا ہے۔ اس لئے ہم اسے کافر بے ایمان مفتی لکھتے ہیں۔ ہاں اگر وہ قرآن حدیث سے ان تین سوالوں کا کفر ہونا دکھا دیں تو ہم اس قول سے معذرت کرلیں گے۔

(۲) اس کے بعد کافر بے ایمان مفتی نے پہلے سوال کا جواب دیا ہے کہ وہ مقتدی اپنی فاتحہ جاری رکھے گا اور اپنی فاتحہ ختم کر کے آمین کہے گا۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ اپنی فاتحہ ختم کر کے آمین بلند آواز سے کہے گا یا آہستہ آواز سے۔ اور اس مسئلہ کے ثبوت میں نہ کوئی آیت لکھی ہے نہ حدیث کہ امام سورت بلند آواز سے پڑھتا رہے۔ مقتدی فاتحہ آہستہ آواز سے پڑھتا رہے پھر آہستہ آواز سے آمین کہے۔ اس مسئلہ پر صریح آیت اور صحیح صریح غیر معارض حدیث ہو تو ضرور باترجمہ اور باسند و باترجمہ حدیث لکھیں۔ آیت اور حدیث لکھنے سے کوئی شخص کافر اور بے ایمان نہیں ہو جاتا۔ ہاں کسی کو بلا وجہ کافر بے ایمان کہنے سے کافر بے ایمان ہو جاتا ہے۔

(۳) کافر بے ایمان مفتی نے دوسرے سوال کو بھی بے ایمانی قرار دیا ہے اس کا ثبوت آیت و حدیث سے دے۔

(۴) پھر دوسرے سوال کے جواب میں بھی یہی لکھا ہے کہ وہ فاتحہ پڑھتا رہے (امام کی آمین کے ساتھ آمین نہ کہے اس حدیث پاک کی کھلی مخالفت کرے) اور پھر آہستہ آواز سے آمین کہے۔ اس پر بھی اس کافر بے ایمان مفتی نے نہ آیت پیش کی اور نہ حدیث۔

(۵) بلکہ اللہ کے نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بول دیا کہ ان کے فرمان 'لا صلوٰۃ' کا یہی ترجمہ ہے۔ نبی پاک پر جھوٹ بولنا اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا ہے۔

(۶) تیسرے سوال کے جواب میں کافر بے ایمان مفتی نے ایک حدیث لکھی ہے مگر آپ کے لشکر طیبہ کی کتاب ''آپ کے سوال کتاب وسنت کی روشنی میں'' کے ص ۵۷ پر لکھا

ہے اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اس کی سند میں یحییٰ بن ابی کثیر راوی مجہول ہے۔ لہذا جب یہ حدیث کمزور ہے اور کسی محدث نے اسے نواقض وضو میں شمار نہیں کیا۔ تو جس آدمی کا کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جائے۔ اس کا وضو نہیں ٹوٹتا ص ۶ ۷۔ اس خناس نے اپنا نام بھی نہیں لکھا۔ اگر اب مذکورہ پانچوں باتوں پر نمبروار ایک ایک آیت سے ترجمہ یا ایک ایک حدیث جس کو خدا یا رسول نے صحیح کہا ہو اور یہ مسائل صراحت سے ہوں اور غیر معارض ہوں تو ہم مفتی صاحب کو کافر بے ایمان کہنے سے توبہ کر لیں گے۔

20-09-99

نو لاکھ کی انعامی رقم ...... نامرداں بکوشید

مسئلہ رفع یدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد:

کئی سال گزرے جلال پور پیر والا کے شیخ الحدیث جناب سلطان محمود صاحب اور ان کے جناب رفیق اثری صاحب نے رفع یدین کے بارہ میں فتویٰ دیا۔ اس میں وہ اپنا دعویٰ ثابت کرنے میں سو فیصد عاجز رہے البتہ پانچ جھوٹ بولے۔ ان کی جواب دہی کا قرضہ سر پر لے کر اول الذکر تو دنیا ہی چھوڑ گئے اور لوگ یہی کہتے رہ گئے

گلی ہم نے کہی تھی تم تو دنیا چھوڑے جاتے ہو

ثانی الذکر باسی کڑھی پھر ابال آیا

مگر ہمارے جواب الجواب پر سکوتِ مرگ طاری رہا۔ اب کئی سال کے بعد ثانی الذکر نے پھر ایک شوشہ چھوڑ دیا۔ ہمیں امید تھی کہ ثانی صاحب جو خاموش ہیں وہ پہلی جماعت میں کہیں داخل ہو کر گنتی یاد کر رہے ہوں گے تاکہ وہ اپنی رفع یدین کا اثبات بھی گن لیں اور نفی بھی، لیکن یقین ہو گیا کہ نہ ان کو آج تک گنتی یاد ہوئی ہے نہ قیامت تک یاد ہو گی۔ اسی طرح اتنی موٹی بات کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں جس کو ان پڑھ سے ان پڑھ آدمی بھی سمجھ لیتا ہے وہ سمجھ چکے ہوں گے مگر اس جہالت کی مثال اس سے پہلے کہیں نہیں ملی۔ ان کا فعل یہ ہے کہ دو سجدوں سے کھڑے ہو کر یعنی دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں وہ دونوں ہاتھ کبھی کندھوں تک نہیں اٹھاتے اور دو رکعتوں سے اٹھ کر یعنی تیسری رکعت کے شروع میں ہمیشہ کندھوں تک اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح ہر رکعت میں

رکوع سے پہلے اور رکوع سے کھڑے ہو کر ہمیشہ دونوں ہاتھ کندھے تک اٹھاتے ہیں اور دونوں سجدوں سے پہلے، دونوں سجدوں میں، دونوں سجدوں کے درمیان اور دو سجدوں کے بعد کبھی بھی اپنے ہاتھ کندھوں تک نہیں اٹھاتے اور ان کا قول یہ ہے کہ یہ طریقہ سنت مؤکدہ متواترہ ہے۔ پہلے دن سے آخری نماز تک آپ ﷺ تمام خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ اور تمام صحابہؓ اسی طرح نماز پڑھتے رہے جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی جو ایک بھی سنتِ مؤکدہ متواترہ کو جان بوجھ کر چھوڑے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس لئے ثانی صاحب

(۱) جو چار رکعت نماز میں اٹھارہ جگہ رفع یدین نہیں کرتے۔ ان میں سے ایک حدیث سے یہ گنتی پوری کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

(۲) اگر ان مذکورہ روایات میں اپنی دس جگہ کی گنتی اور کندھوں تک ہاتھ اٹھانا اور ساری عمر کا لفظ اور نماز نہ ہونے کا ذکر دکھا دیں تو ایک لاکھ انعام۔

(۳) جناب نے لکھا ہے ''حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کے ساتھ آخری نماز کھڑے ہو کر پڑھی (صحیح بخاری) اگر آپ صحیح بخاری سے اس آخری نماز میں حضور ﷺ اور صدیق اکبرؓ سے ۱۸ جگہ کی نفی، دس جگہ کا اثبات، اس کے بغیر نماز نہ ہونے کا ذکر دکھا دیں تو ایک لاکھ انعام۔

(۴) جناب نے لکھا ہے ''وائل بن حجرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں وفات سے چند ماہ پہلے تشریف لائے (صحیح مسلم ص ۱۷۳ ج ۱) یہ صحیح مسلم میں اس جگہ دکھا دیں تو ایک لاکھ روپے انعام۔

(۵) حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث میں ۱۸ جگہ کی نفی، دس جگہ کا اثبات، کندھوں تک ہاتھ، آخری نماز کا لفظ اور جو نہ کرے نماز نہیں ہوتی اور پھر اسی حدیث میں صلّوا کما رأیتمونی اصلی دکھا دیں تو ایک لاکھ روپیہ انعام۔

(۶) جن صحابہ کے نام بحوالہ بیہقی درج کیے ان کی احادیث مع سند و متن جس میں ۱۸ جگہ کی نفی ۱۰ جگہ کا اثبات کندھوں تک۔ آخری نماز کا لفظ جو یہ رفع یدین نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی پیش کریں تو ایک لاکھ روپیہ فی حدیث انعام۔

(۷) ان میں سے کسی ایک حدیث کو اپنی مسلمہ دلیل شرعی فرمان خدا وفرمان رسول سے صحیح ثابت کردیں تو ایک لاکھ روپے انعام۔

(۸) جابر بن سمرہؓ کی سلام والی حدیث میں رفع یدین کندھوں تک کا لفظ دکھادیں تو ایک لاکھ روپیہ انعام۔

(۹) اکیلے اکیلے نمازی بھی دوسرے نمازی کے لئے سلام کی نیت کریں یہ حدیث دکھادیں تو ایک لاکھ روپیہ انعام، کلیم شفیع، خلیل الرحمٰن، عبدالحمید بھی ثانی کی مدد کریں تاکہ انعام کی رقم سے حصہ وصول کرسکیں۔ فقط ۱۶/ستمبر ۱۹۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب ایم۔اے خان محمدی کا سوال نامہ کل مؤرخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۹۹ء کو معلوم ہوا کہ وہ تحقیق کرر ہے ہیں۔

(۱) عزیزم تحقیق اہلِ فن کیا کرتے ہیں نہ کہ جاہل۔ چیف جسٹس کے فیصلوں کی تحقیق کوئی چمار کرے۔ سونے اور جواہرات کی تحقیق کمہار کرے۔ اس کو تحقیق نہیں کہتے فرمان رسول ﷺ ہے **اذا وسد الامر الی غیر اہلہ فانتظر الساعۃ** (بخاری) جناب بھی دین پر قیامت ڈھائیں گے۔

(۲) پہلی تحقیق جناب کی یہ ہے کہ اپنا نام چھپالیا۔ کیا والدین نے آپ کا نام یہی رکھا تھا۔ایم۔اے۔خاں محمدی، موت پیدائش کے رجسٹر اور سکول کے سرٹیفکیٹ پر آپ کا یہی نام ہے تو فوٹو سٹیٹ مصدقہ ارسال فرمائیں ورنہ قرآن پاک میں وسوسے ڈال کر چھپ جانے والے کو محمدی نہیں خناس کہتا ہے۔

(۳) کیا محمدی کہلانے کا اللہ رسول نے حکم دیا اور خلفائے راشدین محمدی کہلاتے تھے یا یہ صرف عیسائی اور مرزائی کی تقلید ہے؟

(۴) جناب نے تقلید کی تعریف اور حکم پوچھا ہے جبکہ آپ کے پاس مجموعہ رسائل ہے اس کے حصہ دوم ص ۳۶۸ پر باحوالہ اس کا جواب موجود ہے اور پھر ص ۳۸۴ تک اسی تقلید کے بارہ میں ۸۵ سوالات ہیں جو کئی سالوں سے جناب جیسے محققین پر قرض ہیں۔اس لئے آپ پہلی فرصت میں ان ۸۵ سوالات کا جواب اپنے اور کسی ذمہ دار غیر مقلد عالم کے دستخطوں سے مزین کر کے بھیجیں تاکہ پتہ چلے کہ جناب واقعۃً تحقیق کرر ہے ہیں۔

(۵) سوال نمبر ۱۹ میں جناب نے ائمہ اربعہ کے اقوال نقل کیے ہیں یہ سبیل الرسول سے لیے ہیں (۱) ص ۱۹۱ (۲) ۱۹۴ (۳) ص ۱۹۰ (۴) ص ۱۹۸ (۵) ص ۱۹۶، ب ص ۱۹۶، ۶ ص ۱۹۴ سے لئے ہیں۔اسی سبیل الرسول ص ۱۳۷ پر ہے کہ امام ابو حنیفہؒ ۱۵۰ھ امام مالکؒ ۱۷۹

ھ میں امام شافعیؒ ۲۰۴ھ میں امام احمد ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔ اور آپ نے یہ اقوال سبیل الرسول سے سبیل الرسول والے نے شعرانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی عقد الجید سے لکھے ہیں۔ علامہ شعرانی دسویں صدی ہجری کے امام شافعیؒ کے مقلد بزرگ ہیں تو شعرانی سے ائمہ اربعہ تک کوئی سند ہو تو لکھ کر اس کے رجال کی توثیق تحریر کریں تا کہ پتہ چلے کہ آپ واقعی تحقیق کر رہے ہیں۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ کی کتاب عقد الجید سے ائمہ اربعہ کے اقوال نقل کئے ہیں شاہ صاحب کی وفات ۱۱۷۹ھ ہے یہ بارہویں صدی کے بزرگ ہیں ان سے ائمہ تک صحیح سند لکھیں۔

(۶) اہل سنت بھی مسائل اجتہادیہ میں مجتہدین پر اجتہاد واجب کہتے ہیں اور غیر مجتہد پر مسائل اجتہادیہ میں تقلید واجب ہے۔ ائمہ اربعہ کا یہ خطاب مجتہدین کو تھا جو خود کتاب وسنت سے اجتہادی مسائل نکال سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا جہاں سے ہم لیتے ہیں وہاں سے لو۔ تو ہم بھی مجتہدین کو تقلید سے منع کرتے ہیں۔ اگر کسی امام نے غیر مجتہد کو کہا ہے کہ تقلید حرام ہے تم خود اجتہاد کرو تو یہ صراحت بہ ثبوت دکھاؤ۔ ورنہ مجتہدین روئے خطاب کو غیر مجتہدین پر چسپاں کرنا یحرفون الکلم عن مواضعہ کی بدترین مثال ہے۔

(۷) سوال نمبر ۲۰ پر آپ نے ترتیب لکھی ہے: قرآن، سنت، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، ائمہ اربعہ۔ ادھر سوال نمبر ۱۲ میں آپ نے لکھا ہے کہ دین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مکمل تھا یا نامکمل۔ تو ذرا وضاحت فرما دیں کہ کیا قرآن وسنت میں دین نامکمل ہے کہ اس کو مکمل کرنے کے لئے خلفائے راشدین کی ضرورت پڑی۔ ان کا دین بھی نامکمل رہا، پھر دوسرے صحابہ کرام کی ضرورت پڑی، پھر سب صحابہ کا دین نامکمل رہا اور چار اماموں کی ضرورت۔ پھر چاروں امام بھی جناب ایم۔اے خان محمدی کی عدالت میں ملزموں میں کھڑے کرنے ضروری ہوں اور دین میں آخری فیصلہ نہ خدا کا رہے نہ رسول کا، نہ خلیفہ راشد کا نہ صحابی کا نہ امام کا۔ آخری جج ایم۔اے خان ہو، وہ کبھی امام ابوحنیفہؒ کو مجرم قرار دے، کبھی امام مالکؒ کو، کبھی امام شافعیؒ کو، کبھی امام احمدؒ کو جل جلالہٗ

(۸) آپ اپنی نماز کی مکمل ترتیب اور مکمل احکام قرآن وحدیث سے لکھ دیں یہ آپ کی جماعت پر قرض ہے۔ بڑا احسان ہوگا۔ فقط محمد امین عفی عنہ ۹۹-۰۹-۲۱

مسئلہ طلاقِ ثلٰثہ......ردِّ غیر مقلدیت

(ان سوالات کے جوابات صرف قرآن اور حدیث سے باحوالہ دیں)

سوالات:

(۱) طلاق دینا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے یا ناپسند؟ کیا ناپسند ہونے کے باوجود بھی طلاق واقع ہو جائے گی؟ (۲) ایک عورت بہت نیک ہے، اس کی طرف سے خاوند کی کوئی نافرمانی نہیں پائی گئی مگر خاوند اس کو بغیر قصور کے طلاق دے دیتا ہے، اس پر خاوند کو گناہ ہوگا یا نہیں؟ اس گناہ کی کوئی حد شرعی ہے اور باوجود گناہ کے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ (۳) ایک شخص نے بیوی کو اس کے طہر میں طلاق دی، ابن عباس اس کو حرام فرماتے ہیں یہ حرام طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ (۴) ایک شخص نے بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی جو حرام ہے، اس حرام کاری پر مرد پر کوئی حد جاری ہوگی یا نہیں؟ (۵) کیا حیض کی حالت میں دی ہوئی یہ طلاق واقع ہو جائے گی باوجود حرام اور گناہ ہونے کے یا نہیں؟ (۶) زید نے لندن سے بذریعہ خط بیوی کو طلاق بھیجی، جب خط یہاں پہنچا اس وقت بیوی حائضہ تھی، اس نے کہا حائضہ کو طلاق دینا گناہ ہے، میں خط وصول نہیں کرتی۔ یہ طلاق باوجود وصول نہ کرنے کے واقع ہو جائے گی یا نہیں اور یہ حیض عدت میں شمار ہوگا یا نکاح میں؟ (۷) زید نے لندن سے بذریعہ خط طلاق بھیجی، اس پر یکم تاریخ درج ہے، اس تاریخ کو بیوی یہاں حائضہ تھی۔ خط راستے میں لیٹ ہو گیا، اب اسے دوسرا حیض آیا ہوا ہے تو طلاق وصول کرنے میں گناہ ہوگا یا نہیں اور یہ دونوں حیض عدت میں شمار ہوں گے یا نہیں؟ (۸) بیوی کو ماں یا بہن کہنا گناہ ہے یا نہیں؟ کیا قرآن نے اس کو قول منکر اور جھوٹ فرمایا ہے یا نہیں، اس گناہ پر کوئی حد ہے یا نہیں؟ باوجود گناہ کے ظہار کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟ (۹) کیا احادیث میں خلع کا مطالبہ کرنے

والی کو منافقہ کہا گیا ہے اور بلاوجہ خلع طلب کرنا گناہ ہے یا نہیں؟ باوجود منافقہ ہونے کے خلع کے احکام نافذ ہوں گے یا نہیں؟ (۱۰) ایک عورت کو تین طلاقیں کس طرح واقع ہوتی ہیں، اس کی تفصیل قرآن حدیث سے بیان فرمائیں؟ (۱۱) ایک عورت کو شرعی طریقہ سے صحیح طور پر تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں، اب وہ مرد اور عورت **فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا** غیرہ کے موافق پھر نکاح کرنا چاہتے ہیں، اس کا شرعی طریقہ کیا ہوگا؟ تفصیل سے تحریر فرمائیں۔ (۱۲) زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، پھر رجوع کر لیا، پانچ سال بعد پھر جھگڑا ہوا، اس نے پھر طلاق دی اور رجوع کر لیا، سات سال گزرنے کے بعد پھر اس نے طلاق دی۔ اب یہ طلاق مغلظہ ہوگی یا رجعی، اگر مغلظہ ہے تو اس کے بعد اس کو دوبارہ بیوی بنانے کا قرآن و حدیث میں کیا طریقہ ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ (۱۳) زید نے اپنی بیوی کو تین پاکیوں میں تین طلاقیں دیں، ایک مفتی صاحب نے اسے صحیح مسلم سے ایک حدیث دکھائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں، اس نے تین طلاقوں کے بعد حیض آنے سے پہلے اس حدیث کے مطابق رجوع کر لیا، اب وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہ رہے ہیں۔ مفتی صاحب کا فتویٰ درست ہے یا نہیں؟ ان کا رہنا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں، صریح حدیث سے بتائیں؟ ان دونوں کو رجم کیا جائے گا یا نہیں اور مفتی پر کیا حد شرعی ہے؟

(۱۴) زید کو ایک مفتی صاحب نے حدیث سنائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں۔ زید نے اپنی بیوی کو کہہ دیا تجھے ۹ طلاقیں۔ اب زید اور مفتی صاحب میں جھگڑا ہے، زید کہتا ہے کہ آپ کی سنائی ہوئی حدیث کے مطابق تین طلاقیں واقع ہوئیں۔ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ نہیں ایک ہوئی۔ وہ حدیث کا مطالبہ کرتا ہے کہ یا حدیث پیش کرو کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ۹ طلاقیں ایک ہوتی تھیں یا تم مانو کہ تم منکر حدیث ہو۔ زید کو حدیث دکھائی جائے۔ (۱۵) ایک مفتی صاحب نے زید کو ایک حدیث دکھائی کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک رجعی شمار ہوتی ہیں، اس نے اپنی بیوی کو ایک طلاق صبح دی، دوسری ظہر کے بعد،

تیسری عشاء کے بعد۔ زید اور مفتی دونوں اہلحدیث ہیں۔ مفتی صاحب کہتے ہیں تین مجلسوں کی تین طلاقیں ایک رجعی ہوتی ہے۔ زید اس پر حدیث کا مطالبہ کرتا ہے کہ صریح حدیث لاؤ کہ تین مجلس کی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں؟ (۱۶) زید اہل حدیث ہے، اس نے اپنی بیوی کو ایک طلاق منگل کو دی، دوسری بدھ کو، تیسری جمعرات کو۔ ایک اہل حدیث مولوی صاحب کہتے ہیں کہ تین دنوں میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک رجعی ہوتی ہے اور زید اس پر صریح حدیث کا مطالبہ کرتا ہے؟ (۱۷) زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق پہلے ہفتے دی، دوسری دوسرے ہفتے، تیسری تیسرے ہفتے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے۔ زید اس پر صریح حدیث کا مطالبہ کرتا ہے کہ تین ہفتوں کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق ہوتی ہے۔ (۱۸) زید نے اپنی بیوی کو ایسی پاکی میں طلاق دی جس میں وہ دو تین مرتبہ صحبت کر چکا تھا اور بیوی کو گھر سے نکال دیا۔ وہ اپنے ماموں کے ہاں چلی گئی، پھر ایک ماہ بعد اسے دوسری طلاق بھیجی، اس وقت وہ حائضہ تھی، پھر تیسری طلاق بھیجی، اس وقت بھی بیوی حائضہ تھی۔ اب دو سال گزرنے کے بعد ایک مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوئی۔ تینوں غیر شرعی اور حرام طلاقیں تھیں۔ اب اس فتوے کی بناء پر بغیر کسی جدید نکاح کے میاں بیوی کی طرح رہ رہے ہیں۔ ان کا یوں رہنا درست ہے یا زنا ہے؟ اگر درست ہے تو اس کی صریح حدیث پیش فرمائیں اور اگر زنا ہے تو دونوں پر رجم لازم ہے یا نہیں؟ اور مفتی کی کیا سزا ہے؟ (۱۹) صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر کے ابتدائی دور میں متعہ کر لیا کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے ہمیں اس سے منع فرما دیا۔ ایک اہل حدیث عالم کہتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ اور ابو بکرؓ کے زمانہ میں جواز متعہ پر سب صحابہ کا اجماع تھا۔ حضرت عمرؓ کا روکنا یہ ایک سیاسی حکم تھا، کوئی شرعی حکم نہیں تھا اس لئے ابن عباسؓ وغیرہ نے اس سے اختلاف کیا اور پہلے اجماع پر قائم رہے اس لئے جواز متعہ پر صحابہؓ کا اجماع ہے اور یہی حکم شرعی ہے تو اس عالم کا یہ فتویٰ درست ہے یا نہیں؟ (۲۰) صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دو تین سالوں تک تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا، یعنی عورت

رجوع کے بعد خاوند کے لئے حلال رہتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے سب صحابہؓ کے سامنے اس حلال عورت کو حرام قرار دے دیا۔ خدا کے حلال کو حرام قرار دینے والوں کو قرآن نے اربابًا من دون اللّٰہ قرار دیا ہے یا خلفائے راشدین۔ جواب قیاس سے نہ دیں، حدیث سے دیں۔ (۲۱) حضرت عمر کے اس اعلان کے بعد کتنے صحابہ اللہ ورسول کے حکم پر فتویٰ دیتے رہے، اور کتنوں نے اللہ ورسول کو چھوڑ کر عمرؓ کا ساتھ دیا، جو صحیح سندوں سے ہو؟ (۲۲) دورِ عثمانی میں کتنے صحابہ اس مسئلہ میں اللہ ورسول کے حکم پر فتویٰ دیتے رہے اور کتنے صحابہ عمرؓ کے قول پر؟

(۲۳) حضرت علیؓ کے زمانہ میں ان کا اپنا فتویٰ اور ان کے مفتیوں کا فتویٰ اللہ ورسول کی شریعت پر رہا، یا عمرؓ کی شریعت پر؟ (۲۴) اہل سنت والجماعت کے چاروں مذاہب اور ان کے امام اس مسئلہ میں اللہ ورسول کی شریعت پر فتویٰ دیتے ہیں یا عمرؓ کی شریعت پر؟ (۲۵) کیا کسی حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے سنا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دی ہیں تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ اس کو کتاب اللہ سے استہزاء فرمایا اور اتنا شدید غصہ ظاہر فرمایا کہ ایک آدمی کو یہ عرض کرنا پڑا کہ حضرت میں اسے قتل نہ کردوں۔ سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ناراضگی کا سبب کیا تھا جب تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں، وہ رجوع کرسکتا ہے تو جس طرح ایک طلاق کا سن کر آپ غصے میں نہیں آئے، اب غصہ کس بات پر آیا؟ (۲۶) امام بخاریؒ کے استاذ حدیث امام ابوبکر ابن ابی شیبہ مصنف ابن ابی شیبہ میں بہت سے صحابہ کرام اور تابعین کے فتاویٰ لائے ہیں کہ ان سے تین طلاق کا مسئلہ پوچھا گیا، انہوں نے تین طلاقوں کو گناہ بھی قرار دیا اور بیوی کو حرام قرار دیا۔ آیت فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجًا غیرہ بھی تلاوت فرمائی۔ ظاہر ہے کہ گناہ والی تین طلاقیں وہی ہیں جو غیر شرعی طریقے سے ایک ہی دفعہ دی جائیں۔ ان فتاویٰ سے یہ بات دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہوگئی کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام میں ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی تھیں اور وہ آیت فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ پڑھتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ معاذ اللہ وہ صحابہ کرام جان بوجھ کر بے موقع آیت قرآنی پڑھ کر یحرفون الکلم عن مواضعہ کے مصداق بنتے تھے یا آج کے اہل حدیث قرآن کے منکر ہو رہے ہیں؟ (۲۷) اسی کتاب میں

کئی ایک صحابہ کرام اور تابعین کے فتاوی ہیں کہ کسی نے بیوی کو کہا تجھے سو طلاق، کسی نے کہا تجھے ہزار طلاق، کسی نے کہا تجھے ستاروں جتنی طلاقیں، تو صحابہ وتابعین نے یہی فتویٰ دیا کہ تمہیں گناہ بھی ہوا اور بیوی بھی ہاتھ سے گئی۔ اب **فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره** کے بغیر وہ بیوی نہیں بن سکتی۔ کیا یہ ایک ہی دفعہ ایک سے زائد طلاق کے نفاذ کے صریح دلائل نہیں ہیں، یہ صحابہ کرام اور تابعین شریعت محمدی پر تھے یا شریعت فاروقی پر؟

(۲۸) اس کتاب میں کئی ایک صحابہ کرام اور تابعین عظام کے فتاوی ہیں کہ بیوی کو رخصتی سے پہلے تین طلاقیں دی جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ سب نے یہی فتویٰ دیا ہے کہ گناہ بھی ہوگا اور عورت بھی نکاح سے نکل گئی۔ اب **فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره** پر عمل کے بغیر وہ بیوی نہیں بن سکتی اور یہ ظاہر ہے کہ ایسی بیوی جس کی رخصتی نہیں ہوئی اس کو تین طلاقیں صرف ایک کلمہ سے ہی دی جاسکتی ہیں کہ تجھے تین طلاقیں اور کوئی طریقہ ہی نہیں۔ تو صحابہ وتابعین یہ آیت بے محل پڑھتے تھے یا اہل حدیث اس آیت کا کھلا کھلا انکار کر رہے ہیں؟ (۲۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ کا نزول آیت **فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره** کے بعد کسی نے صراحۃ بلا اختلاف تین طلاقیں دی ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجوع کا فتویٰ دیا ہو۔

نوٹ: رکانہ والا واقعہ تین طلاق کے لفظ سے نہ صحیح ہے نہ ہی ان کے اہل بیت سے مروی بلکہ ان کے خلاف ہے۔ (۳۰) حضرت ابوبکرؓ صدیق کے دور کا صرف ایک واقعہ کہ آپ کے سامنے یہ ذکر ہوا کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دی ہیں اور آپؓ نے اس کو رجوع کا حکم دیا ہو؟ (۳۱) حضرت عمرؓ کے ابتدائی تین سال کا ایک واقعہ کہ حضرت عمرؓ نے تین طلاق یکبارگی کو ایک قرار دیا ہو؟ (۳۲) پورے عہد عثمانیؓ کا ایک واقعہ بسند صحیح۔ (۳۳) پورے عہد مرتضوی کا ایک واقعہ بسند صحیح پیش فرمائیں۔ (۳۴) عہد حسن و معاویہؓ کا ایک واقعہ۔ (۳۵) بلکہ عہد یزید میں بھی کوئی ایسا واقعہ ثابت نہیں۔ (۳۶) کسی ایک صحابیؓ نے تین طلاق یکبارگی کے بعد بیوی کو رکھ لیا ہو۔ (۳۷) کسی تابعی یا تبع تابعی نے ایسا کیا ہو؟

التحلیل: ...... عن عکرمة عن ابن عباسؓ لعن رسول اللّٰہ ﷺ المحلل والمحلل له. ابن ماجہ صفحہ ۱۳۹۔

ابن عون و مجالد عن الشعبی عن الحارث عن علی قال لعن رسول اللّٰہ ﷺ المحلل والمحلل له بیہقی صفحہ ۲۰۸، جلد ۷

عن ابی مصعب مشرح بن هاعان قال عقبة بن عامر قال رسول اللّٰہ ﷺ الا اخبرکم بالتیس المستعار قالوا بلٰی یا رسول اللّٰہ قال هو المحلل لعن اللّٰہ المحلل والمحلل له، ابن ماجہ صفحہ ۱۳۹ ؛ بیہقی ص ۲۰۸، جلد ۷

عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن عبدالمالک بن المغیرة قال سئل ابن عمر عن تحلیل المرأة لزوجها فقال ذلک السفاح صفحہ ۲۰۸، جلد ۷ عب ۶-۲۶۵

عبدالرزاق عن الثوری و معمر عن الاعمش عن المسیب بن رافع عن قبیصة بن جابر الاسدی قال قال عمر بن الخطاب لا اوتی بمحلل ولا بمحللة الا رجمتهما مصنف عبدالرزاق ۶۔۲۶۵ بیہقی ۷۔۲۰۸ فیه عنعنة الاعمش اوراس پر حضرت عمرؓ نے کبھی بھی عمل نہ فرمایا۔

عبدالرزاق عن هشام (عن معمر عن ایوب) عن ابن سیرین قال ارسلت امرأة الی رجل فزوجته نفسها لیحلها لزوجها فامره عمر ان یقیم علیها ولا یطلقها واوعده بعاقبته ان طلقها قال وکان مسکینا لاشئی له کانت له رقعتان یجمع احدهما علی فرجه والاخریٰ علی دبره وکان یدعیٰ ذا الرقعتین ۶: ۲۶۷ مجاہد وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو بتہ میں تین طلاقیں دیں، ایک وہ شخص بازار گیا، ایک بوڑھا اور اس کا لڑکا خرید وفروخت کے لئے آئے تھے۔ اس نے اس جوان سے اپنی بیوی کا نکاح کردیا کہ رات گزارو میں صبح آؤں گا۔ جب وہ صبح آیا اور اس نے اندر آنے کی اجازت لی تو عورت نے

اس سے منہ پھیر لیا اور کہا خدا کی قسم اگر وہ مجھے طلاق دے گا تو میں تجھ سے کبھی نکاح نہ کروں گی۔ یہ معاملہ حضرت عمرؓ تک پہنچا۔ آپ نے اس کے خاوند (دوسرے) کو کہا الزمها ٦:٢٦٨ بیہقی ٧:٢٠٩۔

دیکھئے حضرت عمرؓ نے دونوں کے نکاح کو قائم رکھا، ان پر رجم تو کجا، حد تو کجا کوئی تعزیر بھی جاری نہ فرمائی۔ کیا ان کو زنا پر قائم رکھا؟ اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیہقی ٧:٢٠٩ پر ہے۔ ایک آدمی سے ایک عورت نے نکاح کیا۔ **فتبيت معها الليلة وتصبح فتفارقها** اس نے کہا ٹھیک ہے، رات گزر گئی تو عورت نے کہا لوگ تجھے طلاق دینے کا کہیں گے تو نہ دینا۔ حضرت عمرؓ کے پاس چلے جانا۔ جب لوگوں نے طلاق کا کہا تو وہ حضرت عمرؓ کے پاس چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا **الزم امراتك فان رابوا بريبة فاتني الحديث**. دیکھو اس واقعہ میں بھی حضرت عمرؓ نے ان کو نکاح پر قائم رہنے کا حکم دیا۔ تو کیا آپ ﷺ نے ان دونوں کو زنا پر قائم رکھا اور ان پر نہ حد نہ تعزیر لگائی۔ امام بیہقی نے صفحہ ۲۰۹، جلد ۷ پر باب باندھا ہے **من عقد النكاح مطلقا لابشرط فيه فالنكاح ثابت وان كان نيتهما اونية احدهما التحليل**

نکاح حلالہ:...... وہ نکاح ہوتا ہے جس میں بوقت عقد ایجاب وقبول میں یہ شرط لگائی جائے کہ یہ عورت اس شرط پر نکاح میں دی ہے کہ ایک رات صحبت کرنے کے بعد اس کو طلاق دے دے گا اور وہ اس شرط پر قبول کرے۔ اگر ایجاب وقبول کے وقت ایسی کوئی شرط نہیں کی گئی، اگرچہ ان کے دل میں نیت ہو تو یہ نکاح ہے نکاح حلالہ نہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں **لان النية حديث النفس وقد وضعوا عن الناس ماحدثوا به انفسهم** بیہقی ۷: ۲۰۹ بلکہ غیر مجلس نکاح میں اس کا اظہار بھی گناہ نہیں جیسا کہ رفاعہ قرظی کی بیوی نے آپ ﷺ کے سامنے اظہار فرمایا۔ آپ نے ان دونوں کو نہ رجم کا حکم دیا، نہ حد، نہ تعزیر جاری فرمائی۔ نکاح حلالہ میں بھی آپ ﷺ نے لعنت فرمائی مگر ساتھ ہی اس کو حلال کرنے والا اور اس کے لئے حلال کی گئی فرما کر عورت کو حلال بھی فرما دیا۔ اسی لئے

نکاح حلالہ ہمارے ہاں بھی گناہ ہے۔ ہاں عورت حلال ہو جائے گی اور اگر واقعی مجبوری ہو تو ایما مومن لعنته او جلدته فاجعله له صلاة او کما قال صلی الله علیه وسلم کی مد میں داخل ہو سکتا ہے۔

حدیث رکانہؓ:...... حدثنا هنادنا قبیصة عن جریر بن حازم عن الزبیر بن سعد عن عبدالله بن یزید بن رکانة عن ابیه عن جد قال اتیت النبی صلی الله علیه وسلم فقلت یا رسول الله انی طلقت امرأتی البتة فقال ما اردت بها قلت واحدة قال والله قلت والله قال فهو ما اردت هذا حدیث لا نعرفه الا هذا الوجه (ترمذی ۱۔ ۲۲۲)قال الدار قطنی وهذا حدیث صحیح (۳:۳۲؛ ابن ابی شیبه ۵:۶۵، ابوداؤد ص۳۰۰، ج۱وقال ابوداؤد هذا اصح من حدیث ابن جریج ان رکانة طلق امرأته ثلاثا لانهم اهل بیته وهم اعلم به وحدیث ابن جریج رواه عن بعض بنی ابی رافع عن عکرمة عن ابن عباس (ص۳۰۱، ج۱) وذکر حدیث ابن جریج النسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث وقال ابوداؤد وحدیث نافع بن عجیر وعبدالله بن علی بن یزید بن رکانة عن ابیه عن جده ان رکانة طلق امرأته فردها الیه النبی صلی الله علیه وسلم اصح لانه ولد الرجل وهم اعلم به ان رکانة انما طلق امرأته البتة فجعلها النبی صلی الله علیه وسلم واحدة (ص۲۹۹، ج۱ و ابن ماجه ص ۱۴۸) وقال ما اشرف هذا الحدیث احمد حدثنا سعد بن ابراهیم حدثنا ابی عن ابن اسحاق عن داؤد بن الحصین عن عکرمة عن ابن عباسؓ قال طلق رکانة بن عبد یزید اخوا المطلب امرأته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیه حزنا شدیدا فسأله رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف طلقها قال طلقتها ثلاثا قال فقال فی مجلس واحد قال نعم فانما تلک واحدة فارجعها ان شئت قال فرجعها (احمد، میزان، ۲.۲)(ای انت

طالق طالق طالق) (۱) وکان ابراھیم یجید الغناءَ فی نسخة یجیز الغناءَ (میزان الاعتدالَ ۱ . ۳۴) (۲) محمد بن اسحاق ۴:۴۶۸،۴۷۵، میزان الاعتدال فالذی یظھرلی ان ابن اسحاق حسن الحدیث صالح الحال صدوق وما انفرد بہ فغیہ نکارة فان فی حفظہ شیئا وقد احتج بہ ائمہ واللّٰہ اعلم (ص ۴۷۵) ھھنا منفرد بل مخالف لسند اھل بیت رکانة فلا یقبل قطعاً داؤد بن الحصین قال ابو داؤد احادیثہ عن عکرمة مناکیر واحادیثہ من شیوخہ مستقیمة وقال ابن حبان کان یذھب مذھب الشراة یعنی الخوارج کعکرمة لکن لم یکن داعیة والدعاة تجب مجانبة حدیثھم (میزان ۱، ۵/۲) عکرمہ عن عبداللّٰہ بن الحارث قال دخلت علی علی بن عبداللّٰہ فاذا عکرمة فی وثاق عند باب الحسن فقلت الا تتقی اللّٰہ فقال ان ھذا الخبیث یکذب علی ابی ویروی عن سعید بن المسیب انہ کذب عکرمة ۔ ایوب یحدث عن عکرمة قال انما انزل اللّٰہ متشابہ القرآن لیضل بہ قلت ما اسوأھا عبارة بل اخبثھا بل انزلہ لیھدی ولیضل بہ الفاسقین وکذبہ عطاء وقال ابن سیرین کذاب کان عکرمة یری رأی الخوارج فطلبہ متولی المدینة فقضیب عند داؤد بن الحصین حتی مات عندہ مات عکرمة وکثیر فی یوم فشھد الناس جنازة کثیر وترکوا جنازة عکرمة (میزان الاعتدال ص ۹۶، جلد۳) ابن عباس کا فتویٰ اس حدیث کے خلاف تھا۔ راجع سنی الکبری للیھبی (جلد۷) قال ابوداؤد روی حماد بن زید عن ایوب عن عکرمة عن ابن عباس اذا قال انت طالق ثلاثا بفم واحد فھی واحدة ورواہ اسماعیل بن ابراھیم عن ایوب عن عکرمة ھذا قولہ لم یذکر ابن عباس وجعلہ قول عکرمة قال ابو داؤد فصار قول ابن عباس فیما حدثنا احمد بن صالح الحدیث (ص ۲۹۹، جلد ۱) فردھا ولم یرھا شیئا قال الخطابی قال اھل

الحدیث لم یروا ابو زبیر حدیثاً انکرمن هذا (ص ۲۹۷، ۲) اخبرنا مالک اخبرنا الزهری عن ابی عبدالرحمن عن زید بن ثابت انه سئل عن رجل کانت تحته ولیدة فابتّ طلاقها ثم اشتراهایحل له ان یمسها فقال لا یحل له حتی تنکح زوجا غیره قال محمد وبهذا ناخذ وهو قول ابی حنیفة والعامة من فقهائنا موطا محمد (ص ۲۵۶) امام احمد فرماتے ہیں:......ومن طلق ثلاثا فی لفظ واحد فقد جهل وحرمت علیه زوجته ولاتحل له ابدا حتی تنکح زوجا غیره (کتاب الصلوٰة ص۵۷) قال البیهقی هذا الاسناد لاتقوم به الحجة مع ثمانیة رووا عن ابن عباسؓ فتیاهٔ بخلاف ذلک ومع روایة اولاد رکانة ان طلاق رکانة کان واحدة (ص ۳۳۹، جلد۷)

ابن عباسؓ اخبرنا مالک اخبرنا الزهری عن محمد بن عبدالرحمن بن ثوبان عن محمد بن ایاس بن بکیر قال طلق رجل امرأته ثلاثا قبل ان یدخل بها ثم بدا له ان ینکحها فجاء یستفتی قال فذهبت معه فسأل اباهریرة وابن عباس فقالا لا ینکحها حتی تنکح زوجا غیره فقال انما کان طلاقی ایاها واحدة قال ابن عباس ارسلت من یدک ما کان لک من فضل قال محمد وبهذا ناخذ وهو قول ابی حنیفة والعامة من فقهائنا لانه طلقها جمیعا فوقعن علیها جمیعا معا ولو فرقهن وقعت الاولی خاصة لانها بانت بها قبل ان یتکلم بالثانیة ولا عدة علیها فتقع علیها الثانیة والثالثة ما دامت فی العدة (موطا محمد، ص۲۵۹، ۲۶۰) ۲:۳۴، ۷:۳۳۸) (۲) اخبرنا ابوحنیفة عن عبدالله بن عبدالرحمن بن ابی حسین عن عمرو بن دینار عن عطاء عن ابن عباسؓ قال اتاه رجل فقال انی طلقت امرأتی ثلاثا قال یذهب احد یتلطخ بالنتن ثم یاتینا اذهب فقد عصیت ربک وقد حرمت علیک امراتک لاتحل لک حتی تنکح زوجا غیرک قال محمد

وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفة ولا اختلاف فیہ (کتاب الآثار)

(۳) قال مالک انہ بلغہ ان رجلا قال لابن عباس انی طلقت امرأتی مائة تطلیقة فماذا تری علی فقال لہ ابن عباس طلقت منک بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بھا آیات اللّٰہ ھزوا، ص(۵۱۰)

(۴) حدثنا ابوبکر نا ابن نمیر عن الاعمش عن مالک بن الحارث عن ابن عباس اتاہ رجل فقال ان عمی طلق امرأتہ ثلاثا فقال ان عمک عصی اللّٰہ فاندمہ فلم یجعل لہ مخرجا (صفحہ ۱۱، جلد۵) عن ھارون بن عنترة عن ابیہ قال کنت جالسا عند ابن عباس فاتاہ رجل فقال یا ابن عباس انہ طلق امراتہ مائة مرة وانما قلتھا مرة واحدة فتبین منی بثلاث ام ھی واحدة فقال بانت بثلاث وعلیک وزرسبعة وتسعین (صفحہ۱۳) عن سعید بن جبیر قال جاء رجل الی ابن عباس فقال انی طلقت امرأتی الفاومائة قال بانت منک بثلاث وسائرھن وزر اتخذت آیات اللّٰہ (صفحہ ۱۳) عن عمرو سئل ابن عباسؓ عن رجل طلق امرأتہ عدد النجوم فقال یکفیہ من ذلک راس الجوزا (صفحہ ۷:۳۳۷) (۵) عن الحکم عن ابن عباس و ابن مسعود قالافی رجل طلق امرأتہ ثلاثا قبل ان یدخل بھا لاتحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ (صفحہ ۲۲) عن رجل من الانصار یقال لہ معاویة ان ابن عباس و اباھریرة و عائشة قالوا لاتحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ (صفحہ ۲۲) عن محمد بن ایاس بن بکیر عن ابی ھریرة و ابن عباس و عائشة فی الرجل یطلق امرأة ثلاثًا قبل ان یدخل بھا قالوا لاتحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ(ط-۲-۳۴) (۲۳) عن عطاء عن ابن عباس قال اذا طلقھا ثلاثا قبل ان یدخل بھا لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ ولو قالھا تتری بانت بالاولی (صفحہ ۲۵) عن منصور عن ابن عباس فی رجل قال

لامرأته امرک بیدک فقالت انت طالق ثلاثا فقال ابن عباس خطاء الله نوءها لو قالت انا طالق ثلاثا لکان کما قالت ص۵۸ عن نافع ان عبد الله بن عمر جاءَ بظئر الی ابی عاصم بن عمرو ابن الزبیر فقال ان ظئری هذا طلق امرأته البتة قبل ان یدخل بها فهل عندکما بذلک علم او هل تجدان له رخصة فقالا لا ولکنا ترکنا ابن عباس وابا هریرة عند عائشة فاتهم فسلهم ثم ارجع الینا فاخبرنا فاتاهم فسألهم فقال له ابو هریرة لاتحل له حتی تنکح زوجا غیره وقال ابن عباس بتت وذکر عن عائشة متابعة لهما (صفحه ٦٧) عن مجاهد قال کنت عند ابن عباس فجاءه رجل فقال انه طلق امرأته ثلاثا قال فسکت حتی ظننت انه رادها الیه ثم قال ینطلق احدکم فیرکب الحموقة ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس و ان الله قال ومن یتق الله یجعل له مخرجا وانک لم تتق الله فلا اجدلک مخرجا عصیت ربک وبانت منک امرأتک وان الله قال یایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن فی قبل عدتهن ثم ذکر ابو داؤد متابعات کثیرة (ابوداؤد ۱، ۲۹۹) ط۲:۳۵، هق ۷:۳۳۷)

۔ عن جابرؓ قال نعم استمتعنا علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر و عمر وقال کنا نستمتع بالقبضته من التمر والدقیق الایام علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر حتی نهی عنه عمر فی شان عمر بن حریث عن ابی نضرة قال کنت عند جابربن عبدالله فاتاه آت فقال ابن عباس وابن الزبیر اختلفا فی المتعتین فقال جابر جعلنا هما مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فلم نعد لهما (صحیح، مسلم، صفحه ۴۵۱، جلد ۱) ابن عباسؓ عبدالرزاق انا معمر عن ابن طاؤس عن ابیه عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر و سنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان

الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم عبدالرزاق قال انا ابن جریج قال اخبرنی ابن طاؤس عن ابیه ان ابا الصهباء قال الابن عباس اتعلم انما کانت الثلاث تجعل واحدة علی عهد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و ابی بکرو ثلاثا من امارة عمر فقال ابن عباس نعم ...... عن ابراهیم بن میسره عن طاؤس ان ابالصهباء قال لابن عباس هات من هناتک الم یکن الطلاق الثلاث علی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وابی بکر واحدة فقال قد کان ذلک ثلاث جمیعا عبدالرزاق (۶، ۳۹۲، رقم ۱۱۳۳۸)

فلما کان فی عهد عمر تتابع الناس فی الطلاق فاجازه علیهم (صحیح مسلم صفحه ۴۷۸، جلد ۱) یہ تیسری سند اور متن تقریباً مصنف ابن ابی شیبه (صفحه ۲۶، جلد۵) مسند احمد ۱. ۳۱۴. مستدرک ۲:۱۹۶ .۷:۳۳۶ عق۱۶ ا: ۳۹۱. ۳۹۲ ثنائیه ۲: ۴۳. ۴۶ فی باب قالوا اذا طلق امرأته ثلاثا قبل ان یدخل بها فی واحدة اور دوسری ابن جریج والی سند نسائی (صفحه ۱۰۰، جلد۲) باب طلاق الثلاث المتفرقه قبل الدخول بالزوجة ایوب عن غیر واحد عن طاؤس ان رجلا یقال له ابو الصهباء کان کثیر السوال لابن عباس قال اما علمت ان الرجل کان اذا طلق امرأته ثلاثا قبل ان یدخل بها جعلوها واحدة علی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وابی بکر و صدرًامن امارة عمر قال ابن عباس بلی کان الرجل اذا طلق امرأته ثلاثا قبل ان یدخل بها جعلوها واحدة علی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وابی بکر و صدرًا من امارة عمرفلما رأی الناس قد تتابوا فیها قال اجیزوهن علیهم (هق ۷:۳۳۸؛ ابو داؤد، صفحه۲۹۹، جلد ۱) حدثنا ابوبکر قال ناوکیع عن سفیان عن جابر عن عطاء من ابن عباس قال اذا

طلقها ثلاثا قبل ان یدخل بهالم تحل له حتی تنکح زوجا غیره ولو قالها تتری بانت بالاولی. (هق ۷: ۳۳۹؛ ابن ابی شیبه ۵: ۲۵) یہی بات حضرت علیؓ، زید بن ثابت، حکم ابراہیم نخعی، خلاس، حماد، اور شعبی نے فرمائی ہے۔ (ش: ۲۶۵) امام الحسین بن علی الکبرابیسی اپنی کتاب ادب القضاء میں لکھتے ہیں:...... اخبرنا علی بن عبدالله (ابن المدینی) عن عبدالرزاق عن معر عن ابن طاؤس عن طاؤس انه قال من حدثک عن طاؤس انه کان یروی طلاق الثلاث واحدة کذبه (اقامة القیامه صفحه۸۵ الاشفاق) وفی ابی داؤد، صفحه ۲۹۷ جلد ا) فی باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث قال ابن عباس ان الرجل کان اذا طلق امرأته فهوا حق برجعتها وان طلعقها ثلاثا فنسخ ذلک فقال الطلاق مرتان الآية اخبرنا ابو یعلی حدثنا صالح بن مالک حدثنا خالد بن یزید بن ابی مالک عن ابیه قال قال عمر بن الخطاب ماندمت علی شئی ندامتی علی ثلاث ان لا اکون حرمت الطلاق وعلی ان لا اکون انکحت الموالی وعلی ان لا اکون قلت النوائح اغاثه (صفحه ۳۳۶، جلد ا) خالد بن یزید قال احمد لیس بشیء قال النسائی غیر ثقة قال الدارقطنی ضعیف قال ابن ابی الحواری سمعت ابن معین یقول بالعراق کتاب ینبغی ان یدفن تفسیر الکلبی عن ابی صالح بالشام کتاب ینبغی ان یدفن کتاب الدیات الخالدبن یزید بن ابی مالک لم یرمن ان یکذب علی ابیه حتی کذب علی الصحابة قال احمد بن ابی الحواری سمعت هذا الکتاب من خالد ثم اعطیته للعطاء فاعطی للناس فیه حوائج (میزان صفحه ۶۴۵، جلد ا) قال الطحاوی فخاطب عمر بن الخطابؓ بذلک الناس جمیعا وفیهم اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ورضی الله عنهم الذین قد علموا ماتقدم من ذلک فی

زمن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلم ینکرہ علیہ منکر ولم یدفعہ دافع فکان ذلک اکبر الحجۃ فی نسخ ماتقدم ذلک لانہ لما کان فعل اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جمیعا فعلا یجب بہ الحجۃ وکان کذلک ایضااجماعھم علی القول اجماعا یجب بہ الحجۃ وکما کان اجماعھم علی النقل برئا من الوھم والزلل کان کذلک اجماعھم علی الرأی برئیا من الوھم والزلل وقد رائینا اشیاء قد کانت علی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وعلی آلہ وسلم علی معانی فجعلھا اصحاب رضی اللّٰہ عنھم من بعدہ علی خلاف تلک المعانی لما رأوافیہ مما قد خفی علی من بعدھم فکان ذلک حجۃ ناسخا لما تقدمہ من ذلک تدوین الدواوین والمنع من بیع امھات الاولاد وقد کن یبعن قبل ذلک والتوقیت فی حد الخمر ولم یکن فیہ توقیت قبل ذلک فلما کانوا ماعملوابہ من ذلک ووقفنا علیہ لایجوز لنا خلافہ الی ماقد رأیناہ مما قد تقدم فعلھم لہ کان کذلک ماوقفو ناعلیہ من الطلاق الثلاث الموقع معا انہ یلزم لایجوز لنا خلافہ الی غیرہ مما قد روی انہ کان قبلہ علی خلاف ذلک ثم ھذا ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قد کان بعد ذلک یفتی من طلق امرأتہ ثلاثا معا ان طلاقہ قد لزمہ و حرمھا علیہ (طحاوی ۲: ۳۴)

عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ و ابن عباس انھما قالا فی الرجل یطلق البکر ثلاثا لاتحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ (طحاوی، ۲، ۳۴)

عن عطاء ان رجلا قال الابن عباس طلقت امرأتی مائۃ قال تاخذ ثلاثاوتدع سبعا وتسعین (السنن الکبری، ۷، ۳۳۷)

عن مقیم عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما فی رجل قال الامرأتہ اذا جاۃ رمضان فانت طالق ثلاثا وبینہ وبین رمضان ستۃ اشھر فندم فقال ابن

عباس یطلق واحدة فتنقضی عدتها قبل ان یجیٔ رمضان فاذا مضی خطبها ان شاء وروینا عن الحسن البصری انه قال فیمن قال لامرأته ان کلم اخاه فامرأه طالق ثلاثا فان شاء طلقها واحدة ثم ترکها حتی تنقضی عدتها فاذا بانت کلم اخاه ثم یتزو جهابعد ان شاء (بیهقی، ۷، ۳۱۷)

قال البیهقی وهذا الحدیث احد ما اختلف فیه البخاری و مسلم فاخرجه مسلم وترکه البخاری واظنه انما ترکه لمخالفة سائر الروایات عن ابن عباس (صفحه ۳۳۷، جل۷) وقال ابو زرعة معنی هذا الحدیث عندی ان ماتطلقون انتم ثلاث کانوا یطلقون واحدة فی زمن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وابی بکرؓ و عمرؓ اللّٰه عنهما وذهب ابو یحییٰ الساجی الی ان معناه اذا قال للبکر انت طالق انت طالق کانت وحدة فغلظ علیهم عمر رضی اللّٰه عنه فجعلها ثلاثا (قال الشیخ) وروایة ایوب السختیانی تدل علی صحة هذا التاویل (بیهقی صفحه ۳۳۸، جلد۷)

قال ابن حجر وفی الجملة فالذی وقع فی هدة المسئلة نظیر ما وقع فی مسئلة المتعته اعنی قول جابر انها کانت تفعل فی عهد النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وابی بکر وصدر من خلافة عمر قال ثم نهانا عمر عنها فانتهینا فالراجع فی الوضعین تحریم المتعة وایقاع الثلاث لا جماع الذی انعقد فی عهد عمر علی ذلک (فتح الباری، ۹، ۱۹۳) قال البیهقی فخذه روایة سعید بن جبیر وعطاء بن ابی رباح و مجاهد و عکرمة و عمرو بن دینار ومالک بن الحارث و محمد بن ایاس بن البکیر وروینا من معاویة بن ابی عیاش الانصاری کلهم عن ابن عباس انه اجاز الطلاق الثلاث وامضاهن قال الشافعی فان قیل لعل هذا شئی روی عن عمر فقال فیه ابن عباس بقول عمرؓ قیل قد علمنا ان ابن عباس یخالف عمرؓ فی نکاح المتعة وبیع الدینار

بالدینار وبیع امهات الاولاد وغیره فکیف یوافقه عن شئی یروی فی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فیه خلاف (بیهقی ۷، ۳۳۸)

عن عبادة عن الصامت قال طلق جدی امرأة له الف تطليقة فانطلق ابی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فذکر ذلک له فقال صلی اللّٰه علیه وسلم اما اتقی اللّٰه جدک اما ثلاث فله واما تسع مائة و سبعة تسعون فعدوان وظلم ان شاء اللّٰه تعالٰی عذبه وان شاء غفرله (عبدالرزاق، ۲، ۳۹۳، دارقطنی، ۳، ۲۰)

(۲)عن معاذ بن جبل یقول سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول یامعاذ من طلق للبدعة واحدة اوثنتین او ثلاثا الزمناه بدعته(دارقطنی ۳.۴۵)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دی۔ آپ ﷺ نے رجوع کا حکم فرمایا لیکن شیعہ راویوں نے یوں روایت کر دیا کہ آپ ﷺ نے تین کے بعد رجوع کا حکم فرمایا تھا۔ امام محمد بن سیرین ۲۰ سال اس کو روایت کرتے رہے (دارقطنی، ۳، ۸) امام دارقطنی فرماتے ہیں :...... هؤلا ء کلهم من الشیعة والمحفوظ ان ابن عمر طلق امرأته واحدة فی الحیض (۳:۷) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:.......یا رسول اللّٰه رایت لوانی طلقتها ثلاثا اکان یحل لی ان اراجعها قال لا کانت تبین منک وتکون معصیة (دار قطنی، ۳:۳)

عن سوید بن غفلة قال کانت عائشة الخثعمیة عند الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللّٰه عنه فلما اصیب علیّ و بویع الحسن بالخلافة قالت لتهنک الخلافة یا امیر المومنین فقال یقتل علی وتظهرین الشماتة اذهبی فانت طالق ثلاثا فتلفت مناجها وقعدت حتی انقضت عدتها وبعث الیها بعشرة آلاف متعة وبقیة ما بقی من صداقها فقالت متا ع قلیل من

حبیب مفارق فلما بلغه قولها بکٰی وقال لولا انی سمعت جدیٰ او حدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امرأته ثلاثا فبهمة او ثلاثا عند الاقراء لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره لراجعتها وفی روایته لکنی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول ایما رجل طلق امرأته ثلاثا عند کل طهر تطلیتقة او عند راس کل شهر تطلیقة او طلقها ثلاثا جمیعا لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره (دار قطنی، ۳: ۳۱)

عن ابن عباس یقول الطلاق علی اربعة وجوه وجهان حلال و جهان حرام فاما الحلال فان یطلقها طاهرا من غیر جماع وان یطلقها حاملا مستبینا واما الحرام فان یطلقها وهی حائض او یطلقها حین یجامعها لا تدری اشتمل الرحم علی ولد ام لا (قط ۳.۵)

احادیث التحلیل: (۱) ابن مسعودت ما جاء فی المحلل س احلال المطلقة الثلاثة قال الترمذی حسن صحیح رواه احمد (۲) علی ت ق معلول بالحارث (۳) جابرت معلول بمجالد (۴) عقبه بن عامر التیس المستعار ق صحیح قال الترمذی فی علله الکبریٰ اللیث بن سعد ما اراه سمع مشرح بن عاهان وقال ابوحاتم فی علله سألت ابا زرعة عن حدیث رواه اللیث بن سعد عن مشرح بن عاهان عن عقبة بن عامر فذکره وقال لم یسمع اللیث من مشرح شیئًا ولا رویٰ عنه (نصب الرایة، ج۳، ص ۲۳۹، قط ۳. ۲۵۱) (۵) ابن عباس ق ۱۳۹. بیهقی ۷. ۲۰۸. (۶) ابوهریره، بیهقی ۷: ۲۰۸. (۷) ابن عمر کنا نعد سفاحًا علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (بیهقی ۷. ۲۰۸).

اعلم ان المصنف استدل بهذا الحدیث علی کراهة النکاح المشروط به التحصیل وظاهره تقتضی التحریم کما هو مذهب احمد ولکن یقال لما سماه بالتحلیل دلّ علیٰ صحة النکاح لأن المحلل

ھو المثبت للحل و لو کان فاسد الماسماہ محللا (ص ۲۴۰/۳).

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ابغض الحلال عنداللہِ الطلاق (ابوداؤد، ا-۲۹۶) اللہ تقدس و تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض طلاق ہے۔ تاہم بوقت ضرورت اللہ تعالیٰ نے اجازت مرحمت فرمائی طلقوھن لعدتھن. ان کو عدت کے حساب سے طلاق دو یعنی نہ حیض میں طلاق دو تا کہ ان کو عدت شمار کرنے میں پریشانی نہ ہو کہ یہ حیض شمار ہوگا عدت میں یا نہیں اور ایسے طہر میں بھی طلاق نہ دو جس میں تم مجامعت کر چکے ہو نا معلوم استقرار حمل ہوگیا ہو اب ابتدا میں یہ پریشانی ہوگی کہ عدت حیض سے ہوگی یا وضع حمل سے۔ اس لئے ضرورت پیش آجائے تو ایسے طہر میں ایک طلاق دے دے جس میں صحبت نہ کی اور پھر اور طلاق نہ دے عدت گزرنے سے رجعت کا حق ختم ہو جائے گا۔ ہاں اگر دوبارہ امکان ہو کہ نباہ ہو سکے گا تو جدید نکاح سے پھر یہ گھر آباد ہو سکتا ہے اور اگر ایک پاکی میں ایک طلاق دے دوسری میں دوسری طلاق دے اور تیسری میں تیسری طلاق دے تو تینوں طلاقیں نافذ ہو جائیں گی اب وہ دوسری جگہ نکاح کرنے کے بعد طلاق یا موت یا فسخ یا خلع کے بعد عدت گزار کر اس سے نکاح کر سکتی ہے۔ تین طہروں میں تین طلاق دینے سے تین طلاقیں بھی واقع ہو جائیں گی اور کوئی گناہ بھی نہیں ہوگا۔

خلاف سنت طلاق:

اگر خلاف سنت مثلاً ایک ہی کلمہ سے تین طلاقیں دے دیں۔ ایک ہی مجلس میں الگ الگ تین طلاقیں دے دیں یا ایک طلاق صبح دوسری دوپہر تیسری شام تین وقتوں میں تین طلاقیں دے دیں یا ایک طلاق پیر دوسری منگل تیسری بدھ کو تین طلاقیں دے دیں یا ایک طلاق مہینے کے پہلے ہفتے دوسری دوسرے ہفتے تیسری تیسرے ہفتے یعنی ایک ہی ماہ کے تین ہفتوں میں تین طلاقیں دے دیں تو آئمہ اربعہ کا اجماع اور اتفاق ہے کہ ان سب صورتوں میں تین ہی طلاق واقع ہوگئی ہاں اس میں اختلاف ہے کہ خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے گناہ

بھی ہوا یا نہیں حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ گناہ بھی ہوا اور تین طلاقیں بھی نافذ ہو گئیں۔ دیکھئے اگر کوئی بے ضرورت ہی طلاق دے دے تو باوجود مبغوض ہونے کے واقع ہو جاتی ہے۔ حالت حیض میں طلاق دینا گناہ ہے مگر طلاق واقع ہو جاتی ہے جس پاکی میں ایک دفعہ صحبت کر چکا ہو اس میں طلاق دینا گناہ ہے مگر طلاق واقع ہو جاتی ہے آپ ﷺ نے خلع کرانے والی عورت کو منافقہ فرمایا جس سے اس کا گناہ ہونا ثابت ہوا مگر خلع ہو جائے گا۔ بیوی کو ماں بہن کہنے کو اللہ تعالیٰ نے قولِ منکر اور زور فرمایا مگر ظہار کے احکام نافذ ہو جاتے ہیں البتہ روافض نے یہ قیاس کیا کہ خلاف سنت طلاق دینے سے ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوتی مثلاً ہر مسلمان پر پانچ نمازوں کی کل سترہ رکعتیں فرض ہیں اب کوئی فجر کے وقت اکٹھی سترہ رکعت کی نیت باندھ کر سترہ رکعت پڑھ لے تو اس کی فجر کی دو رکعتیں بھی نہیں ہوں گی۔ مگر چھوٹے رافضی نصوص اور قیاس دونوں کے خلاف کہتے ہیں کہ وقتی نماز فجر ادا ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر ایک دفعہ تین طلاق کہا تو روافض کے نزدیک ایک بھی نہیں ہوگی اور نیم روافض کے نزدیک ایک ہوگی جب کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک بالاتفاق تینوں نافذ ہو جائیں گی۔

روافض کا قیاس:

روافض کا کہنا ہے کہ دیکھو نکاح اگر غلط وقت میں ہو مثلاً عورت کسی اور خاوند کی عدت میں ہو اور دوسرا آدمی عدت میں اس سے نکاح کر لے تو چونکہ نکاح میں یہ شرط ہے کہ عورت نہ کسی کے نکاح میں ہو نہ عدت میں۔ اس لئے یہ نکاح بالکل نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر خلاف سنت طریقے سے کوئی طلاق دے تو وہ طلاق بھی واقع نہیں ہوگی عجیب بات ہے کہ سنی آدھی بات مانتے ہیں آدھی کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت امام طحاوی م ۳۲۱ھ جواب میں فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی بات درست نہیں نکاح اور طلاق میں فرق ہے نکاح وغیرہ تمام عقود میں موافق طریقہ شرعیہ داخل ہونا ضروری ہے مگر اس سے خروج کا یہ حال نہیں ہے وہ مثال دیتے ہیں کہ دیکھو نماز میں طہارت اور تکبیر تحریمہ کے ساتھ داخل ہونے کا حکم ہے اور سلام کے ساتھ خارج ہونے کا حکم ہے۔ اب اگر کوئی آدمی بغیر طہارت یا بغیر تحریمہ کے نماز

میں داخل ہوتو وہ نماز میں داخل بالکل نہیں مانا جائے گا پوری امت کا اس پر اتفاق ہے لیکن نماز سے نکلنے کے لئے اگر چہ سلام ضروری ہے لیکن اگر کوئی نمازی نماز میں سلام کی بجائے باتیں کرنے لگے، کھانے پینے لگے، اٹھ کر چلنا پھرنا شروع کر دے تو اس کے گنہگار ہونے میں جس طرح شک نہیں اس میں بھی کسی کو شک نہیں وہ نماز سے نکل گیا۔ اس بارہ میں پوری امت میں آج تک کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اس جواب سے واضح ہو گیا کہ روافض کے قیاسات ان کی کم عقلی کی دلیل ہیں بالکل یہی حال نکاح اور طلاق کا ہے نکاح کے لئے تو صحیح طریق لازمی ہے لیکن طلاق صحیح طریقے سے ہوگی تو بغیر گناہ کے نافذ ہو جائے گی اور اگر غیر صحیح طریقے سے دی جائے گی تو گناہ بھی ہوگا اور نکاح بھی ٹوٹ جائے گا۔ فافهم و لا تكن من المتعصبين.

حضور ﷺ کی ناراضگی: عن محمود ابن لبيد قال أخبر رسول الله ﷺ عن رجلٍ طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً فقام غضباناً ثم قال أيُلعَب بكتاب اللهِ وانا بين اظهركم حتى قام رجلٌ وقال يا رسول الله الا اقتلهٗ نسائی ۲-۹۹

حضرت محمود بن لبیدؓ نے کہا کہ حضور ﷺ کو ایک شخص کے بارہ میں بتایا گیا کہ اس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ ﷺ سخت غصے کی حالت میں کھڑے ہوئے اور فرمایا میری موجودگی میں کتاب اللہ سے کھیلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے عرض کیا حضرت کیا میں اسے قتل نہ کر دوں۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ایک دفعہ تین طلاقیں دینا خدا کی پاک کتاب سے کھیلنا ہے اور اللہ کے رسول کو سخت ناراض کرنا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر تین طلاقیں ایک ہی ہوتیں تو آپ ﷺ کو اتنا ناراض ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ آنحضرت ﷺ نے کبھی زندگی بھر میں نہ ایک طلاق پر اتنا غصہ فرمایا اور نہ ہی ایک طلاق کو کبھی کتاب اللہ سے کھیلنا فرمایا۔ اتنی شدید ناراضگی کی وجہ تو یہی ہے کہ کتاب اللہ نے جو سوچنے اور غور وفکر کا موقع دیا تھا اس کو اس نے اپنے ہاتھوں ضائع کر دیا۔ اب کوئی صورت بھی باقی ہوتی تو آپ ﷺ کبھی ناراض نہ ہوتے جو تین کو ایک کہتے ہیں وہ ایک طلاق کا کتاب اللہ سے کھیلنا اور اس پر حضور ﷺ کی ناراضی ثابت کریں۔

جواب گالی نامہ زبیر علی زئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زبیر علی زئی کا ۱۵/ اگست ۱۹۹۸ء کا محمد عمر خان کے نام لکھا ہوا خط کروڑ لعل عیسن کے ایک دوست نے مجھے ۱۸/ اگست ۱۹۹۹ء کو بھیجا۔ یہ محمد عمر خان، کروڑ کا رہنے والا، میڈیکل کالج فیصل آباد کا طالب علم ہے۔

۱:...... اس بات کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ محمد عمر خان کنڈی میڈیکل کالج سے جناب شاہد معاویہ کے پاس آیا اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ رفع یدین کے دوام کی حدیث متواتر ہے۔ شاہد صاحب نے کہا رفع یدین تو سب کرتے ہیں، حنفی بھی، شافعی بھی، مالکی بھی، حنبلی بھی، رافضی بھی، غیر مقلد بھی، لیکن رفع یدین کی گنتی میں اختلاف ہے۔ حنفی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے ہیں۔ اس کے سنداً اور عملاً متواتر ہونے کا امت میں آج تک کوئی منکر پیدا نہیں ہوا۔ یہ اجماعی اور اتفاقی رفع یدین ہے۔ اس کے بعد تو اپنی غیر مقلدوں والی رفع یدین کی گنتی کرے۔ تم چار رکعت میں ۹ جگہ اختلافی رفع یدین کرتے ہو اور ۱۸ جگہ رفع یدین نہیں کرتے اور اس ۹ اور ۱۸ کے دوام کا دعویٰ کرتے ہو۔ تحریمہ کی اتفاقی رفع یدین کے علاوہ ۹ کا اثبات ۱۸ کی نفی اور اس کے آخری نماز تک رہنے کی نص والی متواتر تو کجا ایک صحیح متفق علیہ بھی نہیں بلکہ کوئی حسن غیر متفق علیہ بھی نہیں بلکہ کوئی ضعیف بھی نہیں اگر ہے تو لاؤ پیش کرو۔ لیکن پہلے اس بات پر دستخط کرو، مگر محمد عمر خان نے تواتر والی تحریر پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ گویا وہ میدان میں اس دعویٰ سے دستبردار ہو گیا۔

۲:...... اس کے بعد محمد عمر مذکور نے اس تحریر پر دستخط کئے۔ شروع نماز میں رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے اور دو رکعت پر کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا، اِس کے علاوہ

پوری نماز میں رفع یدین کرنا سنت ہے۔ صحیح، صریح، مرفوع روایت میں ہے۔ تائیدی موقوف روایت بھی پیش کی جاسکتی ہے۔ دستخط محمد عمر خان کنڈی۔ اب دیکھیے تواتر بھی بھول گیا، متفق علیہ کا بھی نام تک نہ لیا لیکن دل میں یہ دھڑکا بھی تھا کہ شاید ایک بھی مرفوع صحیح نہ ہو اس لئے موقوف کی تائید بھی ساتھ لگالی اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ اس پر مناظرہ کروں گا، ثبوت دوں گا مگر اس کا یہ وعدہ کسی دوشیزہ کی کہہ مکرنی ہی ثابت ہوا۔ شاہد صاحب تقریباً سوا سال سے اس کے انتظار میں ہیں۔ راہ دیکھ دیکھ کر آنکھیں پک گئیں، کالج میں کئی بار رابطہ کیا مگر پتہ چلا کہ وہ کالج سے بھی کئی ماہ سے غیر حاضر ہے۔ شاہد صاحب بس اب اتنا ہی کہہ لیتے ہیں:...... ”تیرا کل بھی انتظار تھا، آج بھی انتظار ہے“ تواتر کا مدعی ایک حدیث بھی پیش نہ کرسکا۔

۳:...... زبیر علی کے خط سے معلوم ہوا کہ عمر خان نے اپنی اور شاہد صاحب کی گفتگو کو بذریعہ خط اسے پہنچایا۔ بقول زبیر علی اس نے تین دن میں اس کے خط کا نمبر وار جواب دیا لیکن بندہ خط لے کر بھی شاہد صاحب کے پاس آج تک نہیں آیا۔ اپنے علاقہ میں دس صفحات کے خط کی فوٹوسٹیٹ لئے پھرتا ہے اور اپنی شکست کو اپنی فتح ظاہر کر رہا ہے۔ کبھی کہتا ہے سال سے اوپر ہوگیا، اس کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔

۴:...... اس دس صفحات کے خط میں ایک حدیث بھی نہیں جس میں صراحت ہو کہ چار رکعت نماز میں تحریمہ کی متفق علیہ اور اجماعی رفع یدین کے علاوہ ۹ جگہ اختلافی رفع یدین سنت ہے اور باقی ۱۸ جگہ رفع یدین نہ کرنا سنت ہے۔ زبیر علی زئی اور اس کا اندھا مقلد کنڈی دس پڑھے لکھے آدمیوں میں یہ خط لکھ دے اور وہ گن کر ۹ جگہ اختلافی رفع یدین کا سنت ہونا، ۱۸ جگہ رفع یدین نہ کرنا سنت ہونا صراحۃً دکھادیں۔

۵:...... زئی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، مالک بن الحویرثؓ، وائل بن حجرؓ، ابوحمید الساعدیؓ، ابوہریرہؓ، ابوبکر صدیقؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، علی بن ابی طالبؓ، ابوموسیٰ الاشعریؓ، جابر بن عبداللہ، عمر بن الخطابؓ کے نام لکھے ہیں۔ یہ نبی پاک اور ان گیارہ صحابہ کرامؓ پر گیارہ جھوٹ ہیں۔ ان گیارہ صحابہ کرامؓ سے صحیح صریح مرفوع حدیث سے دکھادیں کہ ۱۸ جگہ رفع یدین نہ

کرنا سنت ہے، ۹ جگہ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرنا سنت ہے، ۹ اور ۱۸ دونوں کے ساتھ سنت کا صریح لفظ دکھانے پر فی حدیث ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے ورنہ اتنے ہی فوٹوسٹیٹ تقسیم کرو کہ ہم نے نبی پاک علیہ اور صحابہؓ پر گیارہ جھوٹ بولے تھے۔ اب توبہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیں۔

۶:...... ۱۸ جگہ رفع یدین نہ کرنا سنت ہے۔ زئی صاحب ایک ضعیف حدیث بھی پیش نہیں کر سکے اور نہ تا قیامت کر سکیں گے۔ ۲/۳ حصہ دعویٰ بالکل خارج۔

۷:...... تحریمہ کے علاوہ ۹ جگہ رفع یدین سنت ہے۔ اس دعویٰ پر بھی سنت کی صراحت ایک روایت میں بھی نہیں دکھا سکے بلکہ ۹ کی گنتی میں بھی دجل کیا ہے۔ اس پر صرف ۳ نام پیش کئے ہیں۔ ابن عمرؓ، ابوحمید الساعدیؓ، سیدنا علیؓ اور دس سے کم کو وہ متواتر نہیں کہتے۔ تو دعویٰ تواتر خارج دعویٰ سنیت خارج ہو گیا۔

۸:...... ابن عمرؓ کی موقوف اور مرفوع دونوں کو صحیح کہا ہے۔ نافع کے تین شاگرد لکھے ہیں اور ان کے سب سے بڑے شاگرد امام مالکؒ کا نام چھپا لیا ہے حالانکہ بخاری کے نزدیک سنہری سند **مالک عن نافع عن ابن عمر** ہے۔ یہ اس لئے چھپایا کہ موطا میں رفع یدین ۵ جگہ ہے۔ سنت کا لفظ بھی نہیں اور موقوف ہے مرفوع نہیں اور تحریمہ کے وقت کندھوں تک، اس کے بعد ۴ رفع یدین اس سے نیچے تک، اس لئے اس کو چھپا کر یہود وروافض کی سنت کتمان کو پورا کر لیا ہے۔

۹:...... دوسرا شاگرد العمری لکھا ہے اور احمد کا حوالہ دیا ہے۔ وہاں صرف تحریمہ کی رفع یدین ہے، اختلافی ۹ کا نشان تک نہیں اس لئے یہ حوالہ محض فراڈ ہے۔

۱۰:...... جزء رفع یدین بخاری میں العمری کی روایت میں رکوع، سجود دونوں کی رفع یدین میں ۸ رکوع کی ۱۶ سجدوں کی تحریمہ کے علاوہ ۲۴ رفع یدین ثابت ہو گئیں۔

۱۱:...... تیسرا شاگرد ایوب لکھا ہے اور احمد کا حوالہ دیا ہے۔ وہاں تحریمہ کے علاوہ ۸ رفع یدین ہے اور سنت کا لفظ بھی نہیں۔ ۱۹ اختلافی اور سنت کا دعویٰ خارج۔

۱۲:...... پھر عبید اللہ کا ذکر کیا ہے اور اس بات کو چھپایا ہے کہ بعض سندوں میں عبید اللہ ہے بعض میں عبداللہ ہے جو شیعہ ہے۔ بعض سندوں میں آٹھ کا، بعض میں ۹ کا ذکر ہے سنت کی صراحت نہیں اور پھر اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔ ابوداؤد نے صاف فرمایا کہ مرفوع نہیں اور دلائل سے ثابت کر دیا زئی صاحب صرف اتنا کہہ کر گزر گئے ہیں۔ امام ابوداؤد کا اعتراض اصلاً مردود ہے۔ زئی جی مرد ہو تو ابوداؤد کی پوری بحث لکھ کر اس کا جواب لکھو۔

۱۳:...... بخاری سے اس روایت کی آخری ڈیڑھ سطر کا نہ ترجمہ کیا نہ مختصر کا مفہوم بتایا اور ابوداؤد نے صاف لکھا تھا لیس بمرفوع مگر اس جھوٹے نے لکھا ابو داؤد مرفوع (صفحہ۴)

۱۴:...... ابوحمید الساعدی کا ابوداؤد سے حوالہ دیا ہے۔ (نمبر ۲۱) ابوداؤد نے یہ حدیث احمد بن حنبل سے روایت کی ہے مگر مسند احمد میں اذا قام من السجدتین ہے اور ترمذی میں بھی تو رفع یدین دس جگہ ہوگئی۔ اذا قام من الرکعتین کو بھی مان لیں تو گیارہ جگہ ہوگئی اور اگر سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد بھی رفع یدین مان لیں تو ۱۵ جگہ ہوگئی۔ سنت کا لفظ بھی نہیں، دعویٰ خارج۔

۱۵:...... تیسرا نام علیؓ کا لیا (نمبر۲۲) حدیث کی آٹھ کتابوں میں اذا قام من السجدتین ہے تو دس رفع یدین ہوگئیں، ۸ رکوع کی ۲ دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع کی اور اگر جزء رفع یدین کی اذا قام من الرکعتین بھی مان لیں تو گیارہ بن گئیں اور سنت کا لفظ بھی صراحۃً نہیں مکمل دعویٰ خارج ہوگیا۔ ایک حدیث بھی نہ ملی جس میں آٹھ جگہ رفع یدین کرنے کی صراحت ہو اور سنت کی صراحت ہو اور ۱۸ جگہ نہ کرنا سنت ہے اس کی صراحت ہو۔ اب زئی کنڈی کو یہی شعر پڑھنا چاہئے:

اے میرے باغ آرزو کیسا ہے باغ ہائے تو
کلیاں تو گو ہیں چار سو کوئی کلی کھلی نہیں

۱۶:...... کنڈی کا کہنا ہے کہ ۹ جگہ کی اختلافی رفع یدین سنت ہے۔ زئی نے نور العینین صفحہ ۱۰۶ پر آخری بات یہ لکھی ہے کہ ابن حزم کے ہاں اس کو سنت تب کہا جائے گا اگر اس کے

ترک کی احادیث بھی صحیح ہوں۔ اگر ترک کی احادیث کو صحیح نہ مانا جائے تو رفع یدین فرض ہے۔ کنڈی صاحب آپ بھی اور اپنے امام سے بھی تحریر شائع کرائیں کہ ہم رفع یدین کو سنت اس لئے کہتے ہیں کہ ترک رفع یدین کی حدیثیں صحیح ہیں۔

۱۷:...... دس یا اس سے زیادہ راوی کسی روایت کو بیان کریں تو وہ متواتر ہوتی ہے (تدریب الراوی)۔ نہ قرآن میں یہ بات نہ حدیث میں۔ امام شافعیؒ ایک مقلد کی تقلید ہے اور آپ کے ہاں تقلید کی چار ہی قسمیں ہیں۔ کفر، شرک، بدعت، حرام، خط صفحہ ۱۰، اب جناب اہل حدیث تو نہیں رہے یا کافر بن گئے یا مشرک یا بدعتی یا حرامی اور شاید سب کچھ ہی ہوں۔ آگے لکھا ہے مشہور گستاخ رسول اشرف علی تھانوی دیوبندی نے بھی یہ اصول تسلیم کیا ہے۔ جناب گستاخ رسول کی تقلید کرنے والا، ان کی قے چاٹنے والا اہل حدیث کیسے بن گیا؟

۱۸:...... مرزائیوں کی چونکہ کوئی اصول کی کتاب نہیں وہ بھی جناب کے فرقہ کے کی طرح میڈ آف برطانیہ ہیں۔ جناب کا فرقہ بھی اگر انگریز سے پہلے تھا تو اپنی اصول کی کتاب کا نام لکھیں جو انگریز کے دور سے پہلے بلکہ خیر القرون کی ہو اور اس کے مؤلف کا اقرار ہو کہ میں نہ مجتہد ہوں نہ مقلد بلکہ غیر مقلد ہوں۔

۱۹:...... ۳، ۴ میں لکھا ہے کہ السیوطی، الکتانی، الزبیدی، ابن الجوزی، ابن حجر عسقلانی نے رفع یدین کی حدیث کو متواتر کہا ہے۔ ان کی مکمل عبارات نقل کریں جن میں تحریمہ کے علاوہ ۹ جگہ کے اثبات کے ساتھ سنت کی صراحت ہو اور ۱۸ کی نفی کے ساتھ سنت کی صراحت ہو اور اس کو متواتر کہا ہو۔

۲۰:...... جناب نے کہا کہ نور العینین (صفحہ ۸۹، ۹۰) دیکھو۔ ہم نے پہلا السیوطی کا نام ہی تلاش کیا۔ (۷) السیوطی الازہار المتناثرہ (صفحہ ۳۱، ۳۲) بحوالہ جلاء العینین (صفحہ ۱۴) یہ جلاء العینین پر بدیع الدین پیر آف جھنڈا کا حاشیہ ہے۔ اس کے صفحہ ۱۴ پر تو حدیث لاتزال طائفۃ کی بحث ہے۔ رفع یدین کی یہاں سرے سے بحث ہی نہیں۔ پہلا حوالہ پہلا ہی جھوٹ، سر منڈاتے ہی اولے پڑے۔ باقی چار نام بھی جناب نے جلاء العینین سے چوری

کئے ہیں۔ اصل عبارت نہ اس نے دی نہ جناب نے۔

۲۱:...... (نمبر ۵) متواتر حدیث قطعی اور یقینی ہوتی ہے اور اس کا منکر کافر ہوتا ہے۔ نہ یہ قرآن میں نہ حدیث میں لکھا ہے۔ عام کتب اصول، کن مقلدین کی اور ان کی تقلید سے جناب چاروں طرف سے گر گئے ہیں، آگے کفر، پیچھے شرک، دائیں بدعت، بائیں حرام اور اہل حدیثیت کو ہو گیا آخری سلام۔

۲۲:...... متواتر حدیث کے راویوں پر جرح نہیں کی جاتی نہ قرآن، نہ حدیث مقلدین یا ان کے مقلدین کے پٹے گردن میں جن کو کافر، مشرک، بدعتی، حرامی کہا جاتا ہے۔ آج ان کی مایہ بوسی پر فخر ہے۔

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج ست احتیاج

۲۳:...... نہ جناب نے دس صحابہؓ سے اپنا دعویٰ ثابت کیا نہ حدیث متواتر بنی، نہ قطعی ہوئی نہ ہی اس کا منکر کافر ہوا۔ ہاں جناب تقلید سے کافر، مشرک، بدعتی، حرامی بنے۔

۲۴:...... زبیر علی نے مانا کہ دس صحابہؓ ایک روایت بیان کریں تو وہ متواتر ہوتی ہے۔ متواتر قطعی ہوتی ہے اس کا منکر کافر ہے۔ متواتر حدیث کے راویوں پر جرح نہیں کی جاتی۔ جناب البانی صاحب فرماتے ہیں سجدوں کی رفع یدین دس صحابہؓ سے مروی ہے۔ (صفۃ صلاۃ النبی ص ۱۴۶) اب جناب یہ متواتر بھی ہوئی۔ اس کا منکر کافر بھی ہوا، اس کی سندوں پر جرح بھی نہیں کی جائے گی۔ علامہ البانی فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مہدی نے اس کو سنت کہا ہے۔ ابو محمد عبدالحق ہاشمی غیر مقلد نے اس رفع یدین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل قرار دیا ہے۔ اس سنت کو زندہ کرنے والے کو سو شہید کا ثواب ملے گا اور سجدہ میں رفع یدین نہ کرنے کی حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ علماء حدیث، صفحہ ۳۰۶، جلد ۴) اور اس نے اس کے سنت ہونے پر مکہ مکرمہ میں مستقل رسالہ لکھا ہے ''فتح الودود فی تحقیق رفع الیدین عند السجود'' اسی طرح مشہور غیر مقلد مناظر ابو حفص عثمانی الداجلی نے بھی مستقل رسالہ فضل الودود فی تحقیق

رفع الیدین للسجود'' لکھا ہے اور سجدوں کی رفع یدین کو ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل قرار دیا ہے۔ اس طرح سید محمد حسین سلفی نے اس کے سنت ہونے پر مستقل رسالہ ''سجدوں میں رفع یدین سنت ہے'' لکھا ہے، لیجئے آپ کے غیر مقلدین آپ کی نماز کو خلاف سنت قرار دے رہے ہیں عمل کریں اور روافض کا قرب حاصل کریں۔

۲۵:...... روافض کا صرف قرب نہیں البانی نے لکھا ہے کہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین ثابت ہے۔ اب تو جناب اور رافضی بالکل دو قالب یک جان ہو گئے۔ دونوں یہ ورد کریں۔

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

۲۶:...... صحیح بخاری، صحیح مسلم کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔ یہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ ابن صلاح مقلد شافعی کی آپ نے تقلید کی ہے اور فصاعداً اور واذا قرأ فانصتوا کا آپ خود انکار کرتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے بخاری مسلم کی حدیث کے بارہ میں لکھا ہے آپ کے دعویٰ پر تو کوئی متفق علیہ حدیث تو کیا ہوتی کوئی حسن یا ضعیف بھی نہیں اور شاہ صاحبؒ نے خود فرمایا ہے کہ رفع یدین کر کے فتنہ ڈالنا جائز نہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

۲۷:...... جب جناب سفیان ثوری کے عنعنہ کو ضعیف کہتے ہیں تو بخاری، مسلم میں جہاں جہاں ان کا عنعنہ ہے وہ آپ کے ہاں ضعیف ہوئیں تو آپ تو خود بدعتی ہو گئے۔

۲۸:...... خیر القرون کے مدلس کا عنعنہ جرح نہیں۔ عند الاحناف اور خود شوافع نے بھی سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے۔ (طبقات المدلسین) وہ ان کے ہاں بھی جرح نہیں تو اس کا عنعنہ بالاجماع مقبول ہوا۔ اس کے خلاف زبیر علی نے جو کیکلوی العلائی کا حوالہ دیا ہے وہ محض فراڈ ہے۔

۲۹:...... یونس بن یزید کے بارہ میں شاہد صاحب نے ابن حجر کی تقریب سے اعدل الاقوال پیش کیا جو ابن حجر نے تہذیب کے بعد لکھی اور متن کی وضاحت بھی کی کہ صرف لا رہ گیا ہے۔ وہم کی وجہ سے اصل لا یرفع تھا۔ یونس نے وہم کی بنا پر یرفع روایت کر دیا۔ اب شاہد

صاحب کو جھوٹا کہنے کی بجائے اپنے دجل پر ماتم کرو۔ کیا ثقہ کو وہم نہیں ہوتا۔

۳۰:...... (نمبر ۱۱) یہ بھی فضول متابعات کا ذکر کر کے دھوکہ دیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ روایت نہیں کیا کہ تحریمہ کے علاوہ ۹ جگہ رفع یدین کرنا سنت ہے اور ۱۸ جگہ رفع یدین نہ کرنا سنت۔ ان میں سے کسی ایک کا ایسا مکمل متن پیش کریں جس میں ان چاروں باتوں کی صراحت ہو۔

۳۱:...... شاہد صاحب نے شوافع کے مقابلہ میں شوافع کی جرح پیش کی ہے۔ آپ امام صاحبؒ اور الاستاذ حارثیؒ کے لئے احناف سے جرح نقل کریں، مخالفین کے بے دلیل الزامات کی کسی عدالت اور عاقل کے ہاں کوئی حیثیت نہیں ہوتی، تو تو لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے کہ میں اہل حدیث ہوں حالانکہ تو شافعی مقلدوں کا مقلد ہے۔ ہم تو ان کے مقلد نہیں ہیں۔

۳۲:...... محدث کا حوالہ تو کسی خفیہ خبر پر پوچھا جاتا ہے یہاں تو آنکھوں سے نظر آ رہا ہے کہ مسند الحمیدی میں **فلا یرفع** ہے۔ جناب نے جتنے حوالے دیے (نمبر ۱۱) پر وہ سب الحمیدی کے بعد کے ہیں اور جن ۳۲ راویوں کے بے سند حوالے (نمبر ۱۶) میں دیے ان میں سے ایک نے بھی **فلا یرفع** کی بجائے یرفع نہیں کہا۔ کسی ایک کو دکھائیں۔ ایک ایک سانس میں ۳۲ جھوٹ فراڈ کر جانا جناب کا ہی حوصلہ ہے۔

۳۳:...... رہا یہ رونا کہ بعض نسخوں میں **فلا یرفع** ہے اور بعض میں یہ لفظ نہیں تو اس کا جواب جناب نے خود نمبر ۴، ۱۹ پر دے دیا ہے کہ بعض نسخوں میں ایک قول کا نہ ہونا اور دوسرے صحیح نسخوں میں اس کا ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہوتی کہ یہ زیادت بلاشبہ مشکوک ہے۔ ۲۰، ۲۱، ۲۲ کا جواب گزر چکا ہے۔

۳۴:...... شاہد صاحب نے کہا کہ میں نے یہ کب کہا ہے کہ ابن ماجہ کی جابر کی روایت میں **اذا قام من السجدتین** ہے اس لئے بلاوجہ جو مجھے کذاب دجال کہا یہ دونوں لفظ آپس میں تقسیم کر لیں تاکہ میں بھی کہہ سکوں کہ ''حق بحق دار رسید'' اور شیطان کا لفظ دونوں باری باری اپنا لیا کریں۔

۳۵:...... نمبر ۲۴ پر جناب نے ابو ہریرہؓ کی سجدہ کی رفع یدین پر جرح بے دلیل اور اس کی تحریف معنوی کی ہے۔ یہ فضول ہے کیونکہ بقول البانی جب سجدوں کی رفع یدین دس صحابہؓ نے روایت کی ہے آپ کے ہاں ایسی روایت متواتر قطعی جرح سے پاک اس کا منکر کافر ہے۔

۳۶:...... صفحہ ۶، نمبر ۲۵ پر جو جناب نے زور مارا ہے کہ جزء رفع یدین کا راوی محمود بن اسحاق خزاعی ہے جس سے دو ثقات نے روایت کی ہے اس لئے وہ مجہول الحال نہیں تو کیا ہوا مستور الحال تو ہے اور جزء بخاری میں آپ کے دعویٰ پر تو ایک بھی دلیل نہیں بلکہ بخاری نے تو سجدوں کی رفع یدین کو نہ صرف صحیح مانا ہے بلکہ عبدالرحمٰن بن مہدی سے اس کا سنت ہونا نقل کیا ہے اور قیام کی رفع یدین رکوع سے پہلے جو آپ قیام میں کرتے ہیں اور رکوع کے بعد قیام میں کرتے ہیں اور تیسری رکعت کے شروع قیام میں کرتے ہیں امام اوزاعی سے نقل کیا کہ **ذاک الامر الاول** یعنی یہ ابتدائی دور کی بات ہے۔

۳۷:...... صفحہ ۶، نمبر ۲۶ پر حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کا انکار کرنے کے لئے بہانہ بنایا ہے کہ سفیان مدلس ہے اور وہ عن سے روایت کر رہا ہے۔ اس کا ایک ہی حل ہے۔ دس آدمی مل کر انتخاب کریں ہم ترتیب وار بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ سے وہ احادیث دکھاتے جائیں گے جن میں سفیان کا عنعنہ ہوگا اور آپ ان احادیث کو ضعیف موضوع اور جھوٹی لکھتے جائیں گے اور جو حوالے اس بارہ میں جناب نے دیے ہیں وہ غیر مقلدوں کو الزامی جواب کے طور پر لکھا ہے جیسے شاہد صاحب نے بھی الزاماً کہا کہ تم جو ابن خزیمہ سے سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث پیش کرتے ہو اور اس کو اپنی سب سے بڑی دلیل بتاتے ہو اس میں بھی سفیان کا عنعنہ ہے لیکن تو نے پورے فریب سے کام لیا اور کہہ دیا کہ مسند احمد کی حدیث میں سفیان نے حدثنی کہا ہے۔ کیا یہ وائلؓ کی حدیث ہے جو ابن خزیمہ میں ہے اور کیا مسند احمد کی حدیث میں ابن خزیمہ کی طرح **فوضع یدہ الیمنیٰ علی الیسریٰ علی صدرہ** کے الفاظ ہیں۔ ایسے دھوکہ کرنے والے کو جناب نے خود کذاب دجال شیطان کہا ہے، ہم بھی عطائے تو بلقائے تو پر عمل کر لیتے ہیں۔

۳۸:...... فعل اور ترک کا فرق:...... ہم اہل سنت والجماعت صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے ہیں۔ یہ رفع یدین پوری امت کرتی ہے۔اس کا ثبوت اور پھر دوام باجماع امت ثابت ہے۔ یہ سنداً اور عملاً متواتر ہے۔اس کے برعکس غیر مقلد جو اس کے علاوہ ۹ جگہ اختلافی رفع یدین بغیر کسی تکبیر کے کرتے ہیں اس پر نہ سندی تواتر ہے اور نہ عملی تواتر نہ اس کے دوام پر اجماع ہے بلکہ مذاہب اربعہ کے متون فقہ میں کسی ایک مستند متن کی عبارت اس ۹ جگہ کے سنت ہونے پر پیش نہیں کی جاسکتی۔اس میں غیر مقلد بالکل عاجز رہے ہیں۔

۳۹:...... ترک رفع یدین میں رفع یدین غیر مقلدین کے ہاں ۲/۱ ہے۔ دو سجدوں سے اٹھ کر یعنی دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں۔ دونوں جگہ وہ رفع یدین نہ کرنے کو سنت کہتے ہیں اور ان دو کے مقابلہ میں صرف دو رکعت کے بعد تیسری رکعت میں کھڑے ہو کر ایک دفعہ رفع یدین کرنے کو سنت کہتے ہیں۔اسی طرح ہر رکعت میں رکوع ایک ہے اور سجدے دو۔ وہ رکوع سے پہلے اور اٹھ کر رفع یدین کرنے کو سنت کہتے ہیں جو دو جگہ بنتی ہے اور دونوں سجدوں سے پہلے اور دونوں سے اٹھ کر رفع یدین نہیں کرتے جو چار دفعہ بنتی ہے اس لئے چونکہ زبیر علی زئی نے ترک کی بحث کو نہیں چھیڑا اس لئے پہلے وہ لکھ کر بھیجے کہ دو رکعت کے بعد رفع یدین کتنے صحابہؓ نے روایت کی ہے اور ان کے نام لکھے، پھر ان سے دوگنے نام ان صحابہؓ کے لکھے جنہوں نے دو سجدوں کے بعد رفع یدین کے ترک کی صریح روایات کی ہیں۔اس طرح اس نے رکوع کی رفع یدین کے لئے گیارہ صحابہؓ کا نام لکھا۔اب دونوں سجدوں میں ترک رفع یدین کے لئے بائیس صحابہؓ کا نام لکھ کر بھیجے، پھر ان کی احادیث کی صحت اور ضعف کی بات کریں گے، بلکہ اگر بائیس نام دے دے تو سندی تواتر کے بعد سندی بحث نہ ہوگی۔

۴۰:...... آپ تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے ہیں اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین نہ کرنے کو سنت کہتے ہیں،اس کی ایک بھی صریح روایت نہ آپ نے پیش کی ہے اور نہ قیامت تک کر سکتے ہیں۔آپ کا مذہب کتنا بے دلیل ہے۔

۴۱:...... ہر رکعت میں ایک رکوع ہے،اس کی رفع یدین پر آپ اشتہار لکھتے ہیں، رسالے

لکھتے ہیں، انعامی چیلنج دیتے ہیں مگر سجدے ہر رکعت میں دو ہوتے ہیں اور ان کی چار رفع یدین بنتی ہیں یہاں ترک رفع یدین سنت ہے اس پر آپ کو ڈبل دلائل دینے ہیں مگر آپ پر سکوت مرگ طاری ہے۔ جناب نے نور العینین (صفحہ ۴۴) پر سجدوں کی رفع یدین کے ترک کے لیے حدیث ابن عمر پیش کی ہے اور بخاری صفحہ ۱۰۲، جلد ۱، اور مسلم صفحہ ۱۶۸، جلد ۱ کا حوالہ دیا ہے۔ ان الفاظ میں یہ حدیث مسلم میں نہیں ہے۔ اس حدیث کا مدار زہری پر ہے جس کو آپ نے فیض عالم صدیقی شیعہ اور منافقوں کا ایجنٹ کہا ہے اور وہ مدلس بھی ہے اور بخاری میں اس کا عنعنہ ہے۔ زہری کے بڑے شاگرد دو ہیں، (۱) سفیان بن عیینہ مکی جناب نے اس کے ۳۲ شاگرد لکھے ہیں یہ رکوع کے بعد رفع یدیہ بیان نہیں کرتے اور سجدوں کے بارہ میں **ولا یرفع بین السجدتین** کہتے ہیں کہ دو سجدوں کے درمیان جب جلسہ میں بیٹھے تو ہاتھ اوپر نہ اٹھائے بلکہ رانوں پر رکھے۔ اس سے سجدوں سے پہلے اور سجدوں سے اٹھ کر رفع یدین کی نفی نہیں ہوتی۔ محمد بن ابی حفصہ بھی یہی کہتے ہیں۔ (۲) دوسرے شاگرد مالک مدنی ہیں، ان کے جناب نے ۳۰ شاگرد بیان کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں **لا یفعل ذلک فی السجود** یعنی سجدہ کی حالت میں جب آدمی تسبیحات پڑھتا ہے تو رفع یدین نہ کرے اس سے بھی سجدوں سے پہلے اور بعد کی رفع یدین کی نفی نہیں ہوتی۔ یونس، زبیدی، معمر اور ابن اخی الزہری بھی یہی روایت کرتے ہیں۔ ابن جریج اور عقیل **ولا یفعله حین یرفع راسه من السجود** اور شعیب کہتا ہے **ولا یفعل ذلک حین یسجد و لا حین یرفع راسه من السجود**۔ گویا اور کسی صحابی نے تو سجدوں سے پہلے اور اٹھ کر ترکِ رفع یدین روایت ہی نہیں کیا صرف ابن عمر نے اس سے بھی زھری کے طریق میں اور زہری سے بھی صرف ایک شعیب نے گویا جناب کے نقشہ (۴۶، ۴۷) پر دی ہوئی رپورٹ کے مطابق تقریباً ۸۰ سندوں میں سے صرف ایک میں۔ اور زہری کو ادراج کی بھی عادت تھی اور شعیب کون سا ہے سند میں وضاحت نہیں ہے۔ یہ وہ روایت ہے جس کی بنا پر جناب سجدوں سے پہلے اور اٹھ کر رفع یدین نہ کرنے کو سنت کہتے ہیں۔

۴۲:...... تحریمہ کے بعد ترک رفع یدین ہمارے ہاں عملاً متواتر ہے اور تواتر کے بعد سندی بحث کرنا بہت بڑی جہالت ہے۔ عبدالحمید بن جعفر وہ جناب کے نزدیک ثقہ اور ابوبکر بن عیاش جو بخاری کا راوی ہے وہ آپ کے ہاں ضعیف، اس لئے جن راویوں پر جناب نے جرح کی ہے ان کی جتنی روایات صحاح ستہ میں ہیں وہ سب آپ رد کردیں گے تو فیصلہ ہوگا۔

۴۳:...... صفحہ ۷، نمبر ۲۹ پر جو لکھا ہے کہ بیس سے زائد اماموں نے حدیث ابن مسعودؓ کو ضعیف کہا ہے سب کا رد البانی نے کردیا ہے کہ کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ (حاشیہ مشکوۃ) اور تجھے بھی یہ ماننا پڑا ہے کہ ''علل حدیث کے ماہر علماء اگر ثقہ راویوں کی روایت کو ضعیف کہیں تو ان کی بات کو تسلیم کیا جائے گا۔ وہ اس فن کے ماہر ہیں اور فن حدیث میں ان کی بات حجت ہے۔'' (نور العینین) گویا آپ بھی مان گئے کہ راوی ثقہ ہیں ان لوگوں نے خلاف دلیل اس کو ضعیف کہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان بیس کی بات پر جناب کو بھی اعتماد نہیں اس لئے ان بیس کے خلاف نئی جرح کی ہے کسی نے نہ کی تھی عنعنہ، سفیان، جناب نمبروار ان کے اعتراضات نقل کر کے جواب لیں۔

۴۴:...... تقلید، کفر و شرک، بدعت اور حرام کی جامع مانع تعریفات قرآن و حدیث کے ترجمہ سے لکھیں۔

فقط محمد امین صفدرؒ

۱۶/ستمبر ۱۹۹۹ء

زبیر علی زئی کے رسالہ

"نورالقمرین" کا آپریشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ حقیقت دوپہر کے سورج سے زیادہ روشن ہے کہ پاک و ہند میں اسلام لانے والے، اسلام پہنچانے والے اور اسلام قبول کرنے والے سب کے سب اہل السنت والجماعت حنفی مسلمان تھے اور ان ہی حضرات نے اس ملک میں قانون اسلامی صدیوں تک نافذ رکھا اور اسلامی قوانین کا عظیم مجموعہ اسی ملک میں مرتب ہوا، لیکن جب برطانوی حکومت آئی اس وقت ایک نیا فرقہ وجود میں آیا جو مذہب حنفی سے بغاوت کر کے غیر مقلد کہلایا۔ ان میں کئی فرقے بنے، بڑے بڑے دو فرقے اپنے کو اہل قرآن اور اہل حدیث کہتے ہیں۔ ثانی الذکر فرقہ نے یہ پروپیگنڈہ شروع کیا کہ حنفی صرف اپنے امام کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر عمل نہیں کرتے۔ اس جھوٹ کا پول کھولنے کے لئے "اعلاء السنن" کے نام سے علم حدیث کی ایک عظیم خدمت سامنے آئی۔ جس پر عرب و عجم نے علمائے دیوبند کو خراج تحسین پیش کیا اور غیر مقلد نہ اس کو تسلیم کرنے کا اعلان کر سکے نہ ہی اس کا کوئی مکمل جواب آج تک لکھ سکے۔[1] یہ ان کے علماء کے تعصب، ضد اور عناد کی انتہا ہے۔

اس کے بعد مولانا انوار خورشید صاحب مدظلہ نے اردو خوان حضرات کو اس جھوٹے پروپیگنڈے سے بچانے کے لئے ایک کتاب "حدیث اور اہل حدیث" نامی تحریر فرمائی۔ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے عجیب قبولیت عطا فرمائی۔ چند سالوں میں اس کے کئی ایڈیشن ہاتھوں

[1] اور اب تو اور مزا ہو گیا کہ اس کا اردو ترجمہ مولانا نعیم احمد صاحب نے "احیاء السنن" کے نام سے مکتبہ امدادیہ ملتان سے شائع کیا ہے۔ (محمد نعمان حامد)

ہاتھ نکل گئے۔ اس کتاب میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا عام فہم اُردو ترجمہ لکھا گیا تا کہ سب لوگ فرامین رسول کا خود مطالعہ کرسکیں۔ ہمیں قوی گمان تھا کہ یہ کتاب سب سے پہلے نام نہاد اہل حدیث حضرات خریدیں گے اور لوگوں کو اس کے مطالعہ کی دعوت دیں گے اور اپنی ہر مسجد میں اس کا درس شروع کریں گے اور مؤلف کو مبارک بادی کے خطوط لکھیں۔ لیکن آپ اس بات پر حیران ہوں گے کہ احادیث مقدسہ کے اس حسین گلدستہ کے شائع ہونے پر سب سے زیادہ تکلیف اور بوکھلاہٹ نام نہاد فرقہ اہل حدیث کو ہوئی اور احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت سے نام نہاد اہل حدیث کی نیندیں حرام ہوگئیں اور ان احادیث پر عمل نہ کرنے کے بہانے تلاش ہونے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے گوجرانوالہ سے ایک رسالہ چھاپا گیا۔ اس کا نام تھا

حدیث اور غیر اہل حدیث:

یہ خواجہ قاسم نے لکھا، لیکن اس کو غیر مقلدین نے بھی پسند نہیں کیا اور پڑھے لکھے لوگ تو کہنے لگے کہ احادیث شائع کرنے والے کو غیر اہل حدیث کہنا دیانت وعلم کا جنازہ نکالنے کے مترادف ہے۔ اگر احادیث سنانے کی وجہ سے آدمی غیر اہل حدیث ہوتا ہے تو تم پہلے غیر اہل حدیث بن گئے اور غیر مقلدین نے اسے اس لئے پسند نہ کیا کہ اس میں خواجہ صاحب نے بار بار اعتراف کیا ہے کہ یک طرفہ احادیث پیش کی گئی ہیں۔ جس سے غیر مقلدین کا جھوٹ خود تسلیم کرلیا گیا کہ آج تک ہم جو کہتے تھے کہ حنفی صرف امام صاحب کا قول مانتے ہیں نبی پاک کی احادیث نہیں مانتے، یہ بات واقعۃً ایسا جھوٹ تھا کہ اتنا بڑا جھوٹ اس فرقہ کے پیدا ہونے سے پہلے دنیا میں کبھی بھی نہیں بولا گیا۔ اب صرف یہ سوال باقی رہ گیا کہ جن مسائل میں دو طرح کی احادیث ملتی ہیں ان دونوں قسم کی احادیث پر نہ تو غیر مقلدین کا عمل ہے نہ اہل سنت کا۔ ہاں ایک پہلو کی احادیث کو وہ راجح قرار دیتے ہیں اور ایک ایک پہلو کی احادیث کو اہل سنت۔ فرق یہ ہے کہ اہل سنت اس بارہ میں خود رائی نہیں

کرتے، وہ اس پہلو کی احادیث کو راجح قرار دیتے ہیں جن کو خیر القرون کے سیدنا الامام اعظمؒ نے راجح قرار دیا اور ان احادیث کی پشت پر ملک کا عملی تواتر بھی ہے۔ اس طرح احادیث پر عمل بھی ہو جاتا ہے اور مسلمانوں میں کوئی فتنہ نہیں پیدا ہوتا جبکہ غیر مقلدین اپنی خودرائی سے ان احادیث کو راجح قرار دیتے ہیں جو ملک کے عملی تواتر کے خلاف ہیں تا کہ امت میں فتنہ و فساد اور لڑائی جھگڑے کا بازار گرم ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ فتنے کو قتل سے سخت اور بڑا گناہ فرماتے ہیں۔

پریشانی:

خواجہ صاحب کے جواب سے غیر مقلدین اور زیادہ پریشان ہوئے کہ اس میں اعتراف کر لیا گیا کہ سنی، حنفی قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں اس لئے وہ اپنے علماء کو رات دن تنگ کرنے لگے کہ ہم ان احادیث پر عمل کرنے لگے ہیں بلکہ کئی ایک سعید روحیں واقعۃً غیر مقلدیت سے تائب ہو کر سنی، حنفی ہو گئیں۔ غیر مقلد علماء کا مزاج عجیب ہے کہ ان کے سینکڑوں آدمی قادیانی ہو جائیں تو یہ پریشان نہیں اور دل کو سمجھا لیتے ہیں کہ چلو رہا تو غیر مقلد ہی ہے نا اور اسی سے جان بچانے لگتے ہیں کہ یہ جو اعتراض کرے گا اس کے جوابات ہمارے بس میں نہیں۔ چنانچہ تاریخ اور مشاہدہ گواہ ہے کہ ان میں سے جتنے قادیانی بنے یہ ایک کو بھی واپس نہیں لا سکے اور رات دن ان کے سینکڑوں آدمی منکر حدیث ہو رہے ہیں اور اپنا نام اہل قرآن رکھ لیتے ہیں مگر ان کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی مگر ان کو واپس لانے اور سمجھانے کی کوشش نہیں کرتے زیادہ سے زیادہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ اہل قرآن کافر ہیں جب وہ آگے سے کہتے ہیں کہ اگر آدمی قرآن کو ماننے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے تو اہل حدیث تو ڈبل کافر ہوگا۔ اس کا پھر ان کے پاس خاموشی کے سوا کوئی جواب نہیں ہوتا، اور یہی سوچ لیتے ہیں کہ چلو منکر حدیث ہی بن گیا۔ امام اعظمؒ کا مقلد تو نہیں بنا، لیکن اگر ان میں سے کوئی آدمی خودرائی اور فتنہ پروری چھوڑ کر سنی، حنفی بن جائے اور ان کو قرآن وحدیث سنائے تو یہ سب پریشان ہو جاتے ہیں۔ یہود بے بہبود کی عادت تھی کہ نبی کی کوئی بات اگر ان کی خواہش کے موافق ہوتی تو بہت خوش

ہوتے لیکن اگر نبی پاک کا کوئی ارشاد ان کی خواہش نفس کے خلاف ہوتا تو کبر و غرور کے گھوڑے پر چڑھ کر جب تک اس نبی کو شہید نہ کر لیتے دم نہ لیتے۔ بالکل یہی عادت ان غیر مقلدین کی ہے کہ جو حدیث ان کی خواہش نفس کے خلاف ہو اس کو شہید کرنے کے لئے نئے نئے پینترے بدل بدل کر ایسے ایسے کمانڈو ایکشن کریں گے کہ اس بے چاری کو شہید کر کے دم لیں گے۔ چنانچہ "حدیث اور اہل حدیث" میں درج احادیث پر بھی بھرپور کمانڈو ایکشن کی تیاریاں ہوئیں، مگر یہ بڑا کٹھن مرحلہ تھا کہ اتنی احادیث مبارکہ کو ایک ہی حملے میں شہید کیا جائے، اس لئے پہلے صرف ان احادیث پر کمانڈو ایکشن کیا گیا جو ترک رفع یدین کے سلسلہ میں اس کتاب میں درج تھیں اور اس کمانڈو ایکشن کے لئے ایک پارچہ فروش کا انتخاب ہوا۔

نور القمرین فی اثبات رفع الیدین:

محمد زبیر علی زئی نے نور القمرین نامی رسالہ اس کمانڈو ایکشن کے لئے لکھا، مگر قمرین سے کون سے دو چاند مراد ہیں یہ نہیں بتایا، اگر کہو کہ کتاب وسنت مراد ہے تو کتاب وسنت یعنی خدا اور رسول کے کلام سے کسی حدیث کو ضعیف یا موضوع ثابت نہیں کیا گیا، پھر چاند کی شعاعیں نیچے کی طرف آتی ہیں اور رفع یدین میں ہاتھ اوپر کو اٹھتے ہیں تو نہ معلوم قمرین اور رفع یدین میں مناسبت کیا ہے۔ اس کا موقف یہ ہے کہ کتاب حدیث اور اہل حدیث میں جو اڑتیس احادیث پیش کی ہیں ان میں سے بعض موضوع سے غیر متعلق ہیں، بعض ضعیف ہیں اور بعض موضوع ہیں لیکن جن کو ضعیف کہا یا موضوع وہ کس دلیل سے کہا۔ عام غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ دلیل شرعی صرف اور صرف قرآن وحدیث ہے۔ تمام دین صرف کتاب و سنت میں بند ہے لیکن زبیر علی زئی صاحب قرآن وحدیث کو کافی نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک دلائل شرعیہ تین ہیں اس لئے لکھتے ہیں کہ:...... "اصل حجت اور دلیل قرآن وحدیث ہے اور اجماع ہے۔" (نور العینین، صفحہ ۱۳۸) مگر اس کمانڈو ایکشن میں کسی ایک حدیث کو بھی اللہ تعالیٰ کے فرمان سے ضعیف یا موضوع ثابت نہیں کر سکتے اور نہ ہی کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے کسی ایک ہی حدیث کو ضعیف اور موضوع ثابت کر سکتا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ دونوں کتابوں میں نہ ہی کسی دلیل شرعی سے سنت کی تعریف لکھی، نہ صحیح حدیث کی، نہ واجب کی، نہ ضعیف کی اور نہ موضوع کی اور نہ ہی اجماع کی کوئی تعریف کی کہ ترک رفع یدین کی احادیث پر احناف اور مالکیوں کا متواتر عمل ہے۔ اب اجماع کی وہ تعریف کہاں ہے کہ جس سے امام مالکؒ اور تمام مالکی، امام اعظمؒ اور تمام حنفی امت سے خارج کر دیے جائیں، اس لئے قرآن حدیث کا نام لینا ہاتھی کے دانت ہیں جو دکھانے کے ہیں کھانے کے نہیں۔

بلی تھیلے سے باہر آ گئی:

اب قرآن، حدیث اور اجماع سے منہ موڑ کر لکھتا ہے:...... ''حدیث کی تصحیح و تضعیف میں صرف محدثین کا قول ہی حجت ہے۔'' (نور العینین، صفحہ ۵۸) امام ابو حاتم نے کچھ روایات کو کذب و باطل و صحیح کہا اور دلیل نہ بتا سکے۔ (ایضاً، صفحہ ۵۸) عبد الرحمٰن بن مہدی نے کہا معرفت حدیث الہام ہے۔ (صفحہ ۵۸) کپڑا فروش نے بات واضح کر دی کہ یہ محدثین بغیر دلیل کے محض الہام سے احادیث کو صحیح یا ضعیف کہہ دیتے ہیں۔ یہی نظریہ حدیث کے صحیح وضعف ہونے کے بارہ میں مودودی کا ہے۔ زبیر کا باپ چونکہ مودودی ہے اس لئے یہ نظریہ وہاں سے لیا اور یہی نظریہ مرزا قادیانی کا ہے کہ ملہم اپنے الہام سے احادیث رد یا قبول کرتا ہے۔ زبیر علی زئی نے جب سارا مدار الہام پر رکھ دیا تو الہام کی جامع مانع تعریف اور اس کے حکم شرعی سے بھی اپنے قارئین کو روشناس کرانا ضروری تھا، مگر کپڑا فروش ان باتوں کو کیا جانے۔ یہ کام اس کے بس کا ہے ہی نہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ بلا مطالبہ دلیل کسی کی بات ماننا تقلید ہے، اسی لئے اس رائے پرست نے احادیث کی صحت وضعف کا مدار محدثین کی رائے پر رکھا ہے جس رائے کی بنیاد نہ کتاب اللہ ہے نہ سنت رسول اللہ، بلکہ صرف اور صرف اس کا الہام ہے۔ اگر الہام کو ہی ماننا تھا کہ مالکیوں اور حنفیوں بھی ہزار ہا صاحب الہام ہوئے جو ترک رفع یدین سے نماز پڑھتے رہے ہیں، ان کے الہامات کو ہی حجت مان لیتا۔ معلوم ہوا کہ

الہام کو بھی نہیں مانتا اور محض اپنی حدیث نفس پر سارا مدار ہے اور اتباع ہی دین وایمان ہے۔

سند کی بحث:

زبیر علی زئی کے کمانڈو ایکشن میں سب سے بڑا ایکشن سند ایکشن ہے۔ اہل سنت میں چار ہی مذاہب متواتر ہیں۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی۔ جن ممالک میں حنفی اور مالکی ہیں وہاں ترک رفع یدین عملاً متواتر ہے اور جن علاقوں میں شوافع اور حنابلہ ہیں ان میں ان والی رفع یدین عملاً متواتر ہے، البتہ غیر مقلدین کی رفع یدین ایک خبر واحد بھی متفق علیہ نہیں اور پوری امت کے عملی تواتر کے خلاف ہے اور متواتر سند کی بحث کی محتاج نہیں رہتیں، جیسے سورج کے لئے گواہی کی ضرورت نہیں رہتی۔ زبیر علی زئی میں اگر ہمت ہے تو ایک آیت یا ایک حدیث یا ایک نص ائمہ اربعہ کے اجماع کی پیش کرے کہ متواتر بھی سند کی بحث کا محتاج ہے، جس طرح متواتر قرآن کی سند تلاش کرنا جہالت ہے۔ متواتر لغت (مثلاً چاقو کا لفظ پہلے کس نے وضع کیا اور اس تک سند کیا ہے) کی سند تلاش کرنا حماقت ہے۔ اسی طرح ائمہ اربعہ کی فقہ کے متون متواترہ اور مذاہب اربعہ میں جو مسائل عملاً متواتر ہوں ان کی سند تلاش کرنا یا سند پر بحث کرنا محض الحاد اور بد دینی ہے، اسی طرح متواتر احادیث پر بحث کر کے انکار کرنا محض انکار حدیث کا شاخسانہ ہے۔

غیر مقلدین کا مزاج اور پیش بندی:

اس فرقہ کے اکابر نے اپنے علم ومشاہدہ کی بنا پر حدیث کے بارہ میں ان کا مزاج بتایا ہے کہ ہمارے اس زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے اور درحقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے (باہر) ہیں۔ جو حدیثیں سلف اور خلف کے ہاں معمول بہا ہیں ان کو ادنیٰ سی قدح اور مردودی جرح پر مردود کہہ دیتے ہیں اور صحابہ کے اقوال اور افعال کو ایک بے طاقت سے قانون اور بے نور سے قول کے سبب پھینک دیتے ہیں اور ان پر اپنے بے ہودہ خیالوں اور بیمار فکروں کو مقدم کرتے ہیں اور اپنا نام محقق رکھتے ہیں۔ حاشا

و کلا۔ اللہ کی قسم یہی لوگ ہیں جو شریعت محمدیہ کی حد بندی کے نشان گراتے ہیں اور ملت حنفیہ کی بنیادوں کو کہنہ کرتے ہیں اور سنت مصطفویہ کے نشانوں کو مٹاتے ہیں اور احادیث مرفوعہ کو چھوڑ رکھا ہے اور متصل الاسانید آثار کو پھینک دیا ہے اور ان کے دفع کرنے کے لئے وہ حیلے بناتے ہیں جن کے لئے کسی یقین کرنے والے کا شرح صدر نہیں ہوتا اور نہ کسی مومن کا سر اٹھتا ہے۔ (فتاویٰ غزنویہ، صفحہ ۲۰۶، جلد ا، فتاویٰ علمائے حدیث، صفحہ ۹ ۷، جلد ۷) یہ اصل فتویٰ مولانا داؤد غزنوی سابق امیر جماعت اہل حدیث پاکستان کے والد گرامی مولانا عبدالجبار غزنوی کا ہے جو عربی زبان میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا عبدالتواب ملتانی کا ہے اور اس کو مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی نے بھی فتاویٰ علماء حدیث میں درج فرمایا ہے۔

اس سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

۱:...... یہ فرقہ اہل حدیث ایک نیا فرقہ ہے۔ پہلے یہ فرقہ موجود نہ تھا۔ جیسے پرویزی، قادیانی نئے فرقے ہیں۔

۲:...... یہ فرقہ اتباع حدیث کا دعویٰ کرتا ہے، مگر کنارے پر کھڑے ہوکر، بحر محمدی میں کبھی داخل ہی نہیں ہوا۔ اس بے عمل ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بدعقیدہ بھی ہے کہ جن احادیث پر سلف سے خلف تک متواتر عمل ہوتا چلا جارہا ہے اپنے بے ہودہ خیالوں اور بیمار فکروں کی وجہ سے ان کو مردود قرار دیتا ہے۔

۳:...... ان کی کوشش ہی یہی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا نام بلکہ نشان تک مٹ جائے۔

۴:...... صحابہ کرام کے اقوال وافعال کو دور پھینکنا ان کا مشن ہے۔ ہمیں کامل یقین تھا کہ یہ فرقہ ''حدیث اور اہل حدیث'' کتاب میں درج احادیث مبارکہ کا بھی یہی حشر کریں گے اور ان کو مردود قرار دینے میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور صرف کر دیں گے، اس لئے ہم نے پیش بندی کے طور پر اس میں لکھ دیا تھا:...... ''یہ بات بھی سننے میں آئی ہے کہ غیر مقلدین اس کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں، اگر یہ بات صحیح ہے تو ''چشم ماروشن دل ماشاد'' ضرور لکھیں۔

انہیں اس کا حق ہے، لیکن جواب لکھنے والے چند باتوں کو ملحوظ رکھ کر جواب لکھیں تا کہ اس کا کچھ فائدہ ہو۔ محض تضیع اوقات نہ ہو۔ (۱) جو صاحب جواب لکھیں اگر اس کتاب میں مذکور احادیث پر جرح کریں تو جرح مفسر کریں اور جرح کا ایسا سبب بیان کریں جو متفق علیہ ہو، نیز جارح ناصح ہونا چاہئے نہ کہ متعصب۔ اس چیز کا خاص خیال رکھیں کہ کوئی ایسی جرح نہ ہو جو بخاری، مسلم کے راویوں پر ہو چکی ہو۔ (۲) جو صاحب جواب لکھیں وہ تدلیس، ارسال، جہالت، ستارت جیسی جرحیں نہ کریں کیونکہ اس قسم کی جرحیں متابعت اور شواہد سے ختم ہو جاتی ہیں اور متابع اور شواہد اس کتاب میں پہلے ہی کثرت کے ساتھ ذکر کر دیے گئے ہیں۔ ان باتوں کو ملحوظ رکھ کر جو جواب دیا جائے گا وہ یقیناً درخور اعتناء سمجھا جائے گا ورنہ بے جا اور فضول باتوں سے ہمیشہ کوئی سروکار نہ ہوگا۔ (حدیث اہل حدیث، صفحہ ۴) لیکن زبیر علی یہ اردو عبارت بھی نہیں سمجھ سکا، وہ قرآن، سنت اور فقہ کو کیا خاک سمجھ سکے گا۔

سند کی حیثیت:

زئی صاحب لکھتے ہیں:...... "اقوال وغیرہ کے صحیح ہونے کا علمی اور تحقیقی معیار یہ ہے اگر صاحب کتاب کا قول اس کی کتاب سے نقل کیا جائے تو اس کتاب کا تصنیف مصنف ہونا صحیح ثابت ہو، اور اگر صاحب کتاب کسی پہلے کا قول نقل کر رہا ہے تو اس سے قائل تک سند صحیح و متصل ہو، اگر یہ شرطیں مفقود ہوں تو اس قول کو کالعدم سمجھا جائے گا۔" (نور العینین، صفحہ ۴۳) ایک جگہ لکھتا ہے:...... "یہ واقعہ جعلی اور سفید جھوٹ ہے۔ شاہ رفیع الدین کا کسی واقعہ کو بغیر سند کے نقل کر دینا، اس واقعہ کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔ شاہ رفیع الدین اور امام شافعیؒ کے درمیان کئی سو سال کا فاصلہ ہے، جس میں مسافروں کی گردنیں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔ اسناد دین میں ہے اور بغیر سند کے کسی کی بات کی ذرہ بھر بھی حیثیت نہیں۔" (ایضاً صفحہ ۲۱) حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ اور میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ابن جریج متعہ کے قائل تھے، اس پر لکھتا ہے اس کی مکمل سند پیش کی جائے۔ حافظ ذہبی سے ابن جریج تک سند نامعلوم ہے۔ (صفحہ ۲۵)

تبصرہ:

اس نے جو من گھڑت اصول لکھا ہے اس پر نہ قرآن کا حوالہ دیا نہ حدیث کا اور نہ اجماع کا اور نہ یہ ثابت کیا کہ جزء رفع یدین امام بخاری کا رسالہ ہے بلکہ صحاح ستہ اور کتب اسماء الرجال جن کی طرف منسوب ہیں اس کا کیا ثبوت ہے۔ زبیر علی زئی اپنے سے لے کر ان تک متصل سند اور رواۃ کی توثیق ثابت کرے۔ (۲) سند دین ہے، جس بات کی سند نہ ہو وہ جعلی اور سفید جھوٹ ہے۔ اس دعویٰ کے بعد یہ بتایا جائے کہ امام مسلمؒ نے مقدمہ میں ابن سیرین سے نقل فرمایا ہے کا نوا لا یسألون الاسناد. پہلے لوگ یعنی صحابہ اور جلیل القدر تابعین سند نہیں پوچھتے تھے۔ کیا وہ بے دین تھے اور ان کی بیان کردہ باتیں جعلی اور سفید جھوٹ تھیں۔ (۳) اس موطا کی بلاغات جس میں یہ روایت بھی ہے کہ میں نے دو چیزیں تم میں چھوڑی ہیں جب تک ان کو مضبوط پکڑو گے گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میری سنت۔ کیا سب جعلی اور سفید جھوٹ ہیں۔ (۴) بخاری کی جن تعلیقات یعنی بے سند روایات کی سند ابن حجر اور دوسرے محدثین کو نہیں ملیں کیا وہ بخاری کی روایات جعلی اور سفید جھوٹ ہیں اور امام بخاریؒ کے دین کے بارہ میں ان بے سند روایات کی وجہ سے کیا فتویٰ ہے؟ (۵) امام ترمذیؒ ایک حدیث ذکر کر کے فی الباب میں بغیر سند کے کتنے نام ذکر کر دیتے ہیں۔ کیا یہ بے دینی کی بات ہے اور بعض فی الباب کے بارہ میں محدثین نے کہہ دیا ہے کہ ان کی سندیں ہمیں نہیں ملیں۔ کیا وہ سب جعلی اور سفید جھوٹ ہیں۔ (۶) تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، خلاصہ تذہیب والکمال میں سب اقوال بے سند ہیں۔ کیا یہ کتابیں لکھنے والے سب بے دین ہیں یا ان کتابوں میں لکھا ہوا ہر ہر قول جعلی اور سفید جھوٹ ہے؟ ان کتابوں سے جب اپنی تائید میں آپ حوالے نقل کرتے ہیں تو پورے بے دین بن کر ان بے سند جعلی اور سفید جھوٹوں سے استدلال کرتے ہیں لیکن جب کوئی اور استدلال کرے تو اس کو ڈانٹ دیتے ہیں کہ سند بیان کرو۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ بقول خود آپ ہی اکیلے دنیا

میں بے دین رہیں اور لوگوں کو جعلی باتیں اور سفید جھوٹ سناتے رہیں۔ (۷) اور عجیب بات تو یہ ہے کہ آپ جب ابن عدی، عقیلی، تاریخ بغداد سے کچھ نقل کرتے ہیں تو سند چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی صحت بھی ثابت نہیں کرتے تو جناب کو بقلم خود بے دین بننے اور لوگوں تک جعلی اور سفید جھوٹ پہنچانے کا شوق کب سے ہوا ہے؟ (۸) جناب نور العینین صفحہ ۱۴۶ پر موسیٰ بن داؤد کے بلغنی کہنے پر بڑے ترش رو ہیں اس کو جعلی بے اصل فرماتے ہیں اور یہ کہ استدلال باطل ہوا، مگر ۱۴۳ پر ابن عبدالبر نے اوزاعی کا قول بلغنا سے نقل کیا ہے۔ وہاں جناب کی ترشی ظاہر نہیں ہوئی نہ ہی اس کو جعلی کہا نہ بے اصل نہ باطل۔ جناب کہیں شعیب علیہ السلام کی قوم کی باقیات میں سے تو نہیں ہیں جن کے لینے کے باٹ اور ہوتے ہیں اور دینے کے اور اور آیت ویل للمطففین تو آپ کو کبھی بھول کر بھی یاد نہیں آتی۔

نقل عبارات:

زبیر صاحب کا دعویٰ تو یہ ہوتا ہے کہ اہل حدیث کے دو اصول اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اس لئے انہیں تو آیت قرآنی اور صحیح صریح غیر معارض حدیث نبوی کے علاوہ کچھ لکھنا ہی اصول شکنی اور اہل حدیث نام سے، دستبرداری ہے اس لئے جب بھی غیر مقلدین سے مناظرہ ہو تو غیر مقلد مناظر سے پہلے یہ تحریر لینا ضروری ہے کہ میں مناظرہ میں قرآن پاک کی صریح آیت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح صریح غیر معارض حدیث کے علاوہ کچھ پیش نہیں کروں گا، اگر کسی امتی کا قول پیش کروں تو پہلی دفعہ ایک ہزار روپیہ جرمانہ، اور تحریری معافی نامہ لکھ دوں گا۔ دوسرے قول پر دو ہزار روپے جرمانہ اور تحریری معافی مؤکد بحلف لکھوں گا اور اگر تیسری دفعہ امتی کا قول پیش کیا تو تین ہزار روپے جرمانہ اور اپنی شکست اور مذہب اہل حدیث سے دستبرداری کی تحریر لکھ کر دوں گا۔ زبیر اس رسالہ کے وقت اہل حدیث نہیں تھا، پکا رائے پرست تھا، لیکن امتیوں کے اقوال کی اصل عبارت بھی پوری نہیں لکھتا، محض کتابوں کے نام لکھ کر سادہ لوح عوام پر رعب ڈالتا ہے اور اس بارہ میں وہ شیعہ

مصنف غلام حسین نجفی کا اندھا مقلد ہے، اس کا فرض ہے کہ وہ مکمل عبارت لکھتے۔

جارح اور ناقل:...... اگر ایک جج کوئی فیصلہ دے اور اس فیصلہ کو بیس اخبار نقل کریں تو فیصلہ ایک ہی کہلاتا ہے، اخبار ناقل ہیں نہ کہ جج اب کوئی احمق اس کو بیس فیصلے قرار دے تو یہ اس کی انتہائی جہالت ہوگی، مگر موصوف کو جارح، متصل اور ناقل کی کوئی تمیز ہی نہیں ہے۔ یہ ناقلین کو بھی جرح کرنے والے یا تعدیل کرنے والے قرار دے کر محض نمبر شماری سے عوام کو دھوکہ دیتا ہے اور اس فریب پر شرم محسوس نہیں کرتا بلکہ فخر کرتا ہے۔

فریق یا ثالث:

اس حقیقت کو سب مانتے ہیں کہ فروعی مسائل میں مذاہب اربعہ آپس میں فریق ہیں۔ مثلاً اسی مسئلہ رفع یدین میں شوافع اور حنابلہ، احناف کے مقابل فریق ہیں۔ اس مسئلہ میں جب احناف نے خود امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی تقلید نہیں کی تو ان کے مقلدین کی تقلید کیوں کرنے لگے، لیکن یہ جاہل احناف کے مقابلہ میں ان کی رائیں پیش کرتا ہے اور اپنے جیسے جاہلوں کو باور کراتا ہے کہ یہ گویا آسمانی فیصلے ہیں۔

مذاہب اربعہ:

جس طرح کتاب سلت قراءتوں میں متواتر ہے لیکن ہر اسلامی ملک والے اسی ایک قراءت پر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں جو اس ملک میں تلاوۃً متواتر ہو۔ دوسری قراء ت جو دوسرے ملک میں تو تلاوۃً متواتر ہو اس ملک میں نہ ہو، اس پر اس ملک میں تلاوت کرنے سے امت میں اختلاف اور فتنہ ہوتا ہے اور الفتنة اکبر من القتل ہے، اس لئے اس پر تلاوت نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ کوئی شاذ و متروک قراءتوں پر تلاوت کرے، اسی طرح سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم چار مذاہب کے ذریعہ امت میں متواتر ہے۔ اب جس ملک میں ان چار میں سے جو مذہب متواتر ہوگا اسی کے مطابق سنت نبوی پر عمل کیا جائے گا۔ ان مذاہب کے لئے فقہ کے متون متواترہ بنیاد ہوتی ہے لیکن جاہل غیر مقلدین جب کسی امام کا

مذہب نقل کرتے ہیں تو متون متواترہ سے نقل نہیں کرتے۔ چنانچہ نورالعینین صفحہ ۱۴۰ پر عنوان باندھا ہے، ائمہ کرام اور رفع یدین اور امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام اوزاعی کے مذاہب نقل کئے ہیں اور لکھا ہے اصل حجت قران حدیث اور اجماع ہے۔ ائمہ کرام کے اقوال بطور استشہاد اور ان کے پیروکاروں کی تسلی کے لئے پیش کئے جارہے ہیں۔ (صفحہ ۱۴۰) اب کوئی پوچھے اس ملک میں نہ مالکی، نہ شافعی، نہ حنبلی، نہ کوئی اوزاعی کا مقلد، تو پھر ان اقوال کا لکھنا چہ معنی دارد۔ اور یہ بھی عجیب ہے کہ ان کو اپنی فقہ کی کتابوں سے اپنے مسئلہ پر تسلی نہیں۔ تیرے بے سند اقوال سے تسلی کیسے ہوگی؟ امام مالکؒ کا مذہب ان کی متواتر فقہ کے کسی متن سے نہیں لکھا، بلکہ ۲۵ کتابوں کا حوالہ دیا ہے جن میں نہ امام مالک کا قول متواتر ہے نہ سند کے ساتھ اور ان میں سے ایک عبارت بھی مکمل نہیں لکھی کیونکہ ان کا ایک قول کراہت کا ہے دوسرا استحباب کا، یہ دونوں قول مؤلف کے خلاف ہیں، مؤلف تو رافضیوں کی طرح وجوب کا قائل ہے۔ رہا یہ فیصلہ کہ دونوں میں سے راجح کونسا ہے تو اس کا فیصلہ مذہب کی فقہ کے متون متواترہ سے کیا جاتا ہے نہ کہ بے سند اور شاذ اقوال سے۔ اسی طرح امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مذہب بھی متونِ متواترہ میں استحباب کا ہے جیسے تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد مگر مؤلف تو رافضیوں کی تقلید میں وجوب کا قائل ہے اور سب ائمہ سنت کا مخالف ہے اور یہ بھی فریب کیا کہ ان کی رفع یدین کی گنتی غیر مقلدین سے نہیں ملتی، غیر مقلدین تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے ہیں اور جو نہ کرے اس کی نماز کو خلاف سنت اور ناقص کہتے ہیں، تو غیر مقلدین کے نزدیک تو امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی نماز بھی خلاف سنت ہوئی، پھر ان کو مخالف سنت بھی سمجھنا اور اپنا ہم نوا بھی بنایا محض دجل وفریب ہے اور اگر ان سے متون متواترہ کو چھوڑ کر ادھر ادھر سے اقوال اکٹھے کرنے ہیں تو البانی نے اپنی کتاب صفۃ صلاۃ النبی میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ سجدوں کے وقت رفع یدین کے بھی قائل تھے، تو جناب نے نہ یہ لکھا نہ اس پر عمل کیا۔ کوئی بات دھوکے اور فریب سے خالی نہیں۔

جواب:...... نور القمرین، صفحہ ۳ پر اس اختلافی رفع یدین کو سنت صحیحہ لکھا لیکن نہ تو یہ حکم قرآن سے ثابت کیا نہ حدیث سے اور نہ اجماع سے اور نہ ہی سنت کی جامع مانع تعریف اور حکم قرآن وحدیث سے بیان کیا جبکہ صفحہ ۹ پر وجوب حمیدی سے نقل کیا، لیکن یہ حکم بھی نہ قرآن میں نہ حدیث میں اور نہ ہی واجب کی تعریف اور حکم قرآن وحدیث سے بیان کیا۔ کیا مؤلف اتنا جاہل ہے کہ اس کے ہاں سنت اور واجب مترادف ہیں۔ یہ دونوں حکم رائے سے متعلق ہیں۔ زبیر اس بیان میں اہل حدیث نہیں رہا بلکہ رائے کی تقلید کر رہا ہے اور پکا رائے پرست ہے۔

حدیث نمبر۱:...... ابوعوانہ کا متن یوں ہے واذا اراد ان یرکع وبعد مایرفع راسه من الرکوع لا یرفعها وقال بعضهم ولا یرفع بین السجدتین.

(ابوعوانہ، صفحہ ۹، جلد ۲، مطبوعہ)

الحمیدی کا متن یوں ہے واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسه فلا یرفع ولا بین السجدتین صفحہ ۲۷۷، جلد ۲۔

مسلم صفحہ ۱۶۸، جلد ۱ کا متن ہے وقبل ان یرکع واذا رفع من الرکوع ولا یرفعهما بین السجدتین

(بیہقی، صفحہ ۶۹، جلد ۱ و اذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسه من الرکوع ولا یرفع بین السجدتین ہے۔

نسخہ قلمی الاعتصام واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسه من الرکوع فلا یرفعهما وقال بعضهم ولا یرفع بین السجدتین (حدیث اہل حدیث، صفحہ ۹۱۲)

زبیر کا بناوٹی متن وبعد ما یرفع راسه من الرکوع ولا یرفعهما وقال بعضهم ولا یرفع بین السجدتین صفحہ ۴۔

مع مقدمہ انجیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خداوند قدوس کی ثنا بے انتہاء اور رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود لامحدود کے بعد یہ عاجز برادران اسلام کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ سوئٹزرلینڈ سے ایک پادری کا مطبوعہ خط جو چار بڑے صفحات پر ہے ایک طالب علم نے دیا اور جواب کا تقاضا کیا۔ خط پڑھنے سے یہ معلوم ہوا کہ پادری صاحب نہ قرآن سے واقف ہیں نہ ہی اپنی بائیبل سے اس لئے اپنی تحریر میں اسے شاید احساس ہے کہ وہ اپنے مقصد کو مدلل نہیں کر سکا۔ اس ندامت کو چھپانے کے لئے اس نے آخری صفحہ پر مسلمانوں سے ۳۴ سوالات کر ڈالے تاکہ میری جہالت کو چھوڑ کر لوگ ان سوالات کے پیچھے لگ جائیں اس لئے میری کم علمی پر بھی پردہ پڑ جائے گا اور عیسائی مسلمان علماء کو پریشان کریں گے کہ ہمارے پادری صاحب کے سوالات کا جواب دو، اس لئے اختصار کے ساتھ اس کے سوالات کا جواب عرض ہے۔ پادری صاحب کو اسلامی کتابوں کا نام بھی پڑھنا نہیں آتا تو کتاب کیا خاک سمجھ آئے گی۔ اہل اسلام کی ایک تفسیر قرآن ہے جو عام مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اس کا نام ''جلالین'' ہے مگر پادری اس کا نام ''الجلالان'' لکھتا ہے۔ اسی طرح ''المثنہ'' کا ذکر کرتا ہے، جس سے اہل اسلام واقف نہیں۔ البتہ اس کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شیر اسلام مناظر اعظم حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ کی کتاب اظہار الحق بھی دیکھی ہے مگر افسوس کہ اس کو بھی سمجھ نہیں سکا ورنہ اس کے اکثر سوالات کے جواب اسی میں موجود ہیں۔ اس جواب میں ترتیب کچھ تبدیل کرنا مناسب معلوم ہوا۔

سوال نمبر۱/۲۶:...... ایک سرگرم متلاشی بائبل مقدس میں کیا پاتا ہے؟تفصیل؟

الجواب:...... حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ سے بڑھ کر سرگرم متلاشی کون ہوسکتا ہے، انہوں نے بائبل میں کیا پایا اس کی تفصیل اظہار الحق میں موجود ہے، جو پادری صاحب کے پاس ہے۔ مولانا نے یہ پایا کہ (۱) بائبل ۲٦ بے سند کتابوں کا مجموعہ ہے جو مختلف لوگوں نے مختلف زمانوں میں مختلف زبانوں میں مختلف مقاصد کے لئے لکھیں، جن کی اصل گم ہو چکی۔ ان بے سند افسانوں کو خدا کی کتابیں کہا جانے لگا۔ سو خداوند قدوس نے بتا دیا سو خرابی ہے ان کو جو لکھتے ہیں کتاب (بائبل) اپنے ہاتھ سے پھر کہہ دیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ لیویں اس پر تھوڑا سا مول، سو خرابی ہے ان کو اپنے ہاتھوں کے لکھنے سے اور خرابی ہے ان کو اپنی اس کمائی سے۔'' (البقرۃ ۲:۷۹) اور فرمایا ''اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور مت چھپاؤ سچ کو جان بوجھ کر۔'' (البقرۃ ۲:۴۲) ہائے اس کتاب میں کتنی غلط باتیں ملادی گئیں اور کتنی حق باتوں کو چھپا دیا گیا۔ (۲) مولانا نے اس کتاب کو اختلافات سے پُر پایا۔ چنانچہ باب اول کی دوسری فصل میں بائبل کے ۱۲۳/ اختلافات ذکر فرمائے۔ خدائے وحدہٗ لاشریک نے فرمایا ''اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پایا جاتا۔'' (سورۃ النساء)، چونکہ بائبل اختلافات سے پُر ہے اس لئے یہ یقیناً خدا کی طرف سے نہیں۔ (۳) مولانا نے بائبل میں بہت سی غلطیاں پائیں۔ چنانچہ باب اول فصل سوم میں بائبل کی ۱۰۰ غلطیوں کو تفصیل سے بیان فرمایا۔ خدائے عزوجل فرماتے ہیں "**ولتعرفنهم فی لحن القول**" (۴) مولانا نے بائبل میں تحریفات پائیں۔ الفاظ بدل دیے گئے، اس کی ۱۹ مثالیں، الفاظ بڑھا دیے گئے، اس کی ۳۱ مثالیں، الفاظ حذف کر دیے گئے، اس کے ۱۸ شواہد۔ باب دوم میں پیش فرمایا جناب یرمیاہ فرماتے ہیں ''تم نے زندہ خدا رب الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا ہے۔'' (یرمیاہ ۲۳:۳٦) اور قرآن نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کہ **یحرفون الکلم عن مواضعه** (۵) بائبل میں خدا کو دردزہ والی عورت کی طرح روتے چلاتے پایا۔ (یسعیاہ ۴۲) حضرت نوح علیہ السلام کو شراب پی کر ننگے ناچتے پایا۔ (پیدائش ۹:۱۸، ۲۴) حضرت لوط علیہ

السلام کو اپنی بیٹیوں سے زنا کرتے پایا۔ (پیدائش ۱۹، ۳۰:۳۸) یعقوب علیہ السلام کی بیٹی دینہ کی عزت وعصمت لٹتی نظر آئی۔ (پیدائش ،۳۴:۱۔۲۸) یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے روبن کو اپنی ماں سے زنا کرتے دیکھا۔ (پیدائش ، ۲۲:۳۵) یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یہوداہ کو اپنی بہو کی عصمت کو تار تار کرتے دیکھا۔ (پیدائش ۳۶ ۱۸:۔۳۱) حضرت ہارون علیہ السلام کو بچھڑا پوجتے دیکھا۔ (پیدائش ۳۲:۱۔۱۰) حضرت داؤد علیہ السلام کو اوریاہ کی بیوی سے زنا کرتے پایا اور اس کے خاوند کو قتل کرواتے دیکھا)۔۲، سموئیل باب ۱۱) داؤد علیہ السلام کے بیٹے امنون نے اپنی بہن تمر سے زنا کیا۔ (۲، سموئیل ، باب ۱۳) داؤد علیہ السلام کے بیٹے ابی سلوم نے اپنی سب ماؤں سے برسرِ عام زنا کیا۔ (۲، سموئیل ،۱۶: ۲۲) سلیمان علیہ السلام کو کفر کرتے پایا۔ (۱، سلاطین ،۱۱:۱۔۱۱) مسیح علیہ السلام کے حواری یہوداہ کو چوری کرتے پکڑا۔ (یوحنا ،۱۱: ۶) حواریوں کی بے وفائی پر آنسو بہائے۔ (متی ،۲۶: ۳۶۔۴۶) پطرس کو جھوٹ بولتے سنا۔ (متی ، ۲۶: ۷۴) یہوداہ اسکریوتی کی تجارت دیکھی کہ اپنے خدا کو تیس کھوٹے روپوں کے عوض بیچ ڈالا۔ (انجیل) خدا تعالیٰ کی فحش گوئی کے نمونے ، غزل ، الغزلات اور حزقیل باب ۲۳ میں پڑھے۔ یہ جو ہم نے بائبل میں پایا یہ اس انبار کی ایک مٹھی ہے ورنہ کوئی شریف آدمی ناک پر کپڑا رکھے بغیر اس کو پڑھ نہیں سکتا۔ ہم تو یہیں رک گئے لیکن پادری صاحب تو یقیناً ان سب کا عملی تجربہ بھی رکھتے ہیں۔

سوال نمبر ۲/ ۱۵:...... قرآن توریت اور انجیل کی بابت کس بات کا حکم دیتا ہے۔ ۳/ ۷ کیا قرآن مسلمانوں کو توریت اور انجیل کی بابت کسی قسم کا فرق رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔

الجواب:...... قرآن پاک جس طرح سارے سچے نبیوں کی تصدیق کرتا ہے اور بلا تفریق سب نبیوں پر ایمان کو لازم قرار دیتا ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ آج کوئی بھی آدم نام رکھ کر آجائے اور مسلمانوں کو کہے میرا ذکر قرآن میں ہے مجھ پر ایمان لاؤ ، اگر مجھ کو جھوٹا آدم کہتے ہیں تو وہ اصلی آدم مجھے دکھاؤ جس پر تمہارا ایمان ہے۔ سب سچے نبیوں پر ایمان ہے، لیکن ان میں سے ایک بھی آج دنیا میں موجو نہیں۔ اسی طرح قرآن خداوند قدوس کی

سب کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ ان کے آسمانی کتاب ہونے پر ایمان رکھنے کی دعوت دیتا ہے، مگراس کا یہ مطلب نہیں بتاتا کہ اگرلوگ اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھ کراسے تورات یا زبور یا انجیل کہنا شروع کردیں تو تم بھی ان جعلی کتابوں پر ایمان لے آنا، اگران میں سے ایک کتاب بھی دنیا میں موجود نہ ہوتو بھی ایمان میں فرق نہیں آتا۔ جیسے ایک بھی سچا نبی اس وقت دنیا میں موجودنہیں، پھربھی ہم سب کی تصدیق کرتے ہیں اورسب پرایمان رکھتے ہیں۔ یقیناً پادری صاحب کے ہم نام سینکڑوں دنیا میں موجود ہوں گے لیکن پادری صاحب کی بیوی ان سب کو یقیناً اپنا خاوندنہیں مانتی اگرچہ نام وہی ہے۔

تورات:

قرآن پاک یقیناً جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرتا ہے ان پر خدا کی طرف سے نازل شدہ تورات کی بھی تصدیق کرتا ہے لیکن آج نہ موسیٰ علیہ السلام دنیا میں موجود ہیں نہ ان کی تورات۔ آج کل جن کتابوں کوتورات کہتے ہیں اس کوتو موسیٰ علیہ السلام نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا کیونکہ یہ تو اس وقت لکھی گئی جب موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا نشان بھی لوگوں کو یادنہیں رہاتھا۔ (استثناء۳۴: ۵-۶) یہ موسیٰ علیہ السلام کی ایک سوانحِ عمری ہے جوکسی نامعلوم آدمی نے نامعلوم زمانہ میں نامعلوم زبان میں لکھی۔ اس سوانح عمری میں موسیٰ علیہ السلام کے حالات اور کچھ تعلیمات کا بھی ذکر ہے، یارلوگوں نے پہلے اس کوموسیٰ علیہ السلام کے نام نتھی کیا پھر خدا کے سر منڈھ دیا۔ قرآن نے ایسی تورات کی کہیں تصدیق نہیں فرمائی۔

زبور:

قرآن پاک نے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی تصدیق فرمائی یہ بھی فرمایا کہ ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی، مگرآج نہ ہی داؤد علیہ السلام دنیا میں ہیں نہ ہی ان کی زبور۔ اس وقت بائیبل میں ۱۵۰ زبور ہیں۔ ان میں سے زبور ۹۰ تا ۱۵۰ یعنی ۶۰

زبوروں کے بارہ میں عیسائی خود مانتے ہیں کہ ان کے مصنف سب ہی تقریباً گمنام ہیں۔ قاموس الکتاب (صفحہ ۴۷۰) ان میں سے ۷۳ زبور ایسے ہیں جن پر بلاثبوت داؤد علیہ السلام کا نام لکھ دیا ہے۔ یہ چند گانے اور گیت ہیں۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ تورات میں ہے ''کوئی حرام زادہ خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو، دسویں پشت تک اس کی نسل میں سے کوئی خداوند کی جماعت میں نہ آنے پائے۔'' (استثناء ۲:۲۳) اور جناب داؤد علیہ السلام کا نسب نامہ یوں ہے:...... یہوداہ سے فارص اور زارح تمر سے پیدا ہوئے اور فارص سے حصرون پیدا ہوا اور حصرون سے رام پیدا ہوا اور رام سے عمیند اب پیدا ہوا اور عمیند اب سے نحسون پیدا ہوا اور نحسون سے سلمون پیدا ہوا اور سلمون سے بوعز راحب پیدا ہوا اور بوعز سے عوبید روت سے پیدا ہوا اور عوبید سے یسّی پیدا ہوا اور یسّی سے داؤد بادشاہ پیدا ہوا۔ (انجیل، متی ۱۱:۳۔۶) اب صاف ظاہر ہے کہ داؤد فارض سے دسویں پشت میں ہیں اور فارض حرام زادہ تھا کیونکہ سسر یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے زنا کیا تو یہ حرام زادہ پیدا ہوا۔ (تورات پیدائش باب) پادری صاحب آپ کی بائیبل کے مطابق تو داؤد علیہ السلام خدا کی جماعت میں داخل ہی نہیں ہو سکتے۔ ان پر خدا نے زبور کیسے نازل کر دی اور تم قرآن سے ایسی کتاب کی تصدیق ڈھونڈنے کیسے دوڑ پڑے۔

انجیل:

جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی قرآن نے تصدیق کی ہے، اس انجیل کی بھی تصدیق کی ہے لیکن آج نہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر ہیں نہ ان کی انجیل۔ اس انجیل کا ذکر آپ کی بائیبل میں بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے آخری وقت شاگردوں کو فرمایا ''تمام تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔'' (مرقس، ۱۵:۱۶) اور آپ کو بھی پتہ ہے کہ موجودہ چاروں انجیلوں میں سے ایک بھی مسیح علیہ السلام پر نازل شدہ نہیں۔ یہ تو مسیح علیہ السلام کی سوانح عمریاں ہیں جن کے مسیح کے بے سند حالات اور کچھ بے سند تعلیمات درج

ہیں۔ان کی قرآن پاک نے کبھی تصدیق نہیں کی۔ یاد رہے تورات، زبور، انجیل کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے نہیں لی تھی اس لئے ان میں تحریفات ہوگئیں۔البتہ قرآن مجید کے بارہ میں فرمایا:...... انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ہم نے ہی یہ نصیحت (قرآن) نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'' چنانچہ ہر زمانہ میں قرآن کے کروڑوں حافظ پائے گئے ہیں اور کروڑوں نسخے قرآن پاک کے تواتر سے نقل ہوتے آرہے ہیں جبکہ بائبل کے کسی ایک کتاب کے ایک فقرہ کی بھی سند صحیح متصل خبر واحد کے طور پر بھی نہیں ملتی۔

۱:...... قرآن زمین پر مسیح کے آخری دنوں کی بابت کیا کہتا ہے؟

الجواب:...... قرآن پاک میں ہے''اور جب مثال لائے مریم کے بیٹے کی تبھی قوم تیری اس اُس سے چلّانے لگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ۔ یہ مثال جو ڈالتے ہیں تم پر سو جھگڑنے کو، بلکہ یہ لوگ ہیں جھگڑالو۔ وہ (مسیح علیہ السلام) کیا ہے؟ ایک بندہ ہے کہ ہم نے اس پر فضل کیا اور کھڑا کر دیا اس کو بنی اسرائیل کے واسطے اور اگر ہم چاہیں نکالیں تم میں سے فرشتے رہیں زمین میں تمہاری جگہ اور وہ (ابن مریم) نشان ہے قیامت کا۔ سو اس میں شک مت کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے اور نہ روک دے تم کو شیطان وہ تمہارا دشمن ہے صریح (الزخرف ۴۳: ۵۷۔۶۲) قرآن پاک نے بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام منجملہ علامات قیامت میں سے ہیں اور مسلم (ص) پر اس علامات قیامت میں ان کا بھی ذکر ہے۔ نیز بخاری صفحہ ۴۹۰، جلد ا پر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حکم عدل بن کر تشریف لائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور ابوداؤد (ص) پر ہے کہ وہ شادی کریں گے، اولاد ہوگی اور وفات پر مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے، اور مشکوٰۃ (ص) پر ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوں گے۔

۲:...... کیا مسیح علیہ السلام کے انجام کی بابت مسلمان متفق ہو سکے ہیں؟

الجواب:...... جی ہاں۔سوال نمبر ا کے جواب میں جو لکھا ہے اس بات پر تمام مسلمان متفق ہیں۔

۳:...... کیونکر مسلم علماء انجیل سے متعلق قرآنی تعلیمات پر متفق نہیں؟

الجواب:...... قرآن پاک نے پہلے تورات کا ذکر فرمایا ''ہم نے نازل کی توریت کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے یہود کو اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے۔ اللہ کی کتاب پر اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے۔ (۵:۴۴) چونکہ اس کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ نہیں لی تھی بلکہ درویشوں اور عالموں کو اس کا نگہبان ٹھہرایا تھا، اور بقول یرمیاہ علیہ السلام انہوں نے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا اور یہود کا کہنا ہے کہ سامریوں نے تورات میں تحریف کی اور پولوس نے اس پر عمل کرنے کو لعنت قرار دیا۔ (گلتیوں، ۳:۱۳) اور اس کو منسوخ قرار دیا۔

چنانچہ لکھتا ہے ''غرض پہلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب سے منسوخ ہو گیا کیونکہ شریعت نے کسی چیز کو کامل نہیں کیا۔'' (عبرانیوں، ۷:۱۸۔۱۹) اس کے بعد قرآن نے انجیل کا ذکر فرمایا ہے ''اور پیچھے بھیجا ہم نے انہیں کے قدموں پر عیسیٰ مریم کے بیٹے کو تصدیق کرنے والا توریت کی جو آگے ہے، اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور تصدیق کرتی تھی اپنے سے اگلی کتاب توریت کی اور راہ بتلانے والی اور نصیحت تھی ڈرنے والوں کو اور چاہیئے کہ حکم کریں انجیل والے موافق اس کے کہ جو اتارا اللہ نے اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے سو وہی لوگ ہیں نافرمان۔ (المائدہ، ۵:۴۱۔۴۷) ان آیات میں قرآن پاک نے اس انجیل کی تصدیق فرمائی جو عیسیٰ علیہ السلام پر خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی اور وہ ایک ہی تھی نہ کہ ان انجیلوں کی جو انسانوں کی تصنیف ہیں اور انہوں نے نامعلوم لوگوں سے سن سنا کر لکھیں۔ اور اسی کے قائم کرنے کا حکم دیا ہے نہ کہ ان کے قائم کرنے کا، اور مسیح علیہ السلام کی انجیل کو حواریوں کے زمانہ میں بگاڑنے والے پیدا ہو گئے تھے۔ چنانچہ پولوس لکھتا ہے ''میں تعجب کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں مسیح علیہ السلام کے فضل سے بلایا، اس سے تم جلد پھر کر کسی اور طرح کی خوشخبری (انجیل) کی طرف مائل ہونے لگے، مگر وہ دوسری نہیں، البتہ بعض ایسے ہیں جو تمہیں گھبرا دیتے اور مسیح کی خوشخبری

(انجیل) کو بگاڑنا چاہتے ہیں، لیکن اگر ہم یا آسمان کا کوئی فرشتہ بھی اس خوشخبری (انجیل) کے سوا جو ہم نے تمہیں سنائی کوئی اور خوشخبری (انجیل) تمہیں سنائے تو ملعون ہو۔" (گلتیوں، ۱:۶۔۸)

دیکھئے اس وقت آپ کی اناجیل اربعہ کا وجود بھی ثابت نہیں جبکہ مسیح علیہ السلام کی انجیل کو بگاڑنے کی کوشش شروع ہوگئی۔ پولوس نے اپنی انجیل کے علاوہ کسی انجیل کے ماننے والوں کو ملعون قرار دیا، جس سے ثابت ہوا کہ پولوس کے نزدیک انجیلوں (متی، مرقس، لوقا، یوحنا) کو ماننے والے ملعونی ہیں اور پولوس نے پطرس اور برناس پر یہ الزام بھی لگایا کہ "وہ خوشخبری (انجیل) کی سچائی کے موافق سیدھی چال نہیں چلتے۔" اس سے ثابت ہوا کہ پولوس کے پاس کوئی اور انجیل تھی جو آج دنیا میں دستیاب نہیں اور برناس کے پاس اور انجیل تھی جس کی پطرس بھی تائید کرتا تھا اور وہ انجیل آج بھی دستیاب ہے جس میں مسیح علیہ السلام کے خدا ہونے کا انکار، مسیح علیہ السلام کے صلیب پر مرنے کا انکار ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں نہایت صریح پیش گوئیاں موجود ہیں اور قرآن کی تصدیق غالباً اس کے مضامین سے متعلق ہے۔ اگر آج بھی عیسائی اس انجیل کو قائم کرلیں تو تثلیث و کفارہ کی لعنت سے آزاد ہوکر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہوکر نجات کے حق دار ہو سکتے ہیں۔ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ مسیح علیہ السلام کی انجیل صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے تھی اور ابدی بھی نہ تھی کہ اس کی حفاظت کی جاتی، بلکہ ابدی انجیل تو مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں آسمان سے نازل ہی نہ ہوئی تھی۔ وہ بعد میں آنے والی تھی۔ چنانچہ بائبل کی آخری کتاب مکاشفات یوحنا میں ہے یہ مکاشفہ مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے نصف صدی بعد دیکھا گیا۔ چنانچہ یوحنا کہتا ہے "پھر میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برّہ (بار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی میں آتا ہے) سیون (مقدس) پہاڑ پر کھڑا ہے اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار شخص ہیں (حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے دن عرفات کے اس پہاڑ پر پورے ایک لاکھ چوالیس ہزار اشخاص تھے، یہ گنتی اور کسی کے لئے نہیں دکھائی جاسکتی) جن کے ماتھے پر اس کا اور اس کے باپ کا نام لکھا تھا لا الٰہ الا اللہ

محمد رسول اللہ قرآن نے اسی حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ان کے ماتھوں پر خدا کو سجدے کرنے کے نشان ہیں۔ وہ ایک نیا گیت گا رہے تھے (قرآن پڑھ رہے تھے) اور ان ایک لاکھ چوالیس ہزار کے سوا جو دنیا میں سے خرید لئے گئے تھے کوئی اس گیت کو نہ سیکھ سکا (یعنی براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن نے بھی کہا کہ اللہ نے خرید لیا مومنوں سے ان کے مال اور جان کو) یہ وہ ہیں جو عورتوں سے آلودہ نہیں ہوئے بلکہ کنوارے (پاک دامن) ہیں۔ یہ وہ ہیں جو برّہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں جہاں کہیں وہ جاتا ہے اس کی کامل (اتباع کرتے ہیں) یہ خدا اور برّہ کے لئے پہلے پھل ہونے کے واسطے آدمیوں سے خرید لئے گئے۔ (قرآن نے بھی ان کو سابقین فرمایا ہے) اور ان کے منہ سے ہی جھوٹ نہ نکلا تھا، وہ بے عیب ہیں۔ قرآن نے بھی ان کو صادقون فرمایا اور فرمایا کہ کفر فسق اور گناہ ان کے لئے ناپسند بنا دیا گیا، پھر میں نے ایک اور فرشتہ کو آسمان کے بیچ میں اڑتے ہوئے دیکھا جس کے پاس زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم اور قبیلہ اور اہل زبان اور امت کے سنانے کے لئے ابدی خوشخبری (انجیل) تھی۔ چنانچہ اسی حجۃ الوداع کے موقع پر قرآن نے تکمیل دین کا اعلان فرمایا اور فرمایا کہ اب اسلام کے سوا کوئی دین بھی آپ کو پسند نہیں اور اس نے بڑی آواز سے کہا کہ خدا سے ڈرو اور اس کی تمجید کرو کیونکہ اس کی عدالت کا وقت آ پہنچا ہے (یعنی اس ابدی انجیل کا قانون ہوگا، جہاد، حدود، تعزیرات سے لوگوں کی عدالت کی جائے گی جبکہ پہلی انجیل اس سے خالی تھی) اور اسی کی عبادت کرو جس نے آسمان اور زمین اور سمندر اور پانی کے چشمے پیدا کئے (یعنی اس کتاب میں توحید خالص کی تعلیم ہوگی، انصاف وعدل کا تذکرہ ہوگا، تثلیث، ابنیت کے شرک اور کفارہ مسیح کے غیر عادل نظریہ سے وہ پاک ہوگی) (مکاشفات یوحنا، ۱۴:۱-۷) پادری صاحب مسیح علیہ السلام کے بعد ایک نبی ہوا ہے جس نے ایک لاکھ چوالیس ہزار میں قرآن سنایا۔ دین کی تکمیل کا اعلان فرمایا، جس نے جہاد اور عدالت کو قائم کیا، توحید خالص کی تعلیم دی، جس کے صحابہ پاک باز اور نادار تھے۔ مسیح علیہ السلام کے شاگردوں کی طرح چھوڑ کر

بھاگ جانے والے نہیں تھے۔ اس تورات اور انجیل کے بعد پھر قرآن پاک کا ذکر ہے یعنی اس ''ابدی انجیل کا'' اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب سچی تصدیق کرنے والی سابقہ کتابوں کی اور ان کے مضامین پر نگہبان۔ سو تو حکم کر ان میں موافق اس کے کہ اتارا اللہ نے اور ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا۔ ہر ایک کو تم میں سے دیا ہم نے ایک دستوار اور راہ۔ (۵:۴۸) اب قرآن پہلی کتابوں پر نگہبان ہے۔ اس نگہبان کی نگہبانی میں ان کتابوں کو دیکھا جائے گا جس کی تصدیق کرے اس کی ہم تصدیق کریں گے جس کی تکذیب کرے اس کی تکذیب کریں گے اور جہاں خاموش رہے ہم بھی خاموش رہیں گے اور الحمد للہ یہی مسلمان علماء کا طرز ہے۔

۴:...... علماء اسلام میں سے بعض نے اس امر میں کیا تسلیم کیا ہے؟

الجواب:...... علمائے اسلام مندرجہ بالا تفصیل پر متفق ہیں۔

۵:...... کیا قرآن میں ایسی آیات ہیں جو مسیح علیہ السلام کی موت کی حقیقت وصداقت کو تقویت بخشتی ہیں؟

الجواب:...... یہودی اور بہت سے عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر لعنتی موت مرے۔ (گلتیوں، ۳:۱۳) مگر قرآن پاک اس کی پرزور تردید کرتا ہے، ارشاد ہے ''اور اس (مسیح علیہ السلام) کو انہوں نے نہ مارا اور نہ سولی پر چڑھایا، لیکن (انہوں نے سولی پر چڑھایا جس کی) وہی صورت بن گئی ان کے سامنے (اس لئے لوگوں میں غلط مشہور ہو گیا کہ مسیح علیہ السلام کو سولی پر مارا گیا) اور جو لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں وہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ کچھ نہیں ان کو اس کی خبر صرف اٹکل پر چل رہے ہیں (یعنی محض جھوٹی افواہ سے شبہ میں پڑ گئے) اور اس کو قتل نہیں کیا بے شک بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف اور اللہ ہے زبردست حکمت والا اور جتنے فرقے ہیں اہل کتاب کے سو عیسیٰ علیہ السلام پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان پر گواہ۔'' (النساء ۴۔۱۵۷۔۱۵۹) ان آیات میں قرآن نے یہ حقیقت اور صداقت بیان کی کہ مسیح علیہ السلام کو سولی پر مارا نہیں گیا۔

کسی اور شخص کو جن کی شکل ان جیسی تھی مار ڈالا اور افواہ پھیلا دی کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مار ڈالا، حالانکہ جب وہ کسی اور کو سولی دے رہے تھے اس سے پہلے مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا تھا۔ اب وہ قیامت کے قریب زمین پر تشریف لائیں گے اور اہل کتاب یقین کریں گے کہ واقعی وہ صلیب پر نہیں مرے تھے، پھر مسیح علیہ السلام فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔ یاد رہے انجیل برناس میں بھی مسیح علیہ السلام کے صلیب پر مرنے کا انکار ہے اور آج کل بھی بعض عیسائی فرقوں میں اپنی اناجیل سے واقعہ صلیب کو خارج کر دیا ہے۔

۶:...... ہمیں کن کتب میں مسیح علیہ السلام کی موت کی بابت تاریخی حقائق ملتے ہیں؟

الجواب:...... تاریخوں کا ماخذ اکثر افواہیں ہوتی ہیں۔ خاص طور پر اس مسئلہ میں مدار ہی افواہوں پر رہا۔ ہاں انجیل برناس میں آپ کو حقائق مل جائیں گے، بشرطیکہ آپ حقیقت پسند ہوں۔ پادری صاحب نے پہلے صفحہ پر مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ آیت انی متوفیک کے تحت بعض نے الوفات کا معنی آسمان پر اٹھانا، بعض نے سونا اور بعض نے مرنا کیے ہیں، لیکن پادری صاحب حقائق کو سمجھیں، قرآن نے مسیح علیہ السلام کے رفع کا بیان فرمایا، اس کے بارہ میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہاں جسمانی طور پر مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانا مراد ہے اور قرآن کی آیت توفیتنی کے بارہ میں بھی تمام مسلمان مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں اس کا معنی آپ کو آسمان پر اٹھالینا ہے اور احادیث متواترہ میں آپ کے جسمانی نزول کا ذکر ہے، اس لئے متوفیک کا وہی معنی لیا جائے گا جو ان تینوں اجماعات کے خلاف نہ ہو۔ اگر کوئی اس کے خلاف احتمال ہو تو خلاف اجماع اور خلاف دلیل ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہ ہوگا۔

۷:...... کیا مسلمان لوگ توریت اور انجیل کی منسوخی کے حق میں کسی قسم کے قابل قبول تواریخی قانونی اور الہامی ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟

الجواب:...... مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ لکھتے ہیں ''قرآن شریف میں کسی جگہ یہ نہیں آیا کہ زبور کے سبب سے توریت منسوخ ہوئی اور نہ ہی کہیں یہ لکھا ہے کہ انجیل کے ظاہر ہونے

سے زبور منسوخ ہوئی اور نہ کوئی مفسر اس بات کا قائل ہے۔'' (اعجاز عیسوی، صفحہ ۴۰۷) رہا یہ کہ مسلمان ان کتابوں پر عمل کیوں نہیں کرتے تو اس کی وضاحت کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کے نزدیک ان میں سے ایک کتاب بھی منزل من اللہ نہیں ہے۔ یہ انسانوں کی لکھی ہوئی کتابیں ہیں، جن میں بعض اقوال نبیوں کے بھی ہیں جیسے بے سند احادیث، بعض کاتبوں کی تشریحات بھی ہیں، بعض جگہ ان کی غلطیاں بھی ہیں اور بعض جگہ تحریفات بھی ہیں۔ اگر بالفرض نبیوں کے اقوال کو دودھ سے تشبیہ دی جائے اور کاتبوں کی تشریحات کو دودھ میں پانی ڈالنے سے مشابہ کیا جائے اور غلطیوں کو دودھ میں پیشاب ڈالنا قرار دیا جائے اور تحریفات کو دودھ میں زہر گھولنے سے تشبیہ دی جائے تو یہ بائیبل ایسی کتاب ہے جس میں دودھ بھی ہے، اس میں پانی، پیشاب اور زہر ملا ہوا ہے جبکہ قرآن پاک خالص دودھ ہے۔ تو مسلمان اس خالص دودھ کو چھوڑ کر ناپاک اور زہریلا دودھ کیوں قبول کریں۔ پادری صاحب کے پاس اگرچہ اظہار الحق ہے مگر اس نے یا تو پڑھی ہی نہیں یا سمجھی نہیں۔ اہل اسلام کے ہاں عقائد میں نسخ نہیں ہوتا اور ابدی اور دوامی احکام میں بھی نسخ نہیں ہوتا، ہاں ہنگامی احکام کی مدت کے خاتمہ کے بیان کو نسخ کہتے ہیں اور یہ مدت اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں نہ کوئی دنیوی قانون احکام خداوندی کو منسوخ کر سکتا ہے نہ کوئی تاریخ نہ الہام، اس لئے پادری صاحب کا سوال نسخ کی حقیقت سے جہالت پر مبنی ہے۔ وہاں پولوس نے تورات کو منسوخ قرار دیا ہے اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔ پہلے پورے عہد عتیق کو جس میں زبور بھی آ گئی اور یوحنا نے مکاشفات میں آپ کی اناجیل کو غیر ابدی قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس پر عمل اس وقت تک ہوگا جب تک ابدی انجیل (قرآن) نہ آ جائے۔ اسی ختم مدت کو نسخ کہتے ہیں۔

۸:...... کیا قرآن اور احادیث منسوخی جیسی بدعت کو تقویت بخشتے ہیں؟

الجواب:...... نسخ خدا کی طرف سے ہنگامی حکم کے اختتام مدت کا اعلان ہے اور بدعت انسانی بناوٹ کو کہتے ہیں۔ معلوم ہو گیا کہ پادری صاحب نہ نسخ کا معنی جانتے ہیں نہ بدعت کا۔ توریت، زبور، انجیل موسمی پھول تھے، ان کا موسم ختم ہو چکا اور قرآن پاک سدابہار

پھول ہے اب قیامت تک اسی کی مہک چلے گی۔ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ تورات کا ایک نسخہ لائے اور پڑھنا شروع کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو وہ میری یعنی قرآن کی اتباع کرتے۔ (مجمع الزوائد، جلد ۱) ہاں آپ اپنے مذہب کو جانتے تو نسخ کی بدعت آپ کے ہاں مل جاتی۔ (۱) سبت کی تعلیم کا اللہ تعالیٰ نے تورات کے مطابق ابدی حکم فرمایا تھا۔ دیکھو خروج ۳۱:۱۳۔۱۶ بلکہ اسی خروج ۳۵:۲ میں ہے کہ جو سبت کے دن کام کرے اسے مار ڈالا جائے لیکن پولوس نے کلیساؤں کو جو خط لکھا اس کے باب نمبر ۲ ۱۴۔۷ میں اس کو منسوخ کر ڈالا اور آج پوری عیسائی دنیا سبت کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے بحکم تورات واجب القتل ہے۔ (۲) اسی طرح ختنہ کا حکم ابدی حکم تھا۔ (پیدائش ۱۷:۱۰۔۱۴) خود مسیح علیہ السلام کا بھی ختنہ ہوا مگر پولوس نے اعمال ۱۶:۱۔۳ میں اس کو منسوخ کر ڈالا۔ آج اکثر عیسائی اس ابدی عہد سے باغی ہو گئے۔

۹:...... منسوخی جیسی چیز خدا نے کس امت کے لئے مخصوص کر رکھی ہے؟

الجواب:...... دین یعنی عقائد سب نبیوں کے ایک تھے، لیکن احکام کی ہر شریعت میں دو قسمیں ہیں۔ دائمی احکام وہ ہر شریعت میں قائم رہے اور وقتی و ہنگامی احکام وہ وقت ختم ہونے پر ختم ہو گئے۔ اسی کو نسخ کہتے ہیں۔ اگرچہ بائبل میں اس کی بیسیوں مثالیں ہیں مگر صرف دو تین بیان کر دیتا ہوں۔

بہن سے نکاح:...... ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کے بارہ میں فرمایا "اور فی الحقیقت وہ میری بہن بھی ہے کیونکہ وہ میرے باپ کی بیٹی ہے، اگرچہ میری ماں کی بیٹی نہیں، پھر وہ میری بیوی ہوئی۔" (پیدائش ۲۰:۱۲) اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں حکم آیا "تو اپنی بہن کے بدن کو چاہے وہ تیرے باپ کی بیٹی ہو، چاہے تیری ماں کی، بے پردہ نہ کرنا۔" (احبار ۱۸:۹) پادری صاحب آپ اگر پہلے حکم کو منسوخ نہیں سمجھتے تو کیا آپ نے بہن سے نکاح کیا ہے تا کہ نسخ کی بدعت کی عملی مخالفت ہو۔

دو بہنوں سے بیک وقت شادی:

تورات میں صاف لکھا ہے کہ ''یعقوب علیہ السلام نے اپنی دو خالہ زاد بہنوں لیا اور راخیل کو ایک وقت نکاح میں جمع کیا مگر شریعت موسوی میں اس قسم کا نکاح حرام قرار دیا گیا۔'' تو اپنی سالی سے نکاح کر کے اسے اپنی بیوی کی سوکن نہ بنانا کہ دوسری کے جیتے جی اس کے بدن کو بھی بے پردہ کرے۔ (احبار ۱۸:۱۸)

پھوپھی سے نکاح:...... تورات میں ہے کہ ''موسیٰ علیہ السلام کے والد عمران کی بیوی یوکبد اس کی پھوپھی تھی لیکن پھر یہ منسوخ ہو گیا۔'' تو اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے باپ کی قریبی رشتے دار ہے۔ (احبار ۱۸:۱۲) پادری صاحب اگر آپ کے ہاں یہ منسوخ نہیں تو آپ نے پھوپھی سے نکاح کر کے نسخ کی بدعت کو پریکٹیکلی طور پر توڑا ہے یا نہیں۔

۱۰:...... خدا کی آیت کو بھلانے اور خارج کرنے والا کون سا نبی ہے؟

الجواب:...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس کے برابر، کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (البقرہ ۲:۶) یہ خداوند قدوس کا اعلان ہے اور نسخ تو ہر شریعت میں ہوتا رہا ہے۔ علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ ''یہ بھی یہود کا طعن تھا کہ تمہاری کتاب میں بعض آیات منسوخ ہوتی ہیں تو اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہوتی تو جس عیب کی وجہ سے اب منسوخ ہوئی اس عیب کی خبر کیا خدا کو پہلے سے نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیب نہ پہلی بات میں تھا نہ پچھلی میں لیکن حاکم مناسب وقت دیکھ کر جو چاہے حکم کرے۔ اس وقت وہی مناسب تھا اور اب دوسرا حکم مناسب ہے۔ معلوم ہوا کہ پادری نے یہ اعتراض یہودیوں سے چوری کیا ہے۔ سوال بھی جہالت کا شاہکار ہے، نسخ نبی نہیں کرتا بلکہ خدا کرتا ہے۔

۱۱:...... کس کتاب کی آیات کو کالعدم قرار دینے کی بابت قرآن میں ذکر آتا ہے؟

الجواب:...... نسخ پر شریعت کے وقتی احکام میں ہوتا رہا ہے۔ دیکھئے پولوس نے ساری

تورات یعنی شریعت کو منسوخ کر ڈالا۔ ” جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں۔ شریعت کے وسیلہ سے کوئی شخص خدا کے نزدیک راست باز نہیں ٹھہرتا۔ شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں۔ مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ (گلتیوں ۳: ۱۰۔ ۱۳)

۱۲:...... شیطان کس نبی کی آرزو میں اپنا شیطانی وسوسہ ڈال دیا کرتا تھا؟

الجواب:...... قرآن پاک میں ہے اور جو رسول بھیجا ہم نے تم سے پہلے یا نبی سو جب لگا خیال باندھنے شیطان نے ملا دیا اس کے خیال میں، پھر اللہ مٹا دیتا ہے شیطان کا ملایا ہوا، پھر پکی کر دیتا ہے اپنی باتیں، اور اللہ سب خبر رکھتا ہے حکمتوں والا۔ اس واسطے کہ جو کچھ شیطان نے ملایا اسے جانچے ان کو جن کے دل میں روگ ہیں اور جن کے دل سخت ہیں اور گنہگار تو ہیں مخالفت میں دور جا پڑے اور اس واسطے کہ معلوم کر لیں وہ لوگ جن کو سمجھ ملی ہے کہ یہ تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے پھر اس پر یقین لائیں اور نرم ہو جائیں گے ان کے دل اور اللہ سمجھانے والا ہے یقین لانے والوں کو راہ سیدھی (الحج ۲۲: ۵۲۔ ۵۴) اس آیت میں سارے نبیوں اور رسولوں کا ذکر ہے، کسی خاص ایک نبی کا نہیں کہ ان پر جو وحی نازل ہوتی ہے اس میں کوئی خطا ان سے نہیں ہوتی، البتہ جو وہ اجتہاد کریں اس میں خطا کا امکان ہے، مگر ان کو خطا پر رکھا نہیں جاتا، اصلاح کر دی جاتی ہے، اس لئے نبی کی وحی بھی محکم رہی اور اجتہاد بھی بالآخر محکم ہو گیا۔ البتہ لوگوں کے لئے یہ بات آزمائش کا سبب بن گئی۔ پادری جیسے شیطان کے بندے جن کے دل روگی اور حق نہ قبول کرنے میں سخت اور گنہگار ہیں وہ تو اس پر اعتراض کرتے ہیں لیکن عقل مند اور ایمان والے اس کے اجتہاد پر یقین لاتے ہیں بلکہ ان کا یقین اور پختہ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو کیسا بلند مقام عطا فرمایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ ان کے خیالوں کی بھی حفاظت فرماتے ہیں، لیکن جن کے دل کج ہیں وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں، خود بھی گمراہ رہتے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

۱۳:...... کیا منسوخی تورات اور انجیل پر بھی لاگو ہو سکتی ہے؟

الجواب:...... آپ کے پولوس نے تورات پوری منسوخ کر دی، اس پر عمل کو لعنت قرار دے دیا اور آپ بیس سو سال بعد پوچھ رہے ہیں کہ لاگو ہو بھی سکتی ہے یا نہیں۔ ہمارے ہاں عقائد منسوخ نہیں ہوتے، دوامی احکام بھی منسوخ نہیں ہوتے، اخبار میں نسخ نہیں ہوتا، دعا میں فسخ نہیں ہوتا صرف ہنگامی اور وقتی احکام کی مدت ختم ہونے کو نسخ کہتے ہیں وہ جس کتاب میں بھی ایسے احکام ہوں اس میں ہو سکتا ہے۔

۱۴:...... جبکہ قرآن خود ہی اپنی ہی قرآنی آیات کو منسوخ کرتا نظر آتا ہے تو اس صورت میں منسوخی کے لائق کون سی کتاب ٹھہری؟

الجواب:...... جس میں ہنگامی ضابطہ ہوگا وہ مدت ختم ہونے پر منسوخ ہوگا، ساری کتاب کو منسوخ سمجھنا جہالت ہے جیسا کہ پولوس نے ساری شریعت کو منسوخ کر ڈالا۔

۱۵:......قرآن، تورات اور انجیل کی بابت میں حکم دیتا ہے؟

الجواب:...... قرآن اس تورات وانجیل کی تصدیق کرتا ہے اور یہ جو انسانوں کی لکھی ہوئی آپ کے پاس ہیں ان میں جو تعلیمات صحیح ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے، جو غلط ہیں ان کی تکذیب کرتا ہے اور بعض سے خاموش رہتا ہے۔ ہاں ایک بات کا اعلان کرتا ہے کہ اہل کتاب ہمیشہ ان میں خیانتیں کرتے رہیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے ''ان (بنی اسرائیل کے عہد توڑنے پر ہم نے ان پر لعنت کی اور کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت پھیرتے ہیں کلام کو اس کے ٹھکانے سے (تحریف کرتے ہیں) اور بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی اور ہمیشہ تو مطلع ہوتا رہے گا ان کے کسی دغا پر مگر تھوڑے لوگ ان میں سے سو معاف کر اور درگذر کر ان سے اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو'' (۵:۱۳) معلوم ہوا وہ پہلے بھی تحریفات کرتے آرہے ہیں اور آئندہ بھی دغا سے باز نہیں آئیں گے، مگر بہت کم۔ اس جواب کی تفصیل پہلے بھی گذر چکی ہے۔

۱۶:...... سچے ایمان اور لفظی ایمان میں کیا فرق ہے؟

الجواب:...... اہل اسلام کے ہاں خدا ورسول کی بتائی ہوئی غیبی حقیقتوں پر دل میں پختہ یقین کرنے کے نام ایمان ہے، پھر اعمال صالحہ میں بھی خدا کا پورا دھیان رہے، زبان سے بھی اقرار ہو یہ ایمان کامل ہے۔ اگر زبان پر ایمان کا اقرار ہو دل میں اسلام کا بغض ہو یہ نفاق ہے۔ اگر دل میں یقین زبان پر اقرار اور اعمال میں کوتاہی ہو یہ مومن فاسق ہے۔ اس کے برعکس عیسائیت میں ایمان کسی پاک دلی کا نام نہیں بلکہ شعبدہ بازی کا نام ہے۔ چنانچہ جناب مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی۔'' (متی ۱۷:۱۱:۲۰) ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر ایمان رکھو اور شک نہ کرو تو نہ صرف وہی کرو گے جو انجیر کے ساتھ ہوا، بلکہ اگر اس پہاڑ سے بھی کہو گے کہ تو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ تو یوں ہی ہو جائے گا، اور جو کچھ دعا میں ایمان کے ساتھ مانگو گے وہ سب تم کو مل جائے گا۔'' (متی ۲۱:۲۱۔۲۲، مرقس ۱۱:۲۳) ''اور ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہوں گے، وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکالیں گے، نئی نئی زبانیں بولیں گے، سانپوں کو اٹھالیں گے، اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پی لیں گے تو انہیں کچھ ضرر نہ ہوگا اور وہ بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو وہ اچھے ہو جائیں گے۔'' (مرقس ۱۶:۱۷۔۱۸) ان عبارات میں مسیح علیہ السلام نے ایمان کی علامات بیان فرمائیں، لیکن ان کے موافق نہ کوئی عیسائی اپنا ایمان ثابت کر سکتا ہے اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام کا ایمان ثابت کر سکتا ہے۔ ہم جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا سچا اور معصوم رسول مانتے ہیں یہ قرآن پاک کے مطابق مانتے ہیں ورنہ عیسائی اپنی انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کا خدا یا رسول ہونا تو کجا ایمان دار ہونا بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ پہلی علامت یہ ہے کہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو تو وہ پہاڑ کو حکم دے گا اور اکھڑ کر سمندر میں جا گرے گا۔ میں نے مناظرہ میں پادری کو کہا کہ

آپ اپنی ایمانی قوت سے میری ہوائی چپل ایک فٹ ہوا میں اونچی کھڑی کر دیں مگر وہ نہ کر سکا، پھر میں نے کہا کہ مسیح دوسروں کو تو فرماتے تھے اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو تو پہاڑ کو اکھاڑ لو گے، مگر عیسائی عقیدے کے مطابق وہ خود پورے چھ گھنٹے صلیب کی لکڑی پر تڑپتا رہا اور اپنی ایمانی قوت سے اس کو نہ توڑ سکا۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ زہر پی لیں گے تو ان کو ضرر نہیں ہوگا۔ میں نے پادریوں سے کہا کہ میرے سامنے دس دس خواب آور گولیاں کھاؤ، دیکھیں اثر کرتی ہیں یا نہیں، لیکن وہ اس پر بالکل تیار نہ ہوئے اور اپنے ایمان کا ثبوت پیش نہ کر سکے۔ اسی طرح ایمان کی نشانی یہ ہے کہ ایماندار بیمار پر صرف ہاتھ رکھے گا تو اس کو شفا ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے جو مشن ہسپتال کھول رکھے ہیں یہ ان کی بے ایمانی کے اشتہار ہیں کہ ہم ہاتھ رکھ کر شفایاب نہیں کر سکتے اور یہ کہ ایمان کی برکت سے نئی نئی بولیاں بولیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا بھر میں عیسائیوں نے زبان دانی کی تعلیم کے لئے جو مشن کالج کھول رکھے ہیں یہ سارے کالج ان کی بے ایمانی کے اشتہار ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر یہ نشانیاں آپ میں سے کوئی اپنے آپ میں ثابت کر دے تو میں تو مان لوں گا کہ اس میں رائی کے دانے کا کروڑواں حصہ ایمان ہے مگر مسیح علیہ السلام پھر بھی اسے نہیں مانیں گے اور دھتکار دیں گے۔ فرماتے ہیں "اور اس دن بہتیرے مجھ سے کہیں گے اے خداوند! اے خداوند! کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تمہارے نام سے بدروحوں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے۔ اس وقت میں ان سے صاف کہہ دوں گا، میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی، اے بدکار میرے پاس سے چلے جاؤ۔" (متی ۷:۲۲)

۱۷:...... کیا قرآن مسلمانوں کو تورات اور انجیل کی بابت کسی قسم کا فرق رکھنے کی اجازت دیتا ہے؟ تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب:...... (۱) قرآن، قرآن کو منزل من اللہ مانتا ہے اور موجودہ بائیبل کے انسانوں کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتابیں مانتا ہے۔ (۲) قرآن بتاتا ہے کہ تورات کی

حفاظت کی ذمہ داری عالموں اور درویشوں پر ڈالی تھی مگر قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی۔ (۳) قرآن اپنے اصلی الفاظ میں محفوظ ہے جبکہ ان کے معنی بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ (۴) قرآن پاک کے کروڑوں حافظ ہیں جبکہ بائیبل کا ایک بھی حافظ نہیں۔ (۵) قرآن نے کامل ہونے کا دعویٰ کیا جبکہ بائیبل کی کسی کتاب میں یہ دعویٰ نہیں۔ (۶) قرآن پہلے دن سے آج تک متواتر ہے جبکہ بائیبل کے کسی ایک صحیفے کے کسی ایک فقرے کی متصل سند موجود نہیں۔ (۷) قرآن اختلافات سے پاک ہے جبکہ بائیبل اختلافات سے پر ہے۔ (۸) قرآن کی تشریحات یعنی سنت بھی متواتر ہے جبکہ بائیبل کے کسی ایک فقرے کی تفسیر غیر واحد متصل سے بھی ثابت نہیں۔ (۹) قرآن کے مکمل استنباطات فقہ اسلامی کی شکل میں محفوظ اور متواتر ہیں جبکہ بائیبل کا ایک بھی فقہی استنباط موجود نہیں۔ (۱۰) قرآن کے قال کی طرح قرآن کا حال بھی صوفیاء کرام کے ذریعہ محفوظ اور متواتر ہے جبکہ بائیبل کے حال کا کہیں نشان تک نہیں ملتا۔

۱۸:...... سورۃ المائدہ کی آیت ۶۸ کی منسوخی کے تعلق سے تفصیلی تشریح لکھئے۔

الجواب:...... آیئے تینوں آیات ۶۶ تا ۶۸ پڑھیں:...... ''اے رسول پہنچا دے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے اگر ایسا نہ کیا تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچا لے گا لوگوں سے، بے شک اللہ راستہ نہیں دکھلاتا قوم کفار کو، کہہ دے اے کتاب والو تم کسی راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو تورات اور انجیل کو اور جو تم پر اترا تمہارے رب کی طرف سے اور ان میں بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے شرارت اور کفر سو تو کچھ افسوس نہ کر اس قوم کفار پر، بے شک جو مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور فرقہ صابی اور نصاریٰ جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور روز قیامت پر اور عمل کرے نیک نہ ان پر ڈر ہے نہ غمگین ہوں گے۔'' ان آیات میں تورات، انجیل اور قرآن پر ایمان لانے کی دعوت ہے اور جو اہل کتاب قرآن پر ایمان نہیں لاتے اس کو شرارت اور کفر کہا گیا ہے جیسے یہ پادری صاحب شرارت اور کفر پر بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ ایمانیات منسوخ نہیں ہوا کرتے۔

منسوخ صرف احکام وہ بھی جو ابدی نہ ہوں منسوخ ہوتے ہیں۔قرآن پہلی کتابوں کا مصدق اور نگہبان ہے۔اب جو قرآن پر ایمان لاتا ہے اس کا ایمان تورات، انجیل پر بھی صحیح ہے، اور جو قرآن پر ایمان نہیں لاتا اس کا ایمان نہ تورات پر صحیح ہے نہ انجیل پر، اس نے نہ تورات کو قائم کیا نہ انجیل کو اور وہ نجات سے دور جا پڑا۔

۱۹:...... سورۃ المائدہ کی آیت ۵۰ اور ۵۱ کو لکھئے اور وضاحت کیجئے۔

الجواب:...... اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر ۴۹ میں فرمایا کہ ان اہل کتاب کا فیصلہ قرآن کے موافق کرو۔اور ان کی خواہش پر نہ چل بلکہ ان سے بچتا رہ، ایسا نہ ہو کہ تجھے بہکا دیں ایسے حکم سے جو اللہ نے اتارا تجھ پر، پھر اگر نہ مانیں تو جان لے کہ اللہ نے یہی چاہا ہے کہ پہنچا دے ان کو کچھ سزا ان کے گناہوں کی اور لوگوں میں بہت ہیں نافرمان۔اب کیا حکم چاہتے ہیں کفر کے وقت کا اور اللہ سے بہتر کون ہے حکم کرنے والا یقین کرنے والوں کے واسطے۔ اے ایمان والو مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہیں میں ہے۔اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو۔(۴۹۔۵۱) ان آیات میں صاف فرمایا کہ قرآن پاک کے نازل ہونے کے بعد اس کے فیصلوں سے انحراف کرنے والے خدا کے نافرمان ہیں اور وہ کفر کے احکام پر چلنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کو فرمایا کہ جو ان سے دوستی کرے وہ بھی بے راہ اور ظالم ہے۔اسی طرح آیت (۷۰) کا سیاق و سباق بھی ملاحظہ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ہم نے لیا تھا پختہ قول بنی اسرائیل سے اور بھیجے ان کی طرف رسول جب لایا ان کے پاس کوئی رسول وہ حکم جو خوش نہ آیا ان کے جی کو تو بہتوں کو جھٹلایا اور بہتوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور خیال کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی۔سو اندھے ہو گئے اور بہرے پھر توبہ قبول کی اللہ نے ان کی پھر اندھے اور بہرے ہوئے ان میں سے بہت اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا ہے کہ اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا۔بے شک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانہ

دوزخ ہے اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد کرنے والا، بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا ایک حالانکہ کوئی معبود نہیں بجز ایک معبود کے اور اگر نہ باز آویں گے اس بات سے کہ کہتے ہیں تو بے شک پہنچے گا ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو عذاب دردناک، کیوں نہیں توبہ کرتے اللہ کے آگے اور گناہ بخشواتے اس سے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔ مسیح مریم کا بیٹا مگر رسول، گزر چکے اس سے پہلے بہت رسول، اور اس کی ماں ولی ہے دونوں کھاتے تھے کھانا، دیکھ ہم کیسے بتلاتے ہیں ان کو دلیلیں پھر دیکھ وہ کہاں الٹے جارہے ہیں، تو کہہ دے کیا تم ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر جو مالک نہیں تمہارے بھلے کی اور نہ برے کی اور اللہ وہی ہے سننے والا اور جاننے والا، تو کہہ اے اہل کتاب مت مبالغہ کرو دین کی بات میں ناحق اور مت چلو خیالات پر ان لوگوں کے جو گمراہ ہو چکے پہلے اور گمراہ کر گئے بہتوں کو، اور بہک گئے سیدھی راہ سے'' (المائدہ، ۶۹۔۷۷) ان آیات میں خدا تعالیٰ نے اہل کتاب کی فطرت بیان کی کہ یہ لوگ دراصل خواہش پرست ہیں، جو نبی بھی ان کے نفس کے خلاف کوئی بات بتائے یہ اس کو جھٹلاتے ہیں بلکہ ہو سکے تو اس کے قتل سے بھی دریغ نہیں کرتے اور دین میں اندھا پن اور بہرا پن ان کا مزاج ہے اور ان میں سے خاص طور پر عیسائی تو کفر و شرک میں بہت آگے ہیں یہ کافر مسیح بن مریم کو خدا مانتے ہیں اور توحید کے خلاف تثلیث کے قائل ہیں۔ ان پر جنت بالکل حرام ہے اور یہ پکے دوزخی ہیں، لیکن توبہ کا دروازہ کھلا ہے یہ توبہ کرلیں تو بہتر ہے۔ مسیح کو صرف رسول مانیں، مریم کو ولی مانیں مگر ان کی فطرت یہ بن چکی ہے کہ ہدایت قبول نہیں کرتے بلکہ گمراہی ہی کی طرف بھاگتے ہیں۔ پادری صاحب دیکھئے خالق کائنات تمہیں کس کس طرح اپنے عذاب سے ڈرا رہا ہے اور کفر و شرک سے توبہ کرکے ایمان کی طرف بلا رہے ہیں۔ خدارا ضد اور تعصب چھوڑ کر توبہ کرلیں۔

۲۰:...... کیا انسانیت تورات اور انجیل کے بغیر بھلا قائم رہ سکتی ہے؟ وجہ۔

الجواب:...... پادری صاحب آپ کس جہان میں بستے ہیں۔ انسانیت نے تو آپ کی بائیبل کو بالکل مسترد کر دیا ہے۔ آپ خود بھی تورات پر عمل کرنے کو لعنت سمجھتے ہیں۔

گرجے مغرب کے ممالک میں مساجد میں تبدیل ہوتے جارہے ہیں۔ آپ مفت بائیبلیں تقسیم کرتے ہیں پھر بھی ان کو کوئی نہیں پڑھتا، بہت ہوا تو دو چار آوارہ آدمی (اتوار) کو گرجے میں آگئے اور ایک دو گیت پڑھ یا سن لئے۔

۲۱:...... قرآن کا یہ اشارہ کن لوگوں کی طرف ہے "اہل الذکر" وضاحت کریں۔

الجواب:...... قرآن پاک النحل ۱۶، ۴۳ اور الانبیاء ۲، ۷ میں ہے کہ مشرکین مکہ اس بات پر تعجب کرتے تھے کہ انسان نبی بن جائے، اللہ تعالیٰ نے ان جاہلوں کو کہا کہ یہود سے تمہاری دوستی ہے اور تم ان کو اہل ذکر بھی مانتے ہو ان سے پوچھ لو کہ بنی اسرائیل میں جو نبی آتے رہے کیا وہ انسان نہیں تھے، البتہ وہاں کوئی عیسائی نہ تھا جس کو وہ اہل ذکر مانتے ہوں۔ مشرکین کے لئے اہل ذکر یہودی تھے۔

۲۲:...... منسوخی کی بابت اسلام عالم السیوطی کی کیا رائے ہے؟

الجواب:...... امام سیوطی نے اسی بات کو لکھا ہے کہ ہنگامی احکام کی مدت کا ختم ہو جانا نسخ ہے۔ الاتقان میں اس کی تفصیل ہے۔

۲۳:...... کتاب اظہار الحق میں منسوخی کی بابت الہندی کا بیان لکھئے۔

الجواب...... کتاب اظہار الحق کا تیسرا باب نسخ کے بیان میں ہے۔ پہلے تو مولانا نے نسخ کا مطلب بیان فرمایا ہے کہ نسخ کا تعلق نہ عقائد کے ساتھ ہے، نہ اخبار کے ساتھ، نہ احکام ابدیہ کے ساتھ، اس کا تعلق صرف ہنگامی احکام سے ہے۔ اس کے بعد مولانا نے بائیبل ہی سے نسخ کی اکیس مثالیں پیش کی ہیں جن احکام پر کچھ عرصہ عمل ہوتا رہا، پھر عمل منسوخ ہو گیا اور اس کے بعد بھی مزید نسخ کی ایسی بارہ مثالیں بیان فرمائیں کہ جن میں ناسخ و منسوخ دونوں کا تعلق ایک ہی شریعت سے ہے۔ پادری صاحب غور کریں۔

۲۴:...... کیا خدا بھلا آپ ہی اپنے کلام کا مخالف ہو سکتا ہے؟ وجہ لکھئے۔

الجواب:...... پادری صاحب جس طرح نسخ کے معنی سے جاہل ہیں، خلاف کے معنی

سے بھی جاہل ہیں۔ نسخ میں زمانہ الگ الگ ہوتا ہے جبکہ خلاف میں زمانہ ایک ہوتا ہے۔ زید دوائی پیتا تھا جب بیمار تھا، زید نے دوائی پینا بند کر دی جب تندرست ہو گیا۔ یہ نسخ کی مثال ہے اور غفلت یہ ہے کہ زید نے بیماری میں دوائی پی، زید نے بیماری میں دوائی نہیں پی، یہ خلاف ہے اللہ تعالیٰ نے موقع اور مصلحت کے مطابق ایک حکم دیا پھر اس کی ضرورت ختم ہو گئی تو حکم پر عمل بھی ختم ہو گیا۔

۲۵:...... سورۃ البقرہ کی آیت ۱۳۶ مسلمانوں سے کیا طلب کرتی ہے؟

الجواب:...... فرمانِ خداوندی ہے "تم کہہ دو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اسکی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے۔ ہم فرق نہیں کرتے ان سب میں سے ایک میں بھی اور ہم اسی پروردگار کے فرمانبردار ہیں۔ (البقرہ ۲۔۱۳۶) یعنی ہم سب رسولوں اور سب کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور سب کو حق سمجھتے ہیں اور اپنے اپنے زمانہ میں سب واجب الاتباع ہیں اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں جس وقت جو نبی ہو گا اس کے ذریعہ جو احکام خداوندی پہنچیں گے اس کا اتباع ضروری ہے بخلاف اہل کتاب کے کہ اپنے دین کے سوا سب کی تکذیب کرتے ہیں چاہے ان کا دین منسوخ ہو چکا ہو اور انبیاء کے احکام کو جھٹلاتے ہیں جو خدا کے احکام ہیں، اس آیت میں ایمان لانے کا ذکر ہے۔ دیکھئے صحف ابراہیم، صحف اسماعیل، صحف اسحاق، صحف یعقوب۔ آج دنیا میں کہیں برائے نام بھی موجود نہیں مگر ان پر ایمان ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے لئے مشعل راہ تھے۔ اسی طرح کبھی تورات کا گیس جلا، کبھی انجیل کی لالٹین جلی مگر قرآن کے آفتاب عالم تاب کے طلوع ہونے کے بعد ان کی روشنی کی ضرورت نہیں رہی، اب انجیل کی روشنی تلاش کرنا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔

۲۷:...... کس کتاب کو روحانی کتب کا بادشاہ کہا گیا ہے اور کیوں؟

الجواب:...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ کی تھی راہ ڈالنے

والی اور رحمت اور یہ کتاب ہے اس کی تصدیق کرتی عربی زبان میں تاکہ ڈر سنا دے گنہگاروں کو اور خوشخبری نیکی والوں کو (الاحقاف ۴۶:۱۲) موسیٰ کی تورات واقعی بنی اسرائیل کے لئے اس زمانہ میں مشعل راہ تھی مگر اس کو بادشاہ کہنا پادری کی جہالت ہے۔ پولوس اس کو منسوخ اور اس پر عمل کرنے کو لعنت کہتا ہے۔ اب اس تورات کے بعد قرآن پاک نازل ہو گیا جو کتب سابقہ کا نگہبان ہے۔ اب قرآن پر ایمان لانا سب کتابوں پر ایمان لانا ہے اور قرآن کا انکار سب کتابوں کا انکار ہے۔ یہ ہے اصل بادشاہت۔

۲۸:...... خدا اپنے نبی میکاہ کی معرفت ہم سے کیا فرماتا اور طلب کرتا ہے؟

الجواب:...... اہل اسلام میکاہ کی نبوت کو جانتے تک نہیں اور پادری خیر اللہ بھی لکھتا ہے۔ "میکاہ نبی کے متعلق ہم ماسوا اس کتاب کے جو اس کے نام سے کہلاتی ہے اور کچھ نہیں جانتے۔ (قاموس الکتاب، صفحہ ۹۸۷) اور پولوس کے نزدیک سارا عہد عتیق کمزور بے فائدہ اور منسوخ ہے۔ یہ رسالہ ایک خواب نامہ ہے۔ متی کی انجیل میں ایک عبارت ہے "نبی کی معرفت یوں لکھا گیا ہے کہ اے بیت لحم یہوداہ کے علاقے تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں کیونکہ تجھ سے ایک سردار نکلے گا جو میری امت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا۔ (متی ۲:۵۔۶) جبکہ میکاہ میں عبارت یوں ہے "لیکن اے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کے لئے چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا جو میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا۔" (میکاہ ۵:۲) متی نے عبارت نقل کرتے وقت افراتاہ چھوڑ دیا اور لفظ ہزاروں کو حاکموں سے بدل دیا اور چھوٹا ہے کو چھوٹا نہیں بنا دیا اور شخص کو بدل کر سردار کر دیا۔ میرے حضور کو میری امت بنا دیا، حاکم ہوگا کو گلہ بانی کرے گا کر دیا۔ جب ایک فقرہ کے نقل کرنے میں متی رسول نے چھ تحریفات کیں تو جو کاتب رسول بھی نہ تھے انہوں نے کیا کیا گل نہ کھلائے ہوں گے، پھر متی کا اس فقرے کو مسیح پر چسپاں کرنا محض سینہ زوری ہے کیونکہ مسیح کو بیت لحم میں کبھی خواب میں بھی حکومت نصیب نہ ہوئی وہ تو ساری عمر محکوم ہی رہا۔ اور میکاہ کے اس خواب میں اخلاص کی دعوت دی ہے جو یہود و نصاریٰ میں مفقود ہے۔

۲۹:...... عبرانیوں کے نو باب کی پہلی دس آیات میں آپ کیا سمجھ سکے؟

الجواب:...... ہم مسلمان پولوس کو ایک منافق یہودی سمجھتے ہیں اور عبرانیوں کے خط کی نسبت بھی ۳۶۳ء تک اس کی طرف مشکوک رہی۔ بہر حال ۹ باب کے پہلے دس فقروں میں وہ تورات کے کچھ احکام کو منسوخ قرار دینا چاہتا ہے جس کا اسے کوئی حق نہیں۔

۳۰:...... عہد قدیم کی تمام قربانیاں اور شکر گزاریاں کس کی طرف اشارہ ہیں؟

الجواب:...... عہد قدیم بلکہ تمام ادیان میں قربانی کا فلسفہ یہ رہا ہے کہ بڑی پر عظمت چیز کی طرف چھوٹی چیز کو قربان کیا جائے۔ مثلاً کسی کا بیٹا بیمار ہے تو وہ اس کی جان کی طرف سے بکرا قربان کر دیتا ہے کہ اس کی جان کا فدیہ ہو جائے اور عہد قدیم میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ ''شریر صادق کا فدیہ ہو گا اور دغا باز راست بازوں کے بدلہ میں دیا جائے گا۔'' (امثال، ۲۱:۱۸) لیکن کسی شریعت میں بھی قربانی کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کی بھیڑ بیمار ہے تو وہ اس کی جان کے فدیہ میں اپنے بیٹے یا باپ یا اپنے نبی کو قربان کر دے لیکن یہ حماقت اور بیوقوفی صرف عیسائیوں کے حصہ میں آئی ہے کہ ادنیٰ کے لئے اعلیٰ ترین کو قربان کر دیا جائے اور شریر کے بدلے صادق کو قربان کر دیا جائے۔ یہ کہتے ہیں کہ دنیا بھر کے سب بدکاروں کی طرف سے مسیح صلیب پر قربان ہو گئے حالانکہ انجیل برنباس اور قرآن نے بات ہی صاف کر دی کہ مسیح تو میرے صلیب پر لٹکائے ہی نہیں گئے، قربانی کہاں کی۔ افسوس کہ عیسائیت کے حصہ میں جہالت اور حماقت کے سوا کچھ نہ آیا۔

۳۱:...... کیا مسیح نے تورات میں خدا کی اخلاقی شریعت کو منسوخ کیا ہے؟

الجواب:...... پادری صاحب دینیات کے ابجد شناس بھی نہیں، ان کو شریعت اور اخلاق کا فرق ہی معلوم نہیں۔ پادری صاحب کو کسی نے ایک رخسار پر تھپڑ مارا انہوں نے دوسرا گال بھی اس کے آگے کر دیا یہ انجیل کا اخلاقی ضابطہ ہے۔ انجیل شریروں کی حمایت کو اخلاق سمجھتی ہے۔ شرفاء پٹتے رہیں ان کی عزتیں لٹتی رہیں یہ انجیل کی اخلاقی شریعت ہے۔ باقی دینوں میں ہے کہ ایک نے گالی دی، جس کو گالی دی اس کو ذاتی طور پر حق ہے کہ اس کا بدلہ لے

لے یا اپنے اس ذاتی حق کو معاف کردے، اپنے ذاتی حق کو معاف کر دینا اخلاق ہے لیکن اگر کوئی شخص پادری کے سامنے ملک کی جاسوسی کر رہا ہے تو اس کو معاف کرنے کا پادری کو کوئی حق نہیں کیونکہ یہ اس کا ذاتی حق نہیں پورے ملک و معاشرہ کا مسئلہ ہے۔ اس کو قانون اور شریعت کہتے ہیں۔ پادری صاحب کو سوالات کرنے کا شوق چڑھا مگر نہ اخلاق کو سمجھا نہ قانون کو۔

۳۲:...... متی ۵ باب کی آیت ۱۷۔۱۸ کو لکھئے ان سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

الجواب:...... اہل اسلام مسیح کی انجیل پر ایمان رکھتے ہیں جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ متی نے جو مسیح کی سوانح عمری لکھی ہے جس کو انجیل کا نام دے دیا گیا اسکو مسیح نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا اور نہ کبھی متی نے دعویٰ کیا کہ یہ میں نے الہام سے لکھی ہے اور مسیح علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی، آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا عبرانی ہی میں ارشاد فرمایا، اس لئے پہلے عیسائی یہ کہتے تھے کہ متی نے مسیح کی زندگی کے یہ حالات عبرانی میں لکھے تھے پھر کسی نامعلوم شخص نے اس تاریخی کتاب کا یونانی میں ترجمہ کر دیا اور اصل عبرانی نسخہ گم ہو گیا اب اس پر کیا اعتماد رہا، اس کے کسی ایک فقرے کی بھی سند متصل رہی۔ (۱۵:۱۷) میں مسیح کی طرف منسوب قول ہے کہ تورات کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں ہوگا مگر پولوس نے تورات کا ایک شوشہ بھی قابل عمل نہ رہنے دیا اور تورات، زبور بلکہ سارے عہد قدیم کو منسوخ کر ڈالا، بلکہ دوسری جگہ مسیح نے خود بھی فرما دیا کہ مجھ سے پہلے جتنے آئے وہ چور اور ڈاکو تھے۔ اب چوروں، ڈاکوؤں کی تورات وغیرہ پر کیسے اعتماد رہا۔

۳۳:...... ان سب کا حشر کیا ہوگا جو مسیح کو نجات دہندہ قبول نہیں کریں گے؟

الجواب:...... جو لوگ بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح بن مریم خدائے مجسم تھے اور وہ ہمارے کفارہ کے لئے صلیب پر لعنتی موت مرے اور تین دن جہنم میں جل کر ہمارے لئے نجات دہندہ بنے، یہ سب مشرک کافر ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

۳۴:...... متی ۱۱، ۲۸۔۳۰ کی تشریح کریں۔

الجواب:...... متی کی انجیل کے بارہ میں تشریح گزر چکی ہے۔ اب پادری صاحب

اسی جملے کو دیکھ رہے ہیں کہ مسیح نے فرمایا میرا جوا نرم ہے مگر کتنا نرم ہے آپ فرماتے ہیں کہ دولت مند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا اتنا ہی مشکل ہے جتنا اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزر جانا۔ اب کوئی دولت مند تو مسیح کا نرم جوا نہیں اٹھا سکتا۔ نیز جناب مسیح فرماتے ہیں ''اگر کوئی شخص میرے پاس آئے، اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دشمنی نہ کرے تو وہ میرا شاگرد نہیں ہوسکتا۔'' (لوقا، ۱۴:۲۶) اور جناب مسیح نے فرمایا ''یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں، صلح کرانے نہیں تلوار چلانے آیا ہوں۔'' (متی، باب ۱۰) اور فرمایا ''میں زمین پر آگ لگانے آیا ہوں اور آگ لگ چکی ہوتی تو میں کتنا ہی خوش ہوتا۔'' (لوقا، ۱۲:۴۹) اور مسیح تو قیامت کے دن معجزات دکھانے والے شاگردوں کو بھی بدکار کہہ کر دھتکار دیں گے جیسا کہ حوالہ گزر چکا ہے۔ پادری صاحب آپ کے سوالات کے جوابات حاضر ہیں ان کے جواب الجواب اور ہمارے مندرجہ ذیل سوالات کے جواب سے ضرور نوازیں۔

۱:...... تورات میں عدن کا ذکر ہے جس سے ایک دریا نکلا، پھر وہ دریا چار نہروں فیون، جیحون، دجلہ، فرات میں تقسیم ہوا۔ یہ اعلان کہاں ہوا؟

۲:...... آدم علیہ السلام کو خدا نے کہا نیک و بد کے پہچان کے درخت کا پھل کبھی نہ کھانا، کیونکہ جس دن تو نے اس میں کھایا تو مرا (پیدائش ۲:۲۰) اس سے معلوم ہوا کہ بائیبل علم و عرفان کی دشمن ہے، علم و معرفت کو انسان کی موت قرار دیتی ہے۔ جاہل نٹ رہنے کو زندگی قرار دیتی ہے۔

۳:...... اسی تورات سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلا جھوٹ خدا نے بولا، جب کہا کہ جس دن تو نے پھل کھایا تو مرا حالانکہ آدم پھل کھانے کے ۹۰۰ سال بعد مرے۔

۴:...... تورات کہتی ہے کہ آدم نے گناہ کیا اور وہ گناہ اس کی اولاد میں بطور میراث چلا آرہا ہے، ہر انسان ماں کے پیٹ سے پاخانے کی طرح گندہ اور گنہگار پیدا ہوتا ہے تو گناہ کی جامع مانع تعریف کیا ہے؟

۵:...... گناہ اور بھول میں کیا فرق ہے؟ اور دونوں کے احکام میں کیا فرق ہے؟

۶:...... تورات کے مطابق اس گناہ میں سانپ، حوا اور آدم شریک تھے۔ سانپ کو یہ سزا ملی کہ انسان اسے دیکھتے ہی مارنے بھاگے گا اور وہ انسان کی ایڑی پر کاٹے گا۔ عورت کو یہ سزا ملی وہ دردزہ سے بچہ جنے گی، آدم علیہ السلام کو یہ سزا ملی کہ وہ محنت مشقت سے کمائے گا اور زمین اسی سبب سے لعنتی ہوئی وہ کانٹے اور اونٹ کٹارے اگائے گی۔ عیسائی عقیدہ کے مطابق مسیح علیہ السلام کے صلیب پر لعنتی موت مرنے سے یہ گناہ معاف ہو گیا تو یہ سزا بھی ختم ہوئی یا نہیں؟ کیا اب عیسائیوں کو سانپ نہیں ڈستا اور وہ سانپ کو نہیں مارتے؟ کیا عیسائی عورتوں کو دردزہ نہیں ہوتا؟ کیا عیسائی مرد محنت و مشقت سے نہیں کماتے؟ کیا عیسائی ملکوں کی زمین کانٹے اور اونٹ کٹارے نہیں اگاتی؟ جب یہ سزائیں یقیناً قائم ہیں تو مسیح کا صلیب پر لعنتی موت مرنا بالکل بے اثر ہوا۔ جب وہ دنیا کی سزا ہی ختم نہ کر سکا تو آخرت کا عذاب کیسے ٹلے گا؟

۷:...... آخز بادشاہ ۳۶ سال کی عمر میں مرا اور اسی وقت اس کا بیٹا خرتیاہ بادشاہ بنا جسکی عمر پچیس سال کی تھی۔ گویا آخز صرف گیارہ سال کا تھا جب اس کے بیٹا ہوا۔ کیا یہ عقلاً اور عادۃً ممکن بھی ہے؟

۸:...... یہورام کی عمر بوقت وفات چالیس سال کی تھی جبکہ اس وقت اس کے چھوٹے بیٹے کی عمر بیالیس سال کی تھی۔ یعنی چھوٹا بیٹا باپ سے دو سال بڑا تھا تو بڑے بیٹے کتنے بڑے ہوں گے؟ (تواریخ اول)

۹:...... یہودی کہتے ہیں کہ یسوع ایک حرامی بچہ تھا اور ہم نے اس کو صلیب پر لعنتی موت مار دیا۔ مسلمان یہودیوں کی دونوں باتوں کو غلط کہتے ہیں لیکن عیسائیوں نے لعنتی موت کے بارہ میں تو یہود کی بات مان لی مگر لعنتی پیدائش کے بارہ میں یہود کی بات نہ مانی اس کی کیا وجہ ہے؟ یا تو مسلمانوں کی طرح دونوں باتیں چھوڑ دو یا یہود کی طرح دونوں مانو۔

۱۰:...... پیدائش ۳۶:۳۱ پر ہے کہ ''یہی وہ بادشاہ ہیں جو ملک ادوم پر پیشتر اس کے کہ اسرائیل کا کوئی بادشاہ مسلط تھا'' اور اسرائیل میں بادشاہت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

صدیوں بعد آئی۔ یہ کتاب بادشاہت کے زمانہ میں موسیٰ علیہ السلام سے صدیوں بعد کسی مجہول شخص نے لکھی، پھر تم کس منہ سے اس کو موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کہتے ہو؟ اور گنتی ۲۱:۳ پر خرمہ کا ذکر ہے یہ نام اور واقعہ قضاۃ کے زمانہ میں موسیٰ علیہ السلام کے بہت عرصہ بعد پیش آیا اور کتاب گنتی اس واقعہ کے عرصہ بعد کسی مجہول آدمی نے لکھی، تم نے موسیٰ علیہ السلام کے نام لگا دی؟ پادری صاحب نے بڑے سائز کے چار صفحات جن میں بارہ کالم ہیں تحریر کئے ہیں اور تین باتوں پر زور دیا ہے:

(۱) قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت ہے اور موت کے بعد زندہ کر کے آسمان پر اٹھائے گئے، لیکن یہ قرآن پاک پر جھوٹ بولا ہے اور دھوکہ دیا ہے۔ پادری صاحب کا عقیدہ ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر لعنتی موت مرے، تین دن جہنم میں رہے پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھائے گئے جبکہ قرآن پاک نے اس کی پرزور تردید فرمائی ہے اور کہا ہے کہ ان کو سرے سے صلیب پر چڑھایا ہی نہیں اور سب مسلمان اسی عقیدہ پر ہیں۔ قرآن پادری کی تردید کرتا ہے نہ کہ تائید۔ (۲) دوسرا مسئلہ جس پر پادری نے بڑی اچھل کود کی ہے کبھی گندا خیال، کبھی باطل عقیدہ، کبھی تعصب کہا ہے مگر آخر کار اس مسئلے کو خود مان لیا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۴ کالم نمبر ۱ سطر نمبر ۴ پر لکھتا ہے ''یہ واضح کرنا مناسب ہوگا کہ تورات میں شریعت دو طرح کی تھی یعنی مذہبی رسومات کی شریعت جو کہ مسیح کے قبل کے لوگوں کو عارضی طور پر دی گئی۔'' اور اب اس عارضی شریعت پر کوئی عیسائی عمل نہیں کرتا۔ اسی کو پولوس نے منسوخ ہونا کہا ہے۔ اس کو ہم نسخ کہتے ہیں۔ دیکھو جس کو گندی رائے کہتا تھا اب اسی کو سینے سے لگا لیا۔ (۳) تیسرا اس بات پر پورا زور لگایا ہے کہ موجودہ بائیبل میں جو تورات، انجیل، زبور ہیں ان کی قرآن نے تصدیق کی ہے، ان پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے مگر صفحہ ۴ کالم نمبر ۳ سطر ۵ پر لکھتا ہے ''محمد عربی نے کیتھولک روایات اور یہودی کی مشنا تالمود کتب سے تعلیمات سن کر اور چرا کر اور ان کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے اپنے آپ کو جاہل عربوں میں نمایاں کرنے کی کوشش کی، اور ایک نئے انسانی عربی فلسفہ کی بنیاد ڈالی، کاش کہ محمد کی سچی تورات اور سچی انجیل کی پاک

روحانی الٰہی تعلیمات تک رسائی ممکن ہو سکتی نہ کہ محض جسمانی، انسان کی روایات اور انسانی کہی کہائی کہانیوں تک۔ کاش کہ آج کا سمجھدار مسلمان محمد کی طرح انسانی روایات اور جسمانی تعلیم کے بہکاؤ میں نہ آئے۔'' یہاں پادری نے صاف مانا کہ سچی تورات اور سچی انجیل تک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسائی ہی نہیں ہوتی تو پھر تصدیق کن کی کی۔ اس زبان درازی میں تو یہ مان گیا کہ موجودہ بائیبل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہی نہ تھی، کبھی قرآن کے مکاشفہ کو باطل کہا۔ پادری صاحب یہودی بھی یہی کہتے ہیں کہ مسیح نے پہاڑی کا وعظ تالمود سے چرایا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں جو گندی زبان پادری نے استعمال کی ہے اس سے اس نے مسیح کی اخلاقی شریعت کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ (۴) پادری نے عہد عتیق کے بارہ میں بھی جھوٹ بولا ہے کہ اس میں مسیح کے لعنتی موت مرنے، کفارہ بننے اور اپنی لعنتی قربانی سے سب قربانیوں کو منسوخ کرنے کی پیش گوئیاں موجود تھیں یہ بالکل جھوٹ ہے۔ کوئی یہودی عالم نہیں مانتا کہ عہد قدیم میں کوئی پیش گوئی مسیح کی لعنتی موت اور کفارہ کے لئے ہے۔

اسی طرح گنتی (۳۲:۴۱) جن بستیوں کا نام قوت یائر ہے اور استثناء ۳:۱۴ پر بھی اس کا ذکر ہے، یہ یائیر حضرت موسیٰ کے بہت عرصہ بعد ہوا اور یہ دونوں کتابیں یایائیر کے بھی بہت بعد کسی مجہول آدمی نے لکھیں اور تم نے جھوٹ موٹ ان کو موسیٰ کے نام لگا دیا اور یہ کتابیں ملک شام میں لکھی گئیں کیونکہ لکھنے والا کہتا ہے یہ وہی باتیں ہیں جو موسیٰ نے یردن کے اس پار سب اسرائیلوں سے کہیں۔ (استثناء ۱:۱) حالانکہ موسیٰ علیہ السلام اس علاقہ میں آئے ہی نہیں۔ نامعلوم کسی مجہول شخص نے موسیٰ علیہ السلام کے عرصہ بعد یہاں بیٹھ کر یہ کتاب لکھی اور آپ لوگوں نے اپنی جہالت سے موسیٰ علیہ السلام کے نام لگا دی۔

۱۱:...... ان انسانی ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتابوں کے بھی اصل متن دنیا میں کہیں محفوظ نہیں ان کے صرف ترجمے ملتے ہیں ان ترجموں میں بے شمار اختلافات ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک کا زمانہ عبرانی نسخہ میں ۱۶۵۶، سال سامری نسخہ میں ۱۳۰۷ سال اور یونانی نسخہ میں ۲۲۶۲ سال لکھتا ہے۔ اسی طرح طوفان نوح سے حضرت ابراہیم علیہ

السلام کا زمانہ عبرانی نسخہ میں ۲۹۲ سال، سامری نسخہ میں ۹۴۲ سال اور یونانی نسخہ میں ۱۰۷۲ سال لکھتا ہے۔ اسی طرح آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش تک کا زمانہ عبرانی نسخہ میں ۴۰۰۴ سال، یونانی نسخہ میں ۵۸۷۲ سال اور سامری نسخہ میں ۴۷۰۰ سال لکھتا ہے۔ جب ہندسوں کے نقل کرنے میں اتنا اختلاف ہے تو لفظوں کے ترجمہ میں کیا کچھ ہوا ہوگا۔

۱۲:...... استثناء ۲۷:۴ عبرانی نسخہ میں کوہ عیبال اور سامری نسخہ میں کوہ گرزیم ہے۔ اس اختلاف کے بارہ میں سامری عورت نے عیسیٰ علیہ السلام سے بھی سوال کیا مگر وہ جواب نہ دے سکے اور ٹال مٹول سے کام لیا۔ پادری صاحب عیبال کو گرزیم کرنے سے تورات کا کوئی شوشہ ٹلا یا نہیں؟

۱۳:...... حساب دانی تارح ۷۰ سال کا تھا جب ابراہیم پیدا ہوا۔ اور تارخ نے ۲۰۵ سال کی عمر میں حاران میں وفات پائی۔ (پیدائش ۱۱:۲۶:۳۲) گویا جب ابراہیم علیہ السلام کے والد فوت ہوئے تو ان کی عمر ۲۰۵-۷۰=۱۳۵ سال کی تھی۔ ان کی وفات کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے حاران سے ہجرت کی، اگر اسی وقت بھی چل دیے ہوں تو عمر ۱۳۵ سال بھی لیکن تورات پیدائش ۱۲:۴ بوقت ہجرت ابراہیم کی عمر ۷۵ سال لکھی ہے۔ جن کتابوں کے لکھنے والوں کو پہلی، دوسری جماعت کے برابر بھی حساب نہ آتا ہو ان کو الہامی کہا جاتا ہے۔ کیا معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ حساب میں اتنا کمزور ہے؟

۱۴:...... گنتی ۲۵:۹ پر ہے کہ دبا سے ایک ہی دن ۲۴۰۰۰ مارے گئے لیکن پولوس ۲۳۰۰۰ لکھتا ہے۔ ا۔ کرنتھ ۱۰:۸ جو پہلی جماعت کے بچے سے بھی نقل نویسی میں کمزور ہو اس کو رسول مانا جاتا ہے۔

۱۵:...... پادری صاحب ہم نے آپ کی بائبل کا مطالعہ کیا جس کو آپ خدا کی کتاب کہتے ہیں کہ ذرا خدا کی کتاب سے خدا کا عرفان حاصل کریں تو خدا کے سر کا ذکر ملا جس پر بال خالص اون کی مانند ہیں، خدا کی ناک سے دھواں اور آگ نکلتے دیکھی، اس کے لب قہر آلود اور زبان بھسم کرنے والی آگ کی مانند ہے، خدا نے داڑھی استرا مانگ کر مونڈی، خدا کی

انتڑیوں کا ذکر بھی ملا۔ خدا کی کمر میں سخت درد ہے۔ اس سے بچہ بھی پیدا ہوا تو یقیناً شرمگاہ بھی ہو گی۔ خدا کے پاؤں اور خون کا ذکر بھی ملا۔ وہ باغبان بھی ہے، معمار بھی ہے، سنگتراش بھی ہے، جراح بھی ہے، حجام بھی ہے، دایا کا کام بھی کرتا ہے، قصاب بھی ہے، کسان بھی ہے، سوداگر بھی ہے، پہلوان بھی ہے، جلاد بھی ہے، وہ کیڑا بھی ہے، گھن بھی ہے، شیر بھی ہے، چیتا بھی ہے، ریچھ بھی ہے، گڈریا بھی ہے، وہ پچھتاتا بھی ہے، دردزہ والی عورت کی طرح روتا بھی ہے، اس کی بیویاں بھی ہیں جو پرلے درجہ کی بدکار ہیں، اس کے بیٹے بھی ہیں، کوئی زانی ہے کوئی ظالم ہے، اس کی عہد شکنی اور بے وقوفی کا ذکر بھی ملتا ہے۔

۱۶:...... خدا رحیم ہے، قہر میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے، (زبور، ۱۴۵: ۸) خدا کی مشقت کا ان سے پوچھو کہ جنہوں نے صرف عہد کے صندوق کے اندر جھانکا اور ۵۰۰۷۰ (پچاس ہزار ستر) آدمی ایک ہی دفعہ مار ڈالے۔ (سموئیل، ۶: ۱۹) ہاں وہ خدائے قادر بھی ہے (پیدائش ۱۷: ۱۱) لیکن وادی کے باشندوں کو نکال سکا کیونکہ ان کے پاس لوہے کے رتھ تھے (قضاء ۱: ۱۹) آج ایٹم بم اور میزائلوں کا مقابلہ کیسے کرے گا، وہ خدا دردمند اور مہربان بھی ہے۔ (یعقوب، ۵: ۱۱) لیکن یعقوب کو یہ علم ہی نہیں کہ خدا نے سامریہ والوں کے بارہ میں حکم دیا کہ ان کے بچے بھی پارہ پارہ کر دیے جائیں اور بار آور (حاملہ) عورتوں کے پیٹ چاک کر دیے جائیں۔ (ہوسیع، ۱۳: ۱۶) ان کا کیا گناہ؟ وہ خدا باپ دادا کے گناہوں کی سزا ان کے بیٹوں اور پوتوں کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے۔ (خروج ۳۴: ۷) اس کا قہر دم بھر کا اور کرم عمر بھر کا، (زبور، ۳۰: ۵) لیکن بنی اسرائیل کو چالیس سال بیابان میں آوارہ پھرایا (گنتی ۳۲: ۱۳) حالانکہ ان میں بے گناہ نبی بھی تھے اور معصوم بچے بھی۔ ہاں وہ فرماتا ہے "پس تم سخت ملعون ہوئے کیونکہ تم نے بلکہ تمام قوم نے مجھے ٹھگا (لوٹا)۔" (ملاکی، ۳: ۹) وہ خدا اپنے بندوں کو کیسے احکام دیتا ہے سو میں نے ان کو برے آئین اور ایسے احکام دیے جن سے وہ زندہ نہ رہیں۔ (حزقی ایل ۲۰: ۲۵) عورتوں پر خاص نظر کرم فرماتا ہے چکی لے اور آٹا پیس۔ اپنا نقاب اتار اور دامن سمیٹ لے، ٹانگیں ننگی کر کے ندیوں کو عبور کر، تیرا بدن بے پردہ کیا

جائے گا بلکہ تیرا ستر بھی دیکھا جائے گا، میں بدلہ لوں گا۔ (یسعیاہ ۴۷:۳۰۲) کسی کے رحم بند کرتا ہے، کسی کے کھولتا ہے، کسی کے اندام نہانی اکھاڑتا ہے۔

۱۷:...... بائبل میں ایک اور پرلطف بات ہے کہ روح القدس الہام کرتا ہے، سننے والے دو ہوں تو کوئی کچھ سنتا ہے اور کوئی کچھ سنتا ہے۔ روح القدس نے داؤد کے سواروں کی تعداد بتائی۔ ایک نے سات ہزار سنی، (ا۔ تواریخ ۱۸:۴) دوسرے نے سات سو سنی (۲ سموئیل ۸:۴) قحط کا ذکر آیا، ایک نے ۳ سال سنا (ا۔ تواریخ ۲:۱۲) دوسرے نے سات سال سنا (۲ سموئیل ۲۴:۱۳) ایک صاحب کی عمر بتائی ایک نے بیس سال سنی (۲ سلاطین ۱۶:۲) اور ۱۸:۲ میں تیس سال ہے۔ ایک الہام ہوا، ایک نے دو ہزار بت سنا، (ا۔ سلاطین، ۷:۲۶) دوسرے نے اسی کو تین ہزار مٹکے سنا (۲۔ تواریخ ۴:۵) سلیمان کے رتھوں کے تھان چالیس ہزار (ا۔ سلاطین ۴:۲۶) دوسرے نے چار ہزار لکھا (تواریخ ۹:۲۵) پہلی جماعت کے بچے بھی اتنا اختلاف نہیں کرتے جتنے یہ صاحبان کر رہے ہیں۔

۱۸:...... انجیل مصنفہ متی کی ابتداء مسیح کے نسب نامہ میں ہوئی ہے۔ (۱) اور متی کا کہنا ہے کہ مسیح سے لے کر آدم علیہ السلام تک ۴۲ پشتیں بنتی ہیں لیکن افسوس ہے کہ متی کو گنتی یاد نہیں، پہلی جماعت کا بچہ بھی گنے تو ۴۲ پشتیں پوری نہیں تھیں۔ (۲) اور لکھتا ہے کہ یہوداہ سے فارض اور زارح تمر سے پیدا ہوئے۔ یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے زنا کیا اور اس پر زنا سے یہ دونوں حرامی بچے پیدا ہوئے۔ (۳) اور سلمون سے بوعز راحب سے پیدا ہوا۔ یہ راحب ایک کنجری تھی اور عہد قدیم کی کسی کتاب سے ثابت نہیں کہ سلمون نے اس سے نکاح کیا تھا۔ (۴) یہ بھی یاد رہے یہ موآبی عورت تھی بائبل کے مطابق جب لوط نے اپنی بیٹیوں سے زنا کیا تو ایک بیٹی سے جو حرامی بچہ پیدا ہوا اس کا نام موآب تھا۔ (۵) اور بوعز سے عوبیہ، روت سے پیدا ہوا۔ یہ روت بھی ایک موآبی عورت تھی۔ (۶) داؤد سے سلیمان اس عورت سے پیدا ہوا جو پہلے اوریاہ کی بیوی تھی جس کے خاوند کو داؤد نے قتل کرایا اور اس عورت سے زنا کیا۔ (۷) متی عیسیٰ علیہ السلام کو سلیمان بن داؤد کی نسل سے بتاتا ہے مگر لوقا کہتا ہے کہ وہ ناتن بن داؤد کی نسل سے تھا۔ (۸) یورام سے عزیاہ پیدا ہوا اس سے معلوم ہوا کہ متی نقل نویسی بھی صحیح نہیں کر سکتا، کیونکہ

۱۔تواریخ ۳: ۱۱۔۱۲ میں ہے اس کا بیٹا یورام اس کا بیٹا اخزیاہ اس کا بیٹا یوآس، اس کا بیٹا امصیاہ، اس کا بیٹا مزریاہ، اس کا بیٹا یوتام، متی نے نقل کرتے وقت تین پشتیں درمیان میں چھوڑ دیں اور غریاہ میں صحیح لکھنا نہ آیا اسے عزیاہ لکھ دیا جس کی نقل نویسی اتنی کمزور ہو اس پر دین کا مدار رکھنا بہت بڑی حماقت ہے۔(۹) یوسیہ سے یکویناہ اور اس کے بھائی پیدا ہوئے یہاں بھی نقل نویسی میں غلطی کی کیونکہ یکویناہ کا باپ یہویقم ہے اور اس کا باپ یوسیاہ ہے۔ یہاں بھی نقل کرتے وقت ایک پشت چھوڑ دی اور روح القدس نے بھی یاددہانی نہیں کرائی اور متی رسول نے یکویناہ کے بھائیوں کا ذکر نا معلوم کہاں سے لیا جبکہ عہد قدیم میں اس کے کسی بھائی کا ذکر نہیں ہے۔(۱۰) زربابل سے ابیہود پیدا ہوا، خدا معلوم متی نے کس خواب خرگوش میں یہ کتاب لکھی (۱۔تواریخ ۳: ۱۵۔۲۱) پر زربابل کی تمام اولاد کا ذکر ہے۔اس میں ابیہود کا نام نشان تک نہیں۔(۱۱) لوقا نے مسلح کو ارنکسد کا پوتا لکھا ہے حالانکہ مسلح ارنکسد کا بیٹا ہے۔(۱۔تواریخ ۱: ۱۸) نا معلوم یہ سارے نقل نویسی سے بھی عاری ہیں۔(۱۲) مسیح کے دادا کا نام متی یعقوب بتاتا ہے اور لوقا عیلی بتاتا ہے۔(۱۳) متی سیالتی ایل کو یکویناہ کا بیٹا بتاتا ہے اور لوقا یزی کا۔(۱۴) متی زربابل کے بیٹے کا نام ابیہود اور لوقا اس کا نام ریسا لکھتا ہے، حالانکہ ریسا نامی بھی زربابل کا کوئی بیٹا نہیں۔(۱۵) داؤد سے مسیح تک متی کے مطابق ۲۶ اور لوقا کے مطابق ۴۱ پشتیں ہیں۔(۱۶) متی داؤد علیہ السلام سے بابل کی اسیری تک جو نام نقل کرتا ہے وہ مشہور بادشاہوں کے نام ہیں اور لوقا جو نام ذکر کرتا ہے وہ سب گمنام اور ذلیل لوگ ہیں۔

۱۹:...... دانی ایل میں ہے "تب میں نے ایک قدسی کو کلام کرتے سنا اور دوسرے قدسی نے اسی قدسی سے جو کلام کرتا تھا پوچھا کہ دائمی قربانی اور ویران کرنے والی خطا کاری کی رویا جس میں مقدس اور اجرام پامال ہوتے ہیں کب تک رہے گی؟ اور اس نے مجھ سے کہا کہ دو ہزار تین سو صبح شام کے بعد مقدس پاک کیا جائے گا۔(۸: ۱۳۔۱۴) اس پیش گوئی سے یہودی کیا مراد لیتے ہیں؟ اور عیسائی کیا مراد لیتے ہیں؟ یہ خواب دانی ایل نے ۵۵۰ ق م میں دیکھا۔اس خواب کے پورے چھ سال چار ماہ بیس دن بعد مسیح کا آنا ضروری تھا، یعنی ۵۴۴ ق م میں لیکن نہ یہود کا مسیح آیا اور نہ ہی عیسائیوں کا اور یہ پیش گوئی غلط نکلی۔

۲۰:...... پھر دارا مادی کی سلطنت کے پہلے سال ۵۳۸ ق م میں دانی ایل نے پھر خواب دیکھا جس میں بتایا گیا کہ ''تیرے لوگوں اور تیرے مقدس شہر کے لئے ستر ہفتے مقرر کئے گئے کہ خطا کاری اور گناہ کا خاتمہ ہو جائے، بدکرداری کا کفارہ دیا جائے، ابدی راست بازی قائم ہو۔'' (۹:۲۴) اب عیسائی اس سے مسیح کا کفارہ مراد لیتے ہیں تو صلیب مسیح ۵۳۶ ق م میں ہونی چاہئے تھی مگر بقول عیسائیاں اس وقت کے سال بد ہوئی اور یہ پیش گوئی بالکل جھوٹی نکلی۔

۲۱:...... اسی سال ۵۳۸ ق م میں تیسرا خواب آیا، اُس میں بتایا گیا ''جس وقت دائمی قربانی موقوف ہوگی اور وہ اجاڑنے والی مکروہ چیز نصیب کی جائے گی ایک ہزار دو سو نوے دِن ہوں گے۔ مبارک وہ ہے جو ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک انتظار کرتا ہے۔'' (دانی ایل ۱۲:۱۱۔۱۲)

۲۲:...... ۱۱ حواری یا ۱۲، انجیل مرقس ۱۶:۱۴ پر ہے کہ مسیح زندہ ہو کر گیارہ حواریوں کو دکھائی دیا مگر پولس نے غالباً مرقس کی انجیل دیکھی تک نہیں اس لئے وہ لکھتا ہے ''اور کیفا اور اس کے بعد ان بارہ کو دکھائی دیا، لیکن پولوس کو اس مشہور بات کا بھی علم نہ تھا کہ یہوداہ اسکریوتی تو صلیب مسیح سے پہلے ہی خودکشی کر کے مر چکا تھا۔ (متی ۲۷:۵) معلوم ہوتا ہے کہ پولوس کا علم نہایت ناقص تھا۔

۲۳:...... داؤد کے بارہ میں لکھتا ہے ''وہ کیونکر ابیاتر سردار کاہن کے دنوں میں خدا کے گھر میں گیا اور اس نے نذر کی روٹیاں کھائیں جن کا کھانا کاہنوں کے سوا اور کسی کو روا نہیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی دیں۔'' (انجیل مرقس ۲:۲۶) حالانکہ مرقس نے یہ بالکل غلط لکھا ہے۔ سموئیل باب ۲۱ میں کاہن کا نام اخیملک لکھا ہے۔ مرقس نے نامعلوم کہاں سے ابیاتر بنا ڈالا۔

۲۴:...... اس وقت وہ پورا ہوا جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا۔ (انجیل مصنفہ متی ۲۷:۹) حالانکہ اگلی بات کا یرمیاہ کی کتاب میں کہیں نام و نشان تک نہیں۔ ہاں اس سے کچھ ملتی جلتی عبارت ذکر ماہ ۱۱:۱۲۔۱۳ پر ہے اور اس سے نقل کیا ہو تو بھی عبارت میں بڑا فرق ہے۔ اس سے معلوم ہوا متی اور مرقس جیسے لوگ جن کو عیسائی رسول اور روح القدس سے مؤید مانتے ہیں جب وہ نقل میں اتنی غلطیاں کرتے ہیں تو عام کاتبوں نے جو نسخے نقل کئے ان میں غلطیوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے، لیکن پادری کو ضد ہے کہ ان غلط کتابوں کے سہارے دنیا قائم ہے۔

الحمد للّٰہ و کفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد:

عقائد التزام پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ الزام پر۔ بریلوی حضرات نے آج تک علمائے دیوبند پر صرف الزامات لگائے ہیں۔ علمائے دیوبند کی طرف سے ان کا التزام قطعاً ثابت نہیں بلکہ ان کی تردید بار بار علمائے دیوبند نے شائع کی ہے۔ شاہ اسماعیلؒ پر مولوی احمد رضا خان نے جو الزامات لگائے ہیں وہ اس کی کتاب الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوھابیہ میں اور فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں مذکور ہیں جس میں شاہ صاحب کی طرف تمام ایمانیات کے صاف انکار کی نسبت کی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح اور واضح گالیاں دینے کی نسبت کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود مولوی احمد رضا نے اپنی کتاب تمہید الایمان بآیات القرآن کے صفحہ ۴۲ اور ۴۳ پر شاہ اسماعیلؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کافر نہیں ان کو کافر کہنا خلاف صواب ہے وہ اہل اللہ میں سے ہیں۔ اور ان کی عبارات میں اسلامی مفہوم کا پہلو غالب ہے اب بریلوی علماء کا فرض یہ ہے کہ وہ ان گالیوں میں اسلام کا پہلو تلاش کر کے بتائیں اگر ان الزامات میں مولوی احمد رضا کو سچا مان لیا جائے تو پھر مولوی احمد رضا اپنے فتویٰ حسام الحرمین اور ازالۃ العار کے مطابق ایسا کافر مرتد ہے کہ جو شخص اس کی ان عبارات پر اطلاع پانے کے بعد اس کو پرلے درجے کا فاسق فاجر مسلمان بھی سمجھے یا اس کو کافر کہنے میں ذرہ بھر توقف کرے تو وہ بھی کافر مرتد ہے۔ کسی انسان اور حیوان سے اس کا نکاح درست نہیں ہے اور اس کی ساری اولاد حرامزادی ہے۔ علمائے دیوبند ان کے فتویٰ کفر میں بہت احتیاط کرتے ہیں اس لئے باوجود اس کے کہ مولوی احمد رضا خاں نے تمام شرعی اور اخلاقی حدود پھاند کر ان کو کافر کہا اور ان کے لئے کفر کا فتوی حاصل کرنے کے لئے حرمین شریفین تک کا سفر کیا لیکن علمائے دیوبند کی کمال دیانت اور تقویٰ ہے کہ انہوں نے ان الزامات میں مولوی احمد رضا کو جھوٹا اور بہتان طراز کہہ کر اس کو فتویٰ کفر سے بچا لیا۔

شاہ صاحب پر اعتراضات کے مختصر عنوانات

(اعتراض کے جواب)

سب سے بڑا اعتراض یہ ہے جو سب سے پہلے مولوی فضل الرحمٰن مراد آبادی نے کیا کہ حضرت نے اللہ کی قدرت بیان کرتے ہوئے یہ جملہ لکھ دیا کہ اس قادر مطلق کی تو یہ شان ہے کہ چاہے تو ایک لحہ میں ہزاروں فرشتے جبرئیل امین جیسے اور کروڑوں نبی حضرت محمد ﷺ جیسے پیدا فرمادے۔ مولانا فضل الرحمٰن مراد آبادی چونکہ بہت بڑے فلسفی آدمی تھے انہوں نے اس سے امکان نظیر کا مسئلہ نکالا اور اس پر انہوں نے شاہ صاحب کے خلاف یہ لکھا کہ اس میں توہین کا پہلو پایا جاتا ہے اور امکان نظیر اس سے ثابت ہو رہا ہے۔ شاہ صاحب نے ایک ہی دن میں اس کا جواب لکھا۔ اس میں یہ لکھا کہ جو مطلب آپ نے میری عبارت سے نکالا ہے میں اس کو نہیں مانتا بلکہ اس میں آپ ﷺ کی شان اور عظمت کا پہلو پایا جاتا ہے مثال یہ دی کہ ہندوستان میں تاج محل آگرہ ایسی شاندار عمارت ہے کہ پوری دنیا میں اس کی خوبی مشہور ہے اب کوئی اگر یوں بیان کرے کہ فلاں کاریگر ایسا ہے کہ وہ اگر چاہے تو ہزاروں ایسی عمارات بنادے۔ تو اس میں ایک تو تاج محل کی تعریف ہے کہ فقرہ کہنے والے کی نظر میں سب سے خوبصورت جو چیز ہے وہ یہ تاج محل ہے۔ اور کوئی خوبصورت عمارت اس کی نظر میں نہیں ہے۔ ورنہ وہ اس کا ذکر کرتا اور دوسرا یہ کہ اس کاریگر کی عظمت بتانا مقصود ہے کہ وہ ایک تاج محل بنا کر تھک نہیں گیا بلکہ کئی تاج محل بنادے تو اس کی قدرت سے بعید نہیں۔ اس طرح میں نے جو فقرہ لکھا ہے جس میں اللہ کی قدرت کے جو نادر نمونے پیش کیے ہیں جن کی مثال موجود نہیں۔ فرشتوں میں سے حضرت جبرئیل اور ساری مخلوق میں سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کیونکہ کسی کاریگر کی عظمت بیان کرنے کے لیے اس کی کاریگری کے سب سے خوبصورت اور وسیع نمونے کو پیش کیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ لکھنے والے کی نظر میں اللہ کی

ساری کائنات میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بے مثال نبی ہیں ان کی مثال پوری کائنات میں کہیں موجود نہیں ہے۔ لکھنے والے کے ذہن میں یا کسی اور ذہن میں ان کی مثال کوئی اور موجود ہے تو اس میں حضرت کی بھی عظمت اور شان کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کی کاریگری اور قدرت کی عظمت اور شان کا ذکر ہے۔ اس میں کوئی توہین کا پہلو نہیں۔ تو پھر مولانا فضل الرحمٰن مرادآبادی اس سے واقف تھے انہیں پتہ تھا کہ اگر ایک عبارت کا ایک مطلب وہ شخص سمجھے جس کی عبارت نہیں اور ایک وہ شخص سمجھے جو عبارت والا ہے تو اسی کے مطلب کو ترجیح ہوتی ہے۔ تو اس کے بعد مولانا فضل الرحمٰن نے یہ اعتراض ختم کر دیا پھر اس کے بعد کسی نے علمی اعتراض نہیں کیا۔ ۷۶ سال بعد مولوی احمد رضا خان صاحب علمی نہیں بلکہ بازاری اعتراضات کرنے پر تیار ہو گئے۔ اور انہوں نے ایسے ایسے اعتراضات لگائے جو شاہ صاحب شہیدؒ کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھے۔ چنانچہ شاہ صاحبؒ نے اللہ کی عظمت اور مخلوق کی بے سروسامانی کو بیان کرتے ہوئے ایک مثال دی۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں بیان فرماتے ہیں کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور ظلم عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہوتا ہے۔ بے موقع چیز کو رکھ دینا۔ تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ اللہ کی صفات کو کسی مخلوق میں رکھنا یہ بہت بڑا ظلم ہے اور انتہائی ظلم ہے کیونکہ ایک بڑے سے بڑے قادر کی صفات کو عاجز سے عاجز مخلوق میں رکھ دیا جائے۔

اس کی مثال سمجھانے کے لئے شاہ صاحب نے یہ لکھا کہ جس طرح ہمارے یہاں ملک کا سب سے بڑا بادشاہ ہوتا ہے اور سب سے زیادہ بے سروسامان چمار ہوتا ہے۔ اب کوئی بادشاہ کا تاج اتار کر چمار کے سر پر رکھے تو اس سے بڑا ظلم کوئی اور نہیں ہو سکتا تو شرک بھی اسی طرح کا ظلم ہے۔ اب اس میں حضور ﷺ کی یا کسی اور نبی کے نام کی کوئی ذات نہیں تھی جو کہ ایک مثال تھی بات کو سمجھانے کے لئے۔ اور اس زمانہ میں اردو بالکل نئی تھی اردو کے بارے میں آپ یہ سمجھ لیں کہ مستقل زبان نہیں بلکہ مختلف زبانوں کا مجموعہ ہے۔ تو آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ کوئی انگریزی دان بات کر رہا ہو تو بیچ میں کئی الفاظ انگریزی کے بول جاتا ہے۔ اگر کوئی مولوی صاحب ہو تو کئی الفاظ عربی کے بولتے چلے جاتے ہیں۔ تو مولانا نے بھی

کئی لفظ عربی کے استعمال کر دیے۔ خود مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے اس کے نیچے خود یہی ترجمہ کیا ہے کہ (لقد نصر کم اللہ ببدر وانتم اذلۃ) کہ حضور علیہ کافروں کے مقابلہ میں بے سروسامان تھے، تو چونکہ مولانا عالم آدمی ہیں اور عربی دان عام طور پر ایسے عربی کے الفاظ نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ تو انہوں نے یہی فرمایا ہے کہ مخلوق اللہ کے مقابلہ میں بالکل بے سروسامان ہے۔ تو مولانا امین صاحب نے سعید اسد بریلوی سے کہا کہ آپ اس میں نبی کا لفظ دکھادیں تو میں ابھی شاہ صاحب کے کفر کے بارے میں لکھ دونگا۔ اس نے کہا کہ اس میں نبی کا لفظ تو نہیں ہے لیکن یہ ایک ایسا موضوع ہے۔ جس میں نبی بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ تقریر کر رہے ہوں اور تقریر کرتے ہوئے آپ کہتے ہیں۔ گرامی قدر معزز سامعین محترمہ ماؤں بہنوں اور بیٹیو اور اتفاق سے آپ کی بیوی بھی تقریر سن رہی ہے آپ نے محترمہ بیویوں تو کہا ہی نہیں تو یہ فقرہ کہنے کے بعد آپ پر ظہار لازم ہو جائے گا کہ نہیں۔ کیونکہ وہ بیوی آپ کی بیٹھی تھی۔ اور وہ یا تو ماں بن گئی آپ کی یا بہن یا بیٹی تو اس عام عنوان میں آپ پر کوئی فتوی لگادے کہ سعید رضوی نے اپنی بیوی کو ماں کہا ہے۔ تو آپ اس کو کہیں گے ناکہ کوئی صاف فقرہ بتاؤ کہ میں نے بیوی کا نام لے کر کہا ہو کہ تو میری ماں ہے۔ اگر تم اس کا فتوی مان لوگے تو پھر شاید ہی کسی بریلوی مولوی کا نکاح باقی رہا ہو۔ اس کا پھر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہاں فتوی لگ سکتا ہے تو وہ مولوی احمد رضا پر اس نے کتاب میں باقاعدہ لکھا ہے اور صاف طور پر لکھا ہے کہ اس نے ہمارے نبی علیہ کو (نعوذ باللہ) چوڑا اور چمار کہہ دیا۔ نبی پاک علیہ کا لفظ صاف طور سے لکھا یہ عبارت احمد رضا کی ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی نہیں اب اس عبارت کے لکھنے کے بعد بھی وہ یہ کہتا ہے کہ اس عبارت والے کو میں کافر نہیں کہتا۔ کیونکہ اس میں اسلام کا پہلو غالب ہے۔ اب صاف طور پر نبی کا لفظ لکھنا اور ساتھ یہ لفظ (چوڑا چمار) لکھنا اس میں کوئی اسلام کا پہلو ہمیں دکھائیں اس بات پر سعید اسد نے شور مچایا کہ یہ تحریر لکھی جا چکی ہے کہ ہماری کسی عبارت پر اعتراض نہیں ہوگا آپ نے تحریر کے خلاف یہ بات کہی ہے۔ میں (امین صفدر صاحب) نے کہا کہ چلو آپ نے یہ تو مان لیا کہ

مولوی احمد رضا کی عبارات اس قابل نہیں کہ انہیں زیر بحث لایا جائے۔ آپ خود مان رہے ہیں کہ ان کا ہم دفاع نہیں کر سکے۔ لیکن میں نے ابھی اس انداز میں بیان نہیں کیا کہ مولوی احمد رضا کیا کہتا ہے۔ ابھی تو میں نے بطور الزامی جواب کے اس کو بیان کیا ہے، اور الزامی جواب دینے کا مجھے حق موجود ہے۔ تو اس پر اس کا جواب یہی تھا (**الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ**) اب اندازہ لگائیں کہ احمد رضا سے لیکر آج تک بریلوی مولوی عوام کے سامنے یہی کہتے آرہے ہیں۔ اب میں آپ حضرات سے یہی کہوں گا کہ لمبی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں آپ انہیں صرف یہ چیلنج دے دیں کہ تقویۃ الایمان میں حضور پاک ﷺ کا اسم مبارک ہو اور ساتھ چمار کے الفاظ ہوں آپ ہمیں وہ صفحے فوٹو سٹیٹ کرا کے بھیج دیں، ہم دوسری طرف شاہ صاحب کے کفر کی تحریر لکھ کر آپ کو بھیج دیں گے۔ چنانچہ اسی طرح میں نے فوٹو سٹیٹ کرا کے دو تین بریلوی مولویوں کو بھیجا، بریلوی ماسٹروں کو دیا کہ اپنے مولویوں سے لکھواؤ تا کہ فیصلہ ہو جائے۔ انہوں نے جب دیکھا تو انہوں نے ان ماسٹروں کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اور وہ ماسٹر پھر دیوبندی بن گئے کہ پہلے یہ آپ کو گالیاں دیتے تھے اب ہمیں گالیاں دینا شروع کر دی ہیں۔ دوسرا بہت بڑا اعتراض اس میں یہ ہے کہ شاہ صاحب نے معاذ اللہ یہ لکھ دیا ہے کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کا یا کسی بزرگ کا خیال آجانا یہ رنڈی کے خیال سے بدتر ہے۔ زنا کے خیال سے بدتر ہے۔ اور گائے، بھینس، کتے، گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔ اس پر احمد رضا نے لکھا ہے کہ یہ بہت بڑی توہین ہے۔ حالانکہ اس میں مولوی احمد رضا نے کئی دھوکے دیے ہیں بزرگ جب اپنے مریدوں کی اصلاح کرتے ہیں تو ان میں اصلاحی لفظ آتے ہیں۔ ایک کو ازالہ کہتے ہیں اور دوسرے کو امالہ کہتے ہیں۔ امالہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی بڑا گناہ کر رہا ہے تو اس کو اس سے ہٹا کر فی الحال کسی چھوٹے گناہ کی طرف لگا دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ ازالہ کرتے ہیں کہ اسے چھوٹے جرم سے بھی ہٹا لیتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص ایسے ہی بیٹھا ہے اور کچھ سوچ رہا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ تم کیا سوچ رہے تھے تو اس نے صاف کہہ دیا کہ میں فلاں لڑکی سے محبت کرتا ہوں اور اس کے بارے میں زنا

کاری کے متعلق سوچ رہا تھا شیخ اس آدمی کو کہتے ہیں کہ تم یہ سوچ بند کر کے اپنی بیوی کے متعلق سوچنا شروع کر دو۔ اب وہ تصور حرام تھا اور یہ تصور گناہ ہے۔ اس کو صوفیائے کرام اپنی اصطلاح میں امالہ کہتے ہیں کہ حرام سے نکال کر عبث کی طرف لگا دیا۔ پھر آپ اسے اس تصور سے نکال کر اللہ کی طرف تصور کرنے کا کہیں اور کہیں کہ اس سے آپ کو اجر بھی ملے گا اور آپ گناہ سے بھی بچ جائیں گے اس کو ازالہ کہتے ہیں تو شاہ صاحبؒ نے جو یہ عبارت لکھی ہے کہ زنا کا خیال چھوڑ کر اپنی بیوی کا تصور کرنا یہ نماز کے بارے میں قطعاً نہیں تھا۔ بلکہ وسوسوں کے درجے کے بارے میں بیان فرمایا تھا کہ وہ وسوسہ زیادہ برا ہے بنسبت اس وسوسہ کے۔ لیکن مولوی احمد رضا نے اس کو خواہ مخواہ نماز کے ذکر میں شامل کر دیا۔ اسی کو کہتے ہیں (**یحرفون الکلم عن مواضعه**) اب رہی دوسری بات کہ ایک ہے نماز میں خیال آنا اور دوسرا ہے خیال لانا اور تیسرا ہے خیال جمانا۔ رہا خیال کے آنے کا پہلے ذکر آیا کہ خیال کا آنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ حضرت حکیم الامت سے ایک مرید نے عرض کیا کہ حضرت نماز میں کئی قسم کے خیال آتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ جب تمہارا اس میں ارادہ شامل نہیں تو تمہارا اس میں کیا نقصان۔ پھر فرمایا کہ یہ جو خیالات ہوتے ہیں ان کی مثال بجلی کی تار کی سی ہوتی ہے۔ اس تار کو ہٹانے کے لئے ہاتھ لگائیں تب بھی چمٹتی ہے اور قریب کرنے کے لئے ہاتھ لگائیں تب بھی چمٹتی ہے۔ فرمایا اس طرف توجہ ہی نہ کرو ان خیالات کی طرف پھر فرمایا کہ ایک وسوسہ اس سے بڑھتا ہے کہ شاید ہم تو اپنے دل کو اللہ کی طرف لے جا رہے ہیں اور ہمارا دل ان وسوسوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اکثر اوقات یہ ہوتا ہے کہ دل متکلم نہیں ہوتا بلکہ سامع ہوتا ہے وسوسہ شیطان کا ہوتا ہے۔ متکلم شیطان ہوتا ہے۔ بس دل تک اس کی آواز پہنچ رہی ہے۔ اور یہ شخص محسوس نہیں کر سکتا فرق کو، وہ سمجھتا ہے کہ شاید میرا دل اس طرف مشغول ہو گیا ہے اور فرمایا کہ جس طرح تم نماز پڑھ رہے ہو۔ کوئی کتا بھونکنا شروع کر دے تو متکلم وہ کتا ہے آپ کا دل نہیں۔ لیکن دل میں وہ بات تو آتی رہے گی۔ اسی طرح شیطان انسان کے نفس میں بھونکتا رہتا ہے تاکہ سننے والا پریشان ہو اور اس کی نماز میں خلل

پڑے۔حضور علیہ السلام کی خدمت میں صحابہ کرامؓ نے عرض کیا بعض اوقات نماز میں ایسے وسوسے آتے ہیں کہ ہم جہنم کا کوئلہ بن جائیں تو پسند ہے لیکن ان وسوسوں کو زبان پر لانا پسند نہیں کرتے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو صریح ایمان ہے۔علماء نے کئی مسئلے بیان کیے ہیں۔اور ایک یہ بھی بیان کیا ہے کہ شیطان وہیں ڈاکہ ڈالتا ہے جہاں اسے کوئی سامان نظر آئے۔اب اگر آدمی کے اندر ایمان ہے تو شیطان کوشش کر رہا ہے کہ کسی طرح اس کے دل سے ایمان نکالوں اور دوسرا مسئلہ بیان کیا کہ اس سے پتہ چلا کہ ایک ہے گناہ کرنا۔ایک ہے گناہ کا خیال لانا۔ایک ہے گناہ کے وسوسے کے آنے سے پریشان ہو جانا۔اس سے یہ پتہ چلا کہ یہ ایمان کا بہت بڑا درجہ ہے کہ گناہ کا تصور کرنا تو بعد کی بات ہے گناہ کے آنے سے ہی انسان پریشان ہو جائے۔اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی عظمت اور گناہ کی برائی پوری طرح دل میں رچی بسی ہوئی ہے۔اور یہ ایمان کی نشانی ہے تو اس پر میں یہ سمجھا رہا ہوں کہ ایک ہے خیال آنا اور ایک ہے خیال لانا یہاں خیال لانے کی بھی بات ہی نہیں ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کا فتویٰ موجود ہے کہ (السلام علیک ایھاالنبی) جب پڑھا جاتا ہے تو حضور کا خیال دل میں لاکر پڑھا جاتا ہے۔درمختار میں بھی یہی موجود ہے۔اور پھر ایک ہے خیال جمانا اصل میں وہاں لفظ ہے صرف ھمت۔یعنی اللہ سے خیال ہٹا کر کسی اور کی طرف لگالینا۔اللہ کا خیال بھی ساری نماز میں نہ آئے۔اب اللہ سے خیال ہٹا کر اپنے پیر صاحب کی طرف لگالینا اور پھر جب ایاک نعبد وایاک نستعین پڑھا جائے گا تو خطاب یقیناً پیر صاحب کو ہو جائے گا۔تو اللہ سے خیال ہٹا کر کسی اور طرف لگالینا اسلام کے کس قاعدے میں جائز ہے۔اب صرف ھمت اللہ سے ہٹا کر آپ رکوع کر رہے ہیں تو کس کو کر رہے ہیں یقیناً غیر اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں۔خود مولوی احمد رضا نے ملفوظات میں دوسرے حصے میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ بعض لوگ اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ رکوع اور سجود میں اپنے پیر یا شیخ کا خیال لاتے ہیں گویا رکوع اور سجود اپنے پیر کو کر رہے ہیں۔تو جب اس زمانے میں ایسے لوگ موجود تھے خود شاہ صاحب کو بھی اور

مولوی احمد رضا کو بھی اس بات کا اعتراف ہے۔ ملفوظات کی دوسری جلد میں۔ ایک ہے گدھے گھوڑے وغیرہ کا خیال اگر یہ آئے گا بھی تو نفرت سے آئے گا عقیدت سے نہیں آئے گا اور جب بھی ان چیزوں کا خیال آئے گا تو انسان ان کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرے گا۔ اور پیروں کا جو خیال آئے گا محبت کے ساتھ احترام کے ساتھ۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ کتا یا عورت نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بعض میں آتا ہے کہ نہیں ٹوٹتی۔ علماء دونوں حدیثوں کی تشریح یوں بیان فرماتے ہیں کہ نماز تو نہیں ٹوٹتی لیکن نماز کے خشوع و خضوع میں فرق آجاتا ہے۔ اس میں ایک متنفر ہے اور ایک مرغوب ہے۔ کتا متنفر ہے اور عورت مرغوب چیز ہے۔ تو جب متنفر چیز آئے گی تو بھی نماز میں فرق آئے گا اور جب مرغوب چیز آئے گی تو بھی نماز میں فرق آئے گا۔ اور مسلمان کو سب سے زیادہ محبت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہوتی ہے سو یہ بات تھی جو حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمائی۔

میں (مولانا امین صاحب) ایک دن بہاولپور میں بیٹھا تھا۔ تو ایک آدمی کہنے لگا (بریلوی تھا) کہ کیا معاذ اللہ انسان اور کتا برابر ہوتے ہیں میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا کہ کون برا ہوتا ہے۔ میں نے کہا میں آپ سے پوچھتا ہوں، کہنے لگا کہ کیا پوچھتا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کے گھر میں ایک گدھا رفع یدین کی حالت میں چلا گیا اور بالکل ننگا ایک انسان بھی اسی حالت میں چلا گیا تو آپ کس کو برا سمجھیں گے انسان کو یا گدھے کو۔ یا یہ کہیں گے کہ دونوں کے لئے ایک ہی حکم ہے۔ دونوں میں کچھ فرق کرو گے یا نہیں۔ کہنے لگا فرق کروں گا۔ میں نے کہا کہ پھر یہاں کیوں نہیں کرتا۔ کہنے لگا کہ بات سمجھ میں آگئی۔ میں نے کہا اصل بات یہ ہے کہ گدھوں کو جب تک گدھوں کی بات نہ سنائی جائے ان کو بات سمجھ میں آتی ہی نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ انسانوں والی باتوں سے مسئلہ سمجھ جائیں لیکن انسانوں والی باتیں ان کی سمجھ میں آتی نہیں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص جماعت کرا رہا ہے وہ رکوع میں چلا گیا اب اسے محسوس ہوا کہ کچھ لوگ آرہے ہیں تاکہ جماعت میں شامل ہو سکیں تو کیا وہ رکوع کو تھوڑا لمبا کر دے تاکہ آنے والے ساتھ مل جائیں۔ امام صاحبؒ

نے فرمایا اگر اسے پتہ نہیں کہ آنے والا کون ہے تو پھر تو وہ کچھ تسبیحات زیادہ کر دے لیکن اگر امام کو پتہ ہے کہ آنے والا میرا استاد ہے یا میرا پیر ہے تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ شخص شرک تک نہ پہنچ جائے۔ یہ جزئی شامی میں موجود ہے اور خود مولوی احمد رضا نے اپنی کتاب ''احکام شریعت'' میں پہلے حصے میں نقل بھی کیا ہے۔ اب دیکھئے امام اعظمؒ نے اس فرق کی بنیاد اسی پر رکھی ہے تا کہ نماز میں اصل تعلق اور محبت صرف اللہ سے ہو۔ کسی دوسری چیز کا خیال بغیر تعظیم کے آئے۔ تو وہ اس تعظیم کو ٹھکرائے گا نہیں اگر خیال تعظیم کے ساتھ آئے تو وہ اس تعظیم کے منافی ہوگا جو کہ نماز میں اللہ کے لئے مقصود ہے مولوی احمد رضا کو اور تمام بریلویوں کو چاہیے کہ پہلے وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ پر فتویٰ لگائیں اور بعد میں ان حضرات پر لگائیں۔ تو مقصد یہ ہے کہ خیال آنا اور چیز ہے خیال لانا اور چیز ہے اور خیال جمانا اور چیز ہے۔ اس کی ایک اور عام فہم سی مثال سمجھیں۔

آپ نماز پڑھنے لگے آگے گزرگاہ تھی آپ نے آگے لکڑی کھڑی کر لی نماز آپ کی ہو جائے گی یا نہیں؟ یقیناً ہو جائے گی۔ آپ نے سوچا نماز ہے لکڑی ضرور کھڑی کرنی چاہیے۔ آگے پیر صاحب کو بٹھا لیتے ہیں اب آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور خیال پیر صاحب کا جما ہوا ہے اور رکوع بھی کر رہے ہیں سجدہ بھی کر رہے ہیں۔ اب اگر لکڑی آپ کے سامنے رکھی ہو تو کوئی بھی یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ آپ لکڑی کے آگے جھک رہے ہیں۔ کیونکہ لکڑی کی تعظیم مسلمانوں میں قطعاً موجود نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ شیخ کو آگے بٹھالیں تو وہ اس سے زیادہ غلط بات ہوگی کہ نہیں۔ اب اگر کوئی یہ لکھ دے کہ شیخ کو آگے بٹھا کر نماز پڑھنا لکڑی کو آگے رکھ کر نماز پڑھنے سے زیادہ منافی ہے۔ اس کو پڑھ کر کوئی یہ نہیں سمجھے گا کہ اس نے لکڑی کا درجہ پیر سے بڑھا دیا ہے بلکہ اس سے پیر کی عظمت اور زیادہ ہوگی۔

اسی طرح وہاں نبی کی اور شیخ کی عظمت ہے۔ گائے بیل کی نہیں۔ اسی طرح ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک حدیث پاک کی تشریح میں لکھ دیا کہ میں ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں اس سے مولوی احمد رضا نے یہ نکالا کہ اس سے حیات النبی

کا انکار ہوا ہے اور حیات النبی امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

اور فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسا شخص کافر ہے جو حیات النبی کا انکاری ہو۔ اب جو فتوے مولوی احمد رضا نے شاہ صاحبؒ پر لگائے ہیں وہ ان فتووں کے نیچے نہیں آتے بلکہ خود مولوی احمد رضا ان فتووں کے نیچے آتا ہے۔ میں (امین صفدر صاحب) نے شاہ صاحب کی دو تین تحریروں کا مختصر جواب عرض کیا ہے۔ اور عرض کیا کہ یہ شاہ صاحب کے ساتھ ظلم ہی ظلم اور نا انصافی ہے کہ ان کی تحریروں کا غلط مطلب نکالا گیا ہے۔

مولوی احمد رضا وغیرہ کا مقصد اصل میں علمائے دیوبند کی تکفیر تھی کیونکہ ان کا سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ انہوں نے ''شاملی'' کے میدان میں انگریزوں کے خلاف (۱۸۵۷ء) میں لڑائی لڑی تھی۔ جو مولوی احمد رضا کو وظیفہ دیتا تھا۔

اب انگریز کا حق نمک بھی تو ادا کرنا تھا نا! اس کی پالیسی تھی کہ لڑاؤ اور حکومت کرو۔ تو مولوی احمد رضا نے ان مجاہدین کے خلاف فتوی مرتب کیا اور انداز کیا رہا۔ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ (۱۳۲۰ھ) میں ہمارے علماء نے اس کے خلاف حرمین شریفین سے فتوی حاصل کیا۔ انہوں نے فتوی دیا کہ وہ شخص کافر ہے جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یہ فتوی چونکہ حقیقت پر مبنی تھا اس لئے نہ تو فتوی مرتب کرنے والوں نے غلط بیانی کی اور نہ ہی مرزے نے کوئی احتجاج کیا کہ یہ میرے عقیدے نہیں ہیں۔ اور جو فتوی علمائے حرمین شریفین نے دیا آج تک انہوں نے اس کی تردید کی اور نہ مرزے نے اس پر کوئی احتجاج کیا۔ اس کے بعد (۱۳۲۱ھ) میں بھی کچھ حاجی صاحبان گئے اور وہاں سے فتوے لائے۔ اور (۱۳۲۲، ۱۳۲۳ھ) کو بھی فتوے لائے۔

اب حرمین شریفین کے تمام علماء کو پتہ چل گیا کہ ہندوستان میں کسی شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہے۔ جب یہ بات وہاں اچھی طرح رچ بس گئی۔ تو اب مولوی احمد رضا کو وہاں بھیجا گیا کہ وہ علمائے دیوبند کے خلاف فتوے لائے تا کہ دو فائدے ہو جائیں۔ ایک فائدہ تو یہ ہے علماء جو انگریز کے خلاف لڑتے ہیں عوام ان سے بدظن ہو جائیں اور جوان کو جہاد کے

لئے چندہ دیتے ہیں وہ بند کر دیں۔ دوسرا یہ کہ مرزائی یہ کہیں گے کہ علمائے حرمین شریفین کے فتوے کا کوئی اعتبار نہیں اگر اعتبار ہے تو علمائے دیوبند کو بھی کافر کہو۔

اگر ان کے فتوے سے مولانا قاسم نانوتوی کو کافر نہیں کہتے تو مجھے کافر کیوں کہتے ہو۔ چنانچہ بہاولپور میں جو مقدمہ چل رہا تھا مرزائیوں نے باقاعدہ اس میں حسام الحرمین کو عدالت میں پیش کیا۔ لیکن مرزائیوں والے فتوے میں اور اس فتوے میں زمین آسمان کا فرق تھا جب یہ فتوی لیکر آئے اس وقت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مدینہ منورہ میں موجود تھے ان کا نام بھی فتوی میں مذکور تھا۔ تو وہاں کے علماء نے مولانا خلیل احمد سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ جو غلط عقائد ہماری طرف منسوب کیے گئے ہیں یہ قطعاً ہمارے عقائد نہیں ہیں۔ پھر وہاں کے علماء نے انہیں کہا کہ آپ اپنے عقائد ہمیں واضح طور پر بتائیں۔ مولانا خلیل احمد صاحب نے ''المہند'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں علمائے دیوبند کے تمام عقائد تحریر کیے گئے۔ اس پر دیوبند کے مہتمم صاحب اور وہاں کے تمام بڑے بڑے علمائے کرام کے دستخط لئے گئے۔

مخالفت حدیث کے سلسلہ میں چند سوالات

(۱) آنحضرت ﷺ نے نہایت تاکید کے ساتھ صحابہ کو فرمایا تھا **لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظة** یعنی تم میں سے کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں جا کر۔ یہ حدیث ان صحابہ نے خود آنحضرت ﷺ سے سنی جو ان کے حق میں قطعی الثبوت بھی تھی اور قطعی الدلالت بھی۔ پھر بھی بعض صحابہ نے بنی قریظہ میں پہنچنے سے پہلے راستہ میں ہی عصر کی نماز پڑھ لی۔ کیا یہ حدیث کی صریح مخالفت ہے یا نہیں مگر آنحضرت ﷺ نے کسی پر ملامت نہ کی (صحیح بخاری صفحہ۵۹۱ ج ۲) کیا صریح حدیث کی مخالفت قابل ملامت نہیں۔ (ب) علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں جن لوگوں نے ظاہر حدیث کے بالکل خلاف راستے میں نماز پڑھی ان کو دو اجر ملے اور جن صحابہ نے حدیث کے موافق بنو قریظہ میں جا کر نماز ادا کی ان کو ایک اجر ملا (زاد المعاد صفحہ۲۷ ج ۲) کیا واقعی حدیث کی مخالفت میں دو اجر ملتے ہیں۔

(۲) آنحضرت ﷺ کی لونڈی کو منافقین نے اس کے چچا زاد بھائی حضرت مابور سے متہم کر دیا اور یہ پروپیگنڈا اتنا زبردست تھا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا **اذهب فاضرب عنقه** (صحیح مسلم صفحہ ۳۶۸ ج ۲) حضرت علیؓ نے دیکھا کہ مابور کنوئیں میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے آپ نے اسے کھینچا تو اس کا تہبند کھل گیا آپ نے دیکھا کہ **انه لمجبوب ما له ذکر** (مسلم)

حضرت علیؓ اسے قتل کئے بغیر واپس آگئے اور اس قطعی حکم پر عمل نہ کیا جو کسی شرط سے مشروط تھا کیا یہ صریح حدیث کی مخالفت ہے یا نہیں۔

(۳) آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ فلاں لونڈی کو زنا کی سزا میں کوڑے لگاؤ یہ حکم کسی شرط سے مشروط نہ تھا حضرت علیؓ نے دیکھا کہ وہ نفاس میں ہے حضرت ڈرے کہ

یہ کہیں کوڑوں سے مر نہ جائے تو بغیر کوڑے لگائے واپس آ گئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تو نے اچھا کیا (صحیح مسلم صفحہ ۷۱ ج ۲) کیا صحیح حدیث کی مخالفت کرنا واقعی اچھا کام ہے۔

(۴) صلح حدیبیہ کے وقت کفار شرائط پر ضد کرتے تھے (جیسے غیر مقلدین شرائط میں ضد کیا کرتے ہیں) کفار نے کہا کہ محمد رسول اللہ کی بجائے محمد بن عبداللہ لکھو تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا **امح رسول اللہ قال لا واللہ امحوک** (بخاری صفحہ ۳۷۲ ج ۱) **فامر علیا ان یمحاھا فقال علی واللہ لاامحاھا** (مسلم صفحہ ۱۰۵ ج ۲) یہ مؤکد تقسیم حدیث کی مخالفت جائز ہے یا نہیں۔ علامہ نوویؒ اس مخالفت حدیث کو ادب فرماتے ہیں (نووی شرح مسلم صفحہ ۱۰۴ ج ۲)

(۵) آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں جس نے ہمیشہ روزہ رکھا تو اس کا روزہ ہی نہیں ہوتا (بخاری صفحہ ۲۶۵ ج ۱) امام شعبہ بن الحجاج صائم الدہر تھے (مقدمہ تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۲۲) امام وکیع بن الجراح صائم الدہر تھے (تاریخ بغداد صفحہ ۴۷۰ ج ۳) امام بخاریؒ صائم الدہر تھے (میزان الکبری صفحہ ۵۰ ج ۱) حافظ عبداللہ صاحب روپڑی مدت مدید اور عرصہ بعید سے صائم الدہر ہیں صرف ایک ہی وقت شام کو کھایا کرتے ہیں (نتائج التقلید صفحہ ۳۰) امام بخاری خود حدیث روایت کرتے ہیں اور خود ہی صحیح صریح حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔

(۶) آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں **تسحروا فان فی السحور برکۃ** (بخاری صفحہ ۲۵۷ ج ۱) مگر روپڑی صاحب سحری نہیں کھاتے تھے۔

(۷) آنحضرت ﷺ خصائل فطرت کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں **ونتف الابط** (بخاری صفحہ ۸۷۵ ج ۲) (مسلم ص ۱۲۸ ج ۱)

کسی صحیح مرفوع حدیث میں حلق الابط نہیں ہے۔ لیکن سب غیر مقلد اس کے خلاف کرتے ہیں امام شافعیؒ نتف کو سنت بھی کہتے ہیں اور حلق بھی کرواتے ہیں (نووی صفحہ ۱۲۹ ج ۱)

(۸) آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں **لایتمنین احدکم الموت من ضر اصابہ** (بخاری صفحہ ۸۴۷ ج ۲) مگر خود امام بخاریؒ اس صحیح صریح حدیث کے خلاف دعا کرتے تھے کہ

اے اللہ زمین مجھ پر تنگ ہوگئی ہے مجھے اپنی طرف اٹھالے ایک ماہ کے بعد انتقال فرمایا (بغدادی صفحہ ۳۴ ج ۲)

(۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہفتے میں ایک قرآن پڑھواور اس پر زیادہ مت کرو (بخاری صفحہ ۷۵۵ ج ۲ و ۷۵۶ ج ۲) امام بخاریؒ فرماتے ہیں **قال بعضهم فی ثلاث وفی خمس واکثرهن علی سبع** (بخاری صفحہ ۷۵۶ ج ۲) لیکن خود امام بخاریؒ اس صحیح صریح حدیث کے خلاف رمضان شریف میں روزانہ ایک قرآن ختم فرماتے تھے (تاریخ بغداد صفحہ ۱۲، ج ۲، طبقات الکبری صفحہ ۹ ج ۲، الحطہ صفحہ ۲۲)

حضرت عثمانؓ بھی روزانہ ایک قرآن ختم فرماتے (قیام اللیل صفحہ ۶۱ طبقات ابن سعد صفحہ ۵۳ ج ۳ حضرت تمیم الداری طحاوی صفحہ ۲۰۵ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ طحاوی صفحہ ۲۰۵ ج ۱، امام شافعیؒ رمضان شریف میں ساٹھ قرآن ختم کرتے تھے (تذکرۃ الحفاظ صفحہ) ایک مرتبہ آپ نے روزانہ تین مرتبہ اور تین دن میں نو مرتبہ قرآن ختم کیا (مفتاح الجنہ للسیوطی صفحہ ۲۹) امام وکیع بن الجراح ایک رات میں قرآن ختم کردیتے تھے (بغدادی صفحہ ۴۷۰ ج ۱۳) امام الجرح والتعدیل یحیی بن سعید القطان چوبیس گھنٹوں میں ایک مرتبہ قرآن ختم کردیا کرتے تھے (بغدادی صفحہ ۱۴۱ ج ۱۴)

(۱۰) حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں **نهینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا** (بخاری صفحہ ۱۷۰ ج ۱) **وفی روایة کنا ننهی عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا** (مسلم صفحہ ۳۰۴ ج ۱) اس حدیث میں نہی صریح ہے جسے حضرت ام عطیہ نے محض کراہت تنزیہ پر محمول کیا ہے (نووی صفحہ ۳۰۴ ج ۱)

کیا فقہاء کو بھی اپنے اجتہاد سے نہی کو تحریم یا تنزیہ پر محمول کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبلہ کی طرف نہ منہ کرو نہ پشت کرو اور فرمایا شرقوا او غربوا (بخاری صفحہ ۲۶ ج ۱) ولکن شرقوا او غربوا (صفحہ ۱۳۰)

کیا اب ہمیں اس حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کرنا جائز ہے

(۱۲) حضرت بریدہؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعض ارشادات محض مشورہ بھی ہوتے تھے (بخاری صفحہ ۷۹۵ ج ۲)

(۱۳) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان الحکم الا للہ مگر آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں فلاتنزلهم علی حکم اللہ (مسلم صفحہ ۸۲ ج ۲)

کیا یہ حدیث پاک صراحۃً قرآن پاک کی نص قطعی کے خلاف نہیں ہے؟

(صفحہ ۳۵۲ ج ۲، ت ۱۹۷ ج ۱، ق صفحہ ۲۱۰)

(۱۴) اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں مسافر کو فرماتے ہیں ان تصوموا خیرلکم، لیکن آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں لیس من البر الصیام فی السفر.

(۱۵) آنحضرت ﷺ کے سامنے حضرت عمرؓ تورات کا نسخہ لائے اور پڑھنا شروع کر دیا آنحضرت ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میری اتباع کرتے (دارمی) کیا آج جتنے مولوی بائیبل پڑھتے ہیں ان سے آنحضرت ﷺ ناراض ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیر مقلدین حضرات سے کچھ سوالات

ہمارے غیر مقلد دوست کہا کرتے ہیں کہ ہماری نماز کا ہر ہر مسئلہ حدیث صحیح صریح متفق علیہ غیر معارض سے ثابت ہے جس میں قیاس اور اجتہاد کا کوئی دخل نہیں اس لیے وہ مندرجہ ذیل مسائل کی احادیث صحیحہ صریحہ متفق علیہا غیر معارضہ پیش فرمائیں۔

(۱) تکبیر تحریمہ کا فرض ہونا۔ (۲) اکیلے نمازی اور مقتدی کا ہمیشہ تکبیر تحریمہ آہستہ کہنا۔ (۳) نماز میں ثنا کا سنت مؤکدہ ہونا۔ (۴) امام کا ہمیشہ ثنا آہستہ پڑھنا جبکہ حضرت عمرؓ نے امام بن کر ثنا اونچی آواز سے پڑھی۔ (۵) مقتدی کا ثنا ہمیشہ آہستہ پڑھنا جبکہ نسائی میں مقتدی کا حضور ﷺ کے پیچھے ثنا بلند آواز سے پڑھنا ثابت ہے۔ (۶) اکیلے نمازی کا ثنا ہمیشہ آہستہ آواز سے پڑھنا۔ (۷) ثنا کے بعد تعوذ کی ترتیب۔ (۸) تعوذ کا سنت ہونا (۹) امام، مقتدی اور منفرد سب کا تعوذ آہستہ آواز سے پڑھنا۔ (۱۰) تحریمہ کے وقت ہاتھ ہمیشہ کندھوں تک اٹھانا۔ (۱۱) قیام کا فرض ہونا صرف فرائض میں۔ (۱۲) سنت و نفل میں قیام کا سنت ہونا۔ (۱۳) قیام میں ہمیشہ ہاتھ سینہ پر باندھنا۔ (۱۴) نوافل میں بیٹھ کر ہاتھ سینہ پر باندھنا۔ (۱۵) تعوذ کے بعد تسمیہ کی ترتیب۔ (۱۶) بسم اللہ کا سنت مؤکدہ ہونا۔ (۱۷) اکیلے نمازی کا ہمیشہ تسمیہ آہستہ پڑھنا۔ (۱۸) مقتدی کا ہمیشہ تسمیہ آہستہ پڑھنا (۱۹) امام کا ہمیشہ تسمیہ بلند آواز سے پڑھنا۔ (۲۰) سورۃ الفاتحہ کا اکیلے نمازی پر فرض ہونا (۲۱) سورۃ فاتحہ کا امام پر فرض ہونا۔ (۲۲) سورۃ فاتحہ کا مقتدی پر فرض ہونا اور اکیلے نمازی کا سورۃ فاتحہ آہستہ پڑھنا۔ (۲۳) بعض مقتدیوں کا فاتحہ امام کی فاتحہ سے پہلے پڑھنا (۲۴) بعض مقتدیوں کا امام کی سورۃ کے ختم کے بعد فاتحہ پڑھنا۔ (۲۵) امام کا گیارہ رکعتوں میں فاتحہ آہستہ

پڑھنا۔(۲۶)امام کا چھ رکعتوں میں فاتحہ بلند آواز سے پڑھنا۔(۲۷)فاتحہ کے بعد آمین کا سنت مؤکدہ ہونا۔(۲۸)اکیلے نمازی کا ہمیشہ آہستہ آواز سے آمین کہنا۔(۲۹)مقتدی کا ہمیشہ گیارہ رکعتوں میں آہستہ آمین کہنا۔(۳۰)جہری رکعتوں میں جو مقتدی امام کی سورت کے وقت ملے اس کا اپنی فاتحہ کے بعد ہمیشہ آہستہ آمین کہنا۔(۳۱)جہری رکعتوں کو جو مقتدی امام کے بعد پوری کرے ان میں ہمیشہ آہستہ آمین کہنا۔(۳۲)جو مقتدی جہری رکعت میں امام کی فاتحہ کے آخر میں ملے اس کا اپنی فاتحہ کے درمیان اونچی آواز سے اور اپنی فاتحہ کے بعد زیادہ آہستہ آواز سے آمین کہنا۔(۳۳)امام کا گیارہ رکعتوں میں ہمیشہ زیادہ آہستہ آواز سے آمین کہنا۔(۳۴)امام کا چھ رکعتوں میں ہمیشہ بلند آواز سے آمین کہنا۔(۳۵)آمین کے بعد اکیلے نمازی پر اور زائد قرآن کا نہ فرض ہونا نہ واجب بلکہ صرف سنت ہونا۔(۳۶)امام پر بھی سورت کا لازم نہ ہونا(۳۷)مقتدی پر ہر نماز میں قرآن پاک کی ۱۱۳سورتوں میں سے کچھ پڑھنا حرام ہونا۔(۳۸)رکوع سے پہلے تکبیر کا سنت مؤکدہ ہونا۔(۳۹)تکبیر کب شروع کرے اور کہاں ختم کرے۔(۴۰)رکوع سے پہلے ہمیشہ بغیر تکبیر کے رفع یدین کرنا۔(۴۱)اس تکبیر کا اکیلے اور مقتدی کا آہستہ کہنا۔(۴۲)رکوع کا فرض ہونا۔(۴۳)رکوع میں تسبیحات کا سنت مؤکدہ ہونا(۴۴)ان تسبیحات کا آہستہ کہنا جبکہ نسائی میں حضور ﷺ کا اونچی آواز سے پڑھنا ثابت ہے(۴۵)رکوع سے کھڑے ہو کر ہاتھ لٹکانا۔ (۴۶)رکوع کے بعد قومہ میں سمع اللہ لمن حمدہ امام کا بلند آواز سے اور منفرد کا آہستہ آواز سے کہنا۔(۴۷)سمع اللہ کے بعد ربنا لک الحمد مقتدی اور منفرد کو آہستہ آواز سے کہنا۔(۴۸)سجدوں کی طرف جھکتے وقت تکبیر کا سنت مؤکدہ ہونا۔(۴۹)اکیلے اور مقتدی کا اس تکبیر کو آہستہ آواز سے کہنا۔(۵۰)سجدوں سے پہلے بعد اور درمیان میں رفع یدین کا منسوخ ہونا۔(۵۱)سجدوں میں تسبیحات کا سنت مؤکدہ ہونا۔(۵۲)امام منفرد اور مقتدی سب کا ان تسبیحات کو آہستہ پڑھنا جبکہ نسائی میں اونچا پڑھنا ثابت ہے۔(۵۳)دونوں سجدوں کے درمیان دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا۔

(۵۴) دونوں سجدوں کے درمیان کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا۔ (۵۵) دونوں سجدوں کے درمیان دعا کا سنت مؤکدہ ہونا۔ (۵۶) امام، مقتدی اور منفرد کا ہمیشہ اس دعا کو آہستہ آواز سے پڑھنا۔ (۵۷) دونوں سجدوں میں جاتے اور اٹھتے وقت تکبیر کا سنت مؤکدہ ہونا۔ (۵۸) اکیلے اور مقتدی کا ہمیشہ ان تکبیرات کو آہستہ آواز سے کہنا۔ (۵۹) جو شخص رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین نہ کرے اس کی نماز کا باطل ہونا۔ (۶۰) جو شخص سجدوں سے پہلے اور بعد میں رفع یدین کرے اس کی نماز کا باطل ہونا۔ (۶۱) جو شخص جلسہ استراحت نہ کرے اس کی نماز کا باطل ہونا۔ (۶۲) جلسہ استراحت کا بھی ذکر الٰہی سے خالی ہونا۔ اس سے اٹھتے وقت بھی کوئی ذکر کا نہ ہونا (۶۳) رکوع کے بعد دعائے قنوت میں دعا کی طرح ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور پھر منہ پر پھیرنا۔ (۶۴) التحیات ہر دو رکعت کے بعد فرض ہے یا واجب یا سنت۔ (۶۵) اکیلے، مقتدی اور امام کا ہمیشہ التحیات آہستہ پڑھنا جبکہ نسائی میں جہر کا ثبوت ہے۔ (۶۶) التحیات کے بعد درود کس قعدہ میں فرض ہے اور کس میں حرام۔ (۶۷) درود کا امام مقتدی اور منفرد کا ہمیشہ آہستہ پڑھنا جبکہ نسائی میں جہر کا ثبوت ہے (۶۸) درود کے بعد دعا فرض ہے یا واجب یا سنت (۶۹) یہ دعا امام مقتدی اور منفرد ہمیشہ آہستہ پڑھتے ہیں جبکہ نسائی میں جہر ثابت ہے (۷۰) دعا کے بعد دونوں طرف سلام فرض ہے یا واجب یا سنت (۷۱) امام کا بلند آواز سے سلام کہنا اور منفرد اور مقتدی کا ہمیشہ آہستہ آواز سے سلام کہنا۔ (۷۲) آپ ﷺ نے آدمی کو نماز سکھائی فرمایا قبلہ کی طرف منہ کر کے تکبیر کہہ پھر کچھ قرآن پڑھ پھر سکون سے رکوع کر پھر سکون سے قومہ کر پھر اطمینان سے سجدے کر اور سجدوں کے درمیان آرام سے بیٹھ جب اس طرح نماز پڑھی تو نماز پوری ہوگئی۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۹۴) اس میں نہ ثنا (نہ کوئی رفع یدین) نہ رکوع سجدہ کی تکبیرات، نہ رکوع سجدہ کی تسبیحات، نہ قومہ اور جلسہ کے اذکار، نہ التحیات، نہ درود، نہ دعا، نہ سلام، نہ فاتحہ، نہ آمین۔ کیا آپ ایسی نماز کو مکمل صحیح نماز مانتے ہیں یا نبی پاک ﷺ کے اس فرمان کے منکر ہیں۔ (۷۳) نماز میں نیت فرض ہے یا واجب یا سنت (۷۴) نماز فرض، سنت نفل اور قضاء کی نیت الگ الگ دل میں کیسے کرنی چاہیے مکمل نیت بتائیں اور جس حدیث میں دل کی مکمل

نیت ہو وہ بھی تحریر فرمائیں۔ میں نے بہت بڑے بڑے علماء سے یہ پوچھا وہ کچھ نہیں بتا سکے۔ جب عوام غیر مقلدین سے پوچھتا ہوں کہ آپ دل میں کیا کیا نیت کرتے ہیں۔ وہ بھی نہیں بتاتے جس سے میں اس یقین پر پہنچا ہوں کہ نہ ان کو نیت معلوم ہے نہ یہ نیت کرتے ہیں۔ یہ بلانیت نماز پڑھتے ہیں اس لئے نہ ان کی اپنی نماز ہوتی ہے نہ ان کے پیچھے پڑھنے والے سنیوں کی نماز ہوتی ہے۔ (۷۵) آپ کے نزدیک منی، خون، کتے کا لعاب، ہر جانور کا پیشاب پاک ہے یا نہیں۔ جن لوگوں نے پاک لکھا ہے وہ کس درجہ کے گنہگار ہیں اور کس آیت اور حدیث کے خلاف ہے۔ (۷۶) پاک چیز سے قرآن پاک لکھنا جائز ہے یا ناجائز۔

ضروری نوٹ: آپ حضرات نے اگر ان ۷۶ سوالات کا جواب احادیث صحیحہ صریحہ متفق علیہا غیر معارضہ سے دے دیا تو ہم مان لیں گے کہ آپ کی نماز حدیث سے ثابت ہے آپ سچے اہل حدیث ہیں ہم بھی حنبلی مذہب چھوڑ کر آپ کے ساتھ مل جائیں گے اور آپ کے ساتھ مل کر سعودی حنبلی حکومت کو مشرک مان لیں گے۔ اور اگر آپ ۷۶ صحیح احادیث موافق شرائط سے جواب نہ دے سکے تو ہم یقین کرلیں گے کہ بالکل جھوٹے اہل حدیث ہیں جبکہ آپ کی نماز جو آپ پانچ وقت روزانہ پڑھتے ہیں وہ بھی احادیث سے ثابت نہیں تو زندگی کے باقی مسائل میں آپ کو کہاں سے احادیث ملیں گی۔

نوٹ دوم: فرقہ غیر مقلدین کی نئی شاخ فتنہ جدیدہ مسعودی فرقہ کی نماز بھی ہرگز ہرگز حدیث سے ثابت نہیں وہ بھی ان ۷۶ سوالات کا جواب احادیث صحیحہ صریحہ متفق علیہا غیر معارضہ سے دیں۔ لیکن یاد رہے کہ غیر مقلدین کے نئے پرانے سب فرقے احادیث پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

السائل ابن حجر حنبلی از قطر۔ متحدہ امارات السعودیہ العربیہ۔ ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ

احیاء السنن

ترجمہ وتشریح اعلاء السنن

جس کے بارے میں وکیل اہل السنۃ والجماعت حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ فرماتے ہیں:

''اعلاء السنن، علمِ حدیث کی ایک عظیم خدمت ہے۔ اس کی طباعت پر اہلِ اسلام کو ناز ہے اور ہر طرف سے خراجِ تحسین کے خطوط آ رہے ہیں۔ اس کتاب کے چھپنے سے سب سے زیادہ پریشانی نام نہاد اہلِ حدیثوں کو ہوئی۔ اور ان کے سارے جھوٹ کھل گئے کہ احناف کے پاس احادیث نہیں۔''

مزید فرماتے ہیں: ''اتنی بڑی کتاب ہر آدمی نہیں خرید سکتا۔ اس لئے میری دِلی خواہش تھی کہ اس کے متن کو ترجمہ سمیت شائع کر دیا جائے، تاکہ ہر امام مسجد (ہر مسلمان) اسے خرید سکے اور اس کا فائدہ عام ہو جائے۔ آخر مولانا نعیم احمد صاحب، استاذ جامعہ خیر المدارس نے کمر ہمت باندھی اور احیاء السنن کے نام سے اس کا ترجمہ و تشریح لکھی۔ میں نے دوسری جلد کا بالاستیعاب اور باقی جلدوں کا کہیں کہیں سے مطالعہ کیا ہے۔ ماشاءاللہ ترجمہ بہت سلیس اور عام فہم ہے، اور فوائد میں مخالفین کے مستدل کی طرف اشارہ کر کے اس کا کافی شافی جواب دیا ہے۔ اور جو احادیث کی تطبیق بیان فرمائی ہے وہ بھی مدلّل اور عام فہم ہے، جس سے علماء کرام، طلباء اور عوام سب مستفید ہو سکتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ اگر احیاء السنن کو طالبات کے نصاب میں شامل کر لیا جائے تو بہت ہی مفید ہو گا اور ان کے نصاب میں جو اختصار ہے وہ بھی کمی جاتی رہے گی۔

حضرت مولانا نعیم احمد صاحب کی
تصنیفات ایک نظر میں

(۱) ''اصول الشاشی'' (معرب ومترجم)

(۲) ''التحفۃ العلمیۃ فی الاصطلاحات المنطقیۃ''

(۳) ''الدرر السنیۃ'' (تسہیل قطبی)

(۴) ''انبیاء کے واقعات'' ترجمہ قصص النبیین

(۵) ''الحل الضروری'' ترجمہ وتشریح مختصر القدوری

(۶) ''تحفۂ نعیمی'' ترجمہ وشرح ایساغوجی

(۷) ''تسہیل المتوسطہ'' (متوسطہ کے طلباء کے لئے)

(۸) ''التوضیح الضروری'' ترجمہ التسہیل الضروری

(۹) ''تسہیل الانشاء'' ترجمہ معلم الانشاء

(۱۰) ''خیر الحواشی'' ترجمہ وشرح اصول الشاشی

(۱۱) ''شذرات'' شرح مرقاۃ

(۱۲) ''نبراس التہذیب'' شرح 'شرح تہذیب'

مسلک اہل حدیث زندہ باد

عنوان میں درج اہل حدیث سے مراد وہ فرقہ ہے، جو بدعتی ہے اور قرآن وحدیث کی تشریحات اجماع امت اور فقہاء اسلام کے خلاف محض اپنی رائے سے بیان کرتا ہے اور مادر پدر آزاد لوگوں کو کتاب وسنت میں تحریف معنوی کی کھلی چھٹی دیتا ہے اس بدعتی فرقہ کے بطن فتنہ پرور سے انکار حدیث، قادیانیت، جماعۃ المسلمین، مسعودی فتنہ وغیرہ پیدا ہوئے۔ اہل السنت والجماعت کہتے ہیں کہ جسطرح قرآن پاک کی سات متواتر قراءتیں ہیں، جو شخص ان سات قراءتوں میں سے کسی ایک قراءت پر قرآن پاک کی تلاوت کرے تو اسے پورے قرآن پاک کی تلاوت کا ثواب ملے گا نہ کہ صرف ساتواں حصہ قرآن کا، اسی طرح چاروں مذہب، نبی اقدس ﷺ کی پاک سنت پر عمل کرنے کے چار طریقے ہیں، ان چاروں میں سے جس ایک امام کی تقلید میں بھی کوئی عمل کرے اسے پورے دین پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا نہ کہ چوتھائی شریعت پر، مگر ایک نام نہاد اہل حدیث نے تقریر میں کہا کہ جو ایک امام کی تقلید کرتے ہیں ان کے پاس ایک چوتھائی حق اور تین چوتھائی باطل ہے۔ ہم اہل حدیث سب مذاہب پر عمل کرتے ہیں۔ ہمارے پاس مکمل دین ہے۔ ایک نوجوان لڑکی نے اپنے اہل حدیث مولوی کی یہ تقریر سنی تو اس نے پورے دین پر عمل کا ارادہ کرلیا، اور اعلان کر دیا کہ حدیث شریف میں نکاح کو سنت فرمایا گیا ہے حنفی شافعی، مالکی، حنبلی عورتیں صرف اپنے اپنے مذہب کا ایک ایک خاوند کرلیتی ہیں اس لئے تین چوتھا حق کو ضائع کرنیکی وجہ سے سب دوزخ میں جائیں گی میں پورے حق پر عمل کرونگی چنانچہ اس کے اعلان پر پہلے اس کا سوتیلا باپ آیا، جو غیر مقلد تھا اس نے کہا کہ ہمارے مذہب میں سوتیلے باپ سے نکاح جائز ہے۔ چنانچہ اس نے باپ سے نکاح کرلیا۔ دن چڑھے ایک مالکی نوجوان آیا کہ میں مالکی ہوں مجھ سے

نکاح کرلو۔اس نے کہا گواہ کہاں ہیں۔ مالکی نے کہا کہ ہمارے مذہب میں گواہ ضروری نہیں ہیں۔ چنانچہ دوسرا نکاح بغیر گواہوں کے مالکی سے کرلیا۔تیسرے پھر ایک حنفی نوجوان دو گواہ لیکر پہنچ گیا مگر لڑکی کے ولی کو ساتھ نہیں لایا۔تو اس نے حنفی سے گواہوں کی موجودگی میں بغیر ولی کے نکاح کرلیا۔چوتھے پھر ایک شافعی نوجوان اس لڑکی کے ولی کو ساتھ لے آیا کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں میں تیرا ولی لایا ہوں۔لڑکی نے کہا کہ تو میرے ولی کو تو لے آیا مگر تو میرا کفو نہیں ہے۔شافعی نوجوان نے کہا کہ ہمارے مذہب میں نکاح کیلئے کفو شرط نہیں ہے۔اس نے چوتھا نکاح شافعی سے کرلیا۔پھر ایک حنبلی نوجوان بھی چلا آیا جو اس کا کفو تھا اس نے کہا کہ کفو کے بغیر نکاح نہیں ہوتا میں تیرا کفو ہوں اس نے پانچواں نکاح حنبلی سے کرلیا۔اور اللہ تعالی کے سامنے سجدہ شکر ادا کیا جس نے پوری شریعت پر عمل کی توفیق عطا فرمائی۔

پھر اس نے اپنے غیر مقلد خاوند سے کہا کہ آپ کے مذہب کے مطابق متعہ کرنا کرانا اہل مکہ کا پاک عمل ہے اس لئے آپ کی باری میں اگر میں متعہ کرالیا کروں تو آپ کو انکار جائز نہیں ہوگا اور یہ بھی کہا کہ آپ کے مذہب میں چونکہ غیر فطری مقام کا استعمال جائز ہے اس لئے فطری مقام مذاہب اربعہ اور اہل متعہ کے لئے اور غیر فطری مقام آپ کے لئے ریزرو ہے۔

اس لڑکی کا کہنا ہے کہ اس طریق میں اگرچہ جسمانی اور روحانی تکالیف ہیں مگر مکمل دین پر عمل کرنے کی وجہ سے دوزخ کے عذاب سے چھٹکارا یقینی ہے۔قیامت کے دن ساری عورتیں مجھے دیکھ کر رو رہی ہونگی کہ کاش ہم بھی اس طرح پورے دین پر عمل کرلیتیں تو آج دوزخ کا ایندھن نہ بنتیں اور میں خوشی سے یہ نعرہ لگاتی ہوئی جنت میں جاؤں گی۔

مسلک اہل حدیث زندہ باد

غیر مقلدین سے چند سوالات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں۔ جوابات صرف قرآن پاک اور صحیح صریح غیر معارض حدیث سے دیں۔ حدیث ایسی کتاب سے ہو جس کا مؤلف نہ مجتہد ہو، نہ مقلد بلکہ غیر مقلد ہو۔ اور حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا دلیل شرعی سے ثابت کیا جائے جب کہ دلیل آپ کے نزدیک صرف اللہ کا ارشاد اور نبی پاک کا فرمان ہے۔ محض اپنی رائے یا کسی بھی امتی کی رائے پیش کر کے نہ خود مشرک بنیں، نہ ہمیں مشرک بننے کی دعوت دیں۔

(۱) زید نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں ایک طلاق دی پھر اگلے مہینے دوسرے حیض میں دوسری طلاق دی پھر تیسرے مہینے تیسرے حیض میں تیسری طلاق دی۔ تو یہ کتنی طلاقیں ہوئیں اب اگر وہ آپس میں پھر میاں بیوی بننا چاہیں تو قرآن و حدیث کے مطابق کیا طریقہ ہے؟

(۲) بکر نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی جس میں وہ ہمبستری کر چکا تھا پھر دوسرے ماہ بھی ہمبستری کے بعد طلاق دی اور تیسرے ماہ بھی ایسا ہی کیا، اب یہ کتنی طلاقیں ہوئیں۔ اور دوبارہ نکاح کی کیا صورت ہے؟

(۳) عمرو کی بیوی حاملہ تھی اس نے ایک طلاق حمل کے پہلے مہینے دوسری دوسرے مہینے تیسری تیسرے مہینے دی اب یہ کتنی طلاقیں ہوئیں اور اب آپس میں نکاح کا کیا طریقہ ہے؟

(۴) نصر نے اپنی بیوی کو ایک طلاق پہلے ہفتے، دوسری دوسرے ہفتے تیسری تیسرے ہفتے دی تو یہ کتنی طلاقیں ہوئیں اور اب ان کے نکاح کا کیا طریقہ ہوگا؟

(۵) قمر نے اپنی بیوی کو ایک طلاق نماز فجر کے بعد، دوسری نماز ظہر کے بعد اور

تیسری نماز عصر کے بعد دی تو یہ کتنی طلاقیں ہوئیں اور اب وہ آپس میں اکٹھے کیسے رہ سکتے ہیں؟

(۶) عبداللہ نے سن رکھا تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک شمار ہوتی ہے، اس نے اپنی بیوی کو کہا تجھے نو (۹) طلاقیں۔ اب عطاء اللہ کہتا ہے ایک مجلس کی نو ایک ہیں عبداللہ حدیث مانگتا ہے۔ اس کو ۹ طلاقوں کے ایک ہونے کی حدیث دکھائی جائے۔

(۷) عبدالرحمن نے اپنی بیوی کو کہا تجھے ہزار طلاق۔ اس مسئلہ کی حدیث پیش فرمائیں کہ ایک مجلس کی ہزار طلاقیں ایک شمار ہوتی ہے۔

(۸) عبدالقادر نے اپنی بیوی کو ایک طلاق جنوری میں لکھی مگر بھیجی نہیں، دوسری طلاق فروری میں لکھی مگر بھیجی نہیں تیسری مارچ میں لکھی اور پھر اکٹھی تینوں طلاقیں بھیج دیں تو اب یہ کتنی طلاقیں ہوئیں اور اس عورت کی عدت کب سے شروع ہوگی، اور دوبارہ نکاح کا کیا طریقہ ہوگا؟

(۹) کیا حالت حیض میں طلاق دینا یا ہمبستری کے بعد اس طہر میں طلاق دینا **طلقوھن لعدتھن** کے موافق ہے یا مخالف۔

(۱۰) عبدالناصر کی شادی ناصرہ سے ہوئی اور رخصتی نہیں ہوئی عبدالناصر سعودیہ چلا گیا۔ اس نے وہاں شادی کر لی۔ اور ناصرہ کو پہلے مہینے لکھا تجھے سہ طلاق دوسرے مہینے لکھا تجھے ہزار طلاقیں اور تیسرے مہینے لکھا تجھے لاکھ طلاق تو یہ کتنی طلاقیں ہوئیں اور اب ان کے مل بیٹھنے کا کیا طریقہ ہوگا؟

آپ ان دس سوالات کے جواب میں بشرائط بالا صرف قرآن یا حدیث پیش فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کے علم میں برکت عطا فرمائیں اور آپ ہمیشہ تشنگان قرآن وحدیث کو سیراب فرماتے رہیں۔

ایک استفتاء کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت جناب مفتی ولی حسن صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد التسلیمات گزارش ہے کہ آج نہیں بلکہ صدیوں سے ہمارے علماء یعنی دیوبندی علماء فرماتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد یہ ہیئت اجتماعی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں۔ ہاتھ اٹھانا کہیں سنت اور آثار صحابہ میں ملتا ہے یا پھر علماء کا بناوٹی طریقہ ہے جو قرآن وسنت میں کہیں نہیں جہاں تک اپنے مطالعہ کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ میں نے کئی حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے لیکن نبی ﷺ سے یہ عمل ثابت نہیں۔

لہٰذا آپ واتقو یوما ترجعون فیه الی اللہ کا خیال رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیجئے۔ کیونکہ کئی علماء سے سننے میں آیا ہے کہ یہ بدعت کر رہے ہیں جیسے مفتی رشید احمد صاحب انکی بھی یہی رائے ہے کہ یہ بدعت ہے۔

المستفتی: محب اللہ طالب علم قبائل گراندلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم اہل السنّت والجماعت ادلہ اربعہ، ا۔ کتاب اللہ ۲۔ سنت رسول اللہ ﷺ ۳۔ اجماع اور ۴۔ قیاس شرعی کو مانتے ہیں۔ آپ کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اجماع امت اور قیاس شرعی کو دلیل شرعی نہیں مانتے جبکہ اجماع امت کا منکر بفرمان خدا اور رسول جہنمی ہے اور قیاس شرعی کا انکار بدعت ہے۔

سب سے پہلے اس کا انکار ابراہیم النظام معتزلی نے کیا۔ امام الحرمین تو قیاس شرعی کے منکرین کو کالانعام فرماتے ہیں (تہذیب الاسماء للنووی) آپ نے بقول خود بہت مطالعہ کر لیا ہے اور طالب علم بھی ہیں۔ اس مطالعہ میں سے ایک حوالہ بھی ایسا پیش کر سکتے ہیں

کہ رسول اقدس ﷺ یا صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین یا ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے اجماع امت یا قیاس شرعی کو ماننے سے منع فرمایا ہو۔ آپ کے سوال کا طریقہ نہ دور نبوت کا طریقہ ہے، نہ دور صحابہ کا، نہ ائمہ مجتہدین کا۔ یہ طریق خالص اہل بدعت غیر مقلدین منکرین فقہ، منکرین اجماع امت، منکرین قیاس شرعی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ بدعت والحاد سے آپ کو محفوظ فرمائیں۔ چونکہ آپ نے وسیع المطالعہ ہونے کا دعوی فرمایا ہے اس لئے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آپ معارف السنن صفحہ ۱۲۲۔۱۲۳ جلد ۳ کا مطالعہ فرمائیں اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے رسالہ النفائس المرغوبہ کا مطالعہ فرمائیں۔

آپ کے مطالعہ میں یہ احادیث تو یقیناً آئی ہونگی کہ فرائض کے بعد دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ اور یہ بھی متعدد احادیث سے ثابت ہے اور آپ نے احسن الفتاوی میں پڑھا ہوگا کہ رسول اقدس ﷺ نے بعد فرائض دعا مانگی۔ بخاری صفحہ ۹۳۷ ج ۲ پر باب الدعاء بعد المکتوبۃ یقیناً آپ کی نظر سے گزرا ہوگا (ترمذی ص ۲۷، ابن ماجہ، ص ۶۶) آیت قرآنی قد اجیبت دعوتکما سے بھی معلوم ہو رہا ہے۔ داعی کی دعا اور دوسرے کی آمین سرعت اجابت میں خاص اثر رکھتی ہے اور فرمان رسول ﷺ من آداب الدعاء تامین الداعی والمستمع غ۔م۔د۔س (حصن حصین صفحہ ۵) اور ارشاد نبوی ﷺ لایجتمع ملاء فیدعوا بعضھم ویومن بعضھم الا اجابھما اللہ (کنز العمال صفحہ ۱۷۷ ج ۱) کے بعد الحافظ الحجۃ الامام الکبیر حضرت بنوری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں وھو دلیل للدعاء بھیئۃ اجتماعیۃ ومظنہ قبولھا اکثر من دعاء الوحدان. پھر چند احادیث نقل کر کے فرماتے ہیں فھذہ وما شاء کلھا من الروایات فی الباب تکاد تکفی حجۃ لما اعتادہ الناس فی البلاد من الدعوات الاجتماعیۃ دبر الصلوات ولذا ذکرہ فقھاؤنا ایضا کما فی نور الایضاح وشرحہ مراقی الفلاح للشرنبلالی ویقول النووی فی شرح المھذب ص ۴۸۸ ج ۳، الدعاء للامام والماموم والمنفرد مستحب عقب کل الصلوت بلا خلاف ویقول

ویستحب ان یقبل علی الناس فیدعوا (معارف السنن ص ۱۲۲۔۱۲۳ ج ۳) حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے مالکیوں کی کتاب فتح المعین اور حنابلہ کی کتاب شرح الاقناع سے نقل فرمایا کہ امام اس لئے جہراً دعا کرے کہ مقتدی آمین کہیں تو جائز ہے (امداد الفتاوی ص ۵۶۸ ج ۱، ص ۵۷۰ ج ۱) جب مذاہب اربعہ کے فقہاء کے اس کا جواز کا منقول ہے تو اس کو اصلاً بدعت کہنا کیسے درست ہوگا اور عجیب بات تو یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے علاوہ لامذہب غیر مقلدین جو بات بات پر شرک و بدعت کے فتویٰ لگانے کے عادی ہوتے ہیں وہ بھی اس کے جواز کے قائل ہیں۔ دیکھو فتاوی نذیریہ ص ۵۶۴ و ۵۶۹ ج ۱، فتاوی ثنائیہ اور فتاوی علماء حدیث ص ۲۱۴۔۲۲۲ ج ۳۔ آپ نے سوال میں علماء حق کو خوف خدا کی بھی دعوت دی ہے یہ اچھی بات ہے مگر آپ کو یہ آیت یاد نہیں رہی انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء اس دینی بیزاری کے دور میں علماء حق سے عوام کو بدظن کرنا یہ قادیانیت و پرویزیت، غیر مقلدیت، رفض اور اہل بدعت کا شعار ہے آپ کو بھی خوف خدا کرتے ہوئے ان باطل پرستوں کی تقلید نہیں کرنی چاہئے آپکے ذہن میں کس نے غلط بات ڈال دی ہے کہ علماء حق خدا سے نہیں ڈرتے لوگوں سے ڈرتے ہیں علماء کے سامنے یہ آیت کریمہ بھی ہے۔ الفتنة اشد من القتل۔ اس لئے وہ دین کی تبلیغ میں اس کو مدنظر رکھتے ہیں کہ امت نبویہ ﷺ میں فتنہ ڈالنے کی بجائے شرعی قواعد وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے فتنہ کو ختم کرنا چاہئے۔ آپ کا خدا سے بے خوف ہو کر علماء کو خدا سے بے خوف سمجھنا اور امت محمدیہ ﷺ کو بغیر کسی قوی دلیل کے مشرک بدعتی کہنا یہ غصہ اور جوش تو ہے لیکن ہوش اور دیانت نہیں ہے۔

فقط۔ محمد امین عفی عنہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ

چند متفرق مسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) فرض نماز کے بعد دعا مانگنا قول و فعل رسول ﷺ سے ثابت ہے۔آپؐ سے پوچھا گیا کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے فرمایا آدھی رات کے بعد اور فرض نمازوں کے بعد (ترمذی) اور فرمایا جو شخص ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلا کر دعا مانگے اللھم الٰھی و الہ جبرئیل. اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کو نامراد نہیں پھیرتا (عمل الیوم واللیلۃ ا بن السنی) اسود عامری فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی آپ نے سلام کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی (ابن ابی شیبہ بحوالہ فتاوی علماء حدیث، ص۲۱۴ ج ۳) اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا لا یجتمع ملاء فیدعوا بعضھم ویومن بعضھم الا اجابھم اللہ۔ کنز العمال ص ۱۷۷، ج۱، بحوالہ معارف السنن ص۱۲۲، ج ۳۔ حضرت علامہ بنوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: وھو دلیل للدعاء بھیئۃ اجتماعیۃ ومظنہ قبولھا اکثرمن دعاء الوحدان (ایضا) اور ظاہر ہے کہ دعا نماز کے تابع ہے۔ جو نماز با جماعت پڑھی جائے اس کی دعا بھی اجتماعی ہوگی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے دعا کا حکم دیا خود دعا مانگی مگر کبھی یہ نہ فرمایا کہ میرے ساتھ کوئی مقتدی دعا نہ مانگے۔اور جو نماز الگ الگ پڑھی جائے اس کی دعا بھی الگ الگ مناسب ہے۔

(۲) اذان۔ امامت اور تعلیم قرآن کی تنخواہ لینا باجماع فقہاء متاخرین جائز ہے۔اور آپ ﷺ نے فرمایا لا یجتمع امتی علی ضلالۃ (الحدیث)

(۳) قرآن خوانی کیا محمد عربی ﷺ کی شریعت سے ثابت ہے؟ محمد عربی ﷺ کی شریعت چار دلیلوں سے ثابت ہوتی ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اجماع امت، قیاس

شرعی۔ ان چاروں دلیلوں کو تسلیم کرنے والا فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت میں شامل ہے۔ اور ان چاروں دلیلوں میں سے کسی دلیل شرعی کا انکار کرنے والا اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اور بدعتی وگمراہ ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اب اہل سنت کے چار ہی مذاہب ہیں۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی (عقد الجید) علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں جو ان چاروں سے خارج ہے وہ گمراہ اور جہنمی ہے (شرح در مختار کتاب الذبائح) اور ان چاروں مذاہب میں سے ہمارے ملک پاکستان میں ایک ہی مذہب پایا جاتا ہے اس لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں اس ملک (پاک و ہند ماوراء النہر) میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ہی تقلید واجب ہے جس نے امام صاحبؒ کی تقلید چھوڑ دی اس نے شریعت کی رسی گلے سے اتار پھینکی (الانصاف) جس طرح قرآن پاک کی سات قراءتوں میں سے ہمارے ملک میں سب لوگ ایک ہی قاری عاصم کی قراءت اور قاری حفص کی روایت پر ہی تلاوت کرتے ہیں اور ان کو پورے قرآن کا ہی ثواب ملتا ہے اسی طرح منزل محمدی ﷺ تک پہنچانے والے مذاہب میں سے یہاں سب اہل سنت مذہب حنفی کی رہنمائی میں ہی سنت نبوی پر عمل کرتے اور ان کو مکمل شریعت محمدی پر عمل کرنے کا ثواب ملتا ہے اب سمجھیں کہ میت کو ایصال ثواب کرنا اجماعاً درست ہے۔ جس طرح نماز ظہر میں چار رکعت فرض اور باقی سنن ونوافل ہیں فرض با جماعت ادا کیے جاتے ہیں باقی نوافل وغیرہ بلا جماعت اکیلے اکیلے اسی طرح ایصال ثواب میں نماز جنازہ تو فرض کفایہ ہے یہ ایصال ثواب تو با جماعت ہے۔ اس کے بعد جو بھی ایصال ثواب ہوگا وہ درجہ نفل میں ہوگا وہ الگ الگ ہونا چاہئے۔

حبیب الرحمٰن کاندھلوی اور ان کے معتقدین اگر واقعۃً ایصال ثواب کے منکر ہیں تو ان کو سب سے پہلے یہ اعلان کرنا چاہئے کہ ہماری نماز جنازہ بالکل نہ پڑھی جائے کیونکہ دعا کا کوئی فائدہ ہمیں نہیں پہنچے گا۔ جس شخص نے ملازمت کی تنخواہ اس کا حق ہے لیکن وہ تنخواہ لیکر کسی دوسرے کو ہبہ کر دے تو کیا یہ لا تزر وازرۃ وزر اخری کے خلاف ہے۔ اسی طرح ایصال ثواب کرنے والا جو نیکی کرتا ہے اس کا ثواب اسی کا حق ہے لیکن وہ یہ ثواب دوسرے کو

ہبہ کر دے تو کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے۔ علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ میت کو نفع پہنچانا قرآن اور احادیث اجماع اور قواعد شرعیہ سے ثابت ہے قرآن پاک میں ہے والذین جاءوا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی جو پہلے مومنوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ یہ دلیل ہے کہ زندہ لوگوں کے استغفار سے مردوں کو نفع پہنچتا ہے۔

امت کا اجماع ہے کہ وہ نماز جنازہ میں میت کے لئے دعا مانگتے ہیں جس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی طرح دفن کے بعد دعا کرنا بلکہ اس کا حکم دینا استغفروا لاخیکم واسألوا التثبیتَ فانه الآن یسأل ثابت ہے اگر اس کا میت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا تو کیا مقصد؟ اور اگر فائدہ پہنچتا ہے تو یہی ایصال ثواب ہے پھر قبر پر جا کر قبر والے کو سلام کرنا احادیث متواتر قدر مشترک سے ثابت ہے اور امت کا عملی تواتر بھی اسی پر ہے۔ اس سے میت کو ایصال ثواب ہی تو مقصود ہے۔ صدقہ کا ثواب میت کو پہنچنا واقعہ سعد بن عبادہؓ سے ثابت ہے (بخاری) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کنواں کھود دو۔ وقال ھذہ لام سعد (مسند احمد) اور فرمان رسول ﷺ من مات وعلیه صیام شھر فلیطعم عنه لکل یوم مسکین (رواہ الترمذی) بھی دلیل ایصال ثواب ہے اور میت کی طرف سے حج کرنے کی حدیث تو متفق علیہ ہے پس ایصال ثواب کا انکار اعتزال ہے ایسا شخص اہل سنت والجماعت فرقہ ناجیہ سے خارج ہے۔

وسیلہ۔ غیر اللہ کو قدرت کن فیکون کا مالک سمجھ کر مافوق الاسباب امور میں پکارنا تو شرک ہے کیونکہ اس میں ان کو عالم الغیب والشہادت اور مختار کل ماننا پڑتا ہے بالاستقلال لیکن وسیلہ کے جواز پر اہل سنت کا اجماع ہے جیسے اللہ تعالیٰ ہر جگہ دعا سنتے ہیں مگر متبرک مقامات مثلاً مسجد، حرم پاک وغیرہ میں دعا کے جلد قبول ہونے کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت دعا سنتے ہیں مگر متبرک اوقات میں جلد قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہر کسی کی دعا سنتے ہیں مگر پھر بھی لوگ زندہ بزرگوں سے دعا کرواتے ہیں کہ جلد قبولیت کی امید

ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر طرح کی دعا سنتے ہیں مگر توسل کی وجہ سے دعا کی جلد قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے اور تجربہ بھی ہے رہا اس کا جواز تو اس پر قرآن کی آیت کانوا یستفتحون کی ایک تفسیر یہ ہے کہ وہ لوگ رسول اقدس علیہ کے وسیلے سے فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اور ایک نابینے کو خود آنحضرت علیہ توسل والی دعا سکھلائی (ترمذی ص ۱۹۸، ج ۲، ابن ماجہ ص ۱۰۰، مستدرک ص ۳۱۳، ج ۱، قال الحاکم والذھبی صحیح علی شرط الشیخین مسند احمد ص ۱۳۸ ج ۴، طبرانی ص ۱۰۴۔ اور حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کی موجودگی میں حضرت عباسؓ سے توسل فرمایا۔ (بخاری ص ۱۳۷ ج ۱)

مولانا امجد علی۔ مولانا احمد رضا خاں۔ مولانا مفتی یار محمد کی اصل عبارات لکھ کر بھیجیں۔ جاء الحق تفسیر نہیں ہے نہ ہی اس کا لکھنے والا یار محمد ہے۔ الخیر میں مکمل عبارات درج نہیں ہیں شیعہ کی تکفیر کے بارہ میں بینات کی اشاعت خاص میں مکمل تفصیل ہے۔

فقط محمد امین صفدر ۲۲۔۳۔۱۴۱۲ھ الجواب صحیح محمد عبدالستار عفی اللہ عنہ

ایک استفتاء کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب: آج کل غیر مقلدین اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔اس ملک میں انگریز کے دور سے پہلے نہ منکرین حدیث کا فرقہ تھا نہ منکرین فقہ، انگریز کے زمانہ میں یہ دو فرقے پیدا ہوئے منکرین حدیث نے اپنا نام اہل قرآن رکھ لیا اور منکرین فقہ نے اہل حدیث جبکہ انگریز کے دور سے پہلے اہل قرآن حافظ قرآن کو کہتے تھے نہ کہ منکر حدیث کو اور اہل حدیث محدث کو کہتے تھے نہ کہ منکرین فقہ کو، اہل قرآن اور اہل حدیث دو علمی طبقے تھے نہ کہ مذہبی فرقے۔ جیسے اہل صرف، اہل نحو وغیرہ۔

اب اہل قرآن کہتے تو یہ ہیں کہ قرآن کامل کتاب ہے۔ہم زندگی کے تمام مسائل کا حل صرف قرآن سے لیتے ہیں مگر وہ آج تک نماز اور نماز جنازہ کا طریقہ بھی صرف قرآن سے ثابت نہیں کر سکے۔ان کے عمل بالقرآن کا مطلب دین میں قرآن کا نام لیکر جھوٹ بولنا۔ حدیث کا انکار کرنا۔محدثین کو برا بھلا کہنا ہے اسی طرح غیر مقلدین کے اہل حدیث ہونے کا مطلب فقہ کا انکار، اجماع امت اور قیاس شرعی کا انکار، مجتہدین کے اجتہاد کو کار ابلیس کہتے ہیں اور مقلدین اہل سنت والجماعت کو مشرکین کہتے ہیں۔عوام کو یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں مگر صرف قرآن وحدیث سے نہ اپنی مکمل نماز آج تک ثابت کر سکے نہ نماز جنازہ، حدیث کا نام لے کر جھوٹ بولتے ہیں اور فقہاء کے خلاف بدگمانی پھیلانے اور بدزبانی کرنے کا نام اہل حدیث رکھا ہے۔ایسے لوگ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں قرآن پاک سے ان کے حصہ میں صرف متشابہات آئی ہیں اور احادیث سے صرف متعارضات۔ جن احادیث کے موافق خلفائے راشدین اور جمہور صحابہ کا عمل ہے ان کو صرف احناف کی ضد میں ضعیف کہتے ہیں جن احادیث پر خلفائے راشدین اور جمہور صحابہ کا

عمل نہیں بلکہ دور صحابہ، تابعین میں ان پر عمل کرنے والے پر انکار ہوا ان کو صحیح کہتے ہیں جو احادیث قرآن اور سنت کے خلاف ہوں ان پر عمل کر کے سنتوں کو مٹاتے ہیں۔

۲۔۳۔ دیوبندی اہل سنت والجماعت اور فرقہ ناجیہ ہے غیر مقلدین ہمارے ائمہ دین کو یہود کے احبار و رہبان جیسا قرار دیتے ہیں اور سب مقلدین احناف، شوافع، موالیک اور حنابلہ کو معاذ اللہ مشرک اور نبی پاک کا منکر سمجھتے ہیں یہ مسلمانوں کی مساجد میں فساد کرتے ہیں۔ نمازیوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں کہ تمہارا وضو غلط ہے، تمہاری نماز غلط ہے اللہ تعالی ہمیں ان کے وسوسوں سے محفوظ فرمائیں۔

۴۔ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ لوگ آپ کے سامنے احادیث پیش کریں گے ان میں سے جو احادیث کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہوں ان کو قبول کرنا اور جو احادیث کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق نہ ہوں وہ قبول نہ کرنا (الکفایہ فی علوم الروایہ للخطیب) یہ لوگ فرمان رسول پاک ﷺ کے خلاف ان احادیث پر عمل کرتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت کے خلاف ہوں اور رسول پاک ﷺ کی پاک سنتوں کو مٹانے میں کوشش کرتے ہیں۔

۵۔ وہ چاروں اماموں میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتے محض اپنے نفس کی بات مانتے اور حدیث نفس کے پابند ہیں بلکہ ائمہ اربعہ کو دین کے ٹکڑے کرنے والے قرار دیتے ہیں۔ اپنی کم فہمی کا نام قرآن وحدیث رکھا ہے، قرآن وحدیث کی تشریحات اپنی نفسانی خواہشات کے موافق کرتے ہیں جو ان کی غلط تشریح کو نہ مانے اسے خدا اور رسول کا منکر قرار دیتے ہیں۔

۶۔ ایسے اہل بدعت کو رشتہ نہ دینا چاہئے ورنہ وہ وسوسے ڈال ڈال کر پورے خاندان کا دین خراب کریں گے۔

۷۔ یہ لوگ ننگے سر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ تین کپڑے استعمال فرماتے تھے۔ عمامہ، قمیص، ازار وغیرہ۔

اور یہ شیعوں کی طرح کہتے ہیں کہ جو رفع یدین نہ کرے اسکی نماز نہیں ہوتی۔ یہ بات چاروں اماموں کے خلاف ہے

۸۔ چوتھے دن قربانی کرنے کا ثبوت کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے چودہ صحابہ نے حدیث روایت فرمائی تھی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں یعنی ان میں روزہ نہ رکھو۔ ایک راوی کو غلطی لگی اس نے یہ بیان کر دیا کہ ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔ یہ اسی کو لے اڑے جب کہ خود ان کے امیر جماعت مولوی اسماعیل سلفی اور مولوی بشیر احمد سہسوانی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھو (فتاویٰ علمائے حدیث)

۹۔ طلاق میں ایک مجلس کی تین طلاق میں وہ تمام ائمہ اہل سنت کے خلاف شیعوں کے طریقہ پر چلتے ہیں اس عورت کو گھر میں رکھ لیتے ہیں جو ساری عمر بدکاری ہے۔ حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ تین طلاق کے بعد بیوی کو رکھ لینا یہود کا طریقہ تھا ان سے روافض نے لیا (غنیۃ الطالبین) اب اس کو غیر مقلدین نے اپنا لیا ہے۔

فقط محمد امین صفدر

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: محمد عبدالستار عفی اللہ عنہ

نماز سے متعلق جناب زیدی جی کے رسالہ کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادران اہل سنت والجماعت دین اسلام برحق ہے، خداوند قدوس کی آخری کتاب قرآن پاک برحق بلاشک ہے اور دنیا کے مختلف ممالک میں سات مختلف قراءتوں میں تلاوت ہو رہی ہے، ہمارے علاقے پاکستان وغیرہ میں قاری عاصم کوفی کی قراءت میں تلاوت ہو رہی ہے، اسی طرح نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی پاک سنت پر چار مذاہب کی صورت میں عمل ہو رہا ہے، کسی ملک میں نبی پاک ﷺ کی سنت کسی مذہب کے ذریعہ متواتر ہے، کسی میں کسی مذہب کے ذریعہ، ہمارے ملک میں شروع سے آج تک مذہب حنفی کے ذریعہ سنت نبوی ﷺ کو عملی تواتر نصیب ہے۔ قرآن پاک کی ان سات قراءتوں، اور سنت نبوی ﷺ کے چار مذاہب کو ابتداء سے آج تک مختلف علاقوں میں جو شرف قبولیت حاصل ہے، یہی ان کے عنداللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ نبوت تو ختم ہو چکی اب جو مسلک بھی اللہ والوں میں مقبول ہوگا یہی دلیل ہے کہ وہ اللہ کے ہاں بھی مقبول ہے، فرمان خداوندی ہے:

"ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودا" (مریم۔۹۶)

ترجمہ: "اور البتہ جو یقین لائے اور کی ہیں اُنہوں نے نیکیاں، اُن کو دے گا رحمٰن محبت"

فائدہ:

یعنی اُن کو محبت دے گا یا خود ان سے محبت کرے گا یا خلق کے دل میں ان کی محبت ڈالے گا، احادیث میں ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے۔ تو اول جبرئیل کو آگاہ کرتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی کر، وہ آسمانوں میں اُس کا اعلان کرتے

ہیں، آسمان سے اُترتی ہوئی ان کی محبت زمین پر پہنچ جاتی ہے، اور زمین والوں میں اُس بندہ کو حُسن قبول حاصل ہوتا ہے، یعنی بے تعلق لوگ جن کا کوئی نفع وضرر اُس کی ذات سے وابستہ نہ ہو، اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ لیکن اس قسم کے حُسن قبول کی ابتداء مؤمنین صالحین اور خدا پرست لوگوں سے ہوتی ہے، اُن کے قلوب میں اول اُس کی محبت ڈالی جاتی ہے، بعدہ قبول عام حاصل ہو جاتا ہے، ورنہ ابتداء طبقہ عوام میں حُسن قبول حاصل ہونا اور بعد میں بعض خدا پرست صالحین کا بھی کسی غلط فہمی وغیرہ کی وجہ سے اُسکی طرف جھکنا مقبولیت عنداللہ کی دلیل نہیں خوب سمجھ لو (تفسیر عثمانی شائع کردہ شاہ فہد) اس آیت کریمہ اور فرمان نبوی ﷺ کے مطابق مذاہب اربعہ کی قبولیت یقیناً آسمان سے نازل شدہ ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان نماز میں دعا مانگتا ہے،

اهدنا الصراط المستقيم، صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين (الفاتحه، ٦. ٧)

ترجمہ: بتلا ہم کو راہ سیدھی، راہ اُن لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا، جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ گمراہ ہوئے۔

اہل سنت والجماعت کا اس پر قطعی اجماع ہے کہ مذاہب اربعہ کے چاروں امام یقیناً اُن لوگوں میں شامل ہیں جن پر خدا کا فضل ہوا۔ نہ اُن پر خدا کا غُصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے، اس لئے مؤرخین نے اہل سنت کے حالات میں چار ہی قسم کی کتابیں لکھی ہیں، طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ، اور طبقات حنابلہ۔ جن سے یہ بات دو پہر کے سورج سے زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ کتب طبقات میں مذکور فقہاء کرام، صوفیاء عظام، محدثین، مفسرین سے گزر کر عوام میں ان مذاہب کا مقبول ہو جانا اور صدیوں سے اس مقبولیت کا بڑھتے ہی جانا واضح دلیل ہے کہ یہ مقبولیت آسمان سے اُتری ہے، فللّٰه الحمد، ان چاروں مذاہب میں سے خاص طور پر مذہب حنفی کی خداداد مقبولیت کے بارہ میں سورۃ الحمد تلاوت فرمائیں، خداوند قدوس نے سورۃ الحمد میں پہلے اپنی توحید کا ذکر

فرمایا، پھر نبی اُمّی علیہ السلام کا ذکر فرمایا جن کی طرف نسبت کر کے ہم اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں پھر صحابہ کرام کی اُس پاکیزہ جماعت کا ذکر فرمایا جن کا تزکیہ صحبت نبوی علیہ السلام میں ہوا، اُن کی طرف نسبت کر کے ہم اپنے آپ کو والجماعت کہتے ہیں پھر اس کے بعد امام اعظمؒ کے بارہ میں پیش گوئی ذکر فرمائی، جس وجہ سے ہم حنفی کہلاتے ہیں۔

وآخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم،ذلک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم؛

ترجمہ: اور اُٹھایا اُس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی انہیں میں سے جو ابھی نہیں ملے اِن سے اور وہی ہے زبردست حکمت والا، یہ بڑائی اللہ کی ہے دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے،

علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں ''حضرت شاہ (عبدالقادر محدث دہلوی) صاحب لکھتے ہیں حق تعالیٰ نے اول عرب پیدا کئے اِس دین کو تھامنے والے، پیچھے عجم میں ایسے کامل لوگ اُٹھے حدیث پاک میں ہے کہ جب آپ علیہ السلام سے وآخرین منهم لما یلحقوا بهم کی نسبت سوال کیا گیا، تو سلمان فارسی کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر علم یا دین ثریا پر جا پہنچے گا تو اُس کی قوم (فارس کا مرد) وہاں سے بھی لے آئے گا شیخ جلال الدین سیوطی (شافعیؒ) وغیرہ نے تسلیم کیا ہے کہ اِس پیش گوئی کے بڑے مصداق حضرت امام اعظمؒ ابوحنیفہ النعمانؒ ہیں (تفسیر عثمانی شائع کردہ شاہ فہد) اس قسم کی عبارت تفسیر عثمانی شائع کردہ شاہ فہد آخر سورۃ محمد پر بھی ہے، اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگرچہ مذاہب اربعہ کی قبولیت آسمان سے ہی نازل ہوئی، مگر اِن میں مذہب حنفی کی مقبولیت تو گویا خاص ثریا سے نازل ہوئی ہے، جیسا کہ پہلے معلوم ہوا کہ چاروں امام ائمہ اہلسنت ہیں مگر یہ بھی یاد رہے کہ اِن میں امام احمدؒ بھی عرب کے شیبانی قبیلہ سے ہیں امام شافعیؒ عرب کے مطلبی قبیلہ سے اور امام مالکؒ عرب کے اصبحی قبیلہ سے صرف اور صرف حضرت امام اعظمؒ ہی فارسی النسل اور ثریا جاہ ہیں۔ اللھم زد فزد، خدا تعالیٰ نے اس پیش گوئی کے بعد فرمایا وھو العزیز الحکیم، اور آنے والے

واقعات نے ثابت کر دیا کہ اس چار دانگ عالم میں اسلام کا غلبہ اور بقاء احناف ہی کے دم قدم سے رہا، تاریخ اسلام کا سرسری مطالعہ بھی بتاتا ہے کہ سلاطین اسلام اکثر حنفی تھے، اور تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جب تک حکومت اسلامی احناف کے پاس رہی، اُنہوں نے قانونِ اسلامی نافذ رکھا اور اسلام غالب ہی غالب رہا، پھر فرمایا یہ بڑائی اللہ کی دی ہوئی اور اللہ کا فضل بڑا ہے، معلوم ہوا کہ اگر چہ چاروں مذاہب اللہ تعالیٰ ہی کا فضل ہیں، لیکن بڑا فضل مذہب حنفی ہی ہے، اسی لئے امام صاحب کا لقب سب کی زبان پر امام اعظم ہی جاری ہوگیا، دوسرے امام بھی دین کی سمجھ میں اُن کو ابا جی کہنے پر فخر کرتے ہیں، لیکن چاند کی چاندنی جتنی زیادہ پھیلتی ہے، اُس پر کتے بھی بھونکتے ہیں، اسی لئے لوگ کہا کرتے ہیں۔

مہ فشاند نُور سگ عوعو کند　　　　بر کسے بر طینتِ خود خُو کند

ترجمہ: چاند روشنی بکھیرتا ہے اور کُتے بھونکتے ہیں، یہ اپنی فطرت و عادت کو پورا کر رہے ہیں

غالبًا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجمعہ میں رسول کی رسالت، صحابہ کی عظمت، امام صاحب کی پیش گوئی کے بعد ان سب کو فضل فرمایا اور اُس کے بعد گدھوں کا ذکر فرما دیا کہ دنیا میں گدھے بھی ہونگے، کوئی سنت پر حملہ کرے گا، کوئی جماعت پر، کوئی حنفیت پر یہی ہوتا ہے کہ ہماری نماز محمدی ہے اور تمہاری حنفی ہے، یہ لوگ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم براہ راست قرآن و حدیث سے استنباط بھی کر سکتے ہیں، مگر دراصل یہ اردو عبارت سمجھنے کی بھی اہلیت نہیں رکھتے، ہمارے مسئلہ کو غلط معنی پہنانا ان کا دجل و فریب ہے، ہم جب حنفی نماز کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کی نماز کا وہ طریقہ جو امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے، جیسے ہم قاری عاصم کی قراءت کہتے ہیں تو یہ مطلب ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے قرآن کا وہ طریقہ جو قاری عاصم کی معرفت اُمت میں متواتر ہوا، جب ہم بخاری کی حدیث کہتے ہیں تو اس کا مطلب سب مسلمان یہی سمجھتے ہیں کہ جناب نبی اقدس ﷺ کی حدیث جو امام بخاریؒ کے واسطے سے ہمیں ملی، جس طرح بخاری کی حدیث کا یہ مطلب لینا کہ بخاری کی نبی کی خلاف گھڑی ہوئی حدیث یقیناً بے دینی ہے، قاری عاصم کی قراءت کا یہ مطلب لینا خدا

کے قرآن کے خلاف قاری عاصم کا گھڑا ہوا قرآن یقیناً دجل وفریب ہے، اسی طرح حنفی نماز کا یہ مطلب نکالنا کہ نبی پاک ﷺ کی نماز کے خلاف گھڑی ہوئی نماز یقیناً بے ایمانی ہے انتہائی دجل وفریب ہے، یہ تو تھا جو طیب زیدی نے ہمارے مسئلہ کا غلط مطلب نکالا۔

محمدی نماز:

غیر مقلد جو نماز پڑھتے ہیں یہ کچھ خود ساختہ ہے اور کچھ مسائل حنفی، شافعی وغیرہ مذاہب سے مسروقہ ہیں اسی خود ساختہ اور مسروقہ نماز کو محمدی نماز کہنا، اگر تو اسلئے ہے کہ دور برطانیہ میں محمد جونا گڑھی نامی غیر مقلد نے اِدھر اُدھر سے مسائل چوری کر کے اس کو گھڑا تھا تو شاید اس معنی میں اس کو محمدی نماز کہنے کی گنجائش ہو، لیکن پھر یہ نسبت ایسی ہی ہوگی جیسے قادیانی اپنے آپ کو احمدی کہہ کر مسلمانوں کو دھوکہ دے لیتے ہیں، اور اگر اس نماز کی نسبت اِس زیدی کا یہ خیال ہے کہ یہ مسروقہ من گھڑت نماز اس کے مکمل احکام اور ترتیب حضرت محمد ﷺ سے متواتر تو کجا اخبارِ احاد سے ہی ثابت ہے تو یہ جھوٹ ہی جھوٹ ہے، ملکہ وکٹوریہ کے دور سے جب سے فرقہ بنا ہے آج تک اس کو ثابت نہیں کر سکا، اس جواب کے آخر میں ہم نے چیلنج لگا دیا ہے اب ہی یہ زیدی صاحب پرانا قرض اتار دیں، اِن شرائط پر دستخط کر کے اطلاع دیں کہ وہ کس دن موافق شرائط ہمیں اپنی مکمل نماز سکھائیں گے، دیدہ باید،

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اِن سے — یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

یہ یقین کرلیں کہ غیر مقلد عورتیں ایسا بچہ جننے سے بانجھ ہیں جو اپنی خود ساختہ مسروقہ نماز کے مکمل احکام اور مکمل ترتیب کو صرف قرآن وحدیث کے ترجمہ سے دکھا دے۔

طیب زیدی کی جہالت:

زیدی حضرت مفتی صاحب جناب محمد مزاری مدظلہ پر ناراض ہے، کہ انہوں نے یہ کیوں لکھا کہ احادیث دونوں طرف ہیں، بلکہ زبان درازی میں یہ زیدی اتنا بڑھ گیا ہے کہ اس بات کو نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بولنا قرار دیا ہے۔ سطر ۲۱،۲۲ پڑھ کر اہل دانش کی بات یاد

آئی کہ مردِ جاہل در سخن باید دلیر یہ کم مایہ قرآن وحدیث تو کیا جانتا، یہ اپنے مذہب سے بھی بے خبر ہے، فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے" حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ قنوت کا مسئلہ مختلف فیہ ہے اور یہ اختلاف اختلافِ مباح سے ہے اس کے کرنے والے اور نہ کرنے والے پر کوئی ملامت نہیں جیسے نماز میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا اور مانند اختلاف تشہد اور اذان واقامت کے اور مانند اختلاف حج کے جو افراد اور قران اور تمتع ہے، سلف صالحین نے دونوں طرح کیا ہے، اور دونوں فعل ان میں مشہور اور معروف تھے، بعض سلف صالحین نماز جنازہ میں قراءت پڑھتے تھے اور بعض نہیں پڑھتے تھے جیسے کہ بسم اللہ کو نماز میں کبھی اونچی پڑھتے اور کبھی آہستہ۔ دعائے افتتاح کبھی پڑھتے کبھی نہ پڑھتے اور کبھی رفع یدین رکوع کو جاتے اور اُٹھتے اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تینوں وقت کرتے کبھی نہ کرتے۔ کبھی دونوں طرف سلام پھیرتے کبھی ایک طرف۔ کبھی امام کے پیچھے قراءت پڑھتے کبھی نہ پڑھتے اور نماز جنازہ میں کبھی سات تکبیریں کہتے کبھی پانچ اور کبھی چار، سلف صالحین میں ہر طرح کے کرنے والے موجود تھے، یہ سب اقسام اصحابؓ سے ثابت ہیں چنانچہ بعض صحابہ کرام اذان میں ترجیع کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے، بعض اقامت اکہری کہتے اور بعض دوھری اور رسول اللہ ﷺ سے دونوں طرح ثابت ہے (فتاویٰ غزنویہ، فتاویٰ علمائے حدیث ۳م/۱۵۲) زیدی جی ذرا گن کر بتائیے، ابن قیم نے نبی پاک ﷺ پر کتنے جھوٹ بولے، یہ سلف صالحین بھی نبی پاکؐ پر جھوٹ بولتے تھے، زیدی جی ذرا اپنے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی کا بھی بقول آنجناب نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بولنا ملاحظہ فرمالیں لکھتے ہیں" علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۶۱ ج ۳) نیز لکھتے ہیں امام ترمذی کہتے ہیں کچھ صحابہ سے رفع یدین نہ کرنا بھی ثابت ہے، ابن حزم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ترمذی نے حسن، قصہ مختصر رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونوں مروی ہیں (فتاویٰ علمائے

حدیث ص ۱۶۳ ج ۱) زیدی جی اگر نیاز کا موقع دیں تو ہم ترمذی شریف کے تقریباً ۹۸% ابواب طہارت وصلاۃ میں دکھائیں گے کہ وہ دوطرف کے دلائل بیان کرتے ہیں اور دونوں طرف عمل بھی بیان کرتے ہیں، ہم آپ کو یہ اختلافات دکھاتے جائیں جناب ہر اختلاف پر ہمیں تحریر دیتے جائیں گے کہ امام ترمذیؒ اور صحابہ کرامؓ نے نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بولا ہے زیدی جی ہم آپ کے تقریباً چالیس علماء کا معاہدہ دکھائیں گے جنہوں نے ان اختلافی مسائل کے بارہ میں کمشنر دہلی کی عدالت میں معاہدہ نامہ درج کرایا کہ یہ رفع یدین وغیرہ مسائل اختلافی ہیں ان پر لڑنا جھگڑنا نہیں چاہیے، آپ ان کے نام لکھ کر نیچے لکھیں گے کہ یہ چالیس اکابر علمائے اہلحدیث نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بولتے رہے بلا توبہ مر گئے اور اپنے دستخطوں سے اپنے المعھد الاسلامی کی طرف سے شائع کرینگے تاکہ آج کل نام نہاد اہل حدیثوں کو عبرت ہو۔

سنت یا ثابت:

زیدی جی نے لکھا ہے کہ آپ مان گئے کہ نماز میں رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے تو آپ نے کبھی اس سنت پر عمل کیا یا صرف تقلید کے شکنجے میں جکڑے ہوئے اور سنت پر عمل نہیں کرتے، زیدی جی کیا آپ کے ہاں ثابت اور سنت مرادف ہیں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہے کیا سنت بھی ہے، بچی کو نماز میں اُٹھائے رکھنا ثابت ہے کیا سنت بھی ہے، روزہ میں میاں بیوی کا باہم مباشرت کرنا ثابت ہے کیا سنت بھی ہے، اور اس کے بغیر روزہ خلاف سنت ہے۔ زیدی جی جناب کو سنت کی تعریف بالکل نہیں آتی، سنت کی جامع مانع تعریف صرف قرآن وحدیث کے ترجمہ سے لکھ کر بھیجیں اور یہ بھی لکھیں کہ ایک رکعت نماز میں کل سنتیں کتنی ہیں، زیدی جی ہمیں یقین کامل ہے کہ جناب صرف قرآن حدیث کے ترجمے سے سنت کی جامع مانع تعریف لکھ سکیں گے کہ سنتوں کی تعداد اور اسلام آباد میں المعھد الاسلامی کے ڈاکٹر کی جہالت گلی بازار میں آشکارا ہو جائے گی، زیدی جی جب امام ترمذی اور آپ کے دوسرے اکابر نے مانا ہے کہ دوسری طرف کی احادیث بھی ثابت ہیں اور اُن پر بھی صحابہ کرامؓ اور سلف

صالحین کا عمل آ رہا ہے، تو آپ بھی اُن احادیث پر اسلام آباد کی حنفی مساجد میں آ کر عمل کر کے دکھایا کرینگے یا انکار حدیث کی لعنت ہی قبر تک ساتھ لے جائیں گے، ہاں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ مختلف قراءتوں میں سے یہاں اُسی قراءت پر تلاوت ہوگی جو یہاں تلاوۃً متواتر ہے، اسی طرح اختلافی احادیث میں یہاں اُن احادیث پر عمل کیا جائے گا جن کی پشت پر یہاں عملی تواتر ہے۔ اور تواتر کی مخالفت اور انکار سے بچا جائے گا۔

اختلاف اجتہادی:

اجتہادی مسائل میں مجتہدین کا اختلاف بنص حدیث وفقہ صواب وخطا کا اختلاف ہے کہ مجتہد مصیب کو دو اجر، ایک اجتہاد کا، دوسرا اصابت کا اور مخطی کو ایک اجر اجتہاد کا ملتا ہے، اس پر ہی ائمہ اربعہ کا اجماع ہے، (دیکھو تحریر الاصول مع الشرح) اسی دو اجر اور ایک اجر کو بعض نے اولیٰ غیر اولیٰ سے تعبیر کر دیا تو یہ اختلاف تعبیر ہے اختلاف معتبر نہیں۔

جہالت مرکبہ:

زیدی جی نے حوالہ کا مطالبہ یوں کیا ہے کہ امام صاحب نے خود کتاب میں لکھا ہو، گویا زیدی جی کے ہاں ثبوت کا طریقہ صرف کتاب ہے، اس پر زیدی کا فرض تھا کہ کوئی آیت یا حدیث پیش کرتا مگر کہاں سے وہ تو قرآن کا منکر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ☆ایتونی بکتاب من قبل ھٰذا او اثارۃ من علم ان کنتم صادقین ☆ ترجمہ: لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی علم جو چلا آتا ہوا گر ہو تم سچے، اس میں اللہ تعالیٰ نے کسی بھی ذریعہ علم سے ثابت ہونے کو سچ فرمایا ہے مگر یہ منکر قرآن صرف کتاب میں ثبوت کو منحصر کر رہا ہے، اس طرح تو اس کا بھی فرض تھا کہ جو حدیث پیش کرے وہ صرف اور صرف رسول پاک ﷺ کی لکھی ہوئی کتاب سے پیش کرے، اگر صدیقؓ کے اقوال پیش کرنے ہوں تو صرف صدیق اکبر کی اپنی لکھی ہوئی کتاب سے پیش کرے، فاروقؓ کے حالات واقوال صرف اُن کی لکھی ہوئی کتاب سے لکھے، یہود بے بہبود کی بدعادت تھی کہ وہ کہتے کچھ تھے او

رکرتے کچھ تھے، اب اس زیدی نے مفتی صاحب سے تو صرف کتاب امام سے قول کا مطالبہ کیا، خود یحیٰی بن معین، احمد بن حنبل کا قول میزان کے حوالہ سے پیش کیا جبکہ یحیٰی بن معین کی وفات ۲۲۳ھ میں اور امام احمد بن حنبل کی ۲۴۱ء میں ہوئی اور ذہبی حنبلی کی وفات ۷۴۸ھ میں ہوئی یہ پانچ سو سال سے زائد عرصہ درمیان میں حائل ہے اور خطابی کا قول ایک غیر مقلد کی کتاب سے نقل کیا ہے، غالباً زیدی ہی کے بارہ میں کسی نے کہا ہے:

دیگراں رانصیحت خود میاں فضیحت

اختلافی:

زیدی جی نے لکھا ہے ''آپ کے نزدیک یہ مسائل اختلافی ہوں گے، ہمارے ہاں اختلافی نہیں'' آپ اگر اندھی تقلید کی پٹی اتار کر پھینکیں تو صاف احادیث مبارکہ آپ کو نظر آئیں گی، زیدی جی لفظ ہمارے سے مراد اگر آپ صرف میاں بیوی ہیں تو شاید آپ کی بات صحیح ہو ورنہ میں حوالہ جات عرض کر چکا ہوں کہ خود غیر مقلدین کے اکابر علماء ان مسائل کو اختلافی مانتے ہیں، ہاں جس اندھے نے نہ اپنی کتابیں پڑھیں نہ کتب حدیث پڑھیں، اُس کو کیا پتہ کہ نہ صرف یہ کہ یہ مسائل اختلافی ہیں بلکہ ان کی نوعیت میں بھی اختلاف ہے، آپ کے ثناء اللہ صاحب رفع یدین کی مثال مسواک سے دیتے ہیں کہ رفع یدین سے نماز پڑھنا ایسا ہے جیسے مسواک کر کے نماز پڑھنا اور ترک رفع یدین ایسے ہے جیسے ترکِ مسواک کے ساتھ نماز پڑھنا، اور آپ کے نواب وحید الزمان صاحب ان اختلافی مسائل کی مثال دبر زنی، متعہ اور میلا دسے دیتے ہیں، گویا رفع یدین سے نماز پڑھنے والا ایسا ہے جیسے دبر زنی اور متعہ کرنے والا اور بغیر رفع یدین اختلافی کے نماز پڑھنے والا ایسا ہے جیسے دبر زنی اور متعہ کو ترک کرنے والا۔ اور سب جانتے ہیں کہ جو ان مسائل کو اختلافی کہتا ہے، اُس کو کئی قسم کی احادیث نظر آئیں تو اُس نے اختلافی کہا جس کو تمام احادیث نظر آئیں اُن کو اندھا کہہ دیا اور جس کو ایک بھی نظر نہ آئی اور اُس نے رفع یدین میں تمام احادیث کا انکار کر کے خود ساختہ رفع یدین گھڑ لی وہ آنکھوں والا بن گیا، یاد رہے غیر مقلدین چار رکعت میں ہمیشہ دس جگہ رفع یدین

کرنے کو سنت کہتے ہیں اور اٹھارہ جگہ نہ کرنے کو سنت کہتے ہیں اور جو رفع یدین نہ کرے اُس کی نماز کو باطل کہتے ہیں اور حضور علیہ پر جھوٹ بولتے ہیں کہ حضرتؐ نے اپنی زندگی کی آخری نماز اس طرح پڑھی اِن کے اس مکمل دعویٰ پر ایک بھی حدیث دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔

نبی یا امام کی اطاعت:

زیدی نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ ان مسائل میں ہم نبی کی اطاعت کرتے ہیں اور تم نبی اکرم علیہ کے مقابلے میں امام ابوحنیفہ کے مسائل کو ترجیح دیتے ہو، معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے نبی اور امام ابوحنیفہ پر جھوٹ بولنا تو زیدی اور ہر غیر مقلد کی گھٹی میں پڑا ہے، جس طرح بعض اختلافی احادیث کے بارہ میں آپ علیہ کا فیصلہ ملتا ہے کہ پہلے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنا منع تھا پھر اجازت ہوگئی یا پہلے قبروں کی زیارت منع تھی پھر اجازت ہوگئی، اس طرح ان اختلافی احادیث میں نبی پاک کا کوئی فیصلہ ہے کہ پہلے میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتا تھا اور اب سینے پر باندھتا ہوں تو وہ ہمیں دکھایا جائے یا یہی فیصلہ دکھایا جائے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث ضعیف ہے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث صحیح ہے ایسا کوئی فیصلہ حدیث میں ہے ہی نہیں، اس لئے اس فیصلہ میں اپنے آپ کو اہل حدیث کہنا اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنا ہے، اسی طرح زیدی اپنے اصول کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کی اپنی کتاب سے دکھائے کہ حدیث نبوی سے تو سینے پر ہاتھ باندھنا سنت ثابت ہوتا ہے مگر میں تمہیں کہتا ہوں کہ میرے قول کو ترجیح دو کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے، اگر یہ حوالہ نہ دکھا سکو اور ہرگز نہ دکھا سکو گے تو یاد رکھو جھوٹ بولنے والے کو حدیث پاک میں منافق کہا گیا ہے اہل حدیث نہیں کہا گیا، اور جھوٹ بولنا لعنت ہے، عوام پر جھوٹ بولنا بھی لعنت ہے امام پر جھوٹ بولنا اُس سے بڑی لعنت اور نبی پاک پر جھوٹ بولنا سب سے بڑی لعنت ہے، اسی طرح آمین اور رفع یدین کی اختلافی احادیث کے بارہ میں کہ کونسی پہلے کی ہے اور کونسی بعد کی یا کونسی صحیح ہیں اور کونسی ضعیف، نبی پاک علیہ کا کوئی فیصلہ موجود نہیں ہے، اس لئے اس رفع

تعارض میں اپنے آپ کو اہل حدیث کہنا اللہ تعالیٰ کے نبی پر جھوٹ بولنا ہے، اس لئے زیدی کا یہ لکھنا کہ ہم ان مسائل میں نبی اکرمؐ کا فیصلہ مانتے ہیں نبی پاکؐ پر بدترین جھوٹ ہے اور یہ لکھنا کہ حنفی اُس کے خلاف امام کے قول کو ترجیح دیتے ہیں یہ اُس سے بھی نہایت سیاہ ترین جھوٹ ہے۔

ایمان وعمل:

جس طرح ہم ایمان سب رسولوں پر رکھتے ہیں مگر جہاں ہمارے نبی پاکؐ اور دوسرے نبیوں میں اختلاف ہو جائے اُس مسئلہ میں جو ہمارے نبی پاک کے ہاں ناسخ ہے اُس پر عمل کرتے ہیں منسوخ پر عمل نہیں کرتے مثلاً حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضورؐ سب پر ایمان رکھتے ہیں مگر صرف جمعہ پڑھتے ہیں، ہفتہ یا اتوار کی عبادت نہیں کرتے اُس کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح تمام اختلافی احادیث پر ہم ایمان رکھتے ہیں، البتہ اُن میں سے عمل اُن احادیث پر کرتے ہیں، جن کو ہمارے امام نے راجح فرمایا اور راور اُن پر متواتر عمل آ رہا ہے اور مرجوح احادیث پر عمل نہیں کرتے، یہ راجح مرجوح کی بحث آپس میں مجتہدین کے درمیان ہے، یہ کہنا کہ راجح مرجوح کی بحث مجتہد اور نبی کے درمیان ہے بہت بڑا جھوٹ ہے جو غیر مقلد کی فطرت ہے۔ اس کے برعکس اختلافی احادیث میں اُن احادیث کا پوری جسارت سے انکار کرتے ہیں جو قرآن پاک کے موافق ہو یا اُس ملک کے عملی تواتر کے موافق ہوں، اور عملی تواتر کے خلاف احادیث پر عمل کرنے کے لئے حکم خود ساختہ لگاتے ہیں کہ یہ فرض ہے وہ سنت ہے اور اس حکم کے بیان میں اور احادیث صحیحہ کے انکار میں اپنے آپ کو نہ صرف نبی بلکہ عین محمد رسول اللہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے جو ان کے اِن فیصلوں کو نہ مانے جو اُنہوں نے اپنی حدیث نفس سے کئے ہیں اُس کو نبی کا منکر اور محمد رسول اللہ کا مخالف کہتے ہیں، اگر یہ انکار احادیث کی بدعادت چھوڑ دیں اور اپنی نااہلی کا احساس کر کے جہاں نبی پاک کا فیصلہ نہ ملے مجتہد کے سامنے سر تسلیم خم کر لیں تو اُمت بھی فتنے سے محفوظ ہو جائے اور اِن کا

اپنا بھی بھلا ہو۔

دستر خوان:

حضرت مفتی صاحب نے دستر خوان کی مثال دی ہے، زیدی کی للچائی ہوئی نظر فوراً کسی ختم یا قرآن خوانی کی محفل کی طرف بہک گئی ہے کیا دستر خوان کی مثال خود آنحضرت ﷺ نے نہیں دی (مشکوٰۃ ص ۲۷ بحوالہ بخاری) ہاں مفتی صاحب مدظلہ نے یہ بات سمجھادی کہ شریعت محمدی کے دستر خوان پر کچھ ایک ہی جنس کی ماکولات ومشروبات ہیں جو سب تناول فرمارہے ہیں یہ اجماعی مسائل ہیں اور کچھ مختلف النوع ہیں ہر مجتہد اپنے ذوق اجتہاد سے اُن سے چُن رہا ہے یہ مختلف فیہ مسائل ہیں اصل دستر خوان کی مثال تو فرمان رسول میں ہے اُس کا استہزاء اُڑا کر اپنے آپکو مستہزئین میں شامل کرلیا ہمیں اللہ تعالیٰ کی تسلی پر اعتماد ہے۔ انا کفیناک المستھزئین.

برعکس نماز:

زیدی جی کہتا ہے'' آپ کلمہ پڑھنے کے بعد بھی نماز حنفی پڑھتے ہیں جو محمدی نماز کے برعکس ہے ہمارے نزدیک یہ متواتر نماز کا انکار ہے اور اس میں دو جھوٹ بھی ہیں ایک یہ کہ غیر مقلدوں کی خود ساختہ اور کچھ مسروقہ نماز محمدی ہے یہ بالکل جھوٹ ہے جواب کے آخر میں اس کا مطالبہ ہے آپ ثابت کردیں گے تو ہم جھوٹ کہنے کی آپ سے معافی مانگ لیں گے مگر آپ کے بڑے یہ قرض سر پر لے کر مر گئے، مرتے جارہے ہیں، مرتے جائیں گے مگر ثابت نہ کرسکیں گے، دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ حنفی نماز محمدی نماز کے برعکس ہے، ہاں زیدی برادران اگر ہماری مکمل نماز کی تحقیق کرادیں، اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ آپ تعلیم الاسلام سے پہلے ہماری نماز کی شرائط دو سطروں میں لکھ دیں نیچے دو تین سطروں میں ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض باترجمہ لکھ دیں کہ مندرجہ بالا ساتوں شرطیں بالکل برعکس ہیں، اُس کے بعد ہم اُن شرائط کو چھوڑ دینگے مگر نماز نہیں چھوڑی پھر تیسرے نمبر پر ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض

آپ لکھیں کہ نماز کی صحیح شرطیں یہ ہیں، ہم اُن کو اپنا لیں گے پھر اسی طرح حنفی نماز کے ارکان، واجبات، سنن، مستحبات، مباحات، مکروہات اور مفسدات نمبروار لکھ کر اُسی طرح نیچے ہر نمبر کے دو دو حدیثیں لکھیں گے پہلی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے اُس کا غلط ہونا اور دوسری حدیث صحیح صریح غیر معارض سے صحیح احکام لکھ دیں، لیکن یاد رہے آپ کے جن لوگوں نے بھی یہ جھوٹ بولا وہ اپنے چہرے سے اس جھوٹ کی کالک کو دھو نہیں سکے کالا منہ لے کر ہی اپنے حساب کتاب کے لئے چلے گئے ہیں اور زیدی جی بھی اسی طرح جائیں گے، مگر اپنے اس قول نجس براز بول کو پاک نہیں کر سکیں گے۔

جھوٹ کھل گیا:

زیدی اور ہر غیر مقلد یہ بولا کرتا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنا بھی حدیث سے ثابت ہے، اور اُس کا حکم کہ یہ سنت ہے، یہ بھی نبی پاک ﷺ سے ثابت ہے اور حنفی جو ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں صرف امام ابوحنیفہ کا قول ہے، مگر مفتی صاحب نے اس کا ثبوت بھی حدیث سے دکھا دیا اور اِس کا حکم کہ یہ سنت ہے یہ بھی حدیث میں دکھا دیا "تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد" اب اس منکر حدیث زیدی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جس پر ہزاروں فقہاء اور ہزاروں محدثین اور کروڑ ہا عوام عمل کرتے آ رہے ہیں اور جس کی پشت پر تواترِ عملی کی تائید ہے کہ ماننے سے انکار کر دیا کہ یہ احادیث ضعیف ہیں، اب سوال یہ ہے اس زیدی کے ہاں دلیل صرف دو ہیں فرمانِ خدا، فرمانِ رسول، اور کسی ایک حدیث کو بھی اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ نے نہ صحیح فرمایا اور نہ ضعیف اس لئے کسی لامذہب کو نہ تو کسی حدیث کے صحیح کہنے کا حق ہے اور نہ ضعیف کہنے کا، ہاں ہم اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ ان احادیث کو اللہ ورسول نے نہ صحیح فرمایا ہے نہ ضعیف اور جو بات ہمیں اللہ ورسول سے نہ ملے پھر ہم مجتہدین سے لے لیتے ہیں، اب اگر اُس حدیث پر چاروں اماموں نے بالاتفاق عمل کر لیا ہو تو ہم دلیل اجماع سے اُس کو صحیح مانتے ہیں، اور اگر چاروں اماموں نے اُس حدیث پر عمل ترک کر دیا ہو تو ہم دلیل اجماع سے متروک قرار دیتے ہیں جیسے سینہ پر ہاتھ باندھنے

والی حدیث کو اللہ و رسول نے نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف اور چاروں اماموں نے بالاتفاق اس پر عمل ترک کر دیا تو وہ دلیل اجماع سے متروک ہے، اسی طرح اس حدیث کو کہ جس نے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی نہ ہی اللہ نے صحیح فرمایا نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے اور چاروں اماموں نے بھی بالاتفاق اس کو ترک کر دیا اس لئے یہ دلیل اجماع سے متروک ہے، اسی طرح نماز با جماعت میں مقتدیوں کا امام کے پیچھے بلند آواز سے آمین کہنا سنت ہے ایسی حدیث کو نہ اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا نہ رسول پاکؐ نے اور چاروں اماموں نے بھی ترک کر دیا اس لئے دلیلِ اجماع سے وہ متروک ہے، اسی طرح چار رکعت نماز میں دس جگہ رفع یدین والی حدیث کو نہ اللہ نے صحیح فرمایا نہ رسول نے اور چاروں اماموں کے ہاں وہ متروک ہے اور بقول شخصے **لکل ساقطة لاقطة** غیر مقلدین نے محض بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل اجماع اُن کو گلے سے لگا لیا۔

بصورتِ اختلاف:

اور اگر اختلافی احادیث کے ثبوت یا حکم یا اس کے راجح یا مرجوح ہونے میں ائمہ فن ائمہ اربعہ کا اختلاف ہو تو ہمارے امام کا ارشاد ہے **اذا صح الحديث فهو مذهبي**، اس لئے جس کو ہمارے امام نے مذہب قرار دیا اور اُس وقت سے آج تک کروڑہا مسلمان تواتر سے اُس پر عمل کرتے چلے آ رہے ہیں تو اپنے خیر القرون کے امام کے مذہب اور تواتر عملی کے خلاف دو چار مخالفین کی بے دلیل آراء کو کوئی حیثیت نہیں دیتے، ہاں اِن احادیث کو اگر اللہ یا اللہ کے رسول سے ضعیف کہلوا دیا جائے، تو ہم اپنے امام کے قول کو چھوڑ دیں گے، ہاں زیدی جیسے غیر مقلدوں کو نہ ہم خدا مانتے ہیں، نہ رسول، نہ اجماع، نہ مجتہد ان کی باتیں گوز شتر کے برابر بھی نہیں سمجھی جاتیں۔

عبدالرحمٰن بن اسحاق:

یاد رہے خیر القرون میں حدیث کی صحت وضعف کا مدار علاقے کے فقہاء کا تعامل

تھا، اسی لئے موطا میں حدیث کے بعد تعامل اہل مدینہ کا ذکر ملتا ہے اور موطا محمدؒ میں تعامل اہل کوفہ کا۔ سند خیر القرون میں مدار نہیں تھی، خیر القرون کے بعد سند کی تحقیق شروع ہوئی جو ایک بدعتِ حسنہ ہے وہ بھی اُن مسائل میں جن کو تواتر یا شہرت کا درجہ نصیب نہ ہوا۔ عبد الرحمٰن بن اسحاق الکوفی خیر القرون کا راوی ہے، خیر القرون سے ہی اس حدیث پر متواتر عمل شروع ہو گیا، اور خیر القرون کے کسی ایک بھی محدث یا فقیہ نے اس کو ضعیف قرار نہیں دیا، چنانچہ زیدی بھی خیر القرون کے کسی محدث اور فقیہ کا قول پیش کرنے سے عاجز رہا ہے، خیر القرون کے یحییٰ بن معین ۲۳۳ھ نے جرح مبہم کی ہے کوئی سبب جرح بیان نہیں کر سکے، امام احمد ۲۴۱ھ نے اس کو لے لیا کیونکہ وہ فتنہ خلق قرآن کی وجہ سے اہل کوفہ سے منحرف تھے، امام بیہقیؒ ۴۸۵ھ، ابن جوزی ۵۹۷ھ نووی ۶۷۶ھ ابن حجر ۸۵۲ھ محض جرح مبہم کے ناقلین ہیں اُن کو جارحین میں شمار کرنا زیدی کی حماقت ہے۔ چونکہ اُس پر کوئی جرح مفسر ثابت ہی نہیں، اسی لئے عجلی ۲۶۱ھ نے اُسے جائز الحدیث کہا ہے اور ترمذی ۲۷۹ھ نے اس کی کئی ایک احادیث کو حسن کہا ہے اس لئے اس منکر حدیث کو حدیث کے انکار سے خدا کا خوف کرنا چاہیے۔

شرک میں غرق:

زیدی لکھتا ہے "مولانا تقلید شرک ہے (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) مسالک کا دین محمدی سے کوئی تعلق نہیں دین میں تقلید جیسی لعنت نہیں" ص ۷۔ زیدی صاحب آپ نے مذاہب اربعہ کو دین محمدی سے خارج قرار دیا ہے جب کہ مسعود احمد بانی جماعت المسلمین نے آپ کو بھی دین سے خارج قرار دے کر مسلم سے باہر نکال ڈالا ہے، ذرا اپنا حال دیکھیں:

نمبر ۱: یحییٰ بن معین حنفی مقلد تھا (کان یفتی بقول ابی حنیفة) تذکرۃ الحفاظ۔ نمبر ۲: امام بیہقیؒ امام شافعی کا مقلد تھا (طبقات شافعیہ)، نمبر ۳: ابن جوزی حنبلی مقلد تھا (طبقات حنابلہ) نمبر ۴ نووی، نمبر ۵ ابن حجر۔ دونوں امام شافعی کے مقلد تھے، نمبر ۶ زیلعی حنفی مقلد تھا (طبقات حنفیہ) زیدی کے ہاں یہ چھ حضرات بوجہ تقلید مشرک بھی تھے اور لعنتی

بھی۔زیدی نے اِن میں سے کسی ایک سے بھی دلیل نہیں پوچھی کہ آپ نے کس دلیل شرعی سے عبدالرحمٰن بن اسحاق کو ضعیف کہہ دیا جبکہ تم میں سے کسی نے اُس کو دیکھا، نہ جانا، نہ پہچانا۔کسی کی بے دلیل بات کو ماننا ہی اندھی تقلید، شرک اور لعنت ہے اب اندھے زیدی کے آگے بھی شرک اور لعنت ہے پیچھے بھی شرک اور لعنت ہے، دائیں بھی، بائیں بھی، اوپر بھی، نیچے بھی، واہ رے مشرکوں کے مشرک مقلد، واہ رے لعنتیوں کے لعنتی مقلد، واہ رے اندھوں کے اندھے مقلد کیونکہ دلیل شرعی کسی کے پاس نہیں۔دوسری حدیث کے انکار کا بہانہ بنایا ہے، سعید بن زری منکرالحدیث ہے، سعید بن زری کی تاریخ پیدائش و وفات، علاقہ، مذہب اور جارح کا نام، زمانہ علاقہ اور مذہب اور ناقل کا نام زمانہ، علاقہ اور مذہب اور سبب جرح کا ثبوت اور متفق علیہ ہونا ثابت کریں۔منکرالحدیث تو تفرد کے لئے بھی آتا ہے، جب اس کے شواہد موجود ہیں تو تفرد کہاں رہا۔الغرض نہ ہی ان احادیث کو اللہ و رسول نے ضعیف کہا نہ ہی اِن کا ضعف، احناف مقلدین کے اصول پر ثابت اس لئے انکار حدیث کی بدعادت سے توبہ کرلیں۔اور عملی تواتر کی مخالفت سے بھی توبہ کرلو۔آپ بھی ایک حدیث لکھ کر بھیجیں جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا حکم سنت بھی منصوص ہو، اور اُس حدیث کو اللہ یا رسول نے صحیح کہا ہو، اور اُسے فقہاء کے عملی تواتر کی تائید بھی حاصل ہو۔ورنہ فتنہ پردازی سے خدا اور رسول کو ناراض نہ کرو۔

قراءت خلف الامام:

قرآن پاک میں بھی انصات کا حکم اور حدیث میں بھی اور قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں کی جب امام تلاوت کرتا ہے تو یہ لامذہب بھی انصات کرتے ہیں لیکن اب انکارِ حدیث کے جوش میں ہوش ٹھکانے نہیں رہے اس فرقے کو جس طرح قرآن سے عناد ہے اسی طرح ہر اُس حدیث سے بھی عناد ہے جو قرآن کے موافق ہو، اس لئے ابوداؤد مقلد حنبلی، ابوحاتم مقلد شافعی، ابن معین مقلد حنفی، حاکم شیعہ دارقطنی شافعی اور عبدالحی حنفی کی چوکھٹ پر اپنی اہل حدیثیت کا جھٹکا کر رہا ہے آگے پیچھے دائیں بائیں، اوپر نیچے مقلد کو سوار

کرلیا جن کو مشرک بھی کہتا ہے اور لعنتی بھی لیکن آج اُن کا ایسا اندھا مقلد بنا ہے مجال ہے کسی سے پوچھ لے کہ اس فقرہ (انصات) کے غیر محفوظ ہونے کی کیا دلیل ہے، بلا مطالبہ دلیل اندھا دھند اُن کی تقلید کررہا ہے، کوئی اِس سے پوچھے آپ کی دلیل تو صرف فرمانِ خداوندی اور فرمانِ رسول ہے اِن بے دلیل اقوال سے کیا مطلب، اگر کہو یہ الزامی طور پر ہیں تو ہم نے کب ان کی تقلید کا التزام کیا ہے، انکارِ حدیث کے جوش میں بے چارے کو کچھ نہیں سوجھتا کبھی کہتا ہے ترتیب کیا ہے نماز میں قراءت جگہ اجماعاً اور تواتر سے معین ہے، ہاں اب جناب احناف کی ضد میں قراءۃ تشہد میں شروع کردیں تو آپ کی مرضی، قراءت قیام میں ہوتی ہے فاتحہ اور سورت الخ، جب بھی امام قراءت کرے گا مقتدی کو خدا رسول نے خاموشی کا حکم دیا ہے، قولوا آمین کا ترجمہ کیا ہے اونچی آواز سے آمین کہو تو کیا قولوا ربنا لک الحمد سے اس کا بھی اونچا کہنا ثابت ہوگا، قولوا التحیات للہ سے التحیات کا بھی خصوصاً امام اور مقتدیوں کے لئے اونچی پڑھنا ثابت ہوگا، دوسروں پر قرآن وحدیث کی مخالفت کا الزام لگاتا تھا، اب سب کے سامنے قرآن وحدیث کا منکر بن رہا ہے۔

مطالبہ:

جس طرح احناف نے کتاب وسنت دونوں پیش کی ہیں آپ بھی قرآن کی کوئی آیت پیش کریں جس کا مطلب یا کم ازکم شان نزول حدیث مرفوع میں ہو کہ امام کے پیچھے قرآن پاک کی ۱۱۳ سورتیں پڑھنی حرام ہیں وہ امام کی پڑھی ہوئی سب کی طرف سے ادا ہوجاتی ہیں، امام کی پڑھی ہوئی فاتحہ مقتدیوں کی طرف سے ادا نہیں ہوتی یہ مقتدی کو خود پڑھنی فرض ہے اگر مقتدی نہ پڑھے تو اس کی نماز باطل وبیکار ہے۔

آمین کا مسئلہ:

زیدی جی آپ جب اکیلے نماز پڑھتے ہیں تو آمین آہستہ کہتے ہیں یا بلند آواز سے، اپنے عمل کے ثبوت میں ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں، اور جب

آپ مقتدی بنتے ہیں تو امام کے پیچھے روزانہ گیارہ رکعتوں میں آمین آہستہ کہتے ہیں اس پر ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں، اور جب امام بنتے ہیں تو گیارہ رکعت میں آمین آہستہ کہتے ہیں اس پر بھی ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش فرمائیں، جناب نے خطابی کی اندھی تقلید میں لکھا کہ دوسرا سکتہ فاتحہ خلف الامام کے لئے تھا، چلیں سکتات کا ثبوت تو کسی صحیح حدیث سے دیں کہ سکتات قراءت کے لئے ہوتے ہیں، ابن تیمیہ نے تو سکتات برائے قراءت اور قراءت فی السکتات کو شنیع بدعت کہا ہے اسی لئے کس کی بات زیادہ صحیح ہے **والاظهر ان السكتة الاولىٰ للثناء والثانية للتامين** ہاں آپ نے آمین بالجہر کو سنت محمدی کہا ہے اس کے حکم کا ثبوت حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیں اور بتائیں کہ آپ کے منفرد ہر رکعت میں اور امام اور مقتدی گیارہ گیارہ رکعت میں آہستہ آمین کہہ کر خلاف سنت نماز کیوں پڑھتے ہیں۔

مسئلہ رفع الیدین:

پہلی رکعت کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا اس پر اُمت کا اجماع ہے، اس کے بعد (۱) آپ دو سجدوں سے اُٹھ کر یعنی دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین نہیں کرتے اور دو رکعت کے بعد اُٹھ کر تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے ہیں، گویا ان تین رکعتوں میں سے ایک رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے ہیں دو کے شروع میں نہیں کرتے تو جتنی احادیث آپ تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنے کی بیان فرمائیں، اُس سے دوگنی ترک رفع یدین کی بیان فرمائیں گے:

(۲) اسی طرح ہر رکعت میں رکوع ایک ہے اور سجدے دو، آپ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین کرتے ہیں اور سجدوں سے پہلے اور بعد رفع یدین نہیں کرتے، یہاں بھی کرنے والی دو ہیں نہ کرنے والی چار، تو جتنی احادیث رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کی آپ پیش کرینگے اُن سے دوگنی سجدوں کے وقت رفع یدین نہ کرنے کی پیش کریں گے، آپ معیار بنالیں پھر مزا آئے گا،

حدیث البراء:

اس کا ضعیف ہونا نہ آپ اللہ سے ثابت کر سکے اور نہ ہی رسول سے کہ آپ کی دلیل بنتا اور نہ ہی امام ابوحنیفہؒ سے تاکہ الزام صحیح ہوتا جب کہ حدیث البراء خود امام اعظم نے عن الشعبی عن البراء روایت فرمائی ہے **کذا فی مسند الامام لابی نعیم**، اس میں یزید بن ابی زیاد ہے ہی نہیں پھر یزید بن ابی زیاد اس میں اکیلا نہیں حکم اور عیسیٰ دونوں ہی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں جیسا کہ المدونۃ الکبریٰ، ابن ابی شیبہ، ابی یعلیٰ اور طحاوی میں ہے، اور ہشیم اور ابن ادریس بھی اس حدیث میں **لا یعود** روایت کرتے ہیں (ابویعلیٰ) تو حدیث کی صحت میں کیا شک رہا جبکہ اس کی پشت پر عملی تواتر بھی موجود ہے۔

حدیث عبداللہ بن مسعود:

انکارِ حدیث کے جوش میں جناب نے اس کو بھی ضعیف کہہ ڈالا مگر محض بے دلیل یہاں بھی جناب نے بعض امتیوں کے محض بے دلیل اقوال نقل کئے اور اُن کی اندھی تقلید کے جوش میں اُن سے دلیل بھی طلب نہیں کی، امام ابن المبارک نے خود اس کو روایت کیا ہے (نسائی) کیا اُنہوں نے جان بوجھ کر جھوٹی حدیث روایت کر کے اپنا ٹھکانہ جہنم بنایا ہے، امام نسائی نے رفع یدین کے باب کے بعد ترک کا باب باندھ کر یہ حدیث ذکر فرمائی ہے، کیا امام نسائی جھوٹی حدیث سے رفع یدین ترک کروانا چاہتے ہیں۔ اور ابنِ مسعود کی حدیث کی سند اگر آپ کو نسائی میں میں نظر نہ آئے تو بینائی چیک کروائیں۔

جابر بن سمرہؓ کی جو حدیث مفتی صاحب نے پیش فرمائی ہے اُس میں **رافعی ایدیکم** (مسلم) اور **رافعوا ایدینا** نسائی میں رفع یدین کی صراحت ہے کہ رفع یدین سے منع کیا ہے آپ انکارِ حدیث کے جوش میں دوسری حدیث کا ذکر کر رہے ہیں جس میں قیامت تک آپ رفع یدین کا لفظ نہیں دکھا سکتے۔ اُس میں سلام کے وقت ایک ایک ہاتھ کے اشارہ کا ذکر ہے، ہم دونوں حدیثوں کو مانتے ہیں کہ جس طرح سلام کے وقت ایک ایک ہاتھ سے اشارہ ممنوع اور مکروہ ہے حالانکہ سلام من وجہ خارج نماز ہے، تو نماز کے اندر دونوں ہاتھ

اُٹھانا اس سے زیادہ ممنوع و مکروہ ہے۔

سوالات:

جناب زیدی جی کو شدید احساس ہے کہ میں نے جھوٹ بولا تھا کہ حنفی اپنے امام کے قول کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں، زیدی صاحب نے احادیث پیش کر کے جھوٹ واضح کردیا، اب انکارِ حدیث کے جوش میں اُن احادیث کو ضعیف کہا، نہ ہی ضعیف حدیث کی تعریف قرآن و حدیث کے ترجمہ سے لکھی اور نہ ہی اُن کا ضعیف ہونا کسی شرعی دلیل یعنی فرمانِ خدا یا فرمان رسول سے ثابت کیا بلکہ اپنی اپنی اہلحدیثیت کو بقلم خود مشرک اور لعنتی مقلدین کی چوکھٹ پر ذبح کردیا، اب اس رُسوائی کو چھپانے کے لئے کچھ سوالات داغ دیے مگر جہالت اور حماقت کا یہ حال ہے کہ کسی سوال کا جواب دینا تو ان کے بس میں نہیں سوال کرنا بھی نہیں آتا، اہل فن مناظرہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ مدعی وہ ہے **من نصب نفسه لاثبات الحكم بالدليل او التنبيه والسائل من نصب نفسه لنفيه**، کہ سائل مدعی کے دعویٰ اور دلیل کو مدّ نظر رکھ کر سوال کرے گا، ہم اہل سنت والجماعت بالترتیب چار دلائل مانتے ہیں، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع اُمت اور قیاس اب جن مسائل میں ہم دعویٰ کریں کہ یہ مسئلہ قرآن سے لیا ہے وہاں آپ قرآن کی دلیل پوچھیں اور جس مسئلہ میں ہمارا دعویٰ ہو کہ ہم نے یہ حدیث سے لیا ہے، اُس میں حدیث کا مطالبہ کریں، جس میں ہمارا دعویٰ ہو کہ یہ اجماع سے لیا ہے وہاں اجماع کا مطالبہ کریں، اور جہاں ہم دعویٰ کریں کہ یہ قیاس سے لیا ہے وہاں قیاس کا مطالبہ کریں:

آپ نے جو سوالات پوچھے ہیں پہلے شارحین فقہ سے دکھائیں کہ کیا اُنہوں نے اس مسائل میں حدیث پیش کرنے کا دعویٰ کیا ہے، پہلے دونوں مسئلے اجماع سے متعلق ہیں جس طرح آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ بخاری کے اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہونے پر اجماع ہے، اب آپ سے سوال ہے کہ یہ حدیث میں دکھاؤ کیونکہ آپ کے ہاں اجماع دلیل نہیں ہوسکتا ہے، اس لئے پہلے سوال کرنا سیکھیں، انکار حدیث کی بدعادت سے توبہ کریں۔ آخر میں پھر سند کی بات کی ہے یاد رکھیں سند کی تحقیق بدعت حسنہ ہے اصل چیز تعامل فقہاء ہے، فقط

عیسائیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم (المائدہ ۷۲)

زحمد ونعت اولی برخاک ادب خفتن — سجودے میتواں کردن درودے میتواں گفتن

عربی میں کسی چیز کے مجموعہ کو کتاب کہتے ہیں اور عبرانی میں بائیبل۔ ہم یہودو نصاری کو اہل کتاب کہتے ہیں وہ اپنے کو اہل بائیبل کہتے ہیں یہ بائیبل دو حصوں میں تقسیم ہے پرانا عہد نامہ (Old Testament) اور نیا عہد نامہ (New Testament) پرانے عہد نامہ کو یہودی اور عیسائی دونوں مانتے ہیں اور نئے عہد نامہ کو صرف عیسائی مانتے ہیں یہودی نہیں مانتے عہد نامہ قدیم میں ۳۹، اور عہد نامہ جدید میں ۲۷ صحیفے ہیں، دونوں عہد ناموں میں کل ۶۶ کتابیں ہیں، کتاب مقدس میں یہ ساری کتابیں موجود ہیں، یہ پروٹسٹنٹ فرقہ نے چھاپی ہے، کیتھولک فرقہ کی بائیبل کا نام کلام مقدس ہے اس میں ۶ کتابیں زائد ہوتی ہیں وہ ان کو الہامی مانتے ہیں لیکن پروٹسٹنٹ انکو الہامی نہیں مانتے۔

عہد نامہ قدیم

۱۔ پیدائش:

اس میں آدمؑ سے لے کر موسیٰؑ تک کی تاریخ ہے۔

۲۔ خروج:

اس میں بنی اسرائیل کے مصر سے بھاگنے کی تاریخ ہے۔

۳۔احبار:

اس کتاب میں کچھ دینی مسائل مختلف علماء کے بیان کردہ ہیں۔

۴۔گنتی:

اس میں بنی اسرائیل کے بارہ خاندانوں کی تاریخ ہے۔

۵۔استثناء:

یہ پہلی چار کتابوں کی تلخیص اور ضمیمہ ہے۔ان پانچوں کتابوں کو یہ موسیٰ کی تورات کہتے ہیں۔

(۶)یشوع:

موسیٰؑ کے صحابی یوشع کے حالات زندگی درج ہیں۔

(۷)قضاۃ:

بنی اسرائیل کے قاضیوں کی تاریخ ہے۔

(۸)روت:

ایک موآبی کنجری کی کہانی ہے۔

(۹)۱۔سموئیل (۱۰)۲۔سموئیل:

ان دونوں کتابوں میں سموئیل نامی شخص کے تاریخی حالات درج ہیں۔

(۱۱)۱۔سلاطین۔ (۱۲)۲۔سلاطین:

ان دونوں کتابوں میں بنی اسرائیل کے بادشاہوں کے تاریخی حالات ہیں۔

(۱۳) تواریخ۔(۱۴) ۲۔تواریخ:

ان دونوں کتابوں میں بنی اسرائیل کی عمومی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

(۱۵) عزرا:

عزیر علیہ السلام کی سوانح عمری ہے۔

(۱۶) نحمیاہ:

ایک نحمیاہ نامی نبی کے حالات مذکور ہیں۔

(۱۷) آستر:

ایک عورت کی زندگی کے حالات ہیں۔

(۱۸) ایوب:

ایوب علیہ السلام کے حالات زندگی ہیں۔

(۱۹) زبور:

اس میں مختلف لوگوں کے گیت اور دعائیں ہیں۔

(۲۰) امثال:

اس میں ضرب الامثال جمع کی گئی ہیں۔

(۲۱) واعظ:

اس میں کچھ نصیحت آمیز باتیں ہیں۔

(۲۲) غزل الغزلات:

یہ اللہ تعالیٰ کی بی بی مریم سے عشقیہ گفتگو ہے۔

(۲۳) یسعیاہ:

حضرت الیسعؑ کے حالات اور پیش گوئیاں ہیں۔

(۲۴) یرمیاہ:

حضرت یرمیاہؑ کے حالات زندگی ہیں۔

(۲۵) نوحہ:

بنی اسرائیل کے حالات پر افسوس کیا گیا ہے

(۲۶) حزقی ایل (۲۷) دانی ایل (۲۸) ہوسیع (۲۹) یو۔ایل (۳۰) عاموس

(۳۱) عبدیاہ (۳۲) یوناہ (یونس) (۳۳) میکاہ (۳۴) ناحوم (۳۵) جتوق (۳۶) صفیاہ

(۳۷) حجی (۳۸) زکریاہ (۳۹) علاکی۔ان لوگوں کی تاریخ ہے۔

عہد نامہ جدید

(۱) متی کی انجیل۔(۲) مرقس کی انجیل (۳) لوقا کی انجیل (۴) یوحنا کی انجیل۔

یہ چاروں کتابیں مسیح علیہ السلام کی سوانح عمریاں ہیں۔

(۵) رسولوں کے اعمال یہ مسیح علیہ السلام کے حواریوں کے تبلیغی سفر نامے ہیں اس کے بعد پولوس کے مختلف کلیسیاؤں کے نام ۱۴ خطوط ہیں پھر ایک یعقوب کا، دو پطرس کے، تین یوحنا کے اور ایک یہوداہ کا خط ہے اور آخر میں یوحنا عارف کا مکاشفہ ہے یہ کتاب مقدس کی آخری کتاب ہے کلام مقدس میں طوبیاہ۔یہودیت۔حکمت۔یشوع بن سیراخ۔باروک۔مکابین اولی۔دوم یہ کتابیں زیادہ ہیں پروٹسٹنٹ فرقہ ان کو الہامی نہیں مانتا اور کاتھولک فرقہ ان کو الہامی مانتا ہے۔

بائیبل کیا ہے:

مختلف لوگوں نے مختلف زمانوں میں مختلف علاقوں میں مختلف زبانوں میں مختلف اشخاص کے بے سند ملفوظات لکھے ان کو جمع کر لیا گیا۔ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا یہاں متی کے کنبہ جوڑا نہ جامع کا نام معلوم، نہ مترجم کا حال معلوم یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللّٰہ. (البقرة)

تورات کی کہانی:

اس وقت تورات ۲۰۲ صفحات تقریباً ۱۳۱۳۰ سطروں پر ہے. جس وقت کاغذ نہیں تھا تو اتنی بڑی کتاب کتنے لکڑی یا پتھر کے تختوں پر وہ بھی عبرانی حروف میں کتنے تختوں پر لکھی گئی ہوگی اس کا تصور بھی مشکل ہے موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اس عہد نامے کو صندوق میں رکھنے کا حکم دیا (خروج ۲۵:۱۶، ۲۱ص ۷۷)

موسیٰؑ نے لادیوں کو کتاب دی کہ یہ ہر سات سال بعد یہ بنی اسرائیل کو سنانا۔ (استثناء ۳۱:۹۔۱۳ص ۱۹۷)

انہوں نے اسکو صندوق میں صنف ۷۷، صندوق کے پاس صنف ۱۹۸ رکھا۔ اس کے بعد کسی دفعہ بھی سنائی گئی اس کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ سلیمانؑ کے زمانہ میں صندوق کھولا اس میں تورات نہیں تھی (ا۔سلاطین ۸:۹ص ۳۳۴)

سلیمانؑ کے ۳۵۷ سال بعد زمین سے دبی ہوئی نکالی گئی۔ ۲۔سلاطین ۲۲:۸:۱۳+۲۳:۱۔۷ص ۳۸۸۔ ۲تواریخ ۳۴: ۱۵-۱۹ص ۴۵۸/۴۵۹ نہ اس کا کوئی حافظ تھا نہ اس کے کسی دوسرے نسخے کا علم۔ اس وقت اس کو تورات کا نام اس نے دیا جس کے دادا نے بھی تورات نہ دیکھی تھی بہر حال بادشاہ سے سنی اور کپڑے پھاڑے اس کے بعد پھر دنیا کی

تاریخ میں اس کے سننے سنانے یا پڑھنے پڑھانے کا ذکر نہیں ملتا۔

تحریف کا اعلان: حضرت یرمیاہ نے اعلان کر دیا اذ قد حرفتم کلام الالٰہ الحی رب الجنود الٰھنا. (یرمیاہ ۲۳: ۳۶ ص ۱۱۱۱) تم نے زندہ خدا رب الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا ہے (یرمیاہ ۲۳: ۳۶ ص ۷۳۷) پادری تحریف کے بارہ میں جو سوالات کیا کرتے ہیں ان کا جواب یرمیاہ سے وصول کر کے ہمیں بھی بتا دیں۔

پروٹسٹنٹ فرقہ جن سات کتابوں کو بائیبل میں شامل نہیں کرتا ان کے جعلی ہونے کی ان کے پاس کیا دلیل ہے اور انکے الہامی ہونے کی کاتھولک کے پاس کیا دلیل ہے پیدائش میں جغرافیائی غلط بیانی ۲: ۸-۱۷ ص ۶ دریائے مینون جیحون، دجلہ وفرات کہاں ہیں تاریخی غلط بیانی ابی ملک کا قصہ باب ۲۰ ص ۱۰، باب ۲۶ ص ۲۵) حالانکہ یہ بالکل غلط ہے دیکھو ص ۲۳۸/ ۲۳۹ قضاۃ جرون ابرام نے اپنا ڈیرہ اٹھایا اور ممرے کے بلوطوں میں جو جرون میں ہیں جا کر رہنے لگا اور وہاں خدا کے لئے ایک قربان گاہ بنائی ۱۳: ۱۸ ص ۱۴ اور اگلے وقت میں جرون کا نام قریت اربع تھا یشوع ۱۴: ۱۵ ص ۲۱۷۔ دان جب ابرام نے سنا کہ اس کا بھائی گرفتار ہوا تو اس نے اپنے تین سو اٹھارہ مشاق خانہ زادوں کو لے کر دان تک ان کا تعاقب کیا ۱۴: ۱۴ ص ۱۵ پھر انہوں نے وہ شہر بنایا اور اس میں رہنے لگے اور اس شہر کا نام اپنے باپ دان کے نام جو بنی اسرائیل کی اولاد تھا دان ہی رکھا پہلے اس شہر کا نام لیس تھا قضاۃ ۱۸: ۲۹ ص ۲۵۰ عدر کا برج اور اسرائیل آگے بڑھا اور عدر کے برج کی پرلی طرف اپنا ڈیرا لگایا ۳۵: ۲۱ ص ۳۷۔ یہ برج موسیٰؑ کے صدہا سال بعد بنا میکاہ ۴: ۸ ص ۸۷۱ پر ذکر تھا ترجمہ کر دیا جرانی میں عدر ہے بادشاہت یہی وہ بادشاہ ہیں جو ملک ادوم پر پیشتر اس سے کہ اسرائیل کا کوئی بادشاہ ہو مسلط تھے ۳۶: ۳۱ ص ۳۸۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب اسی وقت لکھی گئی جب بنی اسرائیل میں نظام شاہی رائج تھا اور ان میں نظام بادشاہت موسیٰ سے

تقریباً تین سو سال بعد آیا پہلا بادشاہ ساؤل تھا (ا۔سموئیل ۱۱۔۱۵ص ۲۶۹۔آدم وحوا کا جنت سے نکلنا اور ان کی سزا پیدائش باب ۳ص ۶۔۷۔کیا کفارہ کے بعد یہ سزا ختم ہوگئی۔ نوحؑ کی شراب نوشی اور برہنگی قصور حام کا ملعون کنعان کیوں؟ ۹۔۱۸۔۲۹ص ۱۱۔لوط علیہ السلام کا اپنی بیٹیوں سے زنا ۱۹۔۳۰۔۳۸ص ۱۹۔یعقوبؑ کی خود غرضی پہلوٹھے کا حق ۲۵۔۲۸۔۳۴ص ۲۵۔ یعقوب کا نکاح باب ۲۹ص ۲۹۔۳۰۔رافل کی چوری بت پرستی (۳۱۔۱۹۔۴۰ص ۳۲۔۳۳) دینہ دختر یعقوب کا قصہ (باب ۳۴ص ۳۵۔۳۶) خانہ یعقوب بت کدہ (۳۵۔۴۱ص ۳۶) روبن کی ماں سے مباشرت (۳۵۔۲۲ص ۳۷) یہودا کا اپنی بہو تمر سے زنا (باب ۳۸ص ۳۹۔۴۰) خروج میں بار بار موسیٰ کا ذکر غائب کے صیغوں سے آیا ہے (۲:۱۱، ۱۵، ۲۱+۳:۱، ۴+۴:۱۴، ۱۸، ۲۰، ۲۸، ۳۴، ۳، ۳۵، حضرمی ۶:۲۶-۲۸+۷:۶-۷) مریم اخت ہارون کا گانا بجانا (۱۵۔۲۰ص ۶۸) من اور بنی اسرائیل جب تک آباد ملک میں نہ آئے چالیس برس تک من کھاتے رہے۔الغرض جب تک وہ ملک کنعان کی حدود تک نہ آئے من کھاتے رہے ۱۶۔۳۵ص ۶۹۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب کنعان میں آنے اور من کے موقوف ہونے کے بعد مکمل کی گئی ہے اور یہ موسیٰؑ کے بعد یشوع کے زمانہ میں بکوا کر دوسرے ہی دن ان کے اس ملک کے پرانے اناج کے کھانے کے بعد من موقوف ہوگیا اور آگے پھر بنی اسرائیل کو من کہیں نہ ملا لیکن اس سال انہوں نے کنعان کی پیداوار کھائی (۵:۱۲ص ۲۰۷) بچھڑا ہارون نے بنایا تھا ۳۲:۱۔۶ص ۸۴ موسیٰ نے غصے میں تختیاں توڑ ڈالیں ۳۲:۱۹ص ۸۵۔

گنتی:

اس کتاب میں بھی کہیں موسیٰؑ کے لئے متکلم کا صیغہ نہیں اور موسیٰؑ تو روئے زمین کے سب آدمیوں سے زیادہ حلیم تھا ۱۲:۳ص ۱۳۷ پر موسیٰ وہارون سے خداوند نے کہا چونکہ تم

نے میرا یقین نہیں کیا کہ بنی اسرائیل کے سامنے میری تقدیس کرتے اس لئے تم اس جماعت کو اس ملک میں جو میں نے تم کو دیا ہے نہیں پہنچانے پاؤ گے ۲۰۔۱۲اص ۱۴۶۔ چنانچہ یہی ہوا استثناء ۳۲: ۴۸۔۵۲ص (۲۰۰) حرمہ۔ اور خداوند نے انکی سنی اور کنعانیوں کو ان کے حوالہ کر دیا اور انہوں نے ان کو اور ان کے شہروں کو نیست و نابود کر دیا چنانچہ اس جگہ کا نام بھی حرمہ پڑ گیا ۲۱: ۳ص ۱۴۷۔ حالانکہ یہ واقعہ یشوع کی وفات کے بھی بعد پیش آیا اور یہوداہ اپنے بھائی شمعون کے ساتھ گیا اور انہوں نے ان کنعانیوں کو جو صفت میں رہتے تھے مارا اور شہر کو نیست و نابود کر دیا سو اس شہر کا نام حرمہ کہلایا قضاۃ ۱: ۱۷ص ۲۲۹۔ نیز اس کتاب کا مصنف وحی سے نہیں دوسری کتابوں سے واقعات نقل کرتا ہے لکھتا ہے خداوند کے جنگ نامہ میں یوں لکھا ہے ۲۱: ۱۴ص ۱۴۷۔ استثناء اس کتاب میں بھی موسیٰ علیہ السلام کے لئے کوئی صیغہ متکلم کا نہیں ہے۔ دلیل دوم۔ یہ وہی باتیں ہیں جو موسیٰ نے یردن کے اس پار یعنی اس میدان میں جو شوف کے مقابل اور فاران اور طوفل اور لابن اور حصیرات اور یذہب کے درمیان ہے سب اسرائیلیوں سے کہیں ۱: ۱ص ۱۶۵۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ کتاب ملک شام میں لکھی گئی ہے جبکہ موسیٰؑ اس ملک میں پہنچے ہی نہیں۔

دلیل سوم:

اور پہلے شعیر میں عوری قوم کے لوگ بسے ہوئے تھے۔ لیکن بنی عیسو نے ان کو نکال دیا۔ اور ان کو اپنے سامنے سے نیست و نابود کر کے آپ ان کی جگہ بس گئے جیسے اسرائیل نے اپنی میراث کے ملک میں کیا جسے خداوند نے ان کو دیا ۲: ۱۲ص ۱۶۷۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب اس زمانہ کے بعد میں لکھی گئی جب بنی اسرائیل ملک کنعان میں جا چکے تھے اور موسیٰ وہاں نہیں پہنچے ۳۴: ۵

دلیل چہارم:

بسن رفائیم کا ملک کہلاتا تھا اور منسی کے بیٹے یائیر نے جبوریوں اور مکاتیوں کی

سرحد تک ارجوب کے سارے ملک کو لے لیا اور اپنے نام پر بسن کے شہروں کو حووت یائیر کا نام دیا جو آج تک چلا آتا ہے ۳-۱۴ص ۱۶۸۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب یائیر کے برسوں بعد لکھی گئی ہے حالانکہ یائیر موسیٰ کی وفات کے عرصہ بعد پیدا ہوا اور شجوب سے یائیر پیدا ہوا جو ملک حلباد میں تئیس شہروں کا مالک تھا (ا۔تواریخ ۲:۲۲ص ۳۹۴) اس کے بعد جلعادی یائر اٹھا اور بائیس برس اسرائیلیوں کا قاضی رہا اس کے تیس بیٹے تھے جو تیس جوان گدھوں پر سوار ہوا کرتے تھے اور ان کے تیس شہر تھے جو آج تک قوت یائر کہلاتے ہیں قضاۃ ۱۰:۳-۴ص ۲۴۰ صاف معلوم ہوا کہ یہ کتاب موسیٰ سے برسوں بعد کسی نے لکھ کر موسیٰ کے نام لگا دی اور یائر کے باپ کا نام بھی غلط لکھا۔

دلیل پنجم:

پس خداوند کے بندے موسیٰ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغفور کے مقابل دفن کیا پھر آج تک کسی آدمی کو اسکی قبر معلوم نہیں۔ اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا۔ نہ تو اسکی آنکھ دھندلانے پائی اور نہ ہی اسکی طبعی قوت کم ہوئی اور بنی اسرائیل موسیٰ کے لئے موآب کے میدانوں میں تیس دن تک روتے رہے۔ اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خدا نے روبرو باتیں کیں نہیں اٹھا۔ استثناء ۳۴:۵-۱۰ص ۲۰۲۔ اس عبارت سے تو یہ بات صاف طور پر معلوم ہوئی کہ اس تورات کو موسیٰ نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا یہ تو موسیٰ کے اتنا عرصہ بعد لکھی گئی جب موسیٰ کی قبر تک لوگوں کو بھول چکی تھی اور موسیٰ کے بعد کئی نبی آچکے تھے اب اس تورات کے لکھنے والے کا نام تک کسی کو معلوم نہیں نہ ہی زمانہ معلوم نہ ہی مذہب۔ یہ ایک ایک بے سند سیرت اور تاریخ ہے جس میں سنی سنائی تعلیمات بھی آجاتی ہیں ہاں قرآن پاک کی صداقت واضح ہوگئی کہ

یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللّٰہ اور یہ بات آفتاب نیمروز اور ماہتاب نیم ماہ کی طرح واضح ہوگئی کہ یحرفون الکلم عن مواضعہ.

انجیل:

کتاب الٰہی کے بارہ میں اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ وہ یا لفظاً و معنیً دونوں طرح کلام الٰہی ہو جیسے خط لفظاً معناً مکتوب الیہ کے پاس پہنچ جاتا ہے قرآن پاک کی وحی اسی طرح ہے یا معناً خدا کا کلام ہو جیسے پیغام لے جانا والا بعینہ آپ کے الفاظ نہیں رٹتا بلکہ آپ کا پیغام اپنے الفاظ میں پہنچا دیتا ہے سنت کا مقام اسلام میں یہی ہے اسی طرح اہل اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ انجیل بھی اسی طرح نازل ہوئی تھی فرشتہ کے ذریعہ جیسے کہ یوحنا میں ہے پس آسمان سے آواز آئی کہ میں نے اس کو جلا دیا ہے اور پھر بھی دوں گا جو لوگ کھڑے سن رہے تھے انہوں نے کہا کہ بادل گرجا اوروں نے کہا کہ فرشتہ اس سے ہم کلام ہوا۔ (یوحنا ۱۲: ۲۸۔۲۹ ص ۹۷) یہ انجیل مسیح کے پاس موجود تھی اس کے بارہ میں مسیح نے فرمایا تھا کہ جو کوئی میری اور انجیل کی خاطر اپنی جان کھوئے گا وہ اسے بچائے گا (مرقس ۸: ۳۵ ص ۴۲) لیکن یہ انجیل آج عیسائیوں کے پاس نہیں ہے جو چار انجیلیں متی کی انجیل، مرقس کی انجیل، لوقا کی انجیل اور یوحنا کی انجیل عیسائیوں کے پاس ہیں یہ مسیح کی سوانح عمریاں ہیں جو ان کے بعد لکھی گئیں اور سن سنا کر نہ کہ الہام سے۔

لوقا کا اقرار:

چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا اس لئے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے تیرے لئے ترتیب دوں (لوقا ۱: ۱۔۳ ص ۵۱)

ان چاروں میں سے کسی نے دعویٰ نہیں کیا کہ یہ کتابیں ہم نے الہام سے لکھی ہیں نہ ہی دعویٰ کیا ہے کہ روح القدس کی نگرانی میں لکھی گئی ہیں آج کے عیسائیوں کا ایسا دعوی مدعی سست گواہ چست کا مصداق ہے اور بالکل بے حقیقت۔

یوحنا کا اعتراف:

یہ وہی شاگرد ہے جو ان باتوں کی گواہی دیتا ہے اور جس نے انکو لکھا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس کی گواہی سچی ہے اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے۔ اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کے لئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی (یوحنا ۲۱: ۲۴۔ ۲۵ص ۱۰۷)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اناجیل سن سنا کر لکھی گئی ہیں نہ کہ الہام سے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نہایت ناقص لکھی گئی ہیں ان کی حیثیت سمندر کے سامنے ایک قطرے کے کروڑویں حصے سے بھی کم ہے۔

تراجم:

پھر آرامی سے یونانی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے والے، تو الہامی نہ تھے یہ عبرانی یونانی وغیرہ انگریزی کی طرح الگ الگ حروف لکھے جاتے تھے نہ ان پر اعراب تھے نہ اوقاف اس لئے ان کا صحیح پڑھ لینا اور صحیح مطلب لکھ دینا ہی کارے دارد تھا۔

مسیح کا نسب نامہ:

سوانح عمری میں نسب نامہ خاص اہمیت رکھتا ہے انجیل میں ایک طرف تو یہ لکھا ہے کہ یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ ہے نہ اسکی زندگی شروع نہ اسکی عمر کا آخر بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا (عبرانی ۷: ۳ص ۲۱۵) اس سے معلوم ہوا کہ مسیح کا کوئی نسب نامہ نہیں

لیکن متی کی انجیل ۱:۱۔۱۷ص ۵ پر مسیح کا نسب نامہ درج ہے جس میں ان کی چالیس پشتیں ہیں اور لوقا کی انجیل ۳:۲۳۔۳۸ص ۵۵ پر بھی نسب نامہ ہے دونوں میں بہت اختلاف ہے۔

زمانہ ولادت:

تمام عیسائی دنیا ۲۵ دسمبر کو عیسیٰؑ کا یوم ولادت مناتی ہے جو سخت سردی کا زمانہ ہوتا ہے مگر انجیل لوقا سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ولادت کا موسم نہیں مسیح کی پیدائش گرمیوں میں ہوئی تھی لکھا ہے اسی علاقے میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر گلہ کی نگہبانی کرتے تھے (لوقا ۲:۸ص ۵۳) حالانکہ وہ ملک نہایت سرد ملک ہے وہاں صرف جون اور جولائی دو ماہ گلے میدان میں رات گزارتے ہیں۔ دسمبر کی سردی میں بھیڑوں کا گلہ وہاں میدان میں رہے۔ اس کا تصور بھی محال ہے۔ تو جو انجیل نویس علم و عقل سے ایسے پیدل ہیں کہ وہ نہ مسیح کا صحیح نسب نامہ یاد رکھ سکے اور نہ ہی ان کا زمانہ ولادت تو مسیح کے باقی حالات میں ان پر کوئی عقل مند کیسے اعتماد کر سکتا ہے۔

غلط بیانی:

انجیل متی میں ہے کہ وہ (مسیح) ناصرۃ نام ایک شہر میں جا بسا تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا (۲:۲۳ص ۶) حالانکہ یہ عہد نامہ قدیم کی کسی کتاب میں نہیں کہ وہ ناصری کہلائے گا اگر یہ متی کا حوالہ صحیح ہے اور نبیوں کی وہ کتابیں گم ہو چکی ہیں تو تورات میں تحریف ثابت ہوئی اور اگر کسی نبی نے یہ بات نہیں کی تو متی نے سب نبیوں پر جھوٹ بولا۔

غلط پیش گوئی اور تحریف:

مسیح نے کہا کہ اس زمانہ کے بُرے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر لوقا

نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ جس طرح یوناہ تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا (متی ۱۲:۳۹۔۴۰ص ۱۶) اصل پیش گوئی میں تین رات اور تین دن تھا بقول اناجیل مسیح کو جمعہ کے دن پھانسی دی گئی ان کو ہفتہ کی رات سے لے کر پیر کا پورا دن قبر میں رہنا چاہیے تھا لیکن جب مریم اتوار کو تڑکے قبر پر گئی تو مسیح قبر میں نہ تھا اس طرح یہ پیش گوئی بالکل جھوٹی نکلی تو اب مترجمین نے تین رات اور تین دن کو تین رات دن کر دیا ایک ہفتے کی رات ایک ہفتہ کا دن ایک اتوار کی رات۔ پہلے یہ تبدیلی انجیل میں کی پھر یوناہ کی کتاب میں بھی کر دی گئی۔

دوبارہ آمد کی پیشگوئی:

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چکو گے کہ ابن آدم آجائے گا (متی ۱۰:۲۳ص ۱۳) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہو لیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہو گی آسمان اور زمین مل جائے پر میری باتیں ہرگز نہ ملیں گی (متی ۲۴:۳۴۔۳۵ص ۲۹) حواری سب شہروں میں پھر کر فوت ہو گئے صدیاں گزر گئیں ایک نسل نہیں بیسیوں نسلیں ختم ہو چکیں مگر ابن آدم نہ آیا۔

بادشاہ بننے کی پیش گوئی:

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اسکی بادشاہی میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں گے موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے (متی ۱۶:۲۸۔ص ۲۰) (مرقس ۹:۱ص ۴۲) یہ بھی پوری نہ ہوئی۔

بارہ تخت:

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر

بیٹھے گا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہو لئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھ کر بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے (متی ۱۹: ۲۸ ص ۲۳) لیکن یہوداہ مرتد ہو گیا (متی ۲۶: ۱۴) پطرس شیطان (متی ۱۶: ۲۲) اب بارہ تخت کیسے بچھیں گے اس سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی یہ پیش گوئیاں غلط ہوئیں۔ حقیقت یہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی تو کجا نبوت بلکہ ایمان بھی انجیل سے ثابت نہیں ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا رسول، کلمۃ اللہ، روح اللہ مانتے ہیں تو قرآن پاک کی تعلیمات کی وجہ سے۔

ایمان:

اسلام میں ایمان ان عقائد ونظریات کا نام ہے جن پر انسان کی دنیا وآخرت کی زندگی کی تعبیر ہوتی ہے مگر موجودہ عیسائیت میں ایمان کسی پاک نظریے کا نام نہیں بلکہ شعبدہ بازی کا نام ہے چنانچہ مسیح فرماتے ہیں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی (متی ۱۷: ۲۰ ص ۲۱) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر ایمان رکھو اور شک نہ کرو تو نہ صرف وہی کرو گے جو انجیر کے درخت کے ساتھ ہوا بلکہ اگر اس پہاڑ سے بھی کہو گے کہ تو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ تو یوں ہی ہو جائے گا۔ اور جو کچھ دعا میں ایمان کے ساتھ مانگو گے وہ سب تم کو ملے گا (متی ۲۱: ۲۱۔ ۲۲ ص ۲۵) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی اس پہاڑ سے کہے تو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ اور اپنے دل میں شک نہ کرے بلکہ یقین کرے کہ جو کہتا ہے وہ ہو جائیگا تو اسکے لئے وہی ہوگا اس لئے کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کچھ تم دعا میں مانگتے ہو یقین کرو کہ تم کو مل گیا اور وہ تم کو مل جائے گا (مرقس ۱۱: ۲۳ ص ۴۶) اور ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہوں گے وہ میرے نام سے بد روحوں کو نکالیں گے۔ نئی نئی زبانیں بولینگے، سانپوں کو اٹھالیں گے۔ اور اگر کوئی ہلاک کرنے

والی چیز بھی پی لیں گے تو انہیں کچھ ضرر نہ ہوگا اور وہ بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو وہ اچھے ہو جائیں گے (مرقس ۱۶: ۱۷۔ ۱۸ اص ۵۱) خداوند نے اپنے حواریوں سے کہا کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوتا اور تم توت کے درخت سے کہتے کہ جڑ سے اکھڑ کر سمندر میں جا لگ تو وہ تمہاری مانتا (لوقا ۱۷: ۶ ص ۷۱) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کریگا بلکہ ان سے بھی بڑھ کر کام کریگا (یوحنا ۱۴: ۱۲ اص ۹۹)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ایمان کی علامات یہ ہیں (۱) ایمان اگر رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو وہ پہاڑ سے کہے گا کہ اکھڑ کر سمندر میں جا پڑ تو وہ جائیگا، درخت کسی درخت سے کہے گا کہ اکھڑ کر سمندر میں جا لگ تو وہ جا لگے گا مگر یہ ایمان کسی میں نہیں میں نے مناظرہ میں چیلنج کیا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ ایمانی قوت سے پہاڑ یا درخت کو اکھاڑ پھینکو۔ نہیں میں نے ہوائی چپل اٹھا کر رکھ دی کہ کوئی پادری اپنی ایمانی قوت سے اس ہوائی چپل کو ایک فٹ اونچا ہوا میں معلق کر دے تو میں مان لوں گا کہ اس میں رائی کے کروڑویں حصہ کے برابر ایمان ہے لیکن کوئی پادری اتنا ایمان بھی ثابت نہ کر سکا ایمان کی یہ علامات عام عیسائیوں میں تو کجا رسولوں میں بھی نہیں پائی گئیں۔ ان عبارات کے مطابق کوئی عیسائی حواریوں کا ایمان بھی ثابت نہیں کر سکتا بلکہ کوئی عیسائی ان عبادات کے موافق عیسیٰ کا ایمان بھی ثابت نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ان کی نبوت یا خدائی ثابت کرے۔ عیسائی عقیدے کے موافق معاذ اللہ عیسیٰ تقریباً چھ گھنٹے صلیب کی لکڑی پر تڑپتے رہے اور ایلی ایلی لم شبقتنی. اے اللہ اے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا کے کفریہ نعرے لگاتے رہے اگر ان میں ایک رائی کا کروڑواں حصہ بھی ایمان ہوتا تو وہ صلیب کی لکڑی کو توڑ کر اس سے رہائی حاصل کر لیتے۔ دوسری علامت یہ ہے کہ جو ایمان لائیں گے وہ جو کہیں گے ہوگا ان کی زبان کُن کی کنجی ہوگی ادھر دعا کی ادھر قبول مگر مسیح کی آخری دعا جو بڑی عاجزی اور دلسوزی سے کی اے میرے آسمانی باپ یہ پیالہ

(صلیب کا) مجھ سے ٹل جائے مگر نہ ٹلا اور نہ ٹلا۔

(۳) وہ لوگ بغیر پڑھے ہر زبان بول سکیں گے اس سے معلوم ہوا کہ آج جو مشن سکول اور مشن کالج کھول رکھے ہیں جن میں زبان دانی کی تعلیم دی جاتی ہے یہ گویا عیسائیوں کی بے ایمانی کا اشتہار ہیں کہ ہم میں ایمان ہوتا تو بغیر سکول کالج کے ہر زبان بول سکتے ہم ایمان سے کورے ہیں اس لئے سکول کالج بناتے ہیں۔

(۴) وہ بیماروں پر صرف ہاتھ رکھ دیں گے تو ان کی ایمانی قوت سے بیمار شفایاب ہوں گے آج عیسائیوں نے دنیا بھر میں جو مشن ہسپتال کھول رکھے ہیں یہ انکی بے ایمانی کا اشتہار ہیں کہ ان میں ایمانی قوت نہیں ہے کہ وہ صرف ہاتھ رکھ کر بیماروں کو تندرست کر دیں۔

(۵) وہ زہر پی لیں گے تو ان پر اثر نہیں کرے گی میں نے مناظرہ میں پادریوں کو چیلنج دیا کہ اگر کسی میں ایمان ہے تو آؤ ثابت کرو میں زہر کا پیالہ نہیں صرف دس خواب آور گولیاں دیتا ہوں وہ یہاں بیٹھ کر کھالے دیکھو اثر کرتی ہیں یا نہیں لیکن افسوس کہ کوئی پادری اپنا ایمان ثابت کرنے کے لئے تیار نہ ہوا اب میں نے کہا کہ جب تم میں ہی ایمان نہیں ہے تو پھر تم لوگوں کو کس چیز کی دعوت دیتے ہو پہلے اپنا اور مسیح کا ایمان ثابت کرو پھر ہم سے بات کرنا۔

ناقابل عمل انجیل جس طرح ناقابل ایمان ہے یہ ناقابل عمل بھی ہے مسیح فرماتے ہیں تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرو بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا (متی ۵: ۳۸۔۴۱ ص ۸) اس سے معلوم ہوا کہ انجیل شریروں کی حامی ہے شرفاء کی نہ عزت کی حفاظت کی ضامن ہے، نہ مال کی، نہ جان کی، خدا نہ کرے اگر آج دنیا میں انجیل کا قانون نافذ کر دیا جائے تو آج کا سورج

بعد میں غروب ہوگا لیکن دنیا میں شرفاء پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ہائے خدا نے جانوروں تک کو اپنے بچاؤ کے طریقے سکھائے مدافعت کا حق دیا ہے کوئی اڑ کر اپنی جان بچالیتا ہے، کوئی تیز بھاگ کر، کوئی نکیلی دانتوں سے اپنی مدافعت کر لیتا ہے، کوئی سینگوں سے، کوئی ڈنگ چلا کر مگر عیسائی کو انجیل نے جانوروں سے بھی بدتر کر کے رکھ دیا۔کوئی دشمن عیسائی ملک ایک صوبہ چھین لے تو عیسائی کو اسے واپس لینے کا حق نہیں بلکہ یہ حکم ہے کہ دوسرا صوبہ بھی اس کو دے دو اگر چور کسی عیسائی کے ایک کمرے کا سامان لے جائے، ایک کار چوری کرے تو عیسائی کو اس کے واپس لینے کا حق نہیں بلکہ حکم ہے کہ دوسرے کمرے کا سامان اور دوسری کار بھی اس کے حوالے کر دو اگر کوئی شخص کسی پادری کی ایک لڑکی کو اغوا کر کے لے جائے تو اسے یہ حق نہیں کہ اس کی بازیابی کی کوشش کرے بلکہ اسے حکم ہے کہ دوسری بھی اس کو دے دے اسی مجبوری سے تنگ آ کر عیسائیوں کو انجیل کے خلاف قانون بنانا پڑا کہ سیاست کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

لعنت ہی لعنت:

پولوس لکھتا ہے کہ شریعت کو ایمان سے کوئی واسطہ نہیں مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا (گلتیوں ۳:۱۳ص ۱۸۰) جن کا خدا بھی معاذ اللہ لعنتی ہو اس کے بندے کس طرح لعنت سے بچ سکتے ہیں ان بے چاروں کی قسمت میں لعنت ہی لعنت ہے اگر یہ شریعت پر عمل کرتے ہوئے بہن اور بیٹی سے نکاح نہ کریں تو انجیل ان کو لعنتی کہتی ہے۔اور اگر بہن اور بیٹی سے نکاح کریں تو ساری دنیا ان کو لعنتی کہتی ہے۔

عقیدہ تثلیث:

خدا کے سارے نبی عیسیٰ ؑ سمیت خدا کی توحید سکھانے آئے تھے مگر سب نبیوں کے خلاف عیسائیوں نے تثلیث کا عقیدہ گھڑ لیا ان کا کہنا ہے کہ ایک خدا باپ ہے دوسرا خدا بیٹا جو باپ سے صادر ہوا اور تیسرا خدا روح القدس جو باپ بیٹا دونوں سے ہوا۔یہ تین الگ الگ

تشخصات ہیں لیکن پھر تینوں مل کر ایک ہیں ان میں وحدت بھی حقیقی ہے اور کثرت بھی حقیقی ہے یہ ایک لاینحل معمہ ہے۔

خدا کا باپ:

ا۔ شکل وصورت اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا خدا کی صورت پر اسکو پیدا کیا اور نر و مادی ان کو پیدا کیا (پیدائش ا۔۲۷) اور خداوند خدا نے کہا کہ دیکھو انسان نیک دید کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا (پیدائش ۳:۲۲) تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا۔ اور خداوند نے کہا کہ میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا روئے زمین سے مٹا ڈالوں گا۔ انسان سے لے کر حیوان اور رینگنے والے جاندار اور ہوا کے پرندوں تک کیونکہ میں ان کے بنانے سے ملول ہوں (پیدائش ۶:۶۔۷) انہوں نے خداوند خدا کی آواز جو ٹھنڈے وقت باغ میں پھرتا تھا سنی اور آدم اور اسکی بیوی نے آپ کو خداوند خدا کے حضور سے باغ کے درختوں میں چھپایا تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا کہ تو کہاں ہے (پیدائش ۳:۸۔۹) خداوند اس شہر اور برج کو جسے بنی آدم بنانے لگے دیکھنے کو اترا (پیدائش ۱۱۔۵) پھر خداوند نے فرمایا سدوم اور عمودہ کا شور بڑھ گیا اور ان کا جرم نہایت سنگین ہو گیا اس لئے میں اب جا کر دیکھوں گا کہ انہوں نے سراسر ایسا ہی کیا ہے جیسا شور میرے کان تک پہنچا ہے اور اگر نہیں کیا تو میں معلوم کر لوں گا (پیدائش ۱۸: ۲۰۔۲۱) یعقوب اکیلا رہ گیا اور پو پھٹنے کے وقت تک ایک شخص وہاں اس سے کشتی لڑتا رہا جب اس نے دیکھا کہ وہ اس پر غالب نہیں ہوتا تو اسکی ران کے اندر کی طرف سے چھوا اور یعقوب کے ران کی نس اس کے ساتھ کشتی کرنے میں چڑھ گئی۔ اور اس نے کہا مجھے جانے دے کیونکہ پو پھٹ چکی ہے (یعنی سویرا ہو گیا) یعقوب نے کہا جب تک تو مجھے برکت نہ دے میں تجھے جانے نہیں دوں گا۔ تب اس نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے اس نے جواب دیا یعقوب

اس نے کہا تیرا نام آگے کو یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہوگا کیونکہ تو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا (پیدائش ۳۲:۲۴۔۲۸) سو خداوند خدا یہوداہ کے ساتھ تھا سو اس نے کوہستانیوں کو نکال دیا، لیکن وادی کے باشندوں کو نہ نکال سکا، کیونکہ ان کے پاس لوہے کے رتھ تھے (قضاۃ ۱:۱۹) جو خدا رتھ والوں سے عاجز آگیا۔ ایٹم بم والوں کا مقابلہ کیسے کرے گا۔ اسی روز خداوند اس استرے سے جو دریائے فرات کے پار سے کرایہ پر لیا یعنی اسور کے بادشاہ سے۔ سر اور پاؤں کے بال مونڈے گا۔ اور اس سے داڑھی بھی کھرچی جائے گی (یسعیاہ ۷:۲۰) میں بہت مدت سے چپ رہا میں خاموش ہو رہا اور ضبط کرتا رہا۔ پر اب میں دردزہ والی کی طرح چلاؤں گا میں ہانپوں گا اور زور زور سے سانس لوں گا میں پہاڑوں اور ٹیلوں کو ویران کر ڈالوں گا اور انکے سبزہ زاروں کو خشک کروں گا (یسعیاہ ۴۲:۱۳۔۱۴) تب میں نے کہا افسوس اے خداوند خدا! یقیناً تو نے ان لوگوں اور یروشلم کو یہ کہہ کر دفا دی کہ تم سلامت رہو گے حالانکہ تلوار جان تک پہنچ گئی ہے (یرمیاہ ۴:۱۰) خدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے اور خدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے (ا۔ کرنتھ ۱:۲۵)

خدا باپ کا خاندان۔ بیویاں:

اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد دو عورتیں ایک ہی ماں کی بیٹیاں تھیں انہوں نے مصر میں بدکاری کی وہ اپنی جوانی میں بدکار بنیں۔ وہاں ان کی چھاتیاں مل گئیں وہیں انکی دوشیزگی کے پستان مسلے گئے ان میں سے بڑی کا نام اہولہ اور اسکی بہن کا نام اہولیبہ تھا وہ دونوں میری ہوگئیں ان سے بیٹے بیٹیاں پیدا ہوئے اہولہ جب کہ وہ میری تھی بدکاری کرنے لگی جوانی میں وہ اس سے ہم آغوش ہوئے اور انہوں نے اسکے دوشیزگی کے پستانوں کو مسلا اور اپنی بدکاری اس پر انڈیل دی اہولیبہ جو اسکی بہن تھی وہ شہوت پرستی میں اس سے بدتر ہوئی۔ اور اس نے اپنی بہن سے بڑھ کر بدکاری کی، اہل بابل اس کے پاس آکر عشق

کے بستر پر چڑھے اور انہوں نے اس سے بدکاری کر کے اسے آلودہ کیا تب اس کی بدکاری علانیہ ہوئی اور اسکی برہنگی بے ستر ہوگئی سو وہ اپنے ان یاروں پر مرنے لگی جن کا بدن گدھوں کا سا بدن اور جن کا انزال گھوڑوں کا سا انزال تھا (حزقیل باب ۲۳ ملخصاً)

خدا کا بیوی سے خطاب:

اے امیرزادی تیرے پاؤں جوتیوں میں کیسے خوبصورت ہیں۔ تیرے رانوں کی گولائی ان زیوروں کی مانند ہے جو کسی استاد کاریگر نے بنایا ہو تیری ناف گول پیالہ ہے جس میں ملائی ہوئی مے کی کمی نہیں۔ تیرا پیٹ گیہوں کا انبار ہے جس کے گرداگرد سوسن ہوں۔ تیری دونوں چھاتیاں دو آہو بچے ہیں جو توام پیدا ہوئے ہوں تیری گردن ہاتھی دانت کا برج ہے تیری آنکھیں حسبون کے چشمے ہیں، تیری ناک لبنان کے برج کی مثال ہے تیرا سر تجھ پر کرمل کی مانند ہے اور تیرے سر کے بال ارغوانی ہیں بادشاہ تیری زلفوں میں اسیر ہے اے محبوبہ عیش و عشرت کیلئے تو کیسی جمیلہ اور جانفزا ہے، تیری قامت کھجور کی مانند ہے تیری چھاتیاں انگور کے گچھے ہیں میں نے کہا میں اس کھجور پر چڑھوں گا اور اسکی شاخوں کو پکڑوں گا تیری چھاتیاں انگور کے گچھے ہیں تیرے سانس کی خوشبو سیب کی سی ہے تیرا منہ بہترین شراب کی مانند ہے (غزل الغزلات ۷:۱۔۹)۔

طلاق نامہ:

خداوند یوں فرماتا ہے کہ تیری ماں کا طلاق نامہ جسے لکھ کر میں نے اسے چھوڑ دیا کہاں ہے (یسعیاہ ۵۰:۱)

طلاق:

پھر میں نے دیکھا کہ برگشتہ اسرائیل کی زناکاری کے سبب سے میں نے اسے

طلاق دے دی اور طلاق نامہ لکھ دیا تو بھی اسکی بے وفا بہن نہ ڈری اور اس نے بدکاری کی (یرمیاہ ۳:۸)

خدا کی بہن۔اور ہماری ایک چھوٹی بہن ہے ابھی اسکی چھاتیاں نہیں اٹھیں جس دن اس کی بات چلے ہم اپنی بہن کے لئے کیا کریں اگر وہ دیوار ہو تو ہم اس پر چاندی کا برج بنائیں گے اور اگر وہ دروازہ ہو تو ہم اس پر دیوار کے تختے لگائیں گے میں دیوار ہوں اور میری چھاتیاں برج ہیں (غزل الغزلات ۸:۸۔۹)

خدا کے بیٹے:

آدم خدا کا بیٹا (لوقا ۳:۸) اس کے سبب سے زمین لعنتی ہوئی (پیدائش ۳:۱۷) اسرائیل پہلوٹھا (خروج ۴:۲۲) اس نے خدا سے کشتی لڑی میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پہلوٹھا ہے (یرمیاہ ۳۱:۲۰)

خدا کا بیٹوں سے خطاب:

سن اے آسمان اور کان لگا اے زمین کے خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں نے لڑکوں کو پالا اور پوسا پر انہوں نے مجھ سے سرکشی کی، بیل اپنے مالک کو پہچانتا ہے اور گدھا اپنے صاحب کی چرنی کو لیکن بنی اسرائیل نہیں جانتے میرے لوگ کچھ نہیں سوچتے آہ خطا کار گروہ بدکرداری سے لدی ہوئی قوم بدکرداروں کی نسل مکار اولاد جنہوں نے خداوند کو ترک کیا اسرائیل کے قدوس کو حقیر جانا اور گمراہ و برگشتہ ہو گئے (یسعیاہ ۱:۲۔۴) خداوند فرماتا ہے ان باغی لڑکوں پر افسوس جو ایسی تدبیر کرتے ہیں جو میری طرف سے نہیں اور عہد و پیمان کرتے ہیں جو میری روح کی ہدایت سے نہیں تا کہ گناہ پر گناہ کریں (یسعیاہ ۳۰:۱)

خدا بیٹا:

خدا باپ سے تو آپ کا مختصر تعارف ہوا آیئے ذرا خدا بیٹے کو بھی پہچانئے۔متی نے

انجیل کی ابتدا خدا بیٹے کے نسب نامے سے کی ہے۔اس مقدس خاندان کے تعارف میں ہے اور یہوداہ سے فارض اور زارح تمر سے پیدا ہوئے پیدائش ۳۸:۷۔۳۰ پر اس کا پورا قصہ ہے کہ یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے زنا کیا اور اس زنا سے جناب مسیح کے جدامجد وجود میں آئے اور داؤد سے سلیمان اسی عورت سے پیدا ہوا جو پہلے اوریاہ کی بیوی تھی (یعنی جس کے خاوند کو داؤد نے قتل کرایا اور اس کی بیوی سے زنا کیا) یہ خدا بیٹے کے دوسرے جدامجد ہیں اور بوغر سے عوبید روت سے پیدا ہوا یہ روت ایک کنجری تھی خدا بیٹے کے نسب نامہ کو اس نے بھی منور کیا ہے خدا بیٹا ماں کے پیٹ میں (متی ۱:۱۸۔۲۱) خدا بیٹے کی پیدائش (لوقا ۲:۴۔۸) خدا بیٹے کا ختنہ (لوقا ۲:۲۱) خدا کو بھوک لگی (متی ۴:۲) خدا نے پانی مانگا (یوحنا ۴:۷) خدا سو گیا (متی ۸:۲۴) خدا کا کھانا پینا (متی ۹۔۱۰) اعمال (۱۰۔۴۱) خدا نیک نہ تھا (مرقس ۱۰:۱۸، لوقا ۱۸:۱۹) خدا کی سواری گدھا (متی ۲۱:۱۵) خدا کے سر پر عطر (لوقا ۷:۳۷) خدا کی قیمت ۳۰ کھوٹے روپے (متی ۲۶:۱۴۔۱۵) خدا کی گرفتاری اور طمانچے (متی ۲۶:۶۷) خدا کو ننگا کیا گیا (متی ۲۷:۲۷۔۳۱) آخر خدا بیٹے کو سولی پر مار دیا گیا۔

خدا روح القدس۔ تیرا خدا روح القدس ہے اسکی زیادہ تفصیلات معلوم نہیں اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک دفعہ کبوتر کی شکل میں آسمان سے نازل ہوا تھا۔اس کے بعد آج تک پتہ نہیں چلا غالباً کوئی بلی کھا گئی ہے یہ ہیں عیسائیوں کے تین خدا۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ. خدا تعالیٰ کی طرف سے جتنے پیغمبر بھی آئے وہ ایک ہی پیغام لائے اور وہ تھا پیغام توحید مگر عیسائیت نے سب دینوں کے خلاف ایک نیا عقیدہ گھڑ لیا جس کی تائید نہ عقل کرتی ہے اور نہ نقل بلکہ عقل اور نقل دونوں اس عقیدہ کو باطل قرار دیتی ہیں دنیا میں جتنے بھی نظریات ہیں وہ تین ہی قسم کے ہیں واجب، محال اور ممکن۔ واجبات وہ نظریات ہیں جن کو عقل لازم جانے جیسے دو اور دو چار ہوتے ہیں چار

جفت اور تین طاق ہے،کل جزء سے بڑا ہوتا ہے۔محال وہ ہے جس کے خلاف عقل اور باطل محض ہونے پر عقل دلالت کرے جیسے ۱=۳ جزء بڑا ہے کل سے جیسے اندھیرا روشنی کو کہتے ہیں وغیرہ۔اور ممکن اسے کہتے ہیں جس کو نہ عقل لازم جانے نہ اسکے باطل ہونے کی دلیل دے مثلاً فلاں مکان کتنی دور ہے،فلاں کی عمر کتنی ہے اس کا عقل کوئی فیصلہ نہیں کرسکتی اس کی تعیین خبر صادق سے ہی ہوگی اور نقلیات کی ضرورت ممکنات ہی کے لئے ہوتی ہے۔دلیل عقلی کے خلاف اگر ایک جہان بھی نقلی دلائل کا ہوتو وہ مردود ہے دیکھو اگر ہزار حاجی صاحبان بھی کہیں کہ ایک = تین تو کوئی اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں بلکہ اگر کسی کتاب میں ایسی بے عقلی کی باتیں ہوں تو وہ کتاب خود غلط قرار دی جائے گی سراپا محتاج انسان جو اپنے وجود اور اپنی بقا میں ہر وقت محتاج ہے اس کا خدا ہونا قطعاً محال ہے عجیب بات ہے کہ عیسائی کوشلیا کے بیٹے رام چندر اور کودکی کے بیٹے کرشن جی مہاراج کو تو خدا نہیں مانتے۔فرعون اور نمرود کے دعویٰ خدائی کو محال کہتے ہیں لیکن مریم کے بیٹے عیسیٰ کو خدا مانتے ہیں۔آدم کا نہ باپ،نہ ماں۔ان کا خدا ہونا محال جانتے ہیں اسی طرح یہ محالات سے ہے اونٹ سے بکری پیدا ہو بھینس سے کوا، کیکر کو آم لگیں اور انار کے درخت کو انسان اسی طرح یہ محال ہے کہ خدا کا بیٹا انسان ہو یا اور کوئی مخلوق ہو۔حضرت مولانا نانوتوی نے مباحثہ شاہجہانپور میں فرمایا کہ جس طرح وجود اور عدم کا اجتماع محال ہے ایسے ہی وحدت کے سامنے کثرت کا گزر محالات سے ہے اکبر نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

بھولتا جاتا ہے یورپ آسمانی باپ کو
بس خدا سمجھا ہے اب وہ برق کو اور بھاپ کو

ایک دن اکبر ایک عیسائی افسر کے پاس بیٹھے تھے تین بجے کا وقت ہوا تو کلاک نے تین گھنٹیاں بجائی تھیں،اس نے تین کی بجائے ایک گھنٹی بجائی اکبر نے فوراً فرمایا ؎

تثلیث کے قائل نے کہا مجھ سے خدا ایک
تھی تین پہ سوئی میری، ہیبت سے بجا ایک

انگریز نے کہا اکبر صاحب یہ کلاک تو خراب ہے آپ نے پوچھا اس کے خراب ہونے کی کیا دلیل ہے اس نے کہا یہی کہ یہ تین کو ایک کہتا ہے اکبر نے کہا پھر وہ مذہب بھی خراب اور غلط ہے جو تین کو ایک اور ایک کو تین کہتا ہے **فبھت الذی کفر**. عیسائیوں کا بنیادی عقیدہ باپ، بیٹا، روح القدس تینوں الگ الگ اقانیم یعنی تشخصات (Personality) ہیں اور پھر تینوں ایک ہیں یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی کہے آگ، پانی، مٹی، الگ ایک تشخصات ہیں مگر حقیقت میں ایک ہیں۔ پطرس پولوس، یوحنا تینوں الگ الگ تشخصات ہیں مگر حقیقت میں ایک ہیں، ہاں وحدت حقیقی ہو تو کثرت اعتباری ہوتی ہے، پولوس کسی کا باپ ہے، کسی کا بیٹا، کسی کا استاد، کسی کا شاگرد وغیرہ، مگر تشخص ایک ہی تین اقانیم کو ملانے سے ترکیب لازم آئے گی جو لازمہ حدوث ہے اور حادث خدا نہیں ان تینوں اقانیم میں مابہ الاشتراک کیا کیا ہے اور مابہ الامتیاز کیا کیا ہیں جو ایک میں مابہ الامتیاز ہے اس خوبی سے دوسرا اقنوم خالی ہے تو اس میں نقص لازم آیا۔

عہد نامہ قدیم میں توحید:

(۱) تو جانے کہ خداوند ہی خدا ہے اور اسکے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں (استثناء ۴: ۳۵) (۲) پس آج کے دن تو جان لے اور اپنے دل میں جمالے کہ اوپر آسمان میں اور نیچے زمین پر خداوند ہی خدا ہے اور کوئی دوسرا نہیں (استثناء ۴: ۳۹) (۳) تو خداوند اپنے خدا کا خوف ماننا اور اسی کی عبادت کرنا اور اسی کے نام کی قسم کھانا تم اور معبودوں کی یعنی ان قوموں کے معبودوں کی کہ جو تمہارے آس پاس رہتی ہیں پیروی نہ کرنا (استثناء ۶: ۱۳۔۱۴) (۴) سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے تو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خداوند اپنے خدا سے محبت رکھ (استثناء ۶: ۴۔۵) (۵) یارب معبودوں

میں تجھ سا کوئی نہیں اور تیری صفتیں بے مثال ہیں یا رب سب قومیں جن کو تو نے بنایا آکر تیرے حضور سجدہ کریں گی اور تیرے نام کی تمجید کریں گی کیونکہ تو بزرگ ہے اور عجیب وغریب کام کرتا ہے تو ہی واحد خدا ہے (زبور ۸۶) (۶) خداوند اسرائیل کا بادشاہ یوں فرماتا ہے کہ میں ہی اول اور میں ہی آخر ہوں میرے سوا کوئی خدا نہیں (یسعیاہ ۴۴:۶) (۷) میں خداوند سب کا خالق ہوں میں ہی اکیلا آسمان کو تاننے اور زمین کو بچھانے والا ہوں، کون میرا شریک ہے؟ (یسعیاہ ۴۴:۲۴) (۸) میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں میرے سوا، کوئی خدا نہیں میں نے تیری کمر باندھی اگرچہ تو نے مجھے نہ پہچانا۔ تاکہ مشرق سے مغرب تک لوگ جان لیں کہ میرے سوا کوئی نہیں، میں ہی خداوند ہوں میرے سوا کوئی دوسرا نہیں، میں ہی روشنی کا موجد اور تاریکی کا خالق ہوں، میں سلامتی کا بانی اور بلا کو پیدا کرنے والا ہوں میں ہی خداوند سب کچھ کرنے والا ہوں (یسعیاہ ۴۵:۵۔۷) (۹) تب تم جانو گے کہ میں اسرائیل کے درمیان ہوں اور میں خداوند تمہارا خدا ہوں اور کوئی دوسرا نہیں اور میرے لوگ کبھی شرمندہ نہ ہوں گے (یوایل ۲:۲۷) (۱۰) کیونکہ میں خداوند لاتبدیل ہوں اس لئے اے بنی یعقوب تم نیست نہیں ہوئے (ملاکی ۳۔۶)

عہد عتیق میں اور بھی عبارات ہیں اس جگہ صرف دس عبارات جو مسئلہ توحید میں نہایت محکم ہیں پیش کی گئی ہیں اور پورے عہد عتیق میں ایک عبارت بھی عیسائی عقیدہ تثلیث پر صراحۃً دال نہیں جن عبارات سے آج عیسائی تثلیث کشید کر رہے ہیں، ان عبارات کا مطلب محافظین تورات یعنی یہودی ربیوں میں سے کسی نے یہ بیان نہیں کیا۔

(۱) ایک لفظ الوہیم ہے یہ لفظ جناب اور آقا کے معنی میں آتا ہے اور احترام کے لئے قابل احترام بزرگوں کے لئے بصیغہ جمع میں ذکر کر دیتے ہیں جیسے آپ اپنے باپ کو ادبا کہتے ہیں کہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے اس کا کوئی یہ مطلب نہیں سمجھتا کہ آپ کے کم از کم تین حقیقی باپ ہیں اور آپکی والدہ محترمہ کے بیک وقت تین حقیقی خاوند ہیں عبرانی میں یہوداہ اسم

معرفہ ہے اور الوہیم اسم نکرہ جس طرح اللہ تعالیٰ الرؤف الرحیم ہیں مگر حضور کو رؤف و رحیم کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ السمیع البصیر ہیں مگر ہر انسان کو سمیعا بصیرا کہا گیا ہے۔

(۲) اپنی شبیہ پر علیٰ صورتہ (پیدائش ۱۔۲۶) اس فقرے سے کبھی کسی ربّی نے تثلیث مراد نہیں لی اس کا صحیح ترجمہ ویمر الوہم۔نسہ۔آدم اور حکم کیا خدا نے بنادیں ہم آدم کو۔

(۳) ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا (پیدائش ۳:۲۳) ہماری مانند ہو گیا (تکوین ۳:۲۳) صحیح ترجمہ: اور کہا خدائے معبود نے اب آدم ہو گیا یکتا ان میں سے (حیوانوں میں سے) بسبب جاننے بھلائی اور برائی کے (پ ۳:۲۳) چنانچہ یہودی مفسر ربی شمعون نے اسکی تفسیر یوں لکھی ہے، خدا نے کہا دیکھو وہ یکتا ہے نیچے والوں میں جیسا کہ میں یکتا ہوں اوپر والوں میں اور کیا ہے اسکی یکتائی جاننا نیک و بد کا۔ص ۳۶۳۔

عہد جدید نمبرا:

اور فقیہوں میں سے ایک نے ان کو بحث کرتے سن کر جان لیا کہ اس نے ان کو خوب جواب دیا ہے وہ پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ سب حکموں میں اول کونسا ہے؟ یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ اور دوسرا یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں فقیہ نے اس سے کہا اے استاد بہت خوب تو نے سچ کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں اور اس سے سارے دل ساری عقل اور ساری طاقت سے محبت رکھنا اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھنا سب سوختنی[1] قربانیوں اور ذبیحوں سے بڑھ کر ہے جب یسوع نے دیکھا کہ اس نے دانائی سے جواب دیا تو اس سے کہا تو خدا کی بادشاہی سے دور نہیں اور پھر کسی نے اس کے سوال کرنے کی اجرت نہ کی (مرقس ۱۲:۲۸۔۳۴)

[1] ان کے مذہب میں قربانی جلائی جاتی ہے یعنی اس کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔

نمبر۲ حضرت عیسیٰ ؑ نے اپنی تعلیم کو قوم کے سامنے ان الفاظ سے پیش فرمایا اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے مانیں (یوحنا۱۷:۳) انجیل میں بھی حضرت عیسیٰ ؑ کے کلام سے عقیدہ توحید محکم عبارات سے ثابت ہے اور حضرت عیسیٰ کا انسان ہونا، کھانا، پینا، سونا بھی محکمات سے ثابت ہے ان کے مقابلہ میں متشابہات کو پیش کرنا ہی زیغ قلبی کی دلیل ہے (مناظرہ نجران اور آل عمران، درمنثور) پادری سکاٹ نے حضرت نانوتوی سے فرمایا کہ عیسیٰ کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک الوہیت کی، ایک انسانیت کی۔ یہ کھانا پینا حالت انسانیت سے متعلق ہے نہ کہ الوہیت سے حضرت نے فرمایا دیکھو آپکی قمیص اور شلوار، یہ ایک حیثیت سے کپڑا ہے ایک حیثیت سے شلوار اگر اس کو گندگی لگ جائے تو دونوں حیثیتوں سے ہی اسکو گندہ کہا جائے گا کوئی یہ نہ کہے گا کہ کپڑے کی حیثیت سے تو یہ ناپاک ہے اور قمیص کی حیثیت سے یہ بالکل پاک بلکہ پاک کنندہ ہے جناب مسیح نے اپنے آپ کو ابن آدم کہا (لوقا۱۷:۳۰) ابن اللہ کہا (متی۳:۱۷) مسیح کہا (یوحنا۴:۲۵۔۲۶) ہادی متی۲۳:۱۰ نبی یوحنا۴:۱۹) لیکن اللہ کبھی نہیں کہا۔

جمع اور ضرب:

باپ، بیٹا اور روح القدس ۱+۱+۱=۱ پادری نے جمع کو ضرب سے بدل دیا ۱×۱×۱=۱ کئی اشخاص کو ایک جگہ جمع تو ساری دنیا کرتی ہے مگر اُن اشخاص کو آپس میں ضرب دینا اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ کی مثال ہے۔ تعدد اشخاص اور رضا واحد و اللّٰہ ورسولہٗ احق ان یرضوہ. حقیقی وحدت اور صفات کی کثرت۔ ہر ذرہ کا طول، عرض، عمق ہے۔ زید حافظ، قاری، عالم، ایم. این. اے، کارخانہ دار، مگر تشخص ایک۔

تثلیث فی التوحید:

تثلیث فی التوحید کا لفظ نہ کبھی مسیح ؑ کی زبان پر آیا، نہ خدا کی زبان پر، نہ روح

القدس کی زبان پر اور نہ ہی کسی حواری کی زبان پر آیا۔ ہر انسان عناصر اربعہ آگ، مٹی، پانی، ہوا سے مرکب ہے تو تربیع فی التوحید بھی ثابت ہو جائے گی یا نہیں۔ مولوی حقیقی کا حوالہ عبرانی ۱-۵ پر ہے۔ قرآن پاک نے صراحۃً اس عقیدے کی تردید فرمائی ہے (النساء: ۱۷۱ المائدہ: ۷۲-۷۳ مع تفسیر عثمانی)

روح اللہ:

وسخرلکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعًا منه (الجاثیہ ۱۳) **ونفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین** (الحجر: ۲۹) **قل الروح من امرِ ربی** (بنی اسرائیل: ۸۵) روح امر ربی ہے، روح کو خدا نے اَمر سے پیدا فرمایا۔ آدم خدا کا تھا (لوقا ۳: ۳۸) سالم بے باپ بے ماں بے نسب نامہ (عبرانی ۷: ۳) **بضلی ایل روح اللّٰہ** خروج ۳۱: ۳ + ۳۵: ۳۱ الیشبع روح سے معمور ہوئی (لوقا ۱: ۴۱) میں اپنی روح تم میں ڈالوں گا اور تم زندہ ہو جاؤ گے (خرقی ایل ۳۷: ۱۴) میں اُس میں بسوں گا اور اُن میں چلوں گا بھی۔ ۲-کرنتھ ۶: ۱۶ اور سب کا خدا اور باپ ایک ہی ہے جو سب کے اوپر ہے اور سب کے درمیان اور سب کے اندر ہے (افسی ۴: ۶) کیا تم نہیں جانتے کہ تم خدا کے مقدس ہو اور خدا کی روح تم میں بسی ہوئی ہے۔ (۱-کرنتھ ۳: ۱۶) پولوس کہتا ہے "اور میں سمجھتا ہوں کہ خدا کی روح مجھ میں بھی ہے (۱-کرنتھ ۷: ۴۰) کلمہ سے مراد کن یٰسٓ ۸۵) **واللّٰہ ورسوله احق ان یرضوہ**۔

لطیفہ:

تین ہندو بچے تین خدا ہیں۔ ایک کو پھانسی ہوگئی، اب دو ہیں۔ جب ایک کو پھانسی ہوگئی تو اب نہ تین رہے نہ ایک۔ ہم خدا سے خالی۔

مسئلہ کفارہ...... بنیاد:

آدم علیہ السلام نے گناہ کیا۔ وہ گناہ انسان کی فطرت بن گیا۔ ہر انسان پیدا ہی گنہگار ہوتا ہے مثل پیشاب، پاخانہ۔ اب توبہ کے سمندر بھی اُسے پاک نہیں کر سکتے۔ اب

سب کو جہنم میں ڈالا جائے تو صفت رحم کے خلاف ہے۔ سب کو معاف کر دیا جائے تو صفت عدل کے خلاف ہے۔ اب سب گناہ ایک بے گناہ پر لادے گئے۔ اُس بے گناہ کو دوسروں کے گناہ کے عوض سولی پر لگایا گیا۔ تین دن جہنم میں جلایا گیا۔ جو ضامن نہیں بننا چاہتا تھا اُس کو زبردستی ضامن بنایا گیا۔ ضامن سے کروڑویں حصہ سے بھی کم وصول کر کے بری کیا گیا۔ یہ رحم اور عدل کا عجیب امتزاج ہے۔

لطیفہ: چور اور بادشاہ کا، جو گناہ ابھی تک نہیں ہوئے۔ لطیفہ ہندو کے استنجاء کا۔ گنہگار ہونا (عبرانی ۱۰:۴) چونکہ گناہ انسان سے سرزد ہوا اِسی لیے اس کا فدیہ بھی صرف انسان ہی دے سکتا تھا۔ (عبرانی ۱۰:۴) مسیح کی پیدائش کفارہ کے لئے (گلتی ۴:۴-۷، رومی ۸:۳-۴) (۲-کرنتھ ۵:۲۱) قاموس الکتاب ص ۲۳۸۔

پہلی بات:

کیا ہر انسان گنہگار پیدا ہوا۔ (۱) نوح: مرد راست باز اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں بے عیب تھا اور نوح خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا (پیدائش ۶:۹) (۲) ایوب نام کا ایک شخص تھا۔ وہ شخص کامل راست باز تھا اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا۔ (ایوب ۱:۱) حضرت زکریا اور ان کی بیوی ایشبع کے بارہ میں لکھتا ہے: ''اور وہ دونوں خدا کے حضور راست باز اور خداوند کے سب احکام وقوانین پر بے عیب چلنے والے تھے (لوقا ۱:۶) اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرشتہ نے حضرت زکریا کو حضرت یحییٰ کی پیدائش مبارکہ کے بارہ میں فرمایا کہ ''وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا اور ہرگز نہ مے پیے گا نہ شراب پیے گا اور اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھر جائے گا (لوقا ۱:۱۵) یہ بات خوب یاد رکھنی چاہئے کہ فرشتہ نے جب مریم کو عیسیٰ کی پیدائش کی بشادت دی تو حضرت عیسیٰ کے بارہ میں فرمایا کہ وہ ماں کے پیٹ سے ہی روح القدس سے بھر جائے گا۔ یہ نوح، ایوب، زکریا، ایشبع، یحییٰ پاک اور معصوم تھے۔ اسی طرح سب نبی بھی پاک تھے (لوقا ۱:۷۰، اعمال ۳:۲۱)

دوسری بات:

کہ مسیح بھی معصوم ہے۔ پھر انسان کیونکر خدا کے حضور راست ٹھہر سکتا ہے یا وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیونکر پاک ہو سکتا ہے (ایوب ۲۵:۴) یسوع نے اُس سے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے۔ کوئی نیک نہیں مگر ایک، یعنی خدا (مرقس ۱۰:۱۸) اور یسوع بپتسمہ لے کر فی الفور پانی کے پاس سے اوپر گیا (متی ۳:۱۶) بپتسمہ صرف گنہگاروں کو دیا جاتا ہے (مرقس ۱:۴) اپنی والدہ ماجدہ سے بد خلقی کا مظاہرہ (متی ۱۲:۴۶-۵۰) اپنی امی جان کی توہین (یوحنا ۲:۴) بدچلن عورت کی نازیبا حرکتوں کی تعریف (لوقا ۷:۳۷) مسیحؑ نے فرمایا بنی اسرائیل کے سوا سب انسان کتے اور سور ہیں (مرقس ۷:۲۷) یعنی اُس نے اپنے بیٹے کو گناہ آلود جسم کی صورت میں اور گناہ کی قربانی کے لئے بھیج کر جسم میں گناہ کی سزا کا حکم دیا (رومیوں ۸:۳) کیا اس کا معنی معصوم ہونا ہے۔ (۳) جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اُٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ، صادق کی صداقت اُسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لئے (خرقی ۱۸:۲۰،۴) (۴) مسیحؑ کو گرفتار نہ کر سکے (یوحنا ۷:۳۲-۳۷+۱۳:۳۱-۳۳) (المائدہ ۱۱۰، النساء: ۵۸)

توبہ کی قبولیت کا ذکر:

(خرقی ایل ۱۸:۲۱،۲۲،۳۰،۳۱)

کفارہ:

آدمی کی جان کا کفارہ اس کا مال ہے (امثال ۱۳:۸) قربانی کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ پر قربان کیا جائے نہ کہ اعلیٰ کو ادنیٰ پر (المائدہ: ۴۵،۸۹،۹۵)

حضرت آدمؑ کا واقعہ دانہ کھانے کا ''پیدائش ۳:۱-۱۹'' پر ہے۔ وہاں جو سزائیں مذکور ہیں وہ اب بھی جاری ہیں۔ عورت کو دردزہ، سانپوں میں زہر، مرد مشقت سے کمائے گا، زمین کانٹے اُگائے گی۔ تو کفارہ کا اثر کیا ہوا۔ نہ گناہ آدمؑ، نہ ہی صلیب مسیح ثابت ہے۔

اہلِ حدیث کے نام کھلا خط

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم:

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم. اما بعد:

برادرانِ اسلام! یہ ایک واضح تاریخی حقیقت ہے کہ اس کفرستان ہند و پاک میں اسلام لانے والے اہل سنت والجماعت حنفی ہیں اور نماز سکھانے کا سہرا بھی ان کے سر ہی ہے، لیکن تقریباً بارہ سال بعد پیدا ہونے والے فرقۂ غیر مقلدین نے شور مچا دیا کہ اہلِ سنت والجماعت کا اسلام بھی معاذ اللہ غلط ہے اور نماز بھی غلط ہے۔ گویا پوتے کے ختنہ پر یہ بحث چھڑ گئی کہ دادا کا نکاح تھا یا نہیں؟ گویا پاک و ہند کی تاریخ میں جس قدر اولیاء اللہ، فقہاء کرام، محدثین عظام، سلاطینِ اسلام اور عوام اہلِ اسلام گزرے ہیں وہ نہ مسلمان تھے نہ اُن کی نماز صحیح تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ اہلِ سنت والجماعت قرآن، سنت، اجماع اور قیاس، چار دلیلیں مانتے ہیں۔ ان چار میں سے یہ آخری دونوں اجماع اور قیاس کو چھوڑ دیں تو ان کا اسلام بھی درست ہو جائے گا اور نماز بھی۔ اہلِ سنت والجماعت کہتے ہیں کہ تم صرف قرآن و حدیث کا نام لیتے ہو اور ہم بھی پہلے اور دوسرے نمبر پر اِن کو ہی مانتے ہیں۔ یعنی ہم آپ سے کوئی دلیل چھڑوانا نہیں چاہتے اور آپ ہم سے دو دلیلیں چھڑانا چاہتے ہیں۔ اہلِ سنت والجماعت ضد نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ جن مسائل میں بوجہ ضرورت اجماع اور قیاس کو مانتے ہیں اُن مسائل کا حل بھی صرف قرآن وحدیث سے دِکھا دیں تو ہم اجماع اور قیاس چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ آپ سے ہم نے کچھ چھڑوانا نہیں۔ اس لئے آپ کو سوالات کا حق نہیں ہوگا۔ آپ نے ہم سے فقہ چھڑوانی ہے۔ اس لئے وہ سوالات جن کے جواب کے لئے ہم فقہ کو مانتے ہیں وہ سوالات ہم آپ پر کریں گے۔ آپ قرآن پاک اور حدیث کے واضح ترجمہ سے اُن سوالات کا جواب دِکھا دیں گے تو ہم حلفیہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ مل کر اہلِ

حدیث بن جائیں گے۔ بشرطیکہ (۱) آپ نماز کا مکمل طریقہ اور ترتیب اور سب مسائل قرآن وحدیث کے ترجمہ سے دکھا دیں۔ (۲) چونکہ آپ اُمتیوں کے قیاس بلکہ اجماع سے بھی ہماری جان چھڑا کر صرف خدا و رسول کی بات پر لگانے کا دعویٰ کرتے ہیں، اس لئے کسی حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا آپ کسی اُمتی کی رائے یا اُمت کے اجماع سے ثابت کرنے کی بجائے صرف اللہ یا رسول کے ارشاد سے ثابت کریں گے، کیونکہ اگر آپ نے اُمتیوں کے فیصلے سنانے شروع کر دیے تو ہمیں خود اُسی وادی میں دھکیلا جس سے نکالنے کا وعدہ کیا تھا۔ بعد اُس وادی میں بھی اسفل السافلین میں گرانے لگے، کیونکہ ہم خیر القرون کے مجتہدؒ کی تقلید کرتے تھے جن کی خیریت منصوص تھی۔ آپ نے مابعد خیر القرون کے اُمتیوں کے اقوال پر لگا کر من و سلویٰ کی بجائے لہسن اور پیاز دینے لگے۔ اس لئے قرآن اور صحیح حدیث کا ترجمہ دِکھانے کے علاوہ آپ کسی بھی اُمتی کا قول پیش نہ کریں گے۔ جس وقت آپ اُمتی کا قول پیش کریں گے ہم بحث ختم کر دیں گے۔ کیونکہ خود اہلِ حدیث نہ رہے کہ اُمتیوں کا قول بطور دلیل پیش کر دیا تو ہمیں کیسے اہلِ حدیث بنائیں گے۔ (۳) ہم سوالات لکھ کر لائیں گے، مجلس میں چار کاتب ہوں گے۔ جب ہم سوال لکھوائیں گے تو چاروں لکھیں گے۔ اُس کے بعد آپ پہلے مترجم قرآن اور پھر مترجم بخاری پھر یا کوئی حدیث کی کتاب پیش کریں گے۔ جب سب اُس سوال کا جواب دیکھ لیں گے تو فریقین اُس پر دستخط کریں گے کہ اس سوال کا جواب ہو گیا۔ اس کے بعد ہم دوسرا سوال لکھوائیں گے۔ یہاں تک کہ نماز کی مکمل ترکیب اور مکمل مسائل کا جواب ہو جائے گا۔ جس وقت مکمل نماز کے مسائل آپ دکھا دیں گے ہم اُسی وقت سے اہلِ حدیث طریقے والی نماز شروع کر دیں گے۔ ہم حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم پوری دیانت داری سے آپ سے نماز کے مکمل مسائل دیکھنا چاہتے ہیں۔ اب ہمیں اہلِ حدیث کرنے میں دیر آپ کی طرف سے ہو گی تو گنہگار آپ ہوں گے آپ ایک دن میں مکمل نماز سکھا دیں یا ایک ہفتے میں یا ایک مہینے میں یا ایک سال میں یا ساری عمر میں، جس قدر دیر کریں گے وہ گناہ آپ کے ذمہ ہو گا۔

مجلس احیائے معارف نعمانیہ پاکستان

عربی قرآن اور عجمی قرآن

(یعنی قرآن مجید اور صحیح بخاری شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم. اما بعد:

ہمارے مُلک پاکستان میں ایک فرقہ اہلِ قرآن ہے اور ایک اہلِ حدیث ہے۔ اہلِ قرآن قرآن پاک کو خدا کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں۔ یہی مکہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ رسولِ پاک کے زمانہ مبارک میں صرف یہی قرآن تھا۔ صحابہ کرام کے پاس بھی یہی قرآن تھا۔ رسول کی اطاعت صرف قرآن کو ماننے میں ہے۔ صحابہ کا طریقہ صرف اس قرآن کو ماننا۔ اس کتاب کو ناقص سمجھ کر اسے چھوڑ کر چھ عجمی قرآنوں (صحاحِ ستہ) کی طرف جانا اس قرآن کی توہین ہے جو کفر ہے۔ اس قرآن کو چھوڑ کر اگر کوئی موسیٰ علیہ السلام کی تورات پر عمل کرے، داؤد علیہ السلام کی زبور پر عمل کرے، عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل پر عمل کرے وہ بھی کافر ہے۔ جب قرآن کو چھوڑ کر دوسرے نبیوں کی کتابوں پر عمل کرنا بھی کفر ہے۔ تو کلمہ عربی نبی کا پڑھنا اور عمل عجمی قرآنوں پر کرنا یہ کیسا ایمان ہے۔ اہلِ قرآن کا کہنا ہے کہ اہلِ عربی جو قرآن پاک پڑھتے پڑھاتے ہیں یہ صرف تبرک کے لئے پڑھتے ہیں، عمل کے لئے عجمی قرآن ہیں۔ اہلِ حدیث کا کہنا ہے کہ یہ عجمی صحاحِ ستہ اگرچہ خیر القرون کے بعد لکھی گئیں مگر یہ عربی قرآن کے خلاف نہیں بلکہ اس کی تفسیر ہیں۔ بخاری کی کتاب التفسیر کے بغیر قرآن ہرگز سمجھ نہیں آسکتا۔ اہلِ قرآن کا کہنا ہے کہ یہ عجمی قرآن عربی قرآن کی تفسیر نہیں، بلکہ اس کے خلاف ہے۔ دیکھو (۱) قرآن پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صدیقاً نبیا فرمایا، مگر عجمی قرآن بخاری نے اُن پر تین جھوٹ تھوپ کر اُن کو صدیق سے کذاب بنا ہی ڈالا

(۴۷-ص ۴۷۳ ج ۱) (۲) قرآن عربی نے صحابہ کرام کو رضا کا سرٹیفکیٹ دیا تھا مگر عجمی قرآن نے ان کا مرتد ہونا ثابت کر دیا (ص ۴۷۳ ج ۱، ص ۶۶۵ ج ۲) (۳) عربی قرآن نے کہا تھا کہ زنا کے قریب تک نہ جاؤ مگر اس عجمی قرآن نے کھلی چھٹی دے دی۔ ان زنی وان سرق. تم زنا کرو، چوریاں کرو، تم مؤمن اور جنتی ہو (ص ۶۵، ۴۵۷، ۸۶۷، ۹۲۷، ۹۵۴۔ // ۱۱۱۵۔ ۷ جگہ) (۴) اس عجمی قرآن نے کئی جگہ عربی قرآن کی اصلاح بھی فرمائی۔ ما خلق الذکر والأنثیٰ کی اصلاح کر کے الذکر والانثیٰ کر دیا (ص ۵۲۶) (۵) اسی طرح قرآن کی آیت وانذر عشیرتک الاقربین کی اصلاح فرمادی کہ یہ آیت ناقص ہے۔ اس کے ساتھ و رھطک منھم المخلصین بھی ہے (ص ۴۳۷ ج ۲) (۶) اسی طرح تبت یدا ابی لھب وتب کی اصلاح فرمادی کہ یہ آیت ناقص ہے۔ اس کے ساتھ قد تبّ بھی ہے (ص ۴۳۷ ج ۲) (۷) وسبح بحمد ربک (ق) کی اصلاح فرما کر فسبح بحمد ربک کر دیا (ص ۸۷ ج ۱) (۸) واذکروا اللہ فی ایامٍ معدودات (البقرہ: ۲۰۳) کی اصلاح فرما کر ایام معلومات کر دیا (ص ۱۳۲ ج ۱) (۹) اسی طرح عربی قرآن کی ترتیب کی اصلاح فرما کر ھل اتاک حدیث موسیٰ. وکلم اللہ موسیٰ تکلیماً فرما دیا (۴۸۱، ج ۱) (۱۰) ایک آیت کریمہ کی بھی اصلاح فرمادی اور یوں تحریر فرمائی جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا. جاءَ الحق وما یبدئ الباطل وما یعید (ص ۶۸۶ ج ۲) (۱۱) قرآن پاک نے کافروں کی مذمت کی تھی کہ نبی پاک ﷺ کو مسحور کہتے تھے۔ مگر اس عجمی قرآن نے ثابت کر دیا کہ کافروں کی بات غلط نہیں تھی۔ واقعی آپ پر جادو ہوا تھا (ص ۸۵۷ و ۸۵۸ ج ۲) (۱۲) قرآن پاک نے شراب کو قطعی حرام قرار دے کر سختی سے شراب پینے سے روک دیا، مگر اس عجمی قرآن نے صاف کہہ دیا "وان شرب الخمر" اگر چہ شراب پیے، پھر بھی مؤمن اور جنتی ہے (ص ۹۵۴ ج ۲)

(۱۳) قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! لا تحرموا طیبات ما احل

اللہ لکم (۵:۸۷) بخاری نے اس آیت کی تفسیر متعہ سے فرما کر اہلِ متعہ کی عید بنادی (ص۷۶۴ ج ۲) (۱۴) قرآن پاک کی ایک آیت کریمہ سے تقیہ کا جواز ثابت کردیا (ص۲۵۲ ج ۲) اور پھر اس کو قیامت تک جائز قرار دے دیا (ص۱۰۲۶، ج ۲)۔

(۱۵) قرآن پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وجاہت کا ذکر فرمایا، مگر بخاری نے حدیث لاکر اُن کا ننگے غسل کرنا اور ننگے بھاگ کر کفار کے سامنے جانا، اُن کی وجاہت کی تکمیل کر کے قرآن کے نقصان کو پورا کر ہی دیا (ص۴۸۳ ج ۱)۔ (۱۶) بخاری نے ص۶۴۹ ج ۲ پر فاتوا حرثکم انی شئتم کی تفسیر اس طرح نقل فرمائی کہ عورت کا غیر فطری مقام بھی استعمال کرنا قرآنی حکم قرار پا گیا۔ (۱۷) قرآن پاک نے انسان کی جان کی حفاظت کے لئے جان کے بدلے جان، جسم کی حفاظت کے لئے کان کے بدلے کان، عزت کی حفاظت کے لئے حد قذف، نسل کی حفاظت کے لئے حد زنا، مال کی حفاظت کے لئے حد سرقہ مقرر کی تھیں کہ جو ایسا گناہ کرے جس پر حد واجب ہے اُس پر حد جاری کی جائے گی مگر بخاری نے ایک آیت کی ایسی تفسیر کردی کہ اگر حد والا گناہ کر کے نماز پڑھ لے تو حد معاف ہو جائے گی (ص۱۰۰۸ ج ۲)۔ (۱۸) معاذ اللہ ایک عورت کی زبان سے آپ ؐ کو بازاری آدمی کہلوایا، اس پر تعزیر لگانے کی بجائے کپڑوں کا جوڑا دلایا (ص۷۹۰، ج ۲)۔ (۱۹) بخاری میں ہے کہ معاذ اللہ یہود آپ ؐ کو السام علیکم کہہ کر آپ کی برملا توہین کرتے۔ آپ ؐ ان کو سزا دینے کی بجائے سخت جواب دینے والے کو ڈانٹتے۔ (۲۰) بخاری ص۳۵، ۳۶ پر ہے کہ آپ ؐ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے۔ (۲۱) بندر کو رجم کرنا کس شریعت کا مسئلہ ہے جو بخاری نے ص۵۴۳ ج ۱ پر ذکر کیا ہے۔ (۲۲) اور بنی اسرائیل کا چوہے بن جانا یہ کس آیت کی تفسیر ہے۔ اہلِ قرآن برملا کہتے ہیں کہ اہلِ حدیث روزمرہ جو نماز پڑھتے ہیں اس کا مکمل طریقہ نہ عربی قرآن سے دکھا سکتے ہیں نہ ہی اپنے عجمی قرآن بخاری سے۔ مگر اہلِ حدیث کا عجیب حال ہے، وہ اہلِ سنت والجماعت کے خالی الذہن نوجوانوں کو رات دن یہ سبق پڑھاتے ہیں کہ تم خود قرآن کا ترجمہ پڑھ لو اور بخاری کا ترجمہ پڑھ لو، تمہیں مکمل دین اور مکمل نماز کا طریقہ

آ جائے گا۔ مگر اہلِ قرآن کا دعویٰ ہے کہ تقریباً سو سال جب سے یہ فرقہ بنا ہے ہم ان کو للکار رہے ہیں کہ تمہارا قرآن کو ماننے کا دعویٰ بھی جھوٹا ہے، کیونکہ تمہاری نماز کا یہ طریقہ قرآن سے ثابت نہیں اور تمہارا اہلِ حدیث ہونے کا دعویٰ بھی باطل ہے، کیونکہ تم اپنی نماز کا مکمل طریقہ بخاری سے بھی نہیں دِکھا سکتے۔ اہلِ قرآن اُن سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ جب تم نے مکے مدینے والے قرآن ناقص قرار دے کر اس کے خلاف چھ عجمی قرآن مان لئے تو اب لوگوں کو کیوں دھوکہ دیتے ہو کہ ہمارا دین مکے مدینے والا ہے۔

الغرض اہلِ قرآن کے سامنے اہلِ حدیث بالکل لا جواب ہیں۔ اس صدی میں ان کے سینکڑوں عالم مر گئے مگر وہ اپنی مکمل نماز کا طریقہ و مسائل نہ قرآن سے دِکھا سکے نہ بخاری شریف سے۔ اب بھی ہم حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا عبدالغفار حسن، مولوی عبدالعزیز نورستانی، پیر بدیع الدین شاہ پیر جھنڈا، اور فرقہ مسعودیہ کے بانی مسعود بی. ایس. سی کو کہتے ہیں کہ وہ ایک مجلس میں اکٹھے ہوں۔ ہم انہیں قرآن پاک اور بخاری دیں گے، وہ اپنی نماز کے مکمل مسائل پہلے قرآن سے، پھر بخاری سے دِکھا دیں۔ ہمیں کامل یقین ہے کہ وہ سب مل کر بھی اپنی مکمل نماز کا طریقہ قرآن سے یا پھر بخاری سے ثابت نہ کر سکیں گے۔ لہٰذا وہ نوجوانوں کو دھوکہ دینے سے باز آئیں، جب کہ تم ساری عمر بخاری پڑھ پڑھا کے نماز ثابت نہ کر سکے۔

متواتر عمل سند کا محتاج نہیں، ورنہ.....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم. اما بعد:

برادرانِ اہلِ سنت والجماعت! اہلِ اصول کے ہاں دین کے مسائل تین طرح ثابت ہوتے ہیں: (۱) متواترت، (۲) مشہورات، (۳) احاد۔ اور اہلِ اصول متواترات کی مثال میں قرآن اور نماز کا ذکر بطور مثال کرتے ہیں۔ جس طرح قرآن پاک تلاوۃً متواتر ہے، اسی طرح نماز عملاً متواتر ہے۔ بلکہ حقیقت میں نماز قرآن پاک سے بھی زیادہ متواتر ہے، کیونکہ قرآن پاک روزانہ ایک دفعہ بھی ختم کرنا فرض نہیں مگر نماز ہر مکلف مسلمان پر روزانہ پانچ مرتبہ پڑھنی فرض ہے۔ دوسری بات یہ یاد رکھیں کہ متواترات سند کی محتاج نہیں ہوتیں۔ اسی طرح مسلمان قرآن پاک کی ہر ہر آیت کی سند تلاش نہیں کرتے۔ اسی طرح نماز کے روزمرہ پیش آنے والے مسائل اور طریقہ عملاً متواتر ہے۔ وہ بھی سند کا محتاج نہیں ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ رافضیوں کے ایک گروہ نے متواتر قرآن کا انکار کر دیا ہے اور دوسرے گروہ نے متواتر نماز کی صحت کا انکار کر دیا ہے۔ اس دوسرے گروہ سے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ اگر متواترات کے لئے بھی سند ضروری ہے اس کے بغیر ثبوت نہیں ہو سکتا تو

(۱) قرآن پاک کی ہر ہر آیت کریمہ کو سند سے ثابت کر دیں۔ بصورتِ دیگر قرآن کے ثبوت کا انکار کریں جیسے متواتر نماز کا انکار کیا ہے۔

(۲) قرآن پاک کی آیات اور سورتوں کی ترتیب کو فرداً فرداً سند سے ثابت کرو، ورنہ بڑے بھائیوں کی طرح اس متواتر ترتیب کا انکار کر دیں۔

(۳) قرآن وحدیث کے ترجمہ کے لئے لغت کی ضرورت ہے۔ اس متواتر لغت سے قرآن کے ہر ہر لفظ کا معنی واضع لغت تک سند سے ثابت کریں، ورنہ لغت اور اس کے معانی

کا اسی طرح برملا انکار کریں جس طرح متواتر نماز کا انکار کیا ہے۔

(۴) متواتر قرآن کے بارہ میں کوئی یہ کہے کہ میں اس کو اس لئے نہیں مانتا کہ اس کی ہر آیت کے ثبوت اور ترتیب کی سند مجھے نہیں ملی تو اُسے آپ کافر کہتے ہیں یا نہیں۔ تو جو شخص متواتر نماز کے ثبوت کا انکار کرے اُس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

(۵) جو قرآن پاک تلاوۃً متواتر ہے اُس میں ایک آیت کریمہ یوں ہے: **واللیل اذا یغشٰی. والنہار اذا تجلّٰی. وما خلق الذکر والانثٰی** (الّیل ۱-۳) اور بخاری شریف میں **والذکر والانثٰی** ہے۔ امام بخاری سند کے ساتھ بخاری میں پانچ جگہ لائے ہیں: ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۷۳۷، ۹۲۹۔ کوئی شخص قرآن پاک میں یہ آیت اس طرح چھاپ دے اور یہ کہے کہ یہ سند سے ثابت ہے اور وہ بے سند اور بے ثبوت ہے۔ اس کی بھی سند بخاری میں دکھاؤ، ورنہ میں اس کو ہرگز نہیں مانتا، تو کیا یہ درست ہے اور آپ نے کوئی ایسا قرآن شائع کیا ہے۔

(۶) جو قرآن پاک تلاوۃً متواتر ہے اس میں **وانذر عشیرتک الاقربین** ہے۔ بخاری نے صحیح سند کے ساتھ یہ بھی روایت کیا ہے: **واھلک منھم المخلصین** (ص ۷۴۳، ج ۲) اب کوئی شخص اس طرح قرآن شائع کرے اور اسی طرح تلاوت کرے اور یہ شور مچائے کہ لوگوں نے بے سند اور بے ثبوت آیتوں کو قرآن میں شامل کیا ہوا ہے اور صحیح سند والی آیتوں کو قرآن سے نکال رکھا ہے۔ اسی طرح متواتر قرآن کو غلط کہے جس طرح آپ متواتر نماز کو غلط کہتے ہیں تو کیا یہ درست ہے۔

(۷) متواتر قرآن میں ایک آیت یوں ہے: **تبت یدا ابی لھب وتب.** مگر بخاری شریف میں صحیح سند کے ساتھ اس کے ساتھ **وقد تبّ** بھی ہے۔ اب کوئی شخص متواتر قرآن میں درج آیت کو بے سند کہہ کر ماننے سے اسی طرح انکار کردے جس طرح آپ نے متواتر نماز کو بے سند کہہ کر ماننے سے انکار کر دیا ہے اور بخاری کی سند والی آیت کو قرآن میں شامل کرے تو کیا یہ جائز ہے۔ اگر یہ جائز نہیں تو آپ کا متواتر نماز کے خلاف بخاری کی کوئی

حدیث دیکھ کر متواتر نماز کو غلط کہنا کس طرح جائز ہے۔

(۸) مسلمانوں میں عملاً یہ متواتر ہے کہ مرد عورتیں سب بیٹھ کر پیشاب کرتے ہیں، جبکہ بخاری ص ۳۵، ۳۶، ۳۶، ۳۳۶ پر چار جگہ اور مسلم ص ۱۳۳ ج ۱، ابوداؤد ص ۴ ج ۱، ترمذی ص ۹ ج ۱، نسائی ص ۱۱ ج ۱، ابن ماجہ ص ۲۶، مسند احمد ص ۳۸۲ ج ۵ پر آنحضرت ﷺ کا کھڑے ہو کر پیشاب فرمانا ثابت ہے۔ اس لئے اہلِ حدیث کے مرد عورتیں ہمیشہ کھڑے ہو کر پیشاب کریں، بلکہ اگر کوئی اہلِ حدیث مرد یا عورت بیٹھ کر پیشاب کر رہے ہوں، اُن کو اُسی حالت میں کھڑا کر دیا کریں کہ ساری اُمت تو بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث کے خلاف بیٹھ کر پیشاب کرنے کی وجہ سے دوزخی بن گئی ہے، تم کیوں دوزخی بن رہے ہو۔ اور بار بار مطالبہ کریں کہ بخاری مسلم کی اس حدیث کا منسوخ ہونا صرف بخاری مسلم سے دِکھاؤ، ورنہ تم سب کے سب گمراہ ہو۔ تو کیا یہ جائز طریقہ ہے؟

(۹) ہمارے مُلک میں عموماً نمازی وضو کے وقت مسواک کرتے ہیں۔ اگرچہ اہلِ حدیث کے ہاں مسواک کا عمل "عمل النادر کالمعدوم" ہے، مگر ایک آدمی کہتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر میرے لئے اپنی اُمت کو مشقت میں ڈالنے والی بات نہ ہوتی تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا (بخاری ص ۱۲۲ ج ۱، مسلم ص ۱۲۸ ج ۱، ابوداؤد ص ۷ ج ۱، ترمذی ص ۱۲ ج ۱، نسائی ص ۶ ج ۱، ابن ماجہ ص ۲۵، مسند احمد ص ۲۴۵ ج ۲۔ اس لئے مسواک بوقت اقامت کیا کرو۔ جو بوقتِ وضو مسواک کرتے ہیں وہ صحاح ستہ کی اس حدیث کی مخالفت کی وجہ سے گنہگار ہیں۔

(۱۰) ایک حدیث میں ہے: کان رسول اللّٰہ ﷺ اذا قام من اللیل یشوص فاہ بالسواک. رسول اللہ ﷺ جب بھی رات کو اُٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف فرماتے (بخاری ص ۳۸ ج ۱، مسلم ص ۱۲۸ ج ۱، ابوداؤد ص ۸ ج ۱، نسائی ص ۵ ج ۱، ابن ماجہ ص ۲۵، مسند احمد ص ۳۸۲ ج ۵۔ آج کل اکثر اہلِ حدیث اس حدیث پر عمل نہیں کر رہے۔ کیا یہ اونچی آمین کی حدیث سے زیادہ صحیح حدیث نہیں ہے۔ اس پر عمل کرانے کے لئے رسالے، جلسے،

کتابیں، چیلنج بازیاں، سب کچھ ہو رہا ہے۔ اس پر نہ خود عمل نہ دوسروں کو چیلنج۔ وجہ فرق کیا ہے؟

(۱۱) ایک حدیث میں ہے: **کان یبدأ النبی ﷺ اذا دخل بیته بالسواک** (مختصراً)۔ آپ جب بھی گھر تشریف لاتے تو ہمیشہ پہلے مسواک کرتے (مسلم ص ۱۲۸، ابوداؤد ص ۸ ج ۱، نسائی ص ۶ ج ۱، ابن ماجہ ص ۲۵، مسند احمد ص ۴۱ ج ۶) کئی اہلِ حدیثوں کے ساتھ اُن کے گھر جانے کا اتفاق ہوا۔ کسی مرد یا عورت کو اس حدیث پر عمل کرتے نہیں دیکھا، حالانکہ یہ حدیث سینے پر ہاتھ باندھنے والی ضعیف حدیث کے مقابلہ میں بہت قوی ہے۔ اس ضعیف حدیث پر عمل کے لئے پورے مُلک میں شور ہے اور اس صحیح حدیث پر نہ عمل نہ کوشش۔

(۱۲) ایک حدیث میں ہے: **اذا استاذنکم نساؤکم باللیل الی المسجد فاذنوا لھن.** رات کو جس وقت بھی تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں اُن کو دے دیا کرو (بخاری ص ۱۱۹ ج ۱، مسلم ص ۱۸۳ ج ۱، نسائی ص ۱۱۵ ج ۱، ابوداؤد ص ۸۴ ج ۱، ترمذی ص ۱۲۷ ج ۱، مسند احمد ص ۱۴۳ ج ۲) اس صحیح حدیث پر غیر مقلد مردوں اور عورتوں نے بالکل عمل چھوڑ رکھا ہے۔ کیا یہ حدیث حضرت جابرؓ کی آٹھ تراویح والی ضعیف ترین روایت سے بھی گئی گذری ہے۔ اُس پر عمل کے لئے چیلنج بازیاں اور اِس پر عمل بالکل ترک، وجہ فرق کیا ہے؟

(۱۳) اُمت کا متواتر عمل یہ ہے کہ جوتا اُتار کر نماز پڑھتے ہیں، جب کہ بخاری و مسلم میں جوتے اُتار کر نماز پڑھنے کی کوئی حدیث نہیں، بلکہ اس کے خلاف جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی حدیث ہے: **کان یصلی فی نعلیه.** آپؐ ہمیشہ ہمیشہ جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے۔ اب کوئی شخص یہ کہے کہ جوتے اُتار کر نماز پڑھنا بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث کے خلاف ہے۔ یہ نماز نبی پاک ﷺ والی نماز ہرگز نہیں۔ تو کیا واقعۃً اُمت کے متواتر عمل کو ان احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط کہا جائے گا۔ یاد رہے جوتے پہن کر نماز پڑھنے والی حدیث کو محدثین متواتر کہتے ہیں (طحاوی، صفۃ صلاۃ النبی البانی) جس نماز میں متواتر حدیث کی مخالفت ہو، کیا وہ نماز صحیح ہوگی۔ ایک طرف حدیث ہے جو سنداً متواتر ہے، دوسری طرف اُمت کی نماز ہے جو عملاً متواتر ہے۔ اہلِ حدیث بھی یہاں عملی تواتر کے ساتھ ہیں۔ متواتر

حدیث کے مخالف عامل ہیں۔

(۱۴) بخاری ص ۷۴ ج ۱، مسلم ص ۲۰۵ ج ۱ پر ہے (کان یصلی) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بچی کو اُٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ جبکہ اس فعل کے ترک یا نسخ کی کوئی حدیث بخاری مسلم میں نہیں، جب کہ امت کی متواتر نماز میں یہ عمل نہیں۔ اب کیا یہ متواتر نماز بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ اگر کوئی شخص اس متفق علیہ حدیث پر عمل کرانے کی کوشش کرے کہ جب کوئی اہلِ حدیث مرد یا عورت نماز کی نیت باندھے اُن پر ایک بچی سوار کردے تو کیا اس سنت کو زندہ کرنے پر فی بچہ لادنے پر سو شہید کا ثواب ملے گا یا نہیں تو کیوں؟

(۱۵) بخاری ص ۵۱ ج ۱، اور مسلم ص ۱۹۸ ج ۱ کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور محدثین اس حدیث کو متواتر قرار دیتے ہیں مگر اُمت کے متواتر عمل اس متواتر حدیث کے خلاف تین کپڑوں میں نماز ادا کرنے کا ہے۔ اب اگر کوئی اہلِ حدیث اُمت کی متواتر نماز کو غلط قرار دے اور متواتر حدیث پر عمل کروانے کے لئے اہلِ حدیث مرد اور عورتوں کے کپڑے نماز میں اُتارنا شروع کردے، صرف ایک ایک کپڑا رہنے دے تو کیا اس متواتر حدیث پر عمل کرانے کی کوشش میں اُسے فی مرد و عورت سو سو شہید کا ثواب ملے گا یا نہیں تو کیوں؟

(۱۶) ایک اہلِ حدیث جس کو متفق علیہ احادیث کی مخالفت برداشت نہیں وہ دوسرے اہلِ حدیثوں کو چار تکبیروں کے ساتھ ترجیع والی اذان سے روکتا ہے، کیونکہ بلا ترجیع اذان بخاری ص ۸۵ ج ۱، مسلم ص ۱۶۴ ج ۱، ترمذی ص ۴۸ ج ۱، ابوداؤد ص ۷۵ ج ۱، نسائی ص ۱۰۳ ج ۱، ابن ماجہ ص ۵۳، مسند احمد ص ۱۰۳ ج ۳ پر ہے اور اُمت کا متواتر عمل بھی ہے اور چار تکبیروں کے ساتھ ترجیع والی اذان نہ بخاری میں ہے نہ مسلم میں۔ باقی اہلِ حدیث اس پر ضد کرتے ہیں کہ ہم حدیث متفق علیہ کی مخالفت کریں گے تو ان میں سے کس کو سچا اہلِ حدیث سمجھیں۔

(۱۷) اہلِ سنت والجماعت کا متواتر عمل یہ آرہا ہے کہ وہ نماز میں ثنا سبحانک اللھم

الخ پڑھتے ہیں، جب کہ بخاری مسلم میں سبحانک اللھم کی کوئی مرفوع حدیث نہیں، وہاں اللھم باعد بینی ہے۔ بخاری ص ۱۰۳ ج ۱، مسلم ص ۲۱۹ ج ۱، نسائی ص ۱۴۲ ج ۱، ابوداؤد ص ۱۱۳ ج ۱، ابن ماجہ ص ۵۹، مسند احمد ص ۲۳۱ ج ۲۔ تو سبحانک اللھم پڑھنے والوں کی بوجہ مخالفت متفق علیہ حدیث کے باطل ہوگی یا نہیں۔

(۱۸) بخاری ص ۲۵۸ ج ۱، مسلم ص ۳۵۲ ج ۱ (کان یباشر) کہ آپؐ روزہ رکھ کر ہمیشہ بیوی سے مباشرت فرماتے۔ ایک اہل حدیث کہتا ہے آپ کا زندگی بھر میں ایک روزہ بھی ثابت نہیں کہ گھر میں روزہ رکھا ہو اور بیوی سے مباشرت نہ کی ہو۔ جو شخص بھی روزہ رکھتا ہے اور بیوی سے مباشرت نہیں کرتا میاں بیوی دونوں کا روزہ خلاف سنت ہے۔

(۱۹) بخاری ص ۴۴ ج ۱، مسلم ص ۱۴۳ ج ۱ پر ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ حائضہ بیوی کی گود میں ٹیک لگا کر قرآن پاک کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے حائضہ کی گود میں ٹیک لگا کر قرآن پاک کی تلاوت کرنا تو سنت سے ثابت ہے۔ جو اہلِ حدیث مسجد کی چٹائیوں پر بیٹھ کر تلاوت کرتے ہیں، یہ بخاری مسلم کی کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

(۲۰) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کان یقبل بعض ازواجه. وضو کے بعد ہمیشہ کسی بیوی کا بوسہ لیتے، پھر نماز پڑھتے اور دوبارہ وضو نہ کرتے (رواہ البزار واسنادہٗ صحیح) ایک اہلِ حدیث کا کہنا ہے کہ جس طرح وضو میں کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا ترک کرنے سے وضو خلاف سنت ہے، ایسے وضو کے بعد بیوی کا بوسہ نہ لینے سے بھی وضو خلافِ سنت ہوتا ہے اور خلافِ سنت وضو سے نماز بھی خلاف سنت ہے۔ جبکہ اُمت کا متواتر عمل ہر وضو میں کلی کرنے پر تو ہے مگر ہر وضو کے بعد بوسہ لینے پر نہیں ہے۔ تو یہاں متواتر عمل کا ساتھ دیا جائے گا۔ یہ خلاف تواتر حدیث کا؟

(۲۱) تمام اُمت کی متواتر نماز میں یہ ہے کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھتے ہیں، مگر یہ تسبیح متفق علیہ حدیث میں نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے۔

(۲۲) سجدہ میں سب سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے ہیں۔ یہ بھی متفق علیہ حدیث سے

ثابت نہیں۔ تو کیا رکوع سجدہ میں مذکورہ تسبیحات پڑھنے والوں کی نمازوں کو اس لیے باطل قرار دیا جائے گا کہ یہ متفق علیہ حدیث کے خلاف ہیں یا عملی تواتر کا لحاظ کر کے ان کو سنت کہا جائے گا۔

بات دور نکل گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کا جس طرح قرآن تلاوۃً متواتر ہے، اسی طرح نماز اُس سے بھی زیادہ عملاً متواتر ہے۔ اس متواتر قرآن کو جس طرح سندوں کے ماتحت کرنا قرآن دشمنی ہے، کیونکہ ایک تو یقینی کو ظنی کر دیا، دوسرے قرآن کی ہر ہر آیت کا ثبوت اور ترتیب ثابت ہی نہ ہو سکے گی۔ اسی طرح متواتر نماز کو سندوں کے ماتحت کرنا نماز دشمنی ہے۔ ایک تو یقینی کو ظنی بنانا ہے، دوسرے تواتر سے ثابت کو بے سند کہہ کر اس کے ثبوت کا انکار ہے۔ اس ساری بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ:

(۱) اہل سنت والجماعت جو نماز پڑھتے ہیں وہ عملاً قرآن پاک سے زیادہ متواتر ہے اور غیر مقلد جو نماز پڑھتے ہیں وہ عملی تواتر کے خلاف ہے۔

(۲) اہل سنت والجماعت کی نماز یقینی الثبوت ہے مثل قرآن اور غیر مقلدین کی نماز ظنی الثبوت ہے اور وہ ظنی بھی ایسا جو یقین سے ٹکرا رہا ہے۔

(۳) اہلِ سنت والجماعت کی نماز کی مکمل ترکیب جس طرح روزمرہ ہر جگہ پڑھی جاتی ہے عملی تواتر سے ثابت ہے اور غیر مقلدین کی نماز کے روزمرہ پیش آنے والے مسائل اور مکمل ترکیب اخبار احاد سے ظنی طور پر بھی ثابت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلد علماء اپنی مکمل نماز صرف قرآن و حدیث سے ثابت کرنے سے ایسے بھاگتے ہیں کانھم حمر مستنفرۃ. فرت من قسورۃ. بے چارے اُردو دان حضرات کو دھوکے میں ڈالتے ہیں کہ بخاری مسلم کا اُردو ترجمہ پڑھ لو مکمل نماز کا طریقہ مل جائے گا۔

ایک پروفیسر صاحب کو اسی دھوکہ میں ڈالا۔ میں نے اُس سے مکمل نماز کے بارہ میں سوالات کئے۔ وہ اُن کی احادیث نہ نکال سکا۔ آخر اس نے دھوکہ دینے والے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ نے پندرہ سال قرآن حدیث پڑھا اور پچاس سال سے پڑھا رہے ہیں۔ آپ ہی قرآن کی ہر آیت کی سند اور ترتیب اور اپنی نماز کے ہر مسئلہ کا ثبوت اور ترتیب

بخاری مسلم سے نکال دیں۔ اب تو مولوی صاحب ایسے خاموش ہوئے جیسے صم بکم والی آیت ان کے لئے ہی نازل ہوئی ہو اور فبهت الذی کفر کا منظر بن گیا۔ آخر اس پروفیسر نے کہا کہ تم نے ۶۵ سال قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا اور ۶۵ سال کے مطالعہ سے اپنی ظنی نماز کے مکمل مسائل جو روزمرہ عمل میں ہیں نہ ثابت کر سکے تو ہم لوگوں کو کس چکر میں ڈال دیا ہے کہ متواتر کو چھوڑ کر ظنی نماز پڑھیں اور کامل کو چھوڑ کر ناقص کی طرف آئیں، ثابت کی بجائے غیر ثابت پڑھیں۔

مجلس احیائے معارف نعمانیہ پاکستان

مقدمہ انجیل

اتوار کا دن تھا ہم کچھ ساتھی دینی مسائل پر بات چیت کر رہے تھے کہ ایک صاحب جن کا نام عمانوئیل صاحب تھا اور وہ پادری صاحب تھے۔ وہ آ گئے اور کہنے لگے کہ مجھے بھی اجازت ہے کہ میں بھی دین ایمان کی بات چیت میں شریک ہو سکوں۔ ہم نے کہا چشم ما روشن دل ماشاد۔ ہمیں اس سے بہت خوشی ہو گی فرمایئے، آپ ہی گفتگو کا آغاز فرمائیں۔

پادری صاحب: سب مسلمان قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور قرآن پاک نے ہمیں اہل کتاب کہا ہے اور یہ لفظ قرآن پاک میں تقریباً ۲۸ جگہ آیا ہے عربی میں الکتاب اور یونانی میں بائیبل کہتے ہیں۔ اہل بائیبل اور اہل کتاب ایک ہی جماعت کا نام ہے۔ ان کی تصدیق قرآن میں ہے۔

مسلمان عالم: کیا بائیبل ایک ہی ہے یا کئی بائیبلیں ہیں آپ اگر بائیبل کے بارہ میں جانتے ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ایک بائیبل سامریوں کی ہے۔ اس میں پانچ کتابیں ہیں: ۱۔ پیدائش ۲۔ خروج ۳۔ احبار ۴۔ گنتی ۵۔ استثناء۔

دوسری بائیبل یہود کی ہے جس میں ۳۹ کتابیں ہیں تیسری بائیبل عیسائیوں کے پروٹسٹنٹ فرقے کی ہے جس میں ۶۶ کتابیں ہیں چوتھی بائیبل عیسائیوں کے کاتھولک فرقے کی ہے جس میں ۷۲ کتابیں ہیں۔ پانچویں بائیبل عیسائیوں کے فرقہ یہوداہ پروٹنس کی ہے جس سے جزوی طور پر کئی ابواب نکال دیے گئے ہیں اب اگر کم از کم کتابیں مانی جائیں تو صرف پانچ کتابیں ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے اور زیادہ سے زیادہ مانی جائیں تو ۷۲ کتابوں والی الکتاب قرار پائیگی، اب پروٹسٹنٹ والے نہ ادھر کے رہے اور نہ ادھر کے اور اہل اسلام

کے نزدیک الکتاب وہ کتابیں ہیں جو خدا تعالی کی طرف سے نازل ہوئی چنانچہ قرآن پاک نے شروع میں ہی فرمادیا ہے **والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک** اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے۔ اوران تمام بائیبلوں میں سے ایک کتاب بھی خدا کی طرف سے نازل شدہ نہیں اس لئے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے گفتگو کا آغاز ہی جھوٹ سے کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جناب حضرت عیسی علیہ السلام کو ماننے والے عیسائی نہیں بلکہ پولوس کو ماننے والے پولوسی ہیں کیونکہ اس کا اصول تھا کہ اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی۔ تو پھر کیوں گنہگار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے ہم کیوں برائی نہ کریں تاکہ بھلائی پیدا ہو (رومیوں ۳: ۷ صفحہ ۱۴۲) کتنی غلط سوچ ہے کہ خدا کا جلال بھی جھوٹ کی بیساکھیوں کا محتاج ہے اور بھلائی کے لئے برائی کرنا بھی ضروری ہے جو مذہب اپنی اشاعت کے لئے نہ صرف جھوٹ بلکہ ہر برائی کو جائز قرار دے وہ حق مذہب نہیں ہوسکتا حق کبھی باطل کے پاؤں پر نہیں چلا کرتا سامعین یہ حوالہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ مذہب کی بنیاد جھوٹ اور برائی، یہ تصور میں بھی نہ آسکتا تھا اہل اسلام خداوند ذوالجلال کا شکر ادا کر رہے تھے کہ دین حق اسلام جھوٹ اور برائی کے سہاروں کا محتاج نہیں۔

پادری صاحب: آپ کی زبان بہت سخت ہے آپ نے ہم پر جھوٹ اور برائی کا الزام لگادیا اگرچہ آپ نے حوالہ مقدس پولوس کا دیا مگر ایسی سخت زبان مخالف مذہب کے بارہ میں استعمال کرنا یہ بہت بڑی بداخلاقی ہے اس کے نتائج کبھی بھی اچھے نہیں ہوتے

مسلمان عالم: مجھے واقعۃً اس بات کا افسوس ہے کہ جناب نے ابتدا ہی جھوٹ سے کی لیکن جھوٹ شاید آپکی خوش اخلاقی ہے۔ اور میں نے الزام نہیں لگایا بلکہ آپکی کتاب مقدس سے آپ کے مقدس پولوس کا حوالہ دیا ہے کہ آپ کے بڑے کتنے خوش اخلاق تھے۔ پادری صاحب آپ نے سخت زبانی شاید کبھی سنی نہیں اگر آپ متی کی انجیل کے باب ۲۳۔۱۳۔۳۳ سن لیں تو آپ جناب مسیح علیہ السلام کی خوش اخلاقی کی داد ضرور دیتے۔

جناب مسیح علیہ السلام نے اپنے مخالفین علماء کو ریا کار، جہنم کے فرزند، اندھے، اے احمقو سفیدی پھری نجاست بھری قبریں، نبیوں کے قاتل، اے سانپو اے افعی کے بچو سے خطاب فرمایا ہے اور انجیل متی ۱۵:۲۶ میں جناب مسیح علیہ السلام نے کنعانیوں کو کتے قرار دیا ہے اور جناب یحییٰ علیہ السلام نے بھی یہود کو اے سانپ کے بچو سے خطاب فرمایا (انجیل متی ۳:۷) آپ کے نزدیک اگر خوش اخلاقی ہے تو کیا آپ ہمیں اجازت دینگے کہ ہم بھی جناب کو دوران گفتگو ان ہی خطابات سے نواز کر جناب کی کتاب مقدس پر عمل کریں۔

پادری صاحب: بات دور نکل گئی اور بدمزہ بھی ہوگئی میں آج اس لئے آیا تھا کہ قرآن پاک میں میں نے پڑھا اور وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں (الاعراف ۱۵۷) میں نے غور کیا کہ توریت اور انجیل میں تو محمد صاحب کے بارہ میں کچھ لکھا ہوا نہیں میں نے مترجم قرآن کا حاشیہ پڑھا اس میں لکھا تھا کہ یعنی آپ کی تشریف آوری کی بشارت اور نعوت وصفات کتب سابقہ سماویہ میں مذکور ہیں حتی کہ اس وقت سے لیکر آج تک ساڑے تیرہ سو برس کی کانٹ چھانٹ کے بعد بھی موجودہ بائبل میں بہت سی بشارات اور اشارات پائے جاتے ہیں۔
(علامہ عثمانیؒ)

مسلمان عالم نے کہا کہ متی کی انجیل ۷:۱۲ پر ہے پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں۔ وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے اس قانون کو یاد رکھیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ انجیل میں بھی ایسا ہی دعوی ہے پھر اس (عیسی) نے ان سے کہا یہ میری وہ باتیں ہیں جو میں نے تم سے اس وقت کہی تھیں جب تمھارے ساتھ تھا کہ ضرور ہے کہ جتنی باتیں موسی کی توریت اور نبیوں کے صحیفوں اور زبور میں میری بابت لکھی ہیں پوری ہوں (لوقا ۲۴:۴۵) فلپس نے متن ایل سے مل کر اس سے کہا کہ جس کا ذکر موسی نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے وہ ہمیں مل گیا وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے (انجیل یوحنا ۱:۴۵) اور مسیح نے فرمایا اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے اس لئے کہ اس نے

میرے حق میں لکھا ہے (انجیل یوحنا ۵:۴۶) اور (مسیح) ناصرۃ نامی ایک شہر میں جا بسا تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا (انجیل متی ۲:۲۳) دیکھیے کہ آپکا بھی دعوی ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام کا ذکر توریت میں زبور میں اور نبیوں کی کتابوں میں تھا کہ وہ ناصری کہلائے گا اس لئے پہلے آپ یہ حوالہ جات ہمیں توریت زبور اور نبیوں کی کتابوں سے دکھائیں جبکہ آپ کے ہاں سب کتابیں بالکل محفوظ ہیں۔ اور میں نے بتایا کہ ہمارے ہاں تو یہ اصل کتابیں ہی نہیں جو اللہ کی طرف سے اتری تھیں بلکہ یہ کتابیں مختلف زمانوں میں مختلف انسانوں نے مختلف زبانوں میں لکھیں اور ان کی اصل بھی دنیا میں باقی نہیں رہی صرف اور صرف ترجمے ہیں ان میں بھی چند سالوں کے بعد ادل بدل ہوتی رہتی ہے آئیے آپ پہلے موسیٰ کی توریت سے حضرت عیسیٰ علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام کے بارہ میں پیش گوئی نکال کر دکھائیں۔ مگر پادری صاحب اب بہت پریشان تھے کہنے لگے آج میری اس موضوع پر تیاری نہیں ہے آپ مجھے ایک ہفتہ کی مہلت دیں، میں اگلی اتوار کو موسیٰ کی توریت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں ایسی واضح پیش گوئی دکھاؤں گا جو دوپہر کے سورج سے زیادہ روشن ہوگی۔

پادری صاحبان: اگلی اتوار کو چار پادری صاحبان اور بیس کے قریب ان کے عیسائی ساتھی آگئے اور مجلس کا آغاز ہوا۔

مسلمان عالم: سامعین حضرات گزشتہ اتوار ہمارے پادری صاحب ایک ہفتہ کی مہلت لیکر گئے تھے آج انکے اور بھی ساتھی آئے ہیں وہ عہد عتیق کی ہزاروں پیش گوئیوں میں سے کسی ایک پیش گوئی کی نشان دہی کرینگے جس میں بتایا گیا ہو کہ مسیح جس کو فرستس کہا جاتا ہے وہ مریم کا بیٹا ہوگا اس کا باپ یوسف بڑھئی ہوگا اور وہ ناصری کہلائے گا ہمارے مطالعہ کے مطابق یقیناً بائیبل ان تفصیلات سے خالی ہے

پادری صاحب نے کہا کہ میری ابھی مکمل تیاری اس پر نہیں ہو سکی اس لئے میں ابھی مزید مہلت چاہوں گا آج کوئی اور گفتگو ہو جائے۔

مسلمان عالم: حضرت یعقوب علیہ السلام کا اکلوتا بیٹا کونسا تھا۔ ذرا اس کی نشان دہی فرمائیں۔

پادری: یعقوب علیہ السلام نے خود ہی فرمادیا تھا اے روبن تو میرا پہلوٹھا میری قوت اور میری شہزوری کا پہلا پھل ہے (پیدائش ۴۹: ۳)

مسلم: آپ نے بجا فرمایا پہلا پھل ہی پہلوٹھا اور اکلوتا ہوتا ہے اب یہ فرمائیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اکلوتا بیٹا کونسا تھا جو پہلا پھل تھا

پادری: اس پر بڑا پریشان ہوا کہ ابراہیم کا پہلا بیٹا تو اسماعیل تھا۔ کیونکہ جب اسماعیل پیدا ہوا تو ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی برس تھی (پیدائش ۱۶:۱۶) مگر ہم لوگ اسحاق کو پہلوٹھا کہتے ہیں، کیونکہ اس کی پیدائش کے وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال کی تھی (پیدائش ۲۱: ۵) کیونکہ بائیبل میں یہی لکھا ہے

مسلمان: دیکھئے توریت میں ہے کہ وہ ہاجرہ خداوند کے فرشتے کو بیابان میں پانی کے ایک چشمہ کے پاس ملی۔ خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا اس کا نام اسماعیل رکھنا اس لئے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے۔ اور اپنے سب بھائیوں کے سامنے مشرق میں بسا رہے گا (پیدائش ۱۶: ۷۔۱۲) میں آپ حضرات کی توجہ اس طرف دلاتا ہوں کہ اس باب میں چار لفظ توجہ طلب ہیں

(۱) لونڈی: یہاں ہاجرہ کو بار بار لونڈی کہا گیا ہے لیکن یہ بالکل نہیں بتایا کہ لونڈی ہونے کی وجہ کیا تھی اگر وہ کسی جنگ میں گرفتار ہو کر آئی تھی تو اس کا ثبوت اور اگر وہ زرخرید تھی تو اس کا ثبوت کہاں ہے پادری بولے یہ تفصیل تو تورات میں نہیں ہے میں نے کہا یعنی یہ بات تو بالکل بے ثبوت ہے۔ اور محض تعصب اور ہاجرہ دشمنی پر مبنی ہے۔

(۲) یہ گورخر کا لفظ کہاں سے آیا 1611ء کی بائیبل میں wild man ہے جنگلی

آدمی۔اور 1926ء کی انگلش بائیبل میں بھی یہی الفاظ ہیں وہ کہنے لگے کہ یہ کتابیں اصل نہیں ترجمے ہیں میں نے کہا کہ عرب ایک ملک کا نام ہے جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد آباد رہی ان ترجمہ کرنے والوں نے عرب کا ترجمہ جنگل کر دیا۔اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جو عربی مرد تھے اس کا ترجمہ جنگلی آدمی کر دیا مگر ابھی اسماعیل دشمنی سے دل ٹھنڈا نہ ہوا تو جنگلی آدمی سے جنگلی گدھا بنا دیا۔آدمی کا ترجمہ گدھا کرنا کسی گدھے کا کام تو ہو سکتا ہے انسان شرم وحیا سے اتنا کورا نہیں ہوتا اس پر سامعین بہت حیران ہوئے کہ جس کتاب کو خدا کی کہتے ہیں اس کے ترجمے کا یہ حشر کرتے ہیں میں نے تینوں نسخے سامنے رکھ دیئے کہ اب آپ آنکھوں سے دیکھ کر فیصلہ کریں کہ تورات میں تحریف ہوئی یا نہیں؟ مگر وہ خاموش تھے اور سامعین کہہ رہے تھے کہ واقعی قرآن پاک نے **یحرفون الکلم عن مواضعه** فرما کر ایک روشن حقیقت بیان فرمائی ہے۔

(۳) اسکے بعد میں نے کہا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ میں جو یہ لکھا ہے اس کا ہاتھ سب کے خلاف ہوگا اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے جبکہ عربی بائیبل میں ہے **یدہ الغالب علی الکل وید الکل مبسوطة الیه**. اس کا ہاتھ سب پر غالب ہوگا اور سب کے ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہوئے ہوں گے اب یقیناً ایک ترجمہ غلط ہے۔

(۴) اس میں بنی اسماعیل کو بنی اسرائیل کا بھائی قرار دیا ہے

(۵) اس بائیبل میں ہے کہ سامنے لمبا رہے گا جبکہ ریفرنیس کے حاشیہ پر ہے مشرق کی طرف لمبا ہوگا۔اب سامنے اور مشرق ایک لفظ کا ترجمہ تو نہیں ہو سکتا یقیناً یہاں لفظ بدلا گیا ہے اور **یحرفون الکلم عن مواضعه** کا ایک اور ثبوت پیش کیا ہے۔اس سے سامعین اندازہ لگا رہے تھے کہ دو چار سطروں میں دو تین غلطیاں نکل آئی ہیں تو ساری کتاب کا کیا حال ہوگا۔

۱۲ سال بعد جب ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۹ سال ہوئی اس وقت بھی آپ کا ابھی ایک ہی بیٹا تھا یعنی اسماعیل، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں خدائے قادر ہوں تو میرے حضور چل

اور کامل ہو اور میں اپنے اور تیرے درمیان عہد باندھوں گا۔ اور تجھے بہت زیادہ بڑھاؤں گا تب ابرام سرنگوں ہو گیا اور خدا نے اس سے ہم کلام ہو کر فرمایا کہ دیکھ میرا عہد تیرے ساتھ ہے۔ اور تو بہت قوموں کا باپ ہوگا اور تیرا نام پھر ابرام نہیں کہلائیگا۔ بلکہ تیرا نام ابراہام ہوگا کیونکہ میں نے تجھے بہت قوموں کا باپ ٹھہرا دیا ہے اور میں تجھے بہت برومند کرونگا۔ اور قومیں تیری نسل سے ہونگی۔ اور بادشاہ تیری اولاد میں سے ہوں گے اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان انکی سب پشتوں کے لئے اپنا عہد جو ابدی عہد ہو گا باندھوں گا تا کہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا رہوں۔ اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے، ایسا دوں گا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے اور میں اُن کا خدا ہوں گا۔ اور پھر خدا نے ابراہام سے کہا کہ تو میرے عہد کو ماننا اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت اُسے مانے اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرنا اور یہ اُس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے (پیدائش ۱۷:۱-۱۱) اس اقتباس سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ابدی عہد کا وعدہ اُس وقت ہوا جب آپ کا ایک ہی بیٹا اسماعیل تھا اور اسحاق کی تو ابھی پیدائش کی پیش گوئی بھی نہ آئی تھی۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ ابدی عہد اولاد اسماعیل اور اسماعیلؑ کے ساتھ باندھا گیا۔

(۲) ملک کنعان کی وارثانہ حکومت کو ابدی عہد کا نشان قرار دیا۔ قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے: **ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون.** (الانبیاء:۱۰۵) اور ہم نے لکھ دیا زبور میں نصیحت کے پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے۔

چنانچہ زبور میں ہے ''صادق زمین کے وارث ہوں گے اور اُس میں ہمیشہ رہیں گے (زبور ۳۷:۲۹)

چنانچہ یہ مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے کنعان کو فتح فرمایا اور صدیوں تک اُس پر وارثانہ قبضہ اولادِ اسماعیل ہی کا رہا۔ اب اگر یہودی غاصبانہ قبضہ جمارہے ہیں تو یہ بھی احادیث کے مطابق ہے کہ قربِ قیامت یہاں یہود کی حکومت بنے گی۔ اور یہیں دجال قتل ہوگا۔ اور یہودیت کا نشان تک بھی مٹ جائے گا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ابدی عہد بنی اسماعیل کے ساتھ تھا۔

(۳) ختنہ: ختنہ بھی ابدی عہد کی علامت قرار دیا گیا اور یہ بھی اب بنی اسماعیل اور اہلِ اسلام میں ہی رائج ہے۔

اسحاقؑ کی پیش گوئی:

جب ابراہیم علیہ السلام سو برس کے ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ کو دوسرے بیٹے اسحاق کی خوشخبری سنائی گئی۔ لیکن ابراہام نے خدا سے کہا کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے۔ خدا نے کہا اسماعیل کے حق میں میں نے تیری دُعا سنی۔ دیکھ میں اُسے برکت دوں گا اور اُسے برومند کروں گا اور اُسے بہت بڑھاؤں گا اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اُسے بڑی قوم بناؤں گا (پیدائش ۱۷:۱۸،۲۰)

قابلِ غور:

اللہ تعالیٰ نے اسماعیلؑ کے بیٹوں کو سردار فرمایا ہے۔ کیا لونڈی کی نسل سردار کہلاتی ہے۔ معلوم ہوا ہاجرہ کو لونڈی کہنا بالکل غلط ہے۔

ہجرتِ ہاجرہ:

جب ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو وادیٔ فاران میں چھوڑ آئے، جب مشک کا پانی ختم ہوگیا تو اُس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا اور آپ اُس کے مقابل ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹھی اور کہنے لگی کہ میں اس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں۔ سو وہ اُس کے مقابل بیٹھ گئی اور چلا چلا کر رونے لگی۔ اور خدا نے اُس لڑکے کی آواز سنی۔ اور خدا

کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا۔ اور اُسی سے کہا: اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر، کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے اُس کی آواز سن لی ہے۔ اُٹھ اور لڑکے کو اُٹھا اور اُسے اپنے ہاتھ سے سنبھال۔ کیونکہ میں اُس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اُس کی آنکھیں کھولیں اور اُس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا۔ اور لڑکے کو پلایا اور خدا اُس لڑکے کے ساتھ تھا۔ اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا (پیدائش ۲۱:۱۶-۲۰)

بائیبل میں واقعات کی بے ترتیبی کا بُرا حال ہے۔ پہلے اسماعیل کے تیرہ برس میں ختنہ کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد ہاجرہ کے نکالنے کا واقعہ لکھا ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ خود بتا رہا ہے کہ اس وقت اسماعیلؑ چل نہیں سکتے تھے، ورنہ جھاڑی کے نیچے پڑے روتے نہ رہتے۔ والدہ کے ساتھ چلے جاتے۔ اور حضرت اسماعیلؑ کا بُغض ایسا دل میں بھرا ہوا ہے کہ واقعہ زمزم کو کیسا گول کیا ہے۔ یہ نہیں بتایا کہ معجزانہ طور پر وہاں سے چشمہ پھوٹ پڑا جو اَب تک ہے۔ بلکہ بات کو یوں بگاڑا کہ پہلے ہاجرہ کی آنکھیں بند تھیں، بچہ نظر آتا تھا، ٹیلے نظر آتے تھے مگر کنواں نظر نہیں آتا تھا۔ اب اللہ نے آنکھیں کھول دیں تو کنواں نظر آ گیا۔

فاران:

تورات نے بتایا کہ حضرت اسماعیلؑ فاران میں رہتے تھے اور سب اسماعیلی اتفاق رکھتے ہیں کہ آپ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ فاران کا معنی ہے وادِ غیر ذی ذرع. ایسی وادی جہاں فصل نہ ہو۔ اس لئے زبور میں اِسے وادیٔ بکا کہا گیا ہے۔ اور کاتھولک بائیبل میں وادیٔ بکا کا ترجمہ چٹیل میدان کر دیا گیا ہے۔ جس طرح ریاست بہاولپور کا مرکزی شہر بہاولپور ہے مگر پوری ریاست کو بھی بہاولپور کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حجاز کے مرکزی مقام مکہ مکرمہ کو فاران کہتے ہیں اور پورے علاقے پر بھی دشت فاران کا لفظ بول دیتے ہیں۔ الغرض حضرت اسماعیلؑ اور اُن کی اولاد کے فضائل تورات میں چمک رہے ہیں، اگرچہ بعض جگہ

تعصب کے داغ دھبے ڈال دیے گئے ہیں۔

قربانی:

تورات کتاب پیدائش باب ۲۲ میں قربانی کا ذکر ہے۔ اس میں تو اتفاق ہے کہ قربانی اکلوتے بیٹے کی کرنے گئے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے: ''اور خداوند کے فرشتہ نے آسمان سے دوبارہ ابراہام کو پکارا اور کہا: خداوند فرماتا ہے کہ چونکہ تو نے یہ کام کیا کہ اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے دریغ نہ رکھا۔ اس لئے میں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔ اور تیری نسل کو بڑھاتے بڑھاتے آسمان کے تاروں اور سمندر کے کنارے کی ریت کے برابر کردوں گا۔ اور تیری اولاد اپنے دشمنوں کے پھاٹک کی مالک ہوگی اور تیری نسل کے وسیلہ سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی۔ کیونکہ تو نے میری بات مانی (پیدائش ۲۲: ۱۵-۱۸) البتہ بائبل نے نہ قربانی کا مقام موریاہ بتایا کہ یہ مقام کہاں ہے۔ اس کا کسی کو آج تک پتہ نہیں (قاموس الکتاب ص ۹۷۲) یہ واقعہ کس مہینے میں پیش آیا اس کا بھی بائبل کو علم نہیں۔ اور اسماعیلؑ تیرے حضور رہتے تھے اور ابراہیمؑ کو بھی یہی حکم ہوا کہ میرے حضور چل اور کامل ہو۔ مفسرین بائبل اس مقام کے بارہ میں بھی اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور وجہ یہی ہے کہ بائبل میں تو بنی اسرائیل کے حالات بھی مکمل نہیں۔ بنی اسماعیل کے کہاں سے آتے۔ آیئے اس معمہ کا حل تلاش کریں تو یاد رہے کہ تیرے حضور سے مراد وادیٔ بکا ہے، جہاں ہر شخص خدا کے حضور حاضر ہوتا ہے (زبور ۸۵: ۶-۷) اور دنیا بھر میں یہی ایک مقدس شہر ہے جہاں حج کے موقع پر ہر شخص لبیک لبیک پکارتا ہے کہ اے اللہ! میں تیرے حضور حاضر ہوں۔ اے اللہ! میں تیرے حضور حاضر ہوں۔ اور یہ مقام حضرت اسماعیلؑ کی رہائش گاہ ہے اور قربان گاہ بھی موجود ہے جس کا نام مروہ ہے۔ بلکہ اس دنبے کے سینگ بھی آج تک وہاں محفوظ ہیں۔ اور اُن کو وہ ایام بھی یاد ہیں، ان ایام میں وہ ہر سال اسی قربانی کی سنت کو زندہ کرتے ہیں۔ تو جن کو علم نہیں اُن کو علم والوں سے پوچھ لینا چاہئے۔ معلوم ہوا کہ

بائبل والوں نے مروہ کو موریاہ بنا ڈالا۔ اور اسماعیل کی جگہ اُطاق لکھ دیا۔ اور اپنی موروثی عادت یحرفون الکلم عن مواضعہٖ کو پورا کرلیا۔ واقعات بھی اسی کی تائید کر رہے ہیں کہ قربانی حضرت اسماعیلؑ کی ہوئی۔ اور نسل کو بڑھانے کا وعدہ بھی آل اسماعیل کے لئے ہوا۔ اور کسی بھی مذہب کے حساب دان سے حساب کروالیں کہ بنی اسماعیل تعداد میں یہودیوں سے بہت زیادہ ہیں اور برکت کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا تو دنیا بھر میں ہر نمازی ہر نماز کے آخری التحیات میں درود ابراہیمی پڑھتا ہے، جس میں ابراہیمؑ اور آل ابراہیم کے لئے رحمت اور برکت کی دُعائیں ہیں، نہ تو کوئی ذی ہوش اس کا انکار کرسکتا ہے اور نہ ہی اہلِ اسلام کے علاوہ کسی مذہب کی نشان دہی کرسکتا ہے جو روزانہ کئی دفعہ ابراہیمؑ اور آل ابراہیم پر برکت بھیجتا ہو۔

اولادِ اسماعیلؑ:

اور اسماعیل کے بیٹوں کے نام یہ ہیں، یہ نام ترتیب وار اُن کی پیدائش کے مطابق ہیں۔ اسماعیل کا پہلوٹھا بنایوت تھا، پھر قیدار اور ادبئیل اور مبسام اور مشماع اور دُومہ اور مسا اور حدد اور تیما اور یطور اور نفیس اور قِدمہ۔ یہ اسماعیل کے بیٹے ہیں۔ اور ان ہی کے ناموں سے ان کی بستیاں اور چھاؤنیاں نامزد ہوئیں اور یہی بارہ اپنے اپنے قبیلے کے سردار ہوئے اور اسماعیل کی کل عمر ایک سو سینتیس (۱۳۷) برس کی ہوئی (پیدائش ۲۵:۱۴-۱۷)۔ اِن میں سے قیدار قریش مکہ کا جدِ اعلیٰ تھا۔ اس لئے مکہ مکرمہ کو بائبل نے قیدار کا آباد گاؤں بھی کہا ہے اور تیما اہلِ مدینہ کا جدِّ اعلیٰ ہے۔ اسی لئے بائبل نے مدینہ منورہ کو تیما کی سرزمین بھی کہا ہے۔

عرب کی بابت بارِ نبوت:

اے دوانیوں کے قافلو! تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے۔ وہ پیاسے کے پاس پانی لائے۔ تیما کی سرزمین کے باشندے روٹی لے کر بھاگنے والے سے ملنے کو نکلے۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت

سے بھاگے ہیں، کیونکہ خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا کہ مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر اندر قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیر اندازوں کی تعداد کا بقیہ یعنی بنی قیدار کے بہادر تھوڑے سے ہوں گے، کیونکہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے۔

(یسعیاہ ۲۱:۱۳-۱۷)

قابلِ غور:

اس بات پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ مُلک عرب میں جو حشمت قیدار (قریش مکہ) کو حاصل تھی وہ کسی کو حاصل نہ تھی اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ میدانِ بدر میں قیدار یعنی قریشِ مکہ کی حشمت جاتی رہی اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ غزوہ بدر سے ٹھیک ایک سال پہلے مکہ مکرمہ سے لوگ ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے اور اہلِ مدینہ نے روٹی اور پانی سے اور ہر طرح اُن کی مدد کی کہ قیامت تک کا نام ہی انصار یعنی مدد کرنے والے پڑ گیا۔ اسی ہجرت گاہ کو بائیبل نے تیما کی سرزمین کہا ہے۔ معلوم ہوا کہ الیسع علیہ السلام کے زمانہ میں اس شہر کا نام تیما کی سرزمین تھا، پھر یثرب ہوا اور پھر مدینہ منورہ۔

ایک اور تحریف:

حبقوق نبی کی نعت میں ہے ''خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہِ فاران سے۔ سلاہ۔ اس کا جلال آسمان پر چھا گیا۔ اور زمین اُس کی حمد سے معمور ہوئی۔ اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی'' (حبقوق ۳:۳-۴)

دنیا میں ایک پیغمبر ہیں جو مکی بھی ہیں اور مدنی بھی۔ اور وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا حضرتِ حبقوق مکاشفہ میں دیکھ رہے ہیں کہ اُن کے آنے سے آسمان کا چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔ آسمانوں پر شیاطین کا جانا بند ہو گیا ہے اور پہرے دار بٹھا دیے گئے ہیں۔ وہ گویا سُن رہے ہیں کہ آسمان کے فرشتے اُس پر درود پڑھ رہے ہیں۔ اور آپ ؐ کا سفر معراج اور آسمانوں پر آپ، استقبال بھی گویا دیکھ رہے ہیں اور کبھی دیکھ رہے ہیں

کہ آسمان کے فرشتے اُتر اُتر کر مسجد میں اُن کی اقتداء کر رہے ہیں اور میدانِ جہاد میں اُن کی مدد کر رہے ہیں۔ اس سارے منظر کو حضرتِ حبقوق نے اس جملہ میں سمو دیا کہ اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور وہ گویا اُمت محمدیہ کو جانتے ہیں کہ اُن کا تو نام ہی حمادون ہے۔ وہ نماز کی ہر ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ حمد ہے جو اس اُمت سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور ہر اذان میں، ہر اقامت میں، ہر نماز میں، ہر خطبہ میں خدا کی حمد کے ساتھ اُس مکی مدنی نبی پر درود و سلام کے موتی بھی نچھاور کیے جا رہے ہیں اور اُن کی نعت اور درود و سلام سے ساری زمین معمور ہے۔ اور حضرتِ حبقوق بتا رہے ہیں کہ اُن کی ایک اہم ترین صفت نور بھی ہے۔ وہ خود ہی نورِ ہدایت نہیں بلکہ اُن کے صحابہ کرام بھی آپؐ سے نور حاصل کر کے نجوم ہدایت بن گئے ہیں۔ بلکہ ائمہ مجتہدین بھی چراغِ ہدایت بن کر اُمت کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ یہ پیش گوئی کتنی واضح تھی، لیکن اس میں تیما کو تیمان بنا دیا۔ تیما فرزند اسماعیل ہیں۔ اُن کی بستی مدینہ منورہ تھی، جس کی نسبت سے آپؐ مدنی کہلائے، مگر انسانی کرتب نے تیما کو تیمان سے بدل ڈالا۔ تیمان کے بعد کسی نے اس جگہ نُجیہ لکھ دیا، کسی نے جنوب، کسی نے South، تاکہ صاف مدنی ہونا واضح نہ ہو سکے۔ بہت افسوس ہوتا ہے جب عیسائی اپنی الہامی کتابوں کے ساتھ یہ اٹھکیلیاں کرتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ وہ پادری صاحبان اور اُن کے ساتھی یہ سب کچھ سُن رہے تھے اور مختلف نسخوں میں ادل بدل دیکھ رہے تھے۔ مگر زبان پر مُہر خاموشی تھی، نہ ہی انکار کرتے تھے اور نہ ہی اقرار۔ اگرچہ زبانیں خاموش تھیں لیکن اُن کے چہروں کو پڑھ رہے تھے۔ ایسے حوالے دیکھ کر کبھی پشیمان ہو جاتے تھے کبھی پریشان۔ البتہ اہلِ ایمان کے چہروں پر اطمینان ہی اطمینان تھا۔

یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مردِ خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔

اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ اور فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اُس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی۔ ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ

میں ہیں۔اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک نزدیک بیٹھے ہیں۔اور تیری باتوں کو مانیں گے۔ موسیٰ نے ہم کو ایک شریعت فرمائی جو یعقوب کی جماعت کی میراث ہو (استثناء ۳۳:۱-۴)

یہاں اللہ تعالیٰ کی تین تجلیات کے ظہور کا ذکر ہے۔ایک تجلی کوہِ سینا پر ظاہر ہوئی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت اور شریعت وعدل سے سرفراز کیا گیا۔مگر وہ شریعت ساری دُنیا کے لئے نہیں تھی بلکہ صرف یعقوب کی جماعت کی میراث تھی۔دوسری تجلی کوہ شعیر پر ہوئی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت اور اخلاقیات وفضل سے سرفراز کیا گیا۔اور تیسری تجلی کوہِ فاران سے ہوئی جس میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ایک جامع اور عالمگیر شریعت سے سرفراز کیا گیا جس میں قانون اور عدل بھی ہے اور اخلاق اور فضل بھی ہے۔اور یہ حقیقت تورات سے ثابت ہے کہ فاران میں حضرت اسماعیل علیہ السلام رہتے تھے اور تورات میں اسماعیل علیہ السلام اور اُن کی اولاد ہی کے لئے برکت کا وعدہ ہے اور بنی اسماعیل میں سے فاران میں ایک ہی نبی ہوئے ہیں، اُن کا نامِ نامی اور اسم گرامی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔اور آپؐ ہی فتح مکہ کے دن پورے دس ہزار قدسی صفات صحابہ کرام کے ساتھ فاران یعنی مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد وہی صاحبِ شریعت نبی ہوئے ہیں۔اُن کی شریعت میں جہاد، حدود اور تعزیرات تھیں۔اور اُن ہی کے صحابہ کرام کی یہ صفت تھی **یحبھم ویحبونہ**. آپ صحابہ سے محبت کرتے تھے اور صحابہ آپ سے۔اور اُن کے صحابہ اُن کے پورے پورے تابعدار تھے اور اُن کے ذریعہ ہی موسوی شریعت منسوخ ہوئی۔قرآن پاک میں ہے: **والتین والزیتون وطور سینین وھٰذا البلد الامین.** قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور اُس شہر اَمن والے کی۔شیخ الاسلام علامہ عثمانی ؒ فرماتے ہیں: طور سینا وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی نصیب ہوا۔اور امن والا شہر مکہ معظمہ ہے جہاں سارے عالم کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے۔اور اللہ کی سب سے بڑی اور آخری امانت قرآن کریم اوّل اسی شہر میں اُتاری گئی۔تورات کے آخر میں ہے: اللہ طور سینا سے آیا۔اور ساعیر سے چمکا (جو بیت

المقدس کا پہاڑ ہے) اور فاران سے بلند ہو کر پھیلا (فاران مکہ مکرمہ کا پہاڑ ہے)

حنوک:

ان کے بارہ میں حنوک نے بھی جو آدمؑ سے ساتویں پشت میں تھا پیش گوئی کی تھی کہ خداوند اپنے دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا تا کہ سب آدمیوں کا انصاف کرے۔ اور سب بے دینوں کو اُن کی بے دینی کے اُن سب کاموں کے سبب سے جو اُنہوں نے بے دینی سے کئے ہیں اور اُن سخت باتوں کے سبب سے جو اُن بے دین گنہگاروں نے اُس کی مخالفت میں کہیں قصوروار ٹھہرائے (یہوداہ ۱۴:۱۵) اس میں صراحت ہے کہ یہ پیش گوئی قدیم زمانہ سے چلی آرہی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹوں سے جو خطاب فرمایا، اُس میں ہے یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اُس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا۔ جب تک کہ شیلوہ نہ آجاوے اور قومیں اُس کی مطیع ہوں گی (پیدائش ۴۹:۱۰)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ پیش گوئی فرمائی تھی کہ یہوداہ کی حکومت شیوہ کے آنے پر ختم ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنے والا شیلوہ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہوگا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس سے دنیا کی سب قومیں فیض پائیں گی وہ عالمگیر نبی بنی اسرائیل کے علاوہ ہوگا۔ اس لئے بنی اسرائیل نے اپنے باپ کو بھی معاف نہ کیا۔ اور ہاتھ کی صفائی سے باپ کے کلام کو بے معنی کر کے رکھ دیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''بائیبل کا ایک عبرانی لفظ شیلوہ ہے۔ جس کے صحیح معنی معلوم نہیں۔ پروٹسٹنٹ میں اس کے مختلف ہجے ہیں: شیلوہ، سیلا (قاموس الکتاب ص ۵۸۶)۔ گڈ نیوز بائیبل کے حاشیہ پر ہے کہ عبرانی متن دُھندلا ہے۔ جب لفظ ہی صحیح نہ پڑھا جائے تو معنی کیسے معلوم ہوگا۔ بعض ناقدین کا کہنا ہے کہ اصل لفظ شیلوخ ہے۔ جس کا معنی رسول یعنی بھیجا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عبرانی میں ہ ח اِس

طرح ہے اور خ ח ہے۔اس لئے اب ترجمہ یہ ہوگا کہ یہود کی حکومت کا عصا ختم نہ ہوگا جب تک رسول نہ آئے۔اب اگر معمولی غور بھی کریں تو اسرائیل سے باہر ایک ہی رسول ہے جس نے یہودی ریاستوں کو نہ صرف ختم کیا، بلکہ خدا کا یہ حکم بھی سُنا دیا:

ضربت علیهم الذلة والمسكنة وباءوا بغضب من الله. اور ڈالی گئی اُن پر ذلت اور محتاجی اور پھرے اللہ کا غصہ لے کر (۲:۶۱) حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں:

''ذلت یہ کہ ہمیشہ مسلمانوں اور نصاریٰ کے محکوم اور رعیت رہتے ہیں۔کسی کے پاس مال ہوا تو کیا حکومت سے تو بالکل محروم ہو گئے۔''

اور تاریخی حقیقت اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب یہود کی حکومت کو موقوف فرمایا آج تک وہ اپنی خود مختار حکومت قائم نہیں کر سکے۔اور آپ ہی وہ عالمگیر رسول ہیں کہ سب قومیں آپ کی مطیع ہوئیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا گیت:

سو موسیٰ نے اس گیت کی باتیں اسرائیل کی ساری جماعت کو آخر تک کہہ سنائیں.

''خداوند نے یہ دیکھ کر اُن سے نفرت کی کیونکہ اس کے بیٹوں اور بیٹیوں نے اُسے غصہ دلایا۔تب اُس نے کہا میں اپنا منہ اُن سے چھپا لوں گا اور دیکھوں گا کہ اُن کا انجام کیسا ہوگا۔کیونکہ وہ گردن کش نسل اور بے وفا اولاد ہیں۔اُنہوں نے اُس چیز کے باعث جو خدا نہیں مجھے غیرت اور اپنی باطل باتوں سے مجھے غصہ دلایا،سو میں بھی اُن کے ذریعہ سے جو کوئی اُمت نہیں اُن کو غیرت اور ایک نادان قوم کے ذریعہ سے اُنہیں غصہ دلاؤں گا۔

(استثناء ۳۲، ۱۹-۲۱)

اس گیت میں بھی موسیٰ علیہ السلام نے خدا کا کلام واضح طور پر سُنا دیا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے ناراض ہو کر اُن سے منہ چھپا لے گا یعنی اُن سے کلام بند کر دے گا اور اُن کو غیرت دِلانے کے لئے اُن سے باتیں کرے گا جن کی طرف پہلے کوئی نبی نہیں آیا نہ وہ کوئی

اُمت کہلائے اور یہ جو اپنے آپ کو اہلِ کتاب کہتے ہیں اور اُن کو نادان جانتے ہیں، اُسی اُمی قوم میں رسول بھیجے گا۔ یہ نادان قوم غالباً اُمی قوم کا ہی ترجمہ ہے۔ اس کی مزید وضاحت پڑھئے:

''وہ کسی کو دانش سکھائے گا، کسی کو وعظ کر کے سمجھائے گا۔ کیا اُن کو جن کا دودھ چھڑایا گیا جو چھاتیوں سے جدا کئے گئے، کیونکہ حکم پر حکم، حکم پر حکم، قانون پر قانون، قانون پر قانون، تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں، لیکن وہ بیگانہ لبوں اور اجنبی زبان سے اُن لوگوں سے کلام کرے گا جن کو اُس نے فرمایا یہ آرام ہے، تم تھکے ماندوں کو آرام دو اور یہ تازگی ہے، پر وہ شنوا نہ ہوئے۔ پس خداوند کا کلام اُن کے لئے حکم پر حکم، حکم پر حکم، قانون پر قانون، قانون پر قانون، تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں ہوگا (یسعیاہ ۲۸: ۹-۱۳)

یہاں بھی خداوند قدوس نے واضح فرمایا کہ اب خدا کا کلام اجنبی زبان میں نازل ہوگا اور ساری دُنیا جانتی ہے کہ عربی زبان وحی کے لئے بالکل اجنبی زبان تھی۔ اب اللہ تعالیٰ اُس قوم سے نبی بنائیں گے جس پر احکام اور قوانین کی وحی آئے گی۔ اور ایک ایک حکم کر کے نازل ہوگی۔ اور دو جگہوں میں نازل ہوگی۔ کچھ یہاں کچھ وہاں۔ نیز یسعیاہ میں ہے: ''پھر وہ کتاب کسی ناخواندہ کو دیں اور کہیں اس کو پڑھ اور وہ کہے میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔'' (یسعیاہ ۲۹: ۱۲)

یہ ناخواندہ خاص اُمی کا ترجمہ ہے۔ اور اُمی قوم میں ایک ہی نبی ہوئے ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ، جن پر عربی زبان میں وحی نازل ہوئی اور احکام اور قوانین کی وحی تھی اور آہستہ آہستہ ۲۳ سال میں مکمل ہوئی اور دو شہروں میں نازل ہوئی۔ کوئی سورت مکہ میں نازل ہوئی، کوئی مدینہ میں۔ اور ویسے بھی بنی اسرائیل کے علاوہ برکت کے وعدے بنی اسماعیل ہی سے کئے گئے اور کسی کے ساتھ کوئی ایسا وعدہ کسی کتاب میں نہیں کیا گیا۔

سلیمانؑ کی نعت:

میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے، اُس کا سر خالص سونا ہے، اُس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوّے سے کالی ہیں۔ اُس کی آنکھیں اُن کبوتروں کی مانند ہیں جو دودھ میں نہا کر لبِ دریا تمکنت سے بیٹھے ہوں۔ اُس کے رُخسار پھولوں کے چمن اور بلسان

کی اُبھری ہوئی کیاریاں ہیں۔ اُس کے ہونٹ سوسن ہیں جن سے رقیق مُر ٹپکتا ہے۔ اُس کے ہاتھ زبرجد سے مرصّع سونے کے حلقے ہیں۔ اُس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے جس پر نیلم کے پھول بنے ہوں۔ اُس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگِ مرمر کے ستون ہیں۔ وہ دیکھنے میں لُبنان اور خوبی میں رشک سرو ہے۔ اُس کا منہ از بس شیریں ہے۔ ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو! یہ ہے میرا محبوب، یہ ہے میرا پیار۔

(غزل الغزلات ۵:۱۰-۱۶)

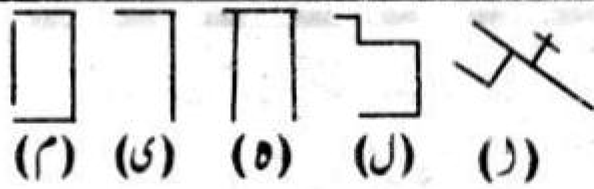
پوری بائبل میں کسی ہستی کی ایسی نعت نہیں جس میں اُس کے قد، اُس کے رنگ و روپ اور اس کے جسم کے دس کے قریب اعضاء کے حسن و جمال کا ایسا واضح بیان ہو۔ اور یہ بھی تورات سے معلوم ہو چکا کہ دس ہزار کے ساتھ آنے والا فاران یعنی مکہ مکرمہ سے آئے گا۔ یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام اُن کے سراپا کا حسن بیان کر کے فرماتے ہیں: وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ عبرانی بائبل میں یہاں لفظ محمدیم ہے

מחמדים

(م) (ح) (م) (د) (ی) (م)

تو آپ نے اپنے محبوب کا نام بھی بتا دیا کہ وہ ''محمد'' ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایک عیسائی کو جب یہ لفظ دکھایا گیا کہ تو اُس نے کہا یہ لفظ ''محمد'' نہیں جو واحد کا صیغہ ہے بلکہ ''محمدیم'' ہے جو جمع کا صیغہ ہے۔ میں نے کہا یہ جمع عددی نہیں ہے بلکہ جمع ادبی ہے۔ بزرگ ہستی کے لئے ادب کے طور پر جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں، جیسے کوئی آپ سے کہے کہ آپ کے والد صاحب کہاں تشریف لے گئے ہیں تو یہاں جمع کا صیغہ ادب کے لئے ہے۔ اس کا یہ مطلب کہ آپ کے والد صاحب ایک پورا گروہ ہیں، یا کسی خاتون سے پوچھا جائے کہ آپ کے شوہر کب آئیں گے تو یہ جمع کا صیغہ ادب کے لئے ہے، عدد کے لئے نہیں کہ اُن کے شوہر ایک پوری کمپنی ہے۔ دیکھو اسی طرح بائبل میں ہے:



الوہیم جمع کا صیغہ ہے۔ یہ جمع بھی ادب کے لئے ہے عدد کے لئے نہیں۔

ان تینوں حوالہ جات سے پتہ چلا کہ دس ہزار کے ساتھ آنے والے کی پیش گوئی بہت قدیم زمانہ سے ہے۔ تورات سے یہ بھی پتہ چلا کہ وہ فاران یعنی مکہ مکرمہ سے اور بنی اسمٰعیل سے ہوگا اور صاحبِ شریعت جدیدہ ہوگا۔ اور غزل الغزلات میں اُن کا پورا سراپا بیان کر کے یہ بھی بتا دیا کہ اُن کا نامِ نامی اسمِ گرامی محمد ہوگا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اب یہ رسول پاک ﷺ کے بارہ میں اتنی واضح پیش گوئی ہے کہ اتنی واضح پیش گوئی کسی اور کے لئے پوری بائبل میں نہیں ہے۔

ضد:

لیکن حضور دُشمنی میں آ کر انسانی ہاتھوں نے کیا کیا کرتب دِکھائے۔ اب عیسائی یہ کہتے ہیں کہ استثناء کی عبارت میں سِرے سے پیش گوئی ہے ہی نہیں۔ بلکہ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر کی منزلیں ہیں۔ ایک منزل سینا ہے، دوسری شعیر اور تیسری فاران۔ لیکن یہوداہ نے اس کو پیش گوئی قرار دیا۔ اب ان کے رسول کو سچا مانا جائے یا ان کو۔ دوسرے دس ہزار کا لفظ بھی اس کو جھٹلا رہا ہے، کیونکہ تورات کی کتاب گنتی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی تعداد لاکھوں تھی۔ اب سینا کی منزل میں ساتھی لاکھوں ہوں، شعیر میں لاکھوں ہوں اور فاران میں صرف دس ہزار رہ جائیں۔ باقی کہاں گئے، اور پھر کیا موسیٰ علیہ السلام کو شریعت کوہِ فاران پر ملی۔ کیا یہ ساری تورات کی تکذیب نہیں ہے۔ اور جغرافیائی طور پر بھی یہ غلط ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پہلے سینا میں آئے، پھر شعیر میں پہنچے، پھر وہاں سے فاران کو مُڑ گئے۔ اس لئے انسانی ہاتھوں نے دس ہزار کو لاکھوں سے بدل دیا۔ اُردو بائیبل ۱۹۲۷ء میں دس ہزار ہے۔ انگلش بائیبل ۱۶۱۱ء اور ۱۹۲۲ء، ۱۹۵۰ء میں بھی دس ہزار ہے، استثناء میں بھی اور یہوداہ میں بھی۔ اب دس ہزار لاکھوں سے بدل کر تحریف کی

عادت پوری کرلی اور کاتھولک بائبل میں استثناء سے فاران بھی اُڑا دیا۔ اور اُس کی جگہ "مریبہ تادیش" کردیا۔ اور غزل الغزلات میں لفظ محمد کا ترجمہ سراپا عشق انگیز کردیا۔ اسی طرح تحریف در تحریف در تحریف سے پیش گوئی کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا اور ہمارے دونوں یقین مزید پختہ ہوگئے کہ (۱) تورات وانجیل میں یقیناً ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے بارہ میں پیش گوئی تھی اور وہ اتنی واضح تھی کہ اتنی واضح پیش گوئی کسی اور کے بارہ میں نہیں تھی۔ (۲) نام نہاد اہلِ کتاب اپنی کتاب میں معنوی تحریف بھی کرتے آرہے ہیں اور لفظی تحریف بھی۔ یہ جو شور مچاتے ہیں کہ ہم نے تحریف نہیں کی، یہ صرف چور مچائے شور کی مثال کو دُہراتے ہیں۔

فائدہ: اور آج بھی تورات کے مطالعہ سے یہ بات دوپہر کے سورج کی طرح ثابت ہے کہ آخری زمانہ میں نبوت بنی اسرائیل سے نکل جائے گی۔ اور بنی اسرائیل کے علاوہ تورات میں برکت کے وعدے صرف اور صرف بنی اسماعیل کے لئے ہیں۔ اس لئے آخری نبوت اور آخری شریعت کا نزول بنی اسماعیل میں ہی ہوگا۔

مجلسِ مذاکرہ

(۱) مثیل موسیٰؑ:

ایک ماہ بعد وہ پادری صاحبان قرض چکانے آگئے۔ میں نے یاد دلایا کہ انجیل کا دعویٰ پہلے پورا سمجھ لو۔ وہ یہ ہے کہ موسیٰؑ نے تورات میں داؤدؑ نے زبور میں اور باقی نبیوں نے اپنی اپنی کتابوں میں پیش گوئی کی تھی کہ مسیح آئے گا، اُس کا نام یسوع، باپ کا نام یوسف ہوگا اور وہ ناصری کہلائے گا۔ یہ چار باتیں آپ نے دِکھانی ہیں۔

پادری: حضرت موسیٰؑ فرماتے ہیں: "اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں۔ میں اُن کے لئے اُن ہی کے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سُنے گا، تو میں اُن کا حساب اُس سے لوں گا۔ لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے

اُسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔ اور اگر تو اپنے دِل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اُسے ہم کس طرح پہچانیں؟ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اُس کے کہے کے مطابق کچھ واقع اور پورا نہ ہو، تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ وہ بات اُس نبی نے خود گستاخ بن کر کہی ہے، تو اُس سے خوف نہ کرنا (استثناء ۱۸: ۱۷-۲۲)

یہ سن کر پادری کہنے لگا کہ یہ وہ پیش گوئی ہے جس کا میں نے وعدہ کیا تھا۔ میں نے کہا نہ یہاں مسیح کا لفظ نہ یسوع نہ یوسف نہ ناصری۔ جن چار باتوں کا انجیل نے دعویٰ کیا تھا اُن میں سے تو ایک بات بھی اس پیش گوئی میں نہیں ہے۔ ویسے بلا دلیل اگر آپ اس پیش گوئی کو اپنے اوپر چسپاں کر کے دعویٔ نبوت کر دیں تو آپ کی زبان کون پکڑ سکتا ہے۔ آپ یہی فرق واضح کریں کہ خود آپ اس پیش گوئی کے مصداق کیوں نہیں اور مسیح علیہ السلام کیوں اس کے مصداق ہیں۔

پادری صاحب اس پر بہت پریشان ہوئے کہ میں نے مثیل موسیٰ ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا۔ آپ مجھے کیوں مجبور کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر دعویٰ ضروری ہے تو آپ یہ دِکھائیں کہ جناب مسیح علیہ السلام نے کب مثیل موسیٰ ہونے کا دعویٰ فرمایا تھا۔ اب پادری صاحب یہ نہ دِکھا سکے کہ عیسیٰ نے مثیل موسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ میں نے کہا کیا آپ نے کبھی کوشش بھی کی کہ پتہ چلے کہ اس عالمِ رنگ و بو میں کس نے مثیل موسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ پادری صاحب کچھ نہ بول سکے۔ تو میں نے بتایا کہ یہ دعویٰ ایک ہی ہستی نے کیا ہے۔ بلکہ اُن کی طرف سے خود خداوند قدوس نے اعلان فرما دیا تھا: انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا (المزمل ۱۵) ''ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتلانے والا تمہاری باتوں کا جیسے بھیجا فرعون کے پاس رسول۔''

علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں: ''یعنی حضرت موسیٰؑ کی طرح تم کو مستقل دین اور عظیم الشان کتاب دے کر بھیجا۔ شاید یہ اُس پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے جو تورات کے سفر استثناء

میں ہے کہ میں اُن کے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا (ص ۴۶۷ حاشیہ نمبر ۱۷) میں نے کہا کہ جس کو خود خدا نے مثیل موسیٰ قرار دیا، اس پر تو تم ایمان نہیں لاتے۔ اور جس نے کبھی مثیل موسیٰ ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا آپ مدعی سست گواہ چست کی مثال پوری کرتے ہوئے اُس کو زبردستی مثیل بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ شاید اسی موقع پر کہا جاتا ہے مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ اب پادری صاحب حیران ہیں اور خاموش.

(۲) بھائیوں میں سے:

میں نے کہا پادری صاحب! مثیل موسیٰ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہوگا بلکہ اُن کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اور بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے صرف اور صرف بنی اسماعیل ہی ہیں جن کے لئے برکت کا وعدہ ہے اور بنی اسماعیل میں سے ایک ہی نبی ہوئے ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وُہی بلاشرکت غیرے اس عظیم الشان پیش گوئی کے مصداق ہیں۔ عیسیٰ بنی اسماعیل سے نہیں۔

(۳) صاحب شریعت:

پوری بائیبل کا مطالعہ کرلیں۔ موسیٰ کا خاص امتیازی وصف شریعت لانا ہی ہے۔ اور کسی نبی کی کتاب شریعت کی کتاب نہیں۔ اس لئے مثیل موسیٰ وہی ہوگا جو صاحب شریعت ہوگا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے آخری وصیت میں خود وضاحت فرمادی کہ اب صاحب شریعت فاران سے آئے گا اور فاران یعنی مکہ مکرمہ میں بنی اسماعیل ہی آباد ہیں۔ اور موسیٰ کے بعد ساری دُنیا میں ایک نبی شریعت جدیدہ لائے ہیں اور فاران سے آئے۔ ثم جعلناک علی شریعة من الامر فاتبعها پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک شریعت پر دین کے کام میں۔ سوتو اُسی پر چل (۴۵: ۱۸) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی شریعت نہ لائے بلکہ آپ کے عقیدہ کے مطابق وہ تو شریعت کی لعنت سے چھڑانے آئے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے: ''مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اُس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ (گلتیوں ۳: ۱۳)

(۴) نبی برپا کروں گا:

حضرت موسیٰ بھی نبی تھے اور مثیل موسیٰ بھی نبی ہی ہوگا۔ حضور پاک نبی ہی تھے لیکن آپ مسیح کو خدائے مجسم مانتے ہیں۔ تو خدا مثیل موسیٰ کیسے کہلا سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ عقل کے پیچھے لٹھ لے کر پھر رہے ہیں۔ خدا کو نبی کا مثیل بنا رہے ہیں۔

(۵) اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا:

الہام دو قسم کا ہوتا ہے: لفظی اور معنوی۔ لفظی الہام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ کو ہی زبان سے دہرائے اور معنوی الہام یہ ہے کہ مفہوم خدا کا ہو لیکن جو الفاظ نبی کے منہ سے نکل رہے ہوں وہ نبی کے اپنے ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مثیل موسیٰ پر لفظی الہام نازل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے الفاظ اُس کے منہ میں ڈالیں گے اور وہ اپنے منہ سے خدا ہی کے الفاظ دُہرائے گا۔ اور وہی الفاظ آگے سکھائے گا۔ ان علینا جمعه وقرآنه. ثم ان علینا بیانه. پہلے اللہ تعالیٰ اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالیں گے، پھر اُن کا مطلب سمجھائیں گے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فاران یعنی مکہ مکرمہ میں بنی اسماعیل میں ایک ہی کتاب نازل ہوئی جو وحی متلو ہے۔ اور وہ خدا کا کلام ہے جو حضور علیہ السلام کے منہ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا۔ اور عیسیٰ نہ فاران میں ہوئے، نہ ہی کوئی کتاب وحی متلو اُن پر نازل ہوئی۔

(۶) اور جو کچھ میں اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا:

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس بات کی تصدیق فرما دی کہ وما ینطق عن الھویٰ اِن ھو اِلا وحی یُوحیٰ (النجم ۵۳:۳-۴) اور (یہ نبی) نہیں بولتا اپنے دِل کی خواہش سے۔ یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا۔ کیسی واضح بات ہے۔

(۷) حساب لوں گا:

اور جو کوئی میری اُن باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اُن کا

حساب اُس سے لوں گا۔ یہ ظاہر ہے کہ اس سے آخرت کا حساب مراد نہیں ہوسکتا۔ وہ تو ہر نبی کے منکروں سے لیا جائے گا۔ اس میں مثیل موسیٰ کی کیا تخصیص۔ اور دنیا میں حساب لینے سے مراد یہ ہوتا ہے کہ وہ صاحب حکومت ہو، کافروں سے جہاد کرے، گنہگاروں پر حدود شرعیہ اور تعزیرات شرعیہ کو نافذ کرے اور صرف احکام خداوندی ہی سُنائے بلکہ اُن کو نافذ بھی کرے۔

(۸) قتل کیا جائے:

آگے یہ بتایا کہ مثیل موسیٰ اگر خود کوئی بات بنا کر خدا کے ذمہ لگائے یا شرک کی تعلیم دے گا تو قتل کیا جائے گا۔ اس میں ایک مخصوص پہچان مثیلِ موسیٰ کی یہ بتادی کہ مثیلِ موسیٰ قتل نہیں ہوگا۔ چنانچہ قرآن پاک نے بھی اسی حقیقت کو دُہرایا ہے:

فلا اُقسم بما تبصرون. وما لاتبصرون. انه لقول رسول كريم. وما هو بقول شاعر. قليلاً ما تؤمنون. ولا بقول كاهن. قليلاً مّا تذكرون. تنزيل من رب العلمين. ولو تقول علينا بعض الاقاويل. لاخذنا منه باليمين. ثم لقطعنا منه الوتين. فما منكم من احدٍ عنه حاجزين (الحاقہ ۶۹: ۳۸-۴۷)	سو قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی کہ دیکھتے ہو اور جو چیزیں تم نہیں دیکھتے۔ یہ کہا ہے ایک پیغام لانے والے سردار کا۔ اور نہیں ہے یہ کہا کسی شاعر کا تم تھوڑا یقین کرتے ہو اور نہیں ہے کہا پریوں والے کا۔ تم بہت کم دھیان کرتے ہو یہ اُتارا ہوا ہے جہاں کے رب کا۔ اور اگر یہ بنا لاتا ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑ لیتے اُس کا داہنا ہاتھ، پھر کاٹ ڈالتے اُس کی گردن۔ پھر تم میں کوئی ایسا نہیں جو اُسے بچالے۔

اگر معاذ اللہ آپ ﷺ کوئی بات بنا کر آپ کے ذمہ لگاتے تو آپ کی گردن کاٹ دی جاتی۔ مگر یہاں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **واللّٰه يعصمك من الناس.** اللہ نے حفاظت کا ذمہ لے لیا اور آپ قتل نہ ہو سکے۔ اس کے برعکس عیسائی عقیدہ کے مطابق عیسیٰ نے معاذ اللہ توحید کی بجائے تثلیث کی تعلیم دی جو شرک ہے۔ اور اس بنا پر یہود کے کہنے سے حکومت نے اُن کو صلیب پر لٹکا دیا اور اُس نے بڑی بے بسی میں یہ چلاتے ہوئے: اے اللہ!

تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ صلیب پر ہی جان دے دی۔

(۹) مثیلِ مسیحؑ کی پیش گوئیاں:

کہ وہ نبی خداوند قدوس سے خبر پا کر جو پیش گوئی کرے گا وہ سچی ہوگی۔ آپ کی پیش گوئیاں بہت ہیں: (۱) آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مکہ، بیت المقدس، یمن، شام، عراق کی فتوحات کی خبر دی۔ (۲) امن و امان کی پیش گوئی کی کہ اس حد تک ہو جائے گا کہ تن تنہا ایک عورت حیرہ سے مکہ تک اس طور پر سفر کرے گی کہ خدا کے سوا اُس کو کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ (۳) روم و فارس کی نسبت پیش گوئی فرمائی کہ دونوں سلطنتوں کے خزانے مسلمان تقسیم کریں گے۔ پیش گوئی فرمائی کہ فارس کی لڑکیاں مسلمانوں کی خادمہ بنیں گی۔ جب تک عمرؓ زندہ رہیں گے فتنے سر نہیں اُٹھا سکیں گے۔ حضرت عمارؓ کو باغی گروہ شہید کرے گا۔ میرے بعد خلافت نبوت تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد دنیوی سلطنت میں تبدیل ہو جائے گی۔ حضرت حسنؓ کے ہاتھوں پر دو جماعتوں کی صلح ہوگی۔ مسلمان بحری جہاد کریں گے۔ وصال کے بعد سب سے پہلے سیدہ فاطمہؓ کا وصال ہوگا۔ بیویوں میں پہلے اُس کا وصال ہوگا جو طویل الید زیادہ سخی ہوگی۔ حضرت حسینؓ مقام طف پر شہید ہوں گے۔ اس قسم کی سینکڑوں پیش گوئیاں حرف بحرف پوری ہوئیں اور ایک پیش گوئی بھی غلط نہ نکلی۔ جب کہ اناجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیش گوئیاں بالکل جھوٹی نکلیں۔ آپ نے فرمایا تھا میں بادشاہ بنوں گا، وہ نہ بن سکے۔ آپؑ نے فرمایا تھا میں یونس نبی کی طرح تین دن اور تین رات زمین کے پیٹ میں رہوں گا، مگر آپ صرف ایک دن اور دو رات بقول انجیل زمین کے پیٹ میں رہے اور آپؑ نے فرمایا تھا کہ یہ لوگ جو کھڑے ہیں یہ سب نہیں رہیں گے کہ میں دوبارہ دنیا میں آ جاؤں گا۔ اُن کو مرے صدیاں گزر گئیں لیکن مسیح علیہ السلام نہ آئے۔

بشارتِ نبوی

آسمان کی بادشاہی:

حضرت یحییٰ نے فرمایا: ''توبہ کرو، کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔ (متی ۳:۲)

عیسیٰ: توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے (متی ۴:۱۷)

یسوع سب شہروں میں اور گاؤں میں پھرتا رہا اور اُن کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور بادشاہی کی خوشخبری کی منادی کرتا اور ہر طرح کی کمزوری اور ہر طرح کی بیماری کو دور کرتا رہا (متی ۹:۳۵)

اُس نے اُن سے کہا مجمع اور شہروں میں بھی بادشاہی کی خوشخبری سنانا ضروری ہے، کیونکہ میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں (لوقا ۴:۴۳)

اُن بارہ کو یسوع نے بھیجا اور اُن کو حکم دے کر کہا غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا، بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔ (متی ۱۰:۵-۷)

اِن باتوں کے بعد خداوند نے ستر آدمی اور مقرر کئے اور جس جس شہر اور جگہ کو خود جانے والا تھا، اُنہیں دو دو کر کے اپنے آگے بھیجا............اور وہاں کے بیماروں کو اچھا کرو۔ اور اُن سے کہو خدا کی بادشاہی تمہارے نزدیک آپہنچی ہے.......ہم اس گرد کو بھی جو تمہارے شہر سے ہمارے پاؤں کو لگی ہے تمہارے سامنے جھاڑ دیتے ہیں۔ مگر یہ جان لو کہ خدا کی بادشاہی نزدیک آپہنچی ہے (لوقا، ۱۱=۹-۱=۱۱)

اُس نے اُن سے کہا جب تم دُعا کرو تو کہو: اے باپ تیرا نام پاک مانا جائے، تیری بادشاہی آئے (لوقا، ۱۱:۲)

ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا۔ اُس وقت ہر

ایک کو اس کے کاموں کے مطابق بدلہ دے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اُس کی بادشاہی میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں، موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے (متی ۱۶: ۲۷-۲۸)

جو کوئی اس زناکار اور خطاکار قوم میں مجھ سے اور میری باتوں سے شرمائے گا، ابن آدم بھی جب اپنے باپ کے جلال میں فرشتوں کے ساتھ آئے گا تو اُس سے شرمائے گا۔ اور اُس نے اُن سے کہا کہ جو یہاں کھڑے ہیں، اُن میں بعض ایسے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہی کو قدرت کے ساتھ آیا ہوا نہ دیکھ لیں، موت کا مزہ ہرگز نہیں چکھیں گے (مرقس ۸: ۳۸-۹: ۱) جو کوئی مجھ سے اور میری باتوں سے شرمائے گا، ابن آدم بھی جب اپنے اور اپنے باپ کے اور پاک فرشتوں کے جلال میں آئے گا تو اِس سے شرمائے گا۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اُن میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعض ایسے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہی کو دیکھ نہ لیں موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے (لوقا ۹: ۲۶-۲۷)

تبصرہ: اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اُسے ہم کیونکر پہچانیں۔ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے۔ اور اُس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اُس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے۔ تو اس سے خوف نہ کرنا (استثناء ۱۸: ۲۱-۲۲)

بادشاہی:

جس کا قانون زمین پر بسنے والے انسان نہ بنائیں، بلکہ خداوند قدوس آسمان سے نازل فرمائیں۔ وہ قانون حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ اور دنیا میں غالب ہوا۔ اور اُس کا غلبۂ کاملہ مسیحؑ کے ذریعہ قربِ قیامت میں ہوگا۔

مثال باغ:

متی ۲۱: ۳۳-۴۵ مرقس ۱۲: ۱-۱۲ لوقا ۲۰: ۹-۱۸۔ بنی اسرائیل سے چھن کر بنی اسماعیل کے پاس جائے گی۔ اور اُس نے اُن سے کہا کہ تم تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو (مرقس ۱۶: ۱۵)

گناہ اُٹھانا:

جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اُٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ (حزقیل ۱۸:۲۰)

ہابیل کے خون سے لے کر اس زکریاہ کے خون تک جو قربان گاہ اور مقدس کے بیچ میں ہلاک ہوا، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اُسی زمانہ کے لوگوں سے باز پرس کی جائے گی۔ (لوقا ۱۱:۵۱)

خدا کا بیٹا:

مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں، کیونکہ وہ خداوند کے بیٹے کہلائیں گے (متی ۵:۹) یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں تلوار چلانے آیا ہوں (متی ۱۰) تو آپ خدا کے بیٹے تو نہ ہوئے۔

کفارہ کون؟

شریر صادق کا فدیہ ہوگا اور دغا باز راست بازوں کے بدلہ میں دیا جائے گا۔ (امثال ۲۱:۱۸)

یسوع مسیح راست باز اور وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور نہ صرف ہمارے گناہوں کا بلکہ تمام دُنیا کے گناہوں کا بھی (۱-یوحنا ۲:۱-۲)

شریعت:

خداوند کی شریعت کامل ہے۔ اور وہ جان کو بحال کرتی ہے۔ خداوند کی شہادت برحق ہے۔ نادان کو دانش بخشتی ہے۔ اور خداوند کے قوانین راست ہیں (زبور ۱۹:۷-۸)

غرض پہلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب منسوخ ہوگیا۔ شریعت نے کسی چیز کو کامل نہیں کیا (عبرانیوں ۷:۱۸:۱۹)

آگ:

یوحنا نے کہا "اے خداوند تو کیا چاہتا ہے کہ ہم حکم کریں کہ آسمان سے آگ نازل ہوکر اُنہیں بھسم کردے" اس پر عیسیٰ ؑ نے فرمایا: تم نہیں جانتے کہ تم کیسی روح کے ہو؟ کیونکہ ابن آدم لوگوں کی جان برباد کرنے نہیں آیا، بلکہ بچانے آیا ہے (لوقا ۹:۵۴-۵۶)

میں زمین پر آگ لگانے آیا ہوں اور اگر لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا۔ (لوقا ۱۲:۴۹)

بائیبل کے تضادات

اختلافات:

(۱) یوآب کی مردم شماری: اسرائیل کے آٹھ لاکھ بہادر مرد نکلے جو شمشیر زن تھے اور یہوداہ کے ۵ لاکھ (۲سم ۲۴:۹)
اسرائیل کے گیارہ لاکھ شمشیر زن مرد اور یہوداہ کے چار لاکھ ستر ہزار شمشیر زن مرد (۱۔تواریخ ۲۱:۵)

(۲) سات سال قحط پڑے گا (۲سم ۲۴:۱۳)
تین سال قحط پڑے گا (۱۔تواریخ ۲۱:۱۲)

(۳) اخزیاہ ۲۲ برس کا تھا جب حکومت کرنے لگا (۲۔سلاطین ۸:۲۶)
۴۲ برس کا تھا (۲-تواریخ ۲۲:۲)

(۴) یہویاکین سلطنت کرنے لگا ۱۸ برس کا تھا (۲-سلاطین ۲۴:۸)
۸ سال کا تھا (۲-تواریخ ۳۶:۹)

(۵) سلیمانؑ کے پاس رتھوں کے لئے چالیس ہزار تھان تھے (۱-سلاطین ۴:۲۶)
چار ہزار تھان (۲-تواریخ ۹:۲۵)

(۶) گیارہ سال کی عمر میں بیٹا آخر ۲۰+۱۶=۳۶ سال ،۲-سلاطین ۱۶:۲،حزقیاہ ۲۵ برس ۳۶-۲۵=۴، ۲سلاطین ۱۸:۲

(۷) اللہ یا شیطان خداوند کے داؤد کے دل کو اُن کے خلاف اُبھارا (۲-سم ۲۴:۱)
شیطان نے اُبھارا (۱-تواریخ ۲۱:۱)

(۸) حزقی ایل باب ۴۵-۴۶ بمقابلہ گنتی باب ۲۸-۲۹

(۹) استثناء باب ۲، یوشع باب ۱۳، نبی جاد کی میراث

(۱۰) بنیامین کی اولاد پیدائش باب ۴۶،تواریخ اوّل باب ۷،باب ۸

(۱۱) ۲سم باب ۸۔ ۱-تواریخ باب ۱۸

(۱۲) ۲سم ب ۱۰، ۱-تواریخ ب ۱۹

(۱۳) لٹو ۱-سلاطین ۷:۲۴ص ۳۳۳، ۲تواریخ ۴:۳،ص ۴۲۷

(۱۴) دو ہزار بت ص ۳۳۳ تین ہزار بت ص ۴۲۷

زھریؒ در بخاریؒ جلداوّل

اصل نام محمد بن مسلم بن عبداللہ المتوفّٰی ۱۲۴ھ

ص ۳/۴۔ ای الاعمال افضل ص ۲۰۶-۸

شانِ صحابہؓ: ص ۱۳۔ خط: ص ۱۵۔ فقہ: ص ۱۶۔ لا حسد: ص ۱۷۔ جھگڑے: ص ۱۷۔ مزاح: ص ۱۷۔ فضیلت علم: ص ۱۸۔ تناوب فی العلم: ص ۱۸، ۲۰۔

حضور علیہ السلام کا علم: ص ۲۲، ۲۳، ۲۵۔ آواز اور بوسے وضو: ص ۲۵، ص ۲۶، ۲۷، ص ۳۰۔ لا تستقبلوا القبلۃ: ص ۲۶۔ پردہ: ص ۲۶۔ وضو: ص ۲۷۔ ایضاً وضو ص ۲۷ وضو کا جوٹھا: ص ۲۸۔ کندھوں پر مسجد آنا: ص ۳۲۔ تبرائے بالوضو: ص ۳۱۔ دودھ کے بعد کلی: ص ۳۴، ۳۵، ۴۱، ۴۵، ۴۶، ۵۰۔ فرضیت خمس صلوٰت: ص ۵۰، ۵۳، ۵۴، ۵۷، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۴، ۶۵، ۶۷، ۶۸، ۷۱، ۷۴، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۴۔

اذان کا جواب: ص ۸۶۔ لا یبقی علیٰ ظھر الارض: ص ۸۴۔ مسجد کی طرف وقار سے چلو: ص ۸۸، ایضاً ص ۱۲۶، ۹۰، ۹۲، ۹۳، ۱۰۱۔ لا صلوٰۃ: ص ۱۰۴۔ رفع یدین: ص ۱۰۲۔ آمین: ص ۱۰۸۔ تکبیرات انتقال: ص ۱۰۸، ۱۱۱، ۱۰۹۔ سجدہ سہو: ص ۱۱۵، ۱۱۰۔ عشاء کی نماز: ص ۱۱۹۔ مسیح علیہ السلام: ص ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲۔ غسل جمعہ: ص ۱۲۰۔ اذان ثانی: ص ۱۲۴، ۱۲۵۔ تراویح تین دن: ص ۱۲۶۔ ثواب جمعہ: ص ۱۲۷۔ خاموشی در جمعہ: ص ۱۲۷ ثواب جمعہ ۴۵۶۔ صلوٰۃ خوف: ص ۱۲۸، ۱۲۹۔ اچھا لباس: ص ۱۳۵۔ صبح کی سنن: ص ۱۳۵۔ دعاء استسقاء: ص ۱۳۹۔ صلوٰۃ خسوف: ص ۱۴۲، ۱۴۵، ۱۴۸۔ راحلہ پر نماز ۵ دفعہ: ص ۱۵۰، ۱۵۹۔ گیارہ رکعت: ص ۱۵۱، ۱۵۱، ۱۵۲ تین دفعہ۔ ظہر سے عشاء تک کی سنن: ص ۱۵۶۔ لا تشد الرحال: ص ۱۶۰ پر دو دفعہ، ص ۱۶۳، ۱۶۴۔ حق المسلم علی المسلم: ص ۱۶۱، ۱۶۶، ۱۶۷۔ غائبانہ جنازہ: ص ۱۶۷، ۱۶۷، ۱۷۳، ۱۷۶،

ابن شہاب زہریؒ در بخاری شریف جلد دوم

تَمّت بالخیر

۲۰ رکعت تراویح پر ایک محققانہ تحریر

الحمد للّٰہ و کفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. امّا بعد :

برادران اسلام! رمضان المبارک ایک بہت بابرکت مہینہ ہے۔اس مبارک مہینہ میں خدا کا آخری پیغام قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا۔اس مبارک مہینے میں شب قدر ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔اس مہینہ میں ایک نفل کا ثواب ایک فرض کے برابر کردیا جاتا ہے اور ایک فرض کا ثواب ستر ۷۰ گنا کردیا جاتا ہے۔(ابن حبان) اس مہینہ میں دِن کا روزہ فرض اور رات کی تراویح سُنّت ہے۔چنانچہ سنن نسائی (صفحہ ۳۰۸، جلد۱) پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:...... ''ان اللّٰہ تبارک وتعالٰی فرض صیام رمضان علیکم وسننت لکم قیامه فمن صامه وقامه ایمانا واحتسابا خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے (بوحی جلی) تم پر رمضان کے روزے فرض کیے ہیں۔اور میں (بوحی خفی) تمہارے لئے تراویح کا سُنّت ہونا مقرر کرتا ہوں۔پس جو کوئی ایمان کی رو سے اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اور تراویح پڑھے وہ اپنے گناہوں سے نکل کر ایسا ہو جاوے گا جیسا کہ وہ اس روز تھا جس روز اسے اس کی ماں نے جنا تھا، اور ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ اس کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔(صحیح مسلم جلد۱ صفحہ ۲۵۹)

رسول پاک ﷺ بھی اس مبارک مہینہ میں عام مہینوں سے زیادہ کوشش فرماتے تھے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ''کان رسول اللّٰہ ﷺ یجتھد فی رمضان لایجتھد فی غیرہ'' (مسلم) یعنی رسول پاک ﷺ رمضان المبارک میں غیر رمضان

سے بہت زیادہ محنت فرماتے تھے اور حضرت عائشہؓ کی ایک دوسری روایت میں ہے:...... کان اذا دخل شهر رمضان شد میزره ثم لم یات فراشه حتی ینسلخ (بیہقی، اعلاء السنن، صفحہ ۴۶، جلد ۷) یعنی جب رمضان آتا تو آپ اپنے بچھونے کی طرف نہیں آتے تھے یہاں تک کہ گزر جاتا اور حضرت عائشہؓ کی ایک تیسری روایت میں ہے کہ رمضان کے عشرہ اخیرہ میں خصوصاً (احیی لیله و ایقظ اهله (بخاری) خود بھی تمام رات بیدار رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار رکھتے۔ ان تینوں حدیثوں کی تشریح خود حضرت عائشہؓ سے ان الفاظ میں آئی ہے۔ اذا دخل رمضان تغیر لونه و کثرت صلاته یعنی جب رمضان کا مبارک مہینہ آتا تو رسول پاک ﷺ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور نماز زیادہ پڑھتے تھے۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ رسول پاک ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ زیادہ سے زیادہ نماز پڑھی جائے، زیادہ سے زیادہ شب بیداری ہو اور خوب محنت اور کوشش کر کے اس مبارک مہینہ کی فضائل و برکات سے استفادہ کیا جائے، لیکن جہاں اس مبارک مہینہ کی آمد ہر سال مسلمانوں پر خیر و برکت اور لطف و رحمت کے ہزاروں دروازے کھول دیتی ہے وہاں اس خراب آباد پنجاب کے اندر مذہبی رنگ میں ایک شر بھی ظہور کرتا ہے، اور وہ فرقہ غیر مقلدین کا یہ پروپیگنڈا ہے کہ بیس رکعت تراویح کی کوئی اصل نہیں ہر سال اہل سُنّت والجماعت حنفی دیوبندی کے سروں پر اس مکروہ نشریہ کے طوفان اٹھتے ہیں اور بہت سے ناواقف حنفی یہ سمجھتے ہوئے اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں کہ شاید اہل سُنّت والجماعت حنفی دیوبندی کے پاس بیس رکعت کا کوئی ثبوت نہ ہوگا۔ چنانچہ اوکاڑہ میں بھی ایک غیر مقلد مُحدِث نے ایک دو ورقہ شائع کیا جس میں محدث صاحب نے یہ دعویٰ کیا کہ صرف آٹھ رکعت تراویح سُنّت ہے۔ بیس رکعت کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور حنفیوں کو انعامی چیلنج بھی دیا اور بزعم خود اس مسئلہ پر آخری فیصلہ فرما دیا۔ اس قسم کی اشتعال انگیز نشریات سے ہم اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ جماعت اَمن وسکون کو گناہ عظیم سمجھتی ہے اور مسلمانوں میں اتفاق کی بجائے افتراق پیدا کرنا سلف صالحین خصوصاً حضرت امام

اعظم ابوحنیفہؒ سے بھولے بھالے مسلمانوں کو بدظن کر کے اپنی تقلید کا پھندا اُن کے گلے میں ڈالنا اس جماعت کا دل پسند مشغلہ ہے۔

برادران اسلام! رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے خلفاء راشدین کی سُنّت کو مضبوطی سے تھام لو، اور فرمایا کہ نجات کا راستہ یہی ہے جو میرا اور میرے صحابہ کرامؓ کا طرز عمل ہے۔ رسول پاک ﷺ کا طرز عمل میں عرض کر چکا ہوں کہ رمضان میں غیر رمضان سے بہت زیادہ نماز پڑھتے تھے۔ ساری ساری رات خود بیدار رہتے اور اپنے گھر والوں کو بیدار رکھتے لیکن جمہور علماء کے نزدیک آپ ﷺ سے تراویح کا کوئی معین عدد ثابت نہیں ہے۔ البتہ احنافؒ میں سے قاضی خانؒ اور امام طحاویؒ اور شوافع سے امام رافعیؒ آنحضرت ﷺ سے بیس کا عدد ثابت مانتے ہیں۔

محدث صاحب کا دعویٰ کہ حضور ﷺ سے صرف آٹھ ثابت ہیں یہ تمام اُمت کے خلاف ہے ایک نیا دعویٰ ہے بلکہ محدث صاحب کا یہ دعویٰ اپنے مذہب سے بھی بے خبری کا نتیجہ ہے کیونکہ غیر مقلد بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے تراویح میں کوئی عدد معین ثابت نہیں۔ چنانچہ:

۱:...... حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :...... ”ومن ظن ان قیام رمضان فیه عدد موقت عن النبی ﷺ لایزید ولاینقص فقد اخطا (مرقات علی المشکوٰۃ، صفحہ ۱۱۵، جلد ۱، الانتقاد الرجیح صفحہ ۶۳) یعنی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے تراویح کے باب میں کوئی عدد معین ثابت ہے، جو کم و بیش نہیں ہو سکتا وہ غلطی پر ہے۔

۲:...... غیر مقلدوں کے پیشوا قاضی شوکانی بھی تراویح کے عدد معین کے متعلق لکھا ہے کہ:...... لم یرد به السنة یعنی سُنّت نبوی ﷺ سے ثابت نہیں ہوتا۔

(نیل الاوطار، صفحہ ۲۹۸، جلد ۲)

۳:...... غیر مقلدوں کے مشہور مصنف میر نور الحسن خاں صاحب اپنی کتاب (عرف

الجادی، صفحہ ۸۷) پر لکھتے ہیں:...... وبالجملہ عددے معین در مرفوع نیامدہ وتکثیر نفل وتطوع سودمند است پس منع از بست وزیادہ چیزے نیست یعنی مرفوع حدیث سے کوئی معین عدد ثابت نہیں ہے، زیادہ نفل پڑھنا فائدہ مند ہے۔ پس بیس رکعت سے منع نہ کرنا چاہئے۔

۴:...... نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:...... ولم یات تعین العدد فی الروایات الصحیحة المرفوعة ولکن یعلم من الحدیث کان رسول اللہ ﷺ یجتھد فی رمضان مالا یجتھد فی غیرہ (رواہ مسلم) ان عددھا کان کثیرا (الانتقاد الرجیح صفحہ ۶۱) اور عدد کی تعیین صحیح مرفوع روایتوں میں نہیں آئی لیکن (صحیح مسلم کی) ایک حدیث سے آنحضرت ﷺ رمضان میں جتنی محنت اور کوشش کرتے تھے اتنی غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے، سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی تراویح کا عدد زیادہ تھا (یعنی گیارہ یا تیرہ نہ تھی) یہی نواب صاحب (ہدیۃ السائل، صفحہ ۱۳۸) پر لکھتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح پڑھنے والا بھی سُنّت پر عامل ہے۔

جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کے بانی حافظ محمد لکھنوی فرماتے ہیں ؎

بعضے اٹھ رکعاتاں پڑھدے بعضے ویہ رکعاتاں

جنہیاں بہت رکعاتاں پڑھن اتنیاں بہت براتاں

اس کے علاوہ علامہ سبکیؒ، سیوطیؒ وغیرہ نے بھی فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی عدد معین ثابت نہیں ہے۔ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ محدث صاحب کا یہ دعویٰ کہ آٹھ رکعت سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ ان کے اپنے مذہب سے بھی بے خبری کی دلیل ہے۔

محدث صاحب کے دعویٰ کا پوسٹ مارٹم:

محدث صاحب فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعت تراویح کی حدیث حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ صحیح ہے، اور بیس رکعت تراویح کی حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت

ہے وہ ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی پوشیدہ ہے وہ ضعیف ہے۔

حضرت جابرؓ کی روایت:

آنحضرت ﷺ نے رمضان المبارک میں ہمارے ساتھ آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے (طبرانی، قیام اللیل، ابن حبان)۔ یہ کون سی نماز تھی تہجد یا تراویح یا لیلۃ القدر کی نماز اس کا اس حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ آیئے! ہم اس کی سند کا حال بھی تم کو بتادیں۔ اس کی روایت حضرت جابرؓ سے عیسیٰ بن جاریہ کی ہے اور امام طبرانیؒ فرماتے ہیں:...... **لایروی عن جابرؓ الا بھذا الاسناد** (طبرانی) یعنی حضرت جابرؓ سے صرف یہی ایک سند ہے۔

عیسیٰ بن جاریہ کے متعلق امام الجرح والتعدیل ابن معینؒ فرماتے ہیں:...... "**عندہ مناکیر**" امام ابوداودؒ اور امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہے اور امام نسائیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کی روایات متروک ہیں ساجیؒ اور عقیلیؒ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔

ابن عدیؒ نے کہا کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں۔ قال ابن حجرؒ **فیه لین** (میزان الاعتدال، تہذیب) عیسیٰ بن جاریہؒ سے آگے روایت کرنے والا بھی ایک راوی ہے۔ یعقوب القمی امام ابن معینؒ فرماتے ہیں:...... **لا اعلم احدا روی عنه غیر یعقوب القمی** (کتاب الجرح والتعدیل صفحہ ۲۷۳، جلد ۳) اس راوی کے متعلق امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں:...... **لیس بالقوی** یعنی وہ قوی نہیں ہے۔ یعقوب قمی سے دو راوی روایت کرتے ہیں، محمد بن حمید رازیؒ اور جعفر بن حمید انصاریؒ۔ محمد بن حمید رازیؒ کو امام بخاریؒ، امام سخاویؒ، امام نسائیؒ، یعقوب بن شیبہ ابوزرعہؒ، جوزجانیؒ، اسحاق کوسجؒ، فضلک رازیؒ، ابوعلی نیساپوریؒ، صالح بن محمد اسدیؒ، ابن خراشؒ اور ابونعیمؒ وغیرہ محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب صفحہ ۱۲۹، جلد ۹، میزان الاعتدال صفحہ ۵۰، جلد ۳) اور چوتھا راوی جعفر بن حمید مجہول الحال ہے۔

ناظرین! آپ نے محدث اوکاڑوی کے تعصب کا کرشمہ دیکھ لیا کہ جس حدیث کی سند میں چار راوی ضعیف تھے وہ صحیح بن گئی اور بیس رکعت تراویح کی حدیث کو اس لئے ضعیف کہہ کر ٹال دیا کہ اس میں ایک راوی ابوشیبہ ضعیف ہے۔

حدیث ابن عباسؓ:

عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر ترجمہ:...... "حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے (سنن کبریٰ للبیہقی، صفحہ ۴۹۶، جلد ۲، مصنف ابن ابی شیبہ، طبرانی، مسند عبد بن حمید)

اس حدیث کی سند ملاحظہ ہو:...... اخرج ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه: حدثنا یزید بن هارون قال اخبرنا ابراهیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباسؓ الخ (التعلیق الحسن صفحہ ۵۶ جلد ۲)

معزز ناظرین! محدث عبدالجبار کو حضرت جابرؓ والی حدیث میں چار راویوں کا مجروح ہونا تو نظر نہ آیا چار راوی مجروح ہوتے ہوئے حدیث کو صحیح کہہ دیا اور اس بیس رکعت والی روایت میں ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ کو ضعیف کہہ کر جواب سے سبکدوش ہو گئے، حالانکہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:...... ابوشیبه آں قدر ضعف نه دارد که روایت اومطروح ساخته شود (فتاوٰی عزیزی) اور شاہ عبدالعزیزؒ کی بات بالکل حق ہے کیونکہ کسی راوی میں جرح دو باتوں پر کی جاتی ہے باعتبار عدالت کے یا حفظ وضبط کے۔ ابوشیبہ کی عدالت کے متعلق حضرت یزید بن ہارون جو امام بخاریؒ کے استاذ الاستاذ اور نہایت ثقہ اور حافظ الحدیث تھے۔ فرماتے ہیں:...... ماقضیٰ علی الناس فی زمانه اعدل فی قضاء منه (تہذیب التہذیب صفحہ ۱۴۵، جلد ۱) یعنی ہمارے زمانہ میں ان سے زیادہ عدل وانصاف والا کوئی قاضی نہیں ہوا اور ابوشیبہ کے متعلق حافظ ابن حجرؒ فتح الباری شرح

صحیح البخاری میں لکھا ہے:...... ابراھیم بن عثمان ابو شیبه الحافظ تو جب ابوشیبہ عادل بھی ہے حافظ بھی ہے تو یقیناً ثقہ ہوگا اسی لئے علامہ ابن عدیؒ نے فرمایا ہے:...... له احادیث صالحة وھو خیر من ابراھیم بن ابی حیة (تہذیب التہذیب) یعنی ابوشیبہ کی حدیثیں صالح ہیں اور وہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے اور ابراہیم بن ابی حیہ کو ابن معینؒ شیخ ثقة کبیر فرمایا ہے (اللسان) صفحہ ۵۳، جلد ۱)

خلاصہ یہ کہ:...... جب ابوشیبہ عادل حافظ ہے اس کی حدیثیں صالح ہیں بلکہ وہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے تو اب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فرمان کی صحت میں کیا شک رہ گیا؟ غرض محدث اوکاڑوی کو تعصب نے ایسا محروم البصیرۃ کیا کہ جس کی سند میں چار راوی مجروح تھے ان کی جرح کو بھول گئے اور ابوشیبہ پر صرف جرح نظر آئی اور اس کی تعدیل سے آنکھیں بند ہوگئیں اور پھر محدث صاحب اصول کا یہ قاعدہ بھی بھول گئے کہ جس حدیث پر امت نے عمل کر لیا ہو اور اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہو اس کی سند میں اگر چہ کلام کی گنجائش ہو بھی تب بھی وہ صحیح ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل خاتمہ کے قریب آتی ہے۔ غرض یہاں تک تو محدث صاحب کے اس دعویٰ پر مختصر عرض کیا ہے کہ رسول پاک ﷺ سے آٹھ رکعت بسند صحیح ثابت ہیں اور بیس ثابت نہیں اور محدث صاحب کی امانت و دیانت بھی آشکارا ہوگئی۔ اس کے بعد محدث صاحب نے کہا کہ خلفائے راشدین کی سنت بھی بیس نہیں بلکہ آٹھ ہے، حالانکہ نواب صاحب لکھتے ہیں کہ بیس رکعت سنتِ عمر بن الخطابؓ ہے اور بیس پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے۔ (ہدیۃ المسائل)

عہد فاروقیؓ

رسول پاک ﷺ نے صرف تین دن با جماعت تراویح پڑھائیں اس کے بعد لوگ گھر میں یا مسجد میں جماعت تراویح پڑھتے رہے حضرت فاروق اعظمؓ نے لوگوں کو پھر جماعت تراویح پر جمع فرمایا جن لوگوں کو فاروق اعظمؓ نے جمع فرمایا وہ کتنی رکعتیں ادا کرتے

تھے اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

عن السائب بن یزیدؓ قال کنا نقوم فی زمن عمربن الخطاب بعشرین رکعة والوتر (رواہ البیھقی فی المعرفة) ترجمہ:...... حضرت سائب بن یزیدؓ صحابی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔اس روایت کو امام نوویؒ نے صحیح کہا ہے۔(شرح المہذب صفحہ ۳۲، جلد ۴) امام عراقیؒ اور علامہ سیوطیؒ نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔(دیکھو مصابیح)

محدث صاحب کا کمال:

مولوی عبدالجبار صاحب کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا اس لئے عجیب ہتھکنڈا استعمال کیا چونکہ اس کو بیہقی نے اپنی کتاب "المعرفة" میں ذکر کیا ہے محدث صاحب نے کتاب کا نام بگاڑ کر لکھا کہ کتاب "العرفہ" امام بیہقی کی کوئی کتاب نہیں کتاب المعرفة سے "م" حذف کر کے کتاب العرفہ بنالیا اور کتاب کا ہی انکار کر دیا، نہ خدا کا خوف دل میں آیا نہ آخرت کا خیال اور نہ انسانوں سے شرم۔محدث صاحب قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں کاش اب بھی ایسی حرکتوں سے توبہ کرلیں۔اس روایت سے معلوم ہوا کہ عہد فاروقی میں تمام صحابہ کرامؓ بلا اختلاف بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

۲:...... عن السائب بن یزیدؓ قال کانوا یقومون علیٰ عھد عمربن الخطابؓ فی شھر رمضان بعشرین رکعة ...... وفی عھد عثمانؓ (سنن بیہقی صفحہ ۴۹۶، جلد ۲) یعنی لوگ عہد فاروقیؓ اور عہد عثمانؓ میں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اس کی سند کو علامہ سبکیؒ اور بیہقیؒ نے صحیح کہا ہے۔

۳:...... اخرج ابن ابی شیبة والبیھقی عن عمرؓ انه جمع الناس علیٰ ابی بن کعب وکان یصلی بھم عشرین رکعة ترجمہ:...... حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو ابی بن کعبؓ پر جمع کیا اور وہ ان کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔(سندہ صحیح)

۴:...... اخرج ابن ابی شیبة ...... حدثنا وکیع عن مالک بن انس عن یحیٰ بن سعید بن العاص الاھوی عن عمربن الخطابؓ انه امر رجلا ان یصلی بهم عشرین رکعة ترجمہ:...... حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔ اس کی سند اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ امام وکیعؒ ، امام مالکؒ اور امام یحییٰؒ تینوں صحاح ستہ کے اجماعی ثقہ شیوخ ہیں۔

۵:...... اخرج ابن ابی شیبة ...... حدثنا حمید بن عبدالرحمن عن الحسن البصری عن عبدالعزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعبؓ یصلی بالناس بالمدینة عشرین رکعة۔ قال ابن المدینی ویحیٰ القطان وابو زرعة مرسلات حسنؒ صحاح (تدریب صفحہ ۶۹) یعنی حضرت ابی بن کعبؓ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

۶:...... عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمربن الخطابؓ فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة (موطا امام مالکؒ، صفحہ ۳۰، سنن بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۹۶) ترجمہ:...... حضرت یزید بن رومانؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تئیس (۲۳) رکعت یعنی بیس (۲۰) تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

۷:...... عن محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمربن الخطابؓ فی رمضان عشرون رکعة (رواه فی قیام اللیل) حضرت محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اس کی سندیں اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں۔

۸:...... عن ابی الحسن ان علیاؓ امر رجلایصلی بهم عشرین رکعة (مصنف ابن ابی شیبہ) ترجمہ:...... حضرت علیؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔ اس کی سند حسن ہے۔

محدث صاحب نے اس اثر کے متعلق لکھا ہے کہ ابوالحسن مجہول ہے اور وہ طبقہ سابعہ کا ہے اس کو صحابہ کرامؓ سے لقاء نہیں۔ ناظرین ابوالحسن دو ہیں...... جو ابوالحسن طبقہ سابعہ کا ہے وہ واقعی مجہول ہے لیکن یہ ابوالحسن طبقہ سابعہ کا نہیں ہے۔ جب اس کے شاگرد عمرو بن ابوسعد بقال طبقہ خامسہ وسادسہ سے ہیں تو استاد طبقہ سابعہ میں کیسے ہوگا، محدث صاحب نے بلا سوچ سمجھے مشرف اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی کی ضد میں یہ لکھ مارا ہے اور پھر جبکہ حضرت علیؓ کے تمام شاگرد بھی بیس کے قائل ہوں اور دوسری روایت اس کی مؤید ہو تو یہ بات کس قدر پھیکی بن جاتی ہے۔

۹:...... عن ابی عبدالرحمن السلمی عن علیؓ قال دعاالقراء فی رمضان فامر منهم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعة قال و کان یوتر بهم (سنن بیہقی جلد۲، صفحہ ۴۹۶) ترجمہ:...... ابوعبدالرحمٰن سلمی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے رمضان المبارک کے مہینہ میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کریں اور وتر خود حضرت علیؓ پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت علیؓ کے اصحاب خاص ہمیشہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ شتیر بن شکل جو حضرت علیؓ کے اصحاب خاص میں سے تھے (بیہقی صفحہ ۴۹۶) وہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ (قیام اللیل صفحہ ۹۱، ابن ابی شیبہ آثار السنن جلد۲، صفحہ ۶۰)۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اور سعید بن ابی الحسن دونوں حضرت علیؓ کے خاص شاگرد تھے۔ (تہذیب التہذیب جلد۶، صفحہ ۱۴۸ و ج ۴ صفحہ ۱۶)۔ اور یہ دونوں لوگوں کو بیس رکعت تروایح پڑھاتے تھے۔ (قیام اللیل صفحہ ۹۲) اسی طرح حارث اعور اور علی بن ربیعہ دونوں حضرت علیؓ کے شاگرد تھے اور لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔ (سنن بیہقی ج ۲ صفحہ ۴۹۶ و آثار السنن مع التعلیق ج ۲ صفحہ ۵۹) اور ابوالبختری حضرت علیؓ کے خاص شاگردوں عبدالرحمٰن سلمی اور حارث کے خاص صحبت یافتہ تھے اور لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔ (آثار السنن فی التعلیق صفحہ ۶۰) غرض اس خلیفہ راشد اور آپ کے سب ساتھی بیس رکعت پر عامل تھے۔

۱۰:...... حضرت عبداللہ بن مسعود بھی لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ (قیام اللیل صفحہ ۹۲) حضرت سوید بن غفلہ جو حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں کے خاص صحبت یافتہ شاگرد ہیں وہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ (سنن بیہقی)

حضرت عطاءؒ کی شہادت:

حضرت عطاءؒ کبار تابعین میں سے ہیں آپ کو (۲۰۰) صحابہؓ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی شہادت صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ دونوں زمانوں کی شہادت ہے۔ آپ فرماتے ہیں **ادرکت الناس وھم یصلون ثلاثا وعشرین رکعۃ. رواہ ابن ابی شیبۃ واسنادہ حسن (آثار السنن جلد ۲، صفحہ ۵۵)** حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ تابعین کو بیس رکعت تراویح ہی پڑھتے پایا معلوم ہوا کہ تمام صحابہ وتابعین بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور کبھی کسی ایک شخص نے بھی بیس تراویح کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔

علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں **وھو قول جمھور العلماء وبہ قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقھاء وھو الصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابۃ** (عینی شرح بخاری) ترجمہ:...... یہ قول جمہور علماء کا ہے اہل کوفہ حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے ساتھی اور امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ سے بھی یہی صحیح اور ثابت ہے اور اس میں صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا اور فن حدیث کے مسلم الثبوت امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ فرماتے ہیں **واکثر اھل العلم علیٰ ما روی عن علیؓ وعمرؓ وغیرھما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعۃ** (ترمذی) اکثر اہل علم فرماتے ہیں:...... **ھکذا ادرکت ببلدنا مکۃ یصلون عشرین رکعۃ** (ترمذی) میں نے مکہ معظمہ میں تابعین اور تبع

تابعین کو بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔ میں نے نہایت اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کا عمل پیش کر دیا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے حکم سے آپ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح باجماعت باقاعدہ شروع ہوئیں اور کسی ایک متنفس نے بھی اس پر انکار نہ فرمایا بلکہ بغیر کسی اختلاف کے تمام صحابہ بیس رکعت پڑھتے رہے حضرت عثمانؓ کے زمانہ مبارک میں بھی اسی پر عمل رہا حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؓ نے بھی بیس کا حکم دیا اور بیس ہی پڑھتے رہے آپ کے تمام شاگرد بھی لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔ تابعین اور تبع تابعین بھی اسی پر عامل تھے اور عہد نبوی ﷺ سے لے کر بارہویں صدی ہجری تک کسی ایک معتبر عالم کا نام بھی پیش نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے بیس رکعت تراویح کے خلاف رسالے بازی اور اشتہار بازی کی ہو یا کسی صحابی یا تبع تابعی نے بیس رکعت پڑھنے والوں کو انعامی چیلنج دیا ہو اور عہد فاروقی سے لے کر بارہ سو سال تک ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی کہ فلاں صدی میں فلاں علاقہ میں لوگوں میں آٹھ رکعت تراویح کا رواج تھا جب سے غیر مقلدوں کا یہ نیا فرقہ پیدا ہوا ہے اسی وقت سے یہ شور وغوغا سننے میں آیا ہے اسی فرقہ نے ہمیشہ امن وسکون سے بسنے والے مسلمانوں میں سر پھٹول کرائی ہے۔ محدث صاحب نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے آٹھ رکعت تراویح پر استدلال کیا ہے حالانکہ کتنی صاف بات ہے کہ جب اس حدیث میں رمضان کے ساتھ غیر رمضان کا لفظ بھی ہے تو اس حدیث کو تراویح سے کیا تعلق اور اگر یہ تراویح کے متعلق ہے تو اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت تراویح سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

محدث صاحب! یہ حدیث تو تہجد کے متعلق ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں برابر ہوتی ہے اور اگر محدث صاحب یہ دعویٰ رکھتے ہیں کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے تو

محدث صاحب ایک ہی حدیث صحیح پیش فرمائیں کہ تہجد اور تراویح ایک نماز ہے نیز میں حضرت عائشہؓ سے چار روایات ذکر کر چکا ہوں اور نواب صدیق حسن خان کا قول بھی پیش کر چکا ہوں کہ رسول پاک ﷺ کی رمضان کی نماز غیر رمضان کی نماز سے زیادہ ہوتی تھی ان روایات کا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔ نیز جناب کی پیش کردہ روایت عائشہؓ اور روایت جابرؓ دونوں میں تین وتر کا ذکر ہے غیر مقلدان روایتوں کو چھوڑ کر ایک وتر پڑھتے ہیں تو خود ان حدیثوں پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ نیز محدث صاحب یہ بھی بتائیں کہ حضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ کے زمانہ مبارک میں جب علی الاعلان بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں اس زمانہ میں حضرت عائشہؓ اور حضرت جابرؓ دونوں زندہ تھے اگر ان دونوں بزرگوں سے آٹھ رکعت تراویح کی حدیث مروی ہے تو ان دونوں نے وہ حدیثیں ان صحابہ کے سامنے کیوں پیش نہ کیں اور کیوں آٹھ رکعت تراویح کی سنت کو مٹنے دیا۔ کیا ان دونوں میں سنت پر عمل کرنے اور سنت کو پھیلانے کا اتنا جذبہ بھی نہ تھا جتنا کہ محدث عبدالجبار صاحب میں ہے کہ ان کے سامنے ایک سنت مٹ رہی ہو ایک زبردست بدعت شروع ہو چکی ہو لیکن وہ دونوں لوگوں کی کوئی رہنمائی نہ کریں اور محدث صاحب یہ بھی ثابت کریں کہ یہ دونوں سب صحابہ کے خلاف آٹھ رکعت پڑھتے تھے اور یہ باتیں محدث صاحب ان شاء اللہ قیامت تک بھی ثابت نہ کر سکیں گے۔

محدث صاحب نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا حکم گیارہ رکعت کا تھا لیکن محدث صاحب کی یہ بات عقل ونقل کے بالکل خلاف ہے کیونکہ جس اثر کو محدث صاحب نے ذکر کیا ہے اس کا مدار محمد بن یوسف پر ہے اس کی روایت میں سخت اضطراب ہے وہ کبھی گیارہ کہتا ہے اور کبھی تیرہ اور کبھی اکیس اور مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے تو لامحالہ یہ روایت ضعیف ہوئی تو استدلال کیسا؟ اب ایک طرف یہ مضطرب اور ضعیف روایت ہے اور دوسری طرف ہم نے صحیح روایات بیان کر دی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بیس رکعت کا حکم دیا تھا۔ نیز محدث

صاحب یہ بھی بتائیں کہ کیا عقل اس کو تسلیم کرتی ہے کہ حضرت عمرؓ گیارہ کا حکم دیں اور عہد فاروقی کے صحابہ وتابعین خلیفہ راشد کے حکم کی خلاف ورزی کریں اور بیس پڑھنی شروع کردیں؟ محدث صاحب! اگر حکم گیارہ کا تھا اور صحابہ وتابعین نے اس حکم کو نہ مانا بیس پڑھنی شروع کردیں اور آٹھ کی سنت کی بجائے بیس تراویح کی بدعت شروع کردی تو بتاؤ کہ حضرت عمرؓ نے اس بدعت کو کیوں نہ مٹایا اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت علیؓ نے اس بدعت کو کیوں نہ مٹایا؟ محدث صاحب! کیوں لوگوں کو صحابہ وتابعین اور سلف صالحین سے بدظن کرتے ہو!

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بیس رکعت کے سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور اجماع کی مخالفت ناجائز ہے اور یہ اجماع علامت ہے ان احادیث (آٹھ رکعت والی اگر کوئی صحیح ہو) کے منسوخ ہونے کی۔ (اشرف الجواب جلد۱ صفحہ۱۰۲) حضرت حکیم الامتؒ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ اگر بفرض محال حدیث جابرؓ وغیرہ صحیح بھی ہو تو بھی صحابہ کرامؓ کا بیس رکعت پر اجماع اس کے منسوخ ہونے کی علامت ہے۔ امام نوویؒ مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:...... من اقسام النسخ مایعرف بالاجماع کقتل شارب الخمر فی المرة الرابعةفانه منسوخ عرف نسخه بالاجماع والاجماع لاینسخ ولکن یدل علی وجود الناسخ اور غیر مقلدوں کے جد امجد نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب افادة الشیوخ فی بیان الناسخ والمنسوخ میں لکھتے ہیں:...... ”چهارم آنکه باجماع صحابه دریافت شود که ایں ناسخ وآں منسوخ است ومثل اوست حدیث غلول صدقه که آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دراں امر باخذ صدقه وشطر مال اوفرموده لیکن صحابه اتفاق کردند بر ترک استعمال ایں حدیث وایں دال است بر نسخ وے ...... ومذهب جمهور نیز همیں است که اجماع صحابه از ادله بیان ناسخ است“

نواب صاحب کی یہ عبارت اس بات پر نص ہے کہ جو حدیث صحابہ کرامؓ کے عہد

میں متروک العمل ہو چکی ہو وہ منسوخ ہے۔ پس آٹھ رکعت کی روایات پر عمل کرنے والا اجماع صحابہ کا مخالف اور روایات منسوخہ پر عامل ہے جیسا کہ عیسائی اور یہودی ''مذہب منسوخ'' پر عامل ہیں پس حدیث عائشہؓ مدعیٰ سے ساکت ہے اور حدیث جابرؓ ضعیف بھی ہے اور منسوخ بھی رہی حدیث ابن عباسؓ جس میں رسول پاک ﷺ کے بیس رکعت تراویح پڑھنے کا ذکر ہے اور مولوی عبدالجبار نے اسے ابوشیبہ کی وجہ سے ضعیف کہہ دیا ہے اولاً تو میں نے ابوشیبہ کی تعدیل باعتبار حفظ وضبط اور باعتبار عدالت عرض کر دی وہ مختلف فیہ حسن الحدیث ہے۔ ثانیاً یہ کہ جس حدیث کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو وہ صحیح ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ شرح نظم الدرر میں فرماتے ہیں:...... ''المقبول ما تلقاه العلماء بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح'' اور امام سخاویؒ شرح ''المنیہ'' میں فرماتے ہیں:...... ''اذا تلقت الامة الضعيف بالقبول يعمل به على الصحيح حتى انه ينزل منزلة المتواتر فى انه ينسخ المقطوع به ولهذا قال الشافعیؒ حديث لاوصية لوارث لا يثبته اهل الحديث ولكن العامة تلقته بالقبول وعملوا به حتى جعلوه ناسخا لأية الوصية للوارث'' اور علامہ حافظ ابن حجرؒ ''الافصاح علی نکت ابن الصلاح'' میں فرماتے ہیں:...... ''ومن جملة صفات القبول...... ان يتفق العلماء على العمل بمدلول الحديث فانه يقبل حتى يجب العمل به وقد صرح بذالک جماعة من ائمة الاصول'' اس قاعدے کو غیر مقلدوں کے مشہور مناظر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی تسلیم کیا ہے۔

(اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۹/ اپریل ۱۹۰۷ء)

اب محدث صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ عام علماء امت کے قبول کر لینے سے جب ضعیف حدیث واجب العمل ہو جاتی ہے تو بیس رکعت والی حدیث جس پر خلفاء راشدینؓ نے حکم دے کر عمل کروایا اور تمام صحابہ کرامؓ نے عہد فاروقی سے لے کر اور تمام

تابعین اور تبع تابعین نے ائمہ مجتہدین نے اس پر عمل کیا ہو اور تمام امت کا بارہ سو سال تک بلا اختلاف اس پر عمل ہو پھر تو ابوشیبہ کی یہ حدیث اتنی قوی اور مستحکم ہو جاتی ہے کہ اس کے بعد اس کو ضعیف کہہ کر پیچھا چھڑانا بالکل ناممکن ہو جاتا ہے مقصود یہ کہ بیس رکعت کی حدیث اجماع اُمت کے موافق ہونے کی وجہ سے وَاجب العمل ہے اور آٹھ رکعت والی مخالف اجماع ہونے کی وجہ سے متروک اور منسوخ ہے۔

اهل سنت والجماعت تمام احادیث پر عمل کرتے هیں:

ان غالی غیر مقلدین کا عجیب طریقہ ہے کہ تمام ذخیرہ حدیث فی الباب سے ایک حدیث لے لیتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہش کے مطابق ہو اور اس کے خلاف خواہ کس قدر احادیث ہوں بس ایک وہی حدیث پیش کئے جاتے ہیں اور اپنے مخالفوں کو مخالفِ حدیث کہے جاتے ہیں۔ حضرت قاری عبدالرحمٰنؒ ان غلاۃ کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ یہ بیشک عامل الحدیث ہیں لیکن الف لام 'الحدیث' میں عوض میں مضاف الیہ کے ہے اور وہ مضاف الیہ نفس ہے یعنی عامل بحدیث النفس تو واقعی یہ لوگ حدیثِ نفس کے عامل ہیں حدیث رسول ﷺ پر عامل نہیں یہ لوگ اپنے نفس کے مطابق احادیث تلاش کرلیا کرتے ہیں جیسے کسی کی حکایت مشہور ہے کہ اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں قرآن کا کونسا حکم سب سے زیادہ پسند ہے کہا:...... ''ربنا انزل علینا مائدة من السماء'' اسی طرح انہوں نے بھی تراویح کی تمام احادیث سے صرف آٹھ والی حدیث پسند کی اور وتر کی تمام حدیثوں سے ایک وتر والی حدیث پسند کی تمام رات تراویح پڑھنا جو صحیح حدیث سے ثابت ہے اس سنت کو تو کبھی ادا نہیں کیا ایک سنت فجر کے بعد سونے کی سنت پر خوب زور ہے...... سبحان اللہ! کیا معیار ہے ایک حدیث کو مان کر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ قول وفعل رسول ﷺ یہی ہے۔ باقی تمام ذخیرہ حدیث کو خاطر میں نہیں لاتے اور ان کے اس سبق کے رٹنے کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے سلف صالحین کے اعمال کو خلاف حدیث ظاہر کر کے ان کی تقلید سے منحرف کریں اور اپنی تقلید کا پھندا ان کے گلے میں پیوست کردیں۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْن

اس مسئلے میں بھی یہ حنفیہ کو مخالف حدیث کہتے ہیں اور اپنے آپ کو عامل الحدیث حالانکہ نہ یہ آٹھ والی روایات کو مانتے ہیں نہ بیس والی کو کیونکہ حدیث عائشہؓ تہجد کے متعلق ہے کہ رسول پاک ﷺ رمضان غیر رمضان میں گیارہ رکعت تہجد پڑھتے ہیں تھے لیکن غیر مقلد رمضان کے مبارک مہینہ میں تہجد بھی نہیں پڑھتے بلکہ جو غیر مقلد غیر رمضان میں تہجد پڑھتے ہیں وہ بھی رمضان میں چھوڑ بیٹھتے ہیں اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں اہل سنت رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر پڑھتے ہیں غرضیکہ حنفی حدیث عائشہؓ پر پورا عمل کرتے ہیں لیکن غیر مقلد نہ تہجد کے بارے میں اس پر عامل ہیں نہ وتر کے بارے میں کیونکہ غیر مقلد جتنی دلیلیں آٹھ تراویح پر لاتے ہیں ہر ایک میں تین وتر کا ذکر ہے اور غیر مقلد ایک وتر پڑھتے ہیں حدیث عائشہؓ اور حدیث جابرؓ میں بھی تین وتر کا ذکر ہے اور حضرت فاروق اعظمؓ کے حکم میں بھی تین رکعت مذکور ہیں۔ نہ تو غیر مقلدوں نے حضرت عائشہؓ کی اس حدیث پر عمل کیا اور نہ حضرت عائشہؓ کی ان روایتوں پر عمل کیا جن کو میں شروع میں نقل کر چکا ہوں کہ رسول پاک ﷺ رمضان المبارک میں غیر رمضان سے زیادہ کوشش اور محنت فرماتے تھے زیادہ شب بیداری کرتے تھے اور زیادہ نماز پڑھتے تھے بلکہ غیر مقلد تو زیادتی سے منع کر کے کھلم کھلا ان حدیثوں کی مخالفت کرتے ہیں نہ تو ان تینوں بزرگوں یعنی حضرت عائشہؓ حضرت جابرؓ اور حضرت عمرؓ کی مذکورہ روایات پر غیر مقلدین کا عمل ہے اور نہ ان تینوں کے اپنے عمل کو مانتے ہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں ان تینوں میں سے کسی ایک نے بھی بیس رکعت تراویح سے منع نہ فرمایا بلکہ خود ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور کوئی غیر مقلد یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ تینوں آٹھ تراویح پڑھتے تھے جب ان تینوں میں سے کسی نے بیس رکعت کا انکار نہ کیا اور نہ منع فرمایا تو غیر مقلد کس دلیل سے بیس رکعت سے منع کرتے ہیں۔

غرض نہ ان تینوں کی روایات کو مانتے ہیں اور نہ عمل کو۔ اس کے برخلاف اہل سنت

والجماعت حنفی دیوبندی تمام احادیث کو مانتے اور عمل کرتے ہیں حضرت جابرؓ کی آٹھ رکعت والی روایت اگرچہ صحیح نہیں ہے اسی لئے علامہ ذھبیؒ نے میزان الاعتدال میں اسے منکر روایات میں ذکر کیا ہے اور جس امر فاروقی کو غیر مقلد پیش کرتے ہیں وہ مضطرب ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اسی لئے علامہ ابن عبدالبرؒ نے اس کو وہم قرار دیا ہے۔ نیز یہ صحیح روایت اور عقل سلیم کے بھی خلاف ہے۔ تاہم اگر بفرض محال آٹھ رکعت پر اگر کوئی لولی لنگڑی روایت ہو تو پھر بھی وہ ہم کو مضر نہیں اور نہ غیر مقلدین کو مفید ہے کیونکہ بیس میں آٹھ بھی شامل ہیں اور بیس پڑھنے والا بیس والی روایت پر بھی عمل کر رہا ہے اور آٹھ والی روایت پر بھی کیونکہ آٹھ رکعت پر بھی حصر کی کوئی دلیل نہیں ہے اور کسی ایک ضعیف روایت میں بھی یہ نہیں کہ آٹھ سے زیادہ نہیں تو بیس رکعت پڑھنا آٹھ والی کے مخالف کیسے ہوا بلکہ دونوں پر عمل ہوا۔

مثال اوّل:...... بعض روایات میں ہے کہ رسول پاک ﷺ ہر روز ستر (۷۰) مرتبہ استغفار پڑھتے تھے اور بعض میں سو مرتبہ کا ذکر ہے اب اگر کوئی شخص سو مرتبہ استغفار پڑھے تو کون عاقل کہے گا کہ اس نے ستر والی روایت کی مخالفت کی ہے بلکہ حقیقت میں اس نے دونوں حدیثوں پر عمل کیا کیونکہ سو میں ستر بھی داخل ہیں۔

مثال دوم:...... رسول پاک ﷺ کی تہجد کی رکعات مختلف آئی ہیں (۴+۳) اور (۶+۳) اور (۸+۳) اور (۱۰+۳)، (رواہ عائشہؓ مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۲)۔ اب اگر کوئی شخص (۸+۳) یا (۱۰+۳) پڑھ لے تو کون نادان کہے گا کہ اس نے (۴+۶) والی سنت کی مخالفت کی ہے بلکہ صاف بات ہے کہ ۸ میں ۴ اور ۶ بھی شامل ہیں۔

مثال سوم :...... مسلمان شروع سے پانچ نمازیں روزانہ پڑھتے ہیں لیکن منکرین حدیث نے کچھ دنوں سے یہ شور مچایا ہوا ہے کہ قرآن کی آیت اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الآیۃ سے صرف تین نمازیں ثابت ہیں اس لئے پانچ نمازیں پڑھنا اس آیت کے خلاف ہے حالانکہ یہ بالکل غلط بات ہے اگر ایک آیت سے بظاہر تین نمازیں سمجھ آتی ہیں تو

باقی آیات واحادیث سے پانچ ثابت ہیں اور پانچ میں تین بھی داخل ہیں تو پھر پانچ پڑھنے والا اس آیت کا مخالف کیونکر ہوا۔ وہ تو اس پر بھی عامل ہوا اور دوسری آیات وروایات پر بھی عامل ہوا۔

مثال چہارم :...... شیعہ کہتے ہیں کہ اہل سنت حضرت علیؓ کی خلافت کے مخالف اور منکر ہیں کیونکہ یہ ایک کی بجائے چار کی خلافت مانتے ہیں اور جن روایات سے حضرت علیؓ کی فضیلت یا خلافت کے اشارے نکلتے ہیں ان کو اہل سُنّت کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں حالانکہ ان کا ایسا کرنا خود فریبی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ جن چار کو ہم مانتے ہیں ان میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں تو جب ان چاروں میں وہ بھی شامل ہیں تو چار کا ماننا حضرت علیؓ کی مخالفت کیسے ہوئی۔ حضرت جابرؓ نے جو آٹھ رکعت روایت کی ہیں ابن عباسؓ کی بیس والی روایت میں وہ آٹھ بھی شامل ہیں پس بیس والی روایت پر عمل دونوں روایتوں پر عمل ہے اور بیس والی کا انکار دونوں کا انکار ہے کیونکہ دوسری اس میں شامل ہے تو بیس رکعت پڑھنا آٹھ رکعت کے مخالف کیسے ہوا بلکہ بیس پڑھنے والا آٹھ بھی پڑھتا ہے پس آٹھ رکعت کی دلیلوں کو سنیوں کے مقابلہ میں پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسا شیعوں کا سنیوں کے مقابلہ میں فضائل علیؓ کی روایات پڑھنا جبکہ حضرت علیؓ کی خلافت چاروں میں شامل ہے چنانچہ بعض لوگوں نے ان تمام روایات کو جمع کیا ہے کہ آٹھ والی مرفوع روایت میں جماعت کا ذکر ہے اور بیس والی مرفوع روایت میں جماعت کا ذکر نہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے پہلے صرف آٹھ پڑھنے کا حکم دیا ہو اور باقی بارہ رکعت لوگ بلا جماعت پڑھتے ہوں اور پھر بیس رکعت با جماعت پڑھنے کا حکم دیدیا ہو اور اسی آخری حکم پر اجماع منعقد ہوگیا چنانچہ امام بیہقیؒ، علامہ ابن حجرؒ، ملا علی قاریؒ وغیرہم نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ پہلے حضرت عمرؓ نے گیارہ کا حکم دیا پھر بیس کا اور اسی پر اجماع منعقد ہوگیا اب بیس پڑھنے والا حضرت عمرؓ کے دونوں حکموں پر عمل کرتا ہے کیونکہ دوسرا حکم پہلے کے مخالف نہیں ہے بلکہ پہلا دوسرے میں شامل ہے اور غیر مقلدین دونوں حکموں

کے منکر ہیں کیونکہ جب دوسرا حکم دیا تو پہلا اسی میں شامل ہو گیا اور دونوں مل کر ایک ہی حکم رہ گیا تو آخری حکم پر عمل دونوں پر عمل اور آخری حکم کا انکار دونوں کا انکار ہے اور صحابہ کرامؓ تراویح میں ایک قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے اس لئے قاریوں نے قرآن پاک میں تراویح کے لئے رکوع مقرر کر دیئے اور وہ بھی بیس کے حساب سے لگائے ہیں چنانچہ رکوع سارے قرآن میں (۵۴۰) ہیں اور لیلۃ القدر ستائیسویں رات کو قرآن ختم کرتے ہیں تاکہ لیلۃ القدر میں ختم کا ثواب ملے اسی حساب سے پورے رکوع ہیں ۲۷×۲۰=۵۴۰

بعض غیر مقلدین جب چاروں طرف سے عاجز آجاتے ہیں تو یہ کہا کرتے ہیں کہ بیس رکعت سنتِ خلفاء ہے اور آٹھ سنت نبوی ﷺ ہیں حضور ﷺ نے آٹھ ہی پڑھی تھیں صحابہ نے بارہ بڑھا لیں اس لئے آٹھ پڑھنے والے سنت نبوی ﷺ پر عامل ہیں اور بیس پڑھنے والے سنت خلفاء پر...... تو عرض ہے کہ یہ مغالطہ ہے۔ اولاً تو یہ غلط ہے کہ صحابہ سنت نبوی ﷺ پر زیادتیاں کر لیتے تھے اگر یہ گمان رکھو تو ہو سکتا ہے کہ جن صحابہ نے ۸ کو بیس کر لیا ہو انہوں نے قرآن میں بھی زیادتیاں کی ہوں گی۔ اگر وہ پیغمبر ﷺ کے فعل میں اپنی مرضی سے زیادتی کر لیتے تھے تو پھر خدا جانے پیغمبر ﷺ کے کلام میں انہوں نے کتنی زیادتیاں کی ہوں گی۔ ثانیاً بیس جس کو تم نے سنت فاروقی کہا ہے اس میں آٹھ جس سنت نبوی ﷺ کہتے ہو وہ بھی شامل ہیں تو بیس پڑھنے والا سنت نبوی ﷺ اور سنت فاروقی دونوں کا عامل ہوا۔ کیا غیر مقلدین کے پاس کوئی ایک حدیث ہے۔ جس میں حصر کے ساتھ مذکور ہو کہ صرف آٹھ تراویح سنت ہے؟ ایک بھی نہیں، کیا کسی ایک حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیس رکعت پڑھنا بدعت ہے غیر مقلد بتائیں کہ ۲۰ رکعت تراویح کو بدعت و حرام جانتے ہیں یا مستحب؟ بعض غیر مقلد عاجز آ کر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم کو تو بیس رکعت با جماعت پر اعتراض ہے تو ان سے فوراً کہو کہ جناب آپ جماعت کا لفظ نہ لکھیں پہلے صرف اتنا لکھ دیں کہ ہم بیس رکعت تراویح کو سُنت مانتے ہیں اس کو شائع کر دیں اور ساتھ یہ بھی شائع کریں کہ با جماعت پڑھنا

مکروہ ہے یا حرام اور اس کی بہترین دلیل جس نے بیس کا باجماعت پڑھنا منع سے ثابت ہو پیش کر دیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیس رکعت پڑھتے تھے اُن پر کیا فتویٰ ہے؟ اور حضرت عمرؓ جنہوں نے بیس رکعت باجماعت پر لوگوں کو جمع فرمایا وہ غیر مقلدوں کی شریعت کے مطابق کتنے بڑے مجرم ہیں۔ بعض غیر مقلدین نے یہ مغالطہ دیا ہے کہ آٹھ رکعت پر غیر مقلدین اور مقلدین کا اتفاق ہے اس لئے آٹھ کو لے لینا چاہئے اور بارہ میں دونوں فریقوں میں اختلاف ہے اُن کو ترک کر دینا چاہئے۔ سبحان اللہ! غیر مقلد صاحب! اگر کوئی عیسائی آپ کی خدمت میں یہ عرض کرے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت و نبوت پر چونکہ عیسائیوں اور مسلمانوں کا اتفاق ہے اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت میں دونوں فرقوں کا اختلاف ہے اس لئے سب مسلمانوں کو چاہئے کہ حضور ﷺ کی نبوت سے معاذ اللہ انکار کر کے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے قائل ہو جائیں تو آپ کیا جواب دیں گے؟ اس قسم کی بہکی بہکی باتیں کرنا مسلمانوں کی شان نہیں ہے۔ لوگوں کو مغالطوں میں مبتلا نہ کرو۔

خلاصہ یہ ہے کہ :...... آٹھ رکعت کی روایت سخت ضعیف ہے اور اجماع صحابہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے منسوخ ہے تو آٹھ رکعت تراویح پڑھنے والا صحیح او رمحکم حدیثوں کو چھوڑ کر ضعیف اور منسوخ حدیثوں پر عمل کرنے کی وجہ سے سخت غلطی کا شکار ہے۔

۲:...... بیس رکعت پڑھنے والے سب حدیثوں کو مانتے ہیں کیونکہ بیس میں آٹھ بھی شامل ہیں اور آٹھ پڑھنے والے صرف ضعیف اور منسوخ روایات کے آستانہ پر بیٹھے ہیں اور محکم وصحیح احادیث سے منہ موڑے بیٹھے ہیں۔

۳:...... بیس رکعت پڑھنے والے حضرت عمر فاروقؓ کے دونوں حکموں کو مانتے ہیں اور آٹھ پڑھنے والے حضرت عمرؓ کے آخری حکم کے منکر ہیں۔

۴:...... بیس رکعت پڑھنے والے فرمان نبوی ﷺ علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها عضوا علیها با لنواجذ ترجمہ:...... میرے اور

میرے خلفاء راشدینؓ کے طریقے کو مضبوطی سے پکڑو کے عامل ہیں کیونکہ بیس رکعت باجماعت خلفاء راشدین کے حکم سے شروع ہوئیں اور آٹھ رکعت پڑھنے والے نہ سنت نبوی ﷺ کے عامل کیونکہ حدیث جابرؓ منسوخ ہے اور حدیث ابن عباسؓ احادیث شدت اجتہاد شذ مزرو غیرہ پر عمل نہیں کرتے اور نہ سُنّت خلفاء کے عامل بلکہ دونوں سنتوں کے مخالف ہیں۔

۵:...... بیس رکعت پڑھنے والے **صراط مستقیم ماانا علیه واصحابی۔ خیر القرون قرنی الخ تمسکوا بهدی ابن مسعودؓ** پر گامزن ہیں اور آٹھ پڑھنے والے **سبیل مومنین** سے منحرف ہوکر **نصله جهنم وساء ت مصیرا** کی وعید میں داخل ہیں۔

۶:...... بیس رکعت پڑھنے والے سواد اعظم اور اجماع امت کے مطابق عمل کر کے خدا کی رحمتوں اور برکتوں کے مستحق بنتے ہیں اور آٹھ رکعت پڑھنے والے **من شذ شذ فی النار** کی وعید کے سزاوار ہیں۔

۷:...... بیس رکعت تراویح پڑھنے والے قیامت کے دِن اپنے مقتداؤں یعنی پیغمبر اسلام ﷺ خلفاء راشدین صحابہ کرامؓ ائمہ مجتہدین کے ساتھی ہوں گے اور بیس رکعت سے منع کرنے والے **ارأیت الذی ینهیٰ عبدًا اذا صلّٰی** کی جماعت میں شامل ہوں گے۔

۸...... رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے:...... **ان الله وضع الحق علی لسان عمر** کہ اللہ تعالیٰ نے حق حضرت عمرؓ کی زبان پر رکھا ہے اور دوسری طرف یہ فرمایا کہ شیطان حضرت عمرؓ کے سائے سے بھاگتا ہے اور شیطان کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ حضرت عمرؓ کے راستے پر چل سکے۔ اے بیس رکعت تراویح پڑھنے والو! تم کتنے خوش نصیب ہو کہ حضرت عمرؓ کے دونوں حکموں پر عامل ہو اور حق پرستوں کی جماعت میں داخل ہو اور آٹھ پڑھنے والو تم حضرت عمرؓ کے آخری فرمان سے جس پر ساری اُمت کا اجماع ہو چکا ہے پھر کر کس رستے پر جارہے ہو، تم کو یہ توفیق کیوں نہیں کہ حضرت عمرؓ کے راستہ پر چلو۔ آخر میں حضرت حکیم الامتؒ کی کتاب اشرف الجواب ج ۲، صفحہ ۱۰۳ سے ایک اقتباس نقل کر کے ختم کرتا ہوں:...... ''بھئی سنو محکمہ

مال سے اطلاع آئے کہ مال گزاری داخل کرو اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے تم نے ایک نمبر دار سے پوچھا کہ میرے ذمہ کتنی مال گزاری ہے؟ اُس نے کہا آٹھ روپے، پھر تم نے دوسرے نمبر دار سے پوچھا اُس نے کہا بیس روپے تو اب بتاؤ تمہیں کچہری کتنی رقم لے کر جانا چاہئے؟ اگر بیس روپے ادا کرنے پڑے تو کسی سے مانگنے نہ پڑیں گے اور اگر آٹھ ادا کرنے ہوئے تو باقی رقم بچ رہے گی اور اگر میں کم لے کر گیا اور وہاں زیادہ طلب کئے گئے تو کس سے مانگتا پھروں گا؟ مولانا نے فرمایا بس خوب سمجھ لو کہ اگر وہاں بیس رکعتیں طلب کی گئیں اور ہیں تمہارے پاس آٹھ تو کہاں سے لا کر دو گے اور اگر بیس ہیں اور طلب کم کی گئیں تو بچ رہیں گی اور تمہارے کام آئیں گی۔'' اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

غرض یہ کہ :...... غیر مقلدین کی دلیل حدیث جابرؓ و امر فاروقی اولاً تو ضعیف ہے اور اگر ضعیف نہ بھی ہوتے تو اجماع کے مخالف ہونے کی وجہ سے منسوخ ہیں اور اگر منسوخ نہ بھی ہوتی پھر بھی ہم کو مضر اور اُن کو مفید نہیں کیونکہ بیس میں آٹھ بھی شامل ہیں اور بیس رکعت کی دلیلیں بوجہ صحیح و محکم ہو کے لازم العمل ہیں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم.